

یہ کتاب

اپنے بچوں کے لیے scan کی بیرون ملک مقیم ہیں
مومنین بھی اس سے استفادہ حاصل کرسکتے ہیں۔



منجانب۔

سبیل سکینہ

یونٹ نمبر ۸ لطیف آباد حیدرآباد پاکستان



۷۸۶

۹۲-۱۱۰

یا صاحب الزماں اور کئی

DVD
version

لبیک یا حسینؑ

نذر عباس
خصوصی تعاون: رضوان رضوی

اسلامی کتب (اردو) DVD

ڈیجیٹل اسلامی لائبریری -

SABIL-E-SAKINA

Unit#8,

Latifabad Hyderabad
Sindh, Pakistan.

www.sabeelesakina.page.tl

sabeelesakina@gmail.com

www.ziaraat.com

NOT FOR COMMERCIAL

من نیز ماضی شریف تفسیر آل و اہل



وزیت ہر روز مجاہد

تفسیر القرآن

یہ وقال الذین ۱۹ تا فمن اظلم ۲۳

حضرت عظیم الحاج مولانا سید فرحان صاحب قلم امروہوی

[مصنف دو صد سیزده کتب
بانی جامعہ علمائے ہند]

جلد چہارم

شمیم بک ڈپو، نظم آباد ۲ • کراچی ۱۸

ذَلِكَ الْكِتَابُ لَا رَيْبَ فِيهِ

تفسير القرآن

جلد چہارم

منقر

حضرت ادریس اعظم الحاج ابو ناسید طغیر حسن صاحب قبلہ امروہوی



۷۸۶

تصدیق نامہ

میرے تصدیق کرتا ہوں کہ میں نے پارہ ۱۹ تا پارہ ۲۲
کے تصحیح کے۔ اب اس کے متن میں کوئی کمی
بیشی یا کتابت میں کوئی غلطی نہیں ہے۔

انشاء اللہ تعالیٰ

فقط حافظ محمد رفیع

حافظ عبداللہ پڑھ پڑھ

۲۲ فروری ۱۹۸۲ء

جملہ حقوق محفوظ ہیں۔

ناشر: شمع بک ڈپو، انیم آباد، کراچی ۱۵

مطبع: ایٹل پبلشرز لمیٹڈ، کراچی

کتابت: محمود ابن الناس رقتہ



۱۹۸۲

مدیہ : ۸۵ روپے

بار اول

فہرست

صفحہ	نام سورہ	صفحہ	نام پارہ
۵	(۲۵) الْفُرْقَان	۵	(۱۹) وَقَالَ الَّذِينَ
۲۰	(۲۶) الشُّعَرَاءُ	۸۱	(۲۰) آمَنَ خَلْقٌ
۶۰	(۲۷) النَّمْلُ	۱۳۳	(۲۱) أَتَى مَا أَوْصَى
۹۲	(۲۸) الْقَصَصُ	۲۱۶	(۲۲) وَمَنْ يَنْتَظِرْ
۱۲۸	(۲۹) الْعنْكَبُوتُ	۲۸۹	(۲۳) وَمَا لِي
۱۵۳	(۳۰) الرُّومُ	۳۶۱	(۲۴) فَمَنْ أَظْلَمُ
۱۶۶	(۳۱) لُقْمَنُ		
۱۹۰	(۳۲) السَّجْدَةُ		
۲۰۰	(۳۳) الْأَحْزَابُ		
۲۳۵	(۳۴) سَبَا		
۲۶۵	(۳۵) فَاطِرُ		
۲۸۲	(۳۶) الْيُنُسُ		
۳۰۱	(۳۷) الصَّفَاتُ		
۳۲۲	(۳۸) ص		
۳۳۶	(۳۹) الزُّمَرُ		
۳۶۲	(۴۰) الْمُؤْمِنُونَ		
۳۰۱	(۴۱) حُجَّةُ السَّجْدَةِ		

درحالین

الحاج ڈاکٹر سید ندیم الحسن صاحب نقوی، بی۔ ایس سی، ایم۔ بی۔ بی۔ ایس
 سید شہیر الحسن صاحب نقوی ایم اے ایل ایل بی سینئر ایڈووکیٹ و ایڈووکیٹ بکٹ کانس ایڈووکیٹ انٹرنیشنل لندن
 سید شہر الحسن صاحب نقوی بی۔ ایس سی انجینئر پریذیڈنٹ پاور ہاؤس، کراچی
 پروفیسر ڈاکٹر اشتم علی صاحب کاشی پروفیسر آف پیتھالوجی سندھ میڈیکل کالج، کراچی
 سید کاظم حسین صاحب نقوی، سیٹنگ بنگ آف پاکستان، کراچی
 پروفیسر مولانا ستار عنایت حسین صاحب جلالوی بانی مجلس ملی پاکستان
 مرزا خاں علی حسین صاحب چغتائی ایم اے، ریٹائرڈ سیکشن آفیشل آف فنانس سابق سیکریٹری نیشنل انوسٹمنٹ ٹرسٹ
 سید عابد الحسن صاحب ایم اے، ایل۔ بی، بی سی سی آئی کراچی
 سید عرفان حسن صاحب زیدی ایم اے، بی۔ ایڈ ریٹائرڈ سید اسٹر
 سید پروین دولت صاحبہ ڈاکٹر ادیب اگرہ (دعوت ادیب اعظم)
 ڈاکٹر محسن نازین دولت، پی ایچ ڈی، اسٹنڈنٹ پروفیسر کراچی یونیورسٹی
 ڈاکٹر سید طاہر ان حسن صاحب سینئر ریسرچ آفیسر بی۔ سی۔ ایس۔ آئی۔ آر
 سید عابد حسین صاحب ایم۔ ایس سی، اے۔ ایس سی۔ پی (امریکہ)
 ڈاکٹر سید توصیف الحسن صاحب ایم ایس سی پی ایچ ڈی
 سید شہیر الحسن صاحب بی۔ ایس سی، بی۔ ای۔ ایم ایس، پرنسپل گورنمنٹ میڈیکل کالج، کراچی
 سید اشفاق الدباس صاحب ایم اے جازہوی، ایم اے ایل ایل بی
 سید سلیمان جاہ صاحب بی۔ فنانس
 سید علی احمد صاحب نقوی بی۔ اے، ریٹائرڈ اکاؤنٹس آفیسر پاکستان ریونیو
 سید محمود الحسن صاحب رضوی، ڈپٹی ڈائریکٹر لیبر (افراد) قوت
 پروفیسر سید غلام عباس صاحب ایم اے انجمن، ایم۔ ایڈ
 مس گلستا آرزو صاحبہ
 ڈاکٹر سید شہناز حسین صاحب، ایم۔ بی۔ بی۔ ایس
 سید سلیمان محمد نقوی بی۔ اے یونائٹڈ بنگ
 سید جعفر نسیم صاحب، ایم۔ ایس سی
 مس شہین عرفان، بی۔ ایس سی، ایم اے، ایم ایڈ
 خلیفہ سید حسن مہدی صاحب آف لاہور
 فردوس شمیم صاحبہ نقوی، بی ای - سید علی شمیم نقوی
 سید مہدی حسن صاحب عابدی
 سید آصف جاہ صاحب، ایم۔ ایس سی
 سید احمد رضا صاحب مرشد آبادی
 سیدہ زینا صاحبہ ایم ایس سی، سیدہ کاظمی صاحبہ ایم ایس سی، سیدہ ہما صاحبہ ایم ایس سی
 سیدہ سیدہ سلطانہ صاحبہ ایم ایس سی، سیدہ سکینہ و سیدہ طاہرہ حسن

وَقَالَ الَّذِينَ لَا يَرْجُونَ لِقَاءَ نَالُوا أَنْزَلَ عَلَيْنَا الْمَلِيكَهٗ أَوْ
 نَرَاهُ رَبَّنَا لَقَدْ اسْتَكْبَرُوا فِي أَنْفُسِهِمْ وَعَتَوْ عُتُوًّا كَبِيرًا ۝۲۱
 يَوْمَ يَرَوْنَ الْمَلِيكَهٗ لَا بُشْرَىٰ يَوْمَئِذٍ لِلْمُجْرِمِينَ وَيَقُولُونَ
 حِجْرًا مَّحْجُورًا ۝۲۲ وَقَدْ مَنَّا عَلَىٰ مَاعِمَاؤُا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنَاهُ
 هَبَاءً مَّنْثُورًا ۝۲۳ أَصْحَابُ الْجَنَّةِ يَوْمَئِذٍ خَيْرٌ مُّسْتَقَرًّا وَاحْسَنُ
 مَقِيلًا ۝۲۴ وَيَوْمَ تَشْقُقُ السَّمَاءُ بِالْغَمَامِ وَتُزَلُّ الْمَلِيكَهٗ
 تَنْزِيلًا ۝۲۵ الْمَلِكُ يَوْمَئِذٍ الْحَقُّ لِلرَّحْمَنِ وَكَانَ يَوْمًا عَلَى
 الْكَافِرِينَ عَسِيرًا ۝۲۶

اور جو لوگ (قیامت میں) ہماری حضور کی امتیاز نہیں رکھتے کہا کرتے ہیں آخر فرشتے ہمارے
 پاس کیوں نہیں نازل کیے گئے یا ہم اپنے پُروردگار کو کیوں نہیں دیکھتے ہیں۔ ان لوگوں نے
 اپنے جی میں اپنے آپ کو بہت بڑا سمجھ لیا ہے اور بڑی سکتی اختیار کی ہے۔ جس دن یہ لوگ
 فرشتوں کو دیکھیں گے اس دن گنہگاروں کو کچھ خوشی نہ ہوگی اور فرشتوں کو دیکھ کر کہیں گے دُور
 دفان۔ پھر ہم متوجہ ہوں گے ان کاموں کی طرف جو (دُنیا میں) انہوں نے کیے ہوں گے پس ہم
 انہیں غبار کی طرح اڑا دیں گے۔ اس دن جنت والوں کے ٹھہرنے کی جگہ بھی بہتر سے بہتر ہوگی
 اور آرام کا مقام بھی اچھے سے اچھا۔ اور جس دن آسمان کو چیرا ہوا ایک بادل نمودار ہوگا اور
 بکثرت فرشتے نازل کیے جائیں گے اس دن کی سلطنت خاص خدا ہی کے لیے ہوگی اور وہ دن
 کافروں کے لیے بہت سخت ہوگا۔

ہدایت اور مدد کے لیے کافی ہے۔ اور کفار کہنے لگے ان کے اوپر قرآن نازل ہوا ایک دفعہ ہی کیوں نہیں نازل کیا گیا (ہم نے اس لیے اس طرح نازل کیا) تاکہ تمہارے ذہن نشیں کر دے رہیں اور ہم نے اسے عظمیٰ شہر کے نازل کیا اور (یہ کفار) چاہے کیسی ہی انوکھی مثال بیان کریں ہم تمہارے لیے اس کا ٹھیک اور عمدہ جواب بیان کر دیں گے۔

خدا نے کسی مجرم کو بھی کاغذ نہیں بنایا بلکہ ایسے لوگوں کو اپنی فطرت پر جو خدا کی بنائی ہوئی ہے قائم نہیں رہتا اور وہ خود قوانین فطرت کی خلاف ورزی پر اتر آتے ہیں۔ فطرت انسانی یہ ہے کہ وہ ہر بات کو قبول کرے جو اس کے لیے مفید ہو مگر کچھ لوگ انبیاء کے دشمن بن کر اپنی فطرت پر ظلم کرتے ہیں۔ لیکن اسے رسول، تم ان کی دشمنی سے پریشان نہ ہو کیونکہ خدا تمہارا ہادی و مددگار ہے۔

لوگ کہتے ہیں کہ قرآن ایک باری بصورت کتاب کیوں نہیں نازل کیا گیا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اگر تمام احکام ایک باری نازل کیے جاتے تو لوگ گھبرا جاتے۔ چنانچہ جب حضرت موسیٰؑ کو آسمان سے توہنی اسرائیل نے کہا تھا بھلا اتنی موٹی کتاب پر ہم کیسے عمل کر سکتے ہیں جس کا بوجھ اٹھانا بھی ہم پر بار ہے۔ چنانچہ انہوں نے توریت کے بعض حصوں پر عمل کیا اور بعض کو ناقابل عمل سمجھ کر چھوڑ دیا۔

دوسرے حضرت رسول خداؐ کی خدمت میں کفار و مشرکین مختلف اوقات میں مختلف قسم کے سوالات کرتے تھے۔ اگرچہ قرآن بیک وقت نازل ہو جاتا تو ان کے سوالات کا جواب قبل از وقت کیسے دیا جاتا۔

تیسرے عمل کفار سے آنحضرتؐ اکثر اوقات شک و دل ہوا جاتے تھے تو ضرورت تھی کہ وقتاً فوقتاً آپ کے قلب کو تسکین دی جائے اور دشمنوں کی چالوں کا توڑ آپ کو بتایا جائے۔

چوتھے باختلاف اوقات کچھ مسائل مسلمانوں کو سمجھانے کی ضرورت پیش آتی تھی جیسے جہاد وغیرہ۔ وہ قبل از وقت کیسے سمجھاتے جاتے اور جنگ کے جو مواقع درپیش ہوتے ہیں ان کے لیے ضرورت اس بات کی ہوتی ہے کہ بروقت سمجھائے جائیں۔

پانچویں کفار و مشرکین آنحضرتؐ کی رسالت کو باطل کرنے کے لیے نئی سے نئی مثالیں پیش کرتے تھے لہذا ان کے جوابات رسول کو بتانے کے لیے سب وقت آیات کا نزول ضروری تھا۔

چھٹے تنویری صورتی آیات کے نزول میں ایمان والوں کو یہ ناملہ تھا کہ وہ ان کو آسانی سے حفظ کر لیتے تھے۔

الَّذِينَ يُحْشَرُونَ عَلَىٰ وُجُوهِهِمْ إِلَىٰ جَهَنَّمَ أُولَٰئِكَ شَرٌّ مَّكَانًا وَأَضَلُّ سَبِيلًا ۝۳۳

جو لوگ قیامت کے دن اپنے موہٹوں کے بل جہنم کی طرف ہٹ جائیں گے تو ایسے ہی لوگ ہر جگہ میں ہوں گے اور سب سے زیادہ راہ راست سے بھٹکنے والے ہوں گے۔

وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ وَجَعَلْنَا مَعَهُ إِخَاهُ هَارُونَ وَزِيًّا ۝۳۴

فَقُلْنَا أَذْهَبَا إِلَى الْقَوْمِ الَّذِينَ كَذَبُوا بِآيَاتِنَا فَدَمْهُمْ هُمْ تَدْمِيرًا ۝۳۵

وَقَوْمٌ نُّوحٍ لَمَّا كَذَبُوا الرُّسُلَ أَعْرَفْنَاهُمْ وَجَعَلْنَاهُمْ لِلنَّاسِ آيَةً ۝۳۶

وَأَعْتَدْنَا لِلظَّالِمِينَ عَذَابًا أَلِيمًا ۝۳۷ وَعَادًا وَثُمُودًا وَأَصْحَابَ

الرَّسِّ وَقُرُونًا بَيْنَ ذَلِكَ كَثِيرًا ۝۳۸ وَكَلَّا ضَرَبْنَاهُ الْأَمْثَالَ وَكَلَّا

تَبَرُّنَا تَبِيرًا ۝۳۹

ہم نے موسیٰ کو کتاب تو ریت دی اور ان کے ساتھ ان کے بھائی ہارون کو وزیر بنا کر بھیجا۔ پس

ہم نے دونوں سے کہا تم دونوں ان لوگوں کے پاس جاؤ جنہوں نے ہماری آیات کو چھوڑ دیا ہے

پس ہم نے انہیں اچھی طرح برباد کر دیا اور قوم نوح نے رسولوں کی تکذیب کی تو ہم نے ان کو ڈبو

دیا اور لوگوں کے لیے ان کو نشانی قرار دیا اور ہم نے ظالموں کے لیے دردناک عذاب مہیا کر رکھا ہے

اور قوم عاد و ثمود اور کس و لے اور ان کے درمیان بہت سی قوموں کو (ہم نے ہلاک کر ڈالا)

اور ہم نے پہلے (تباہ کرنے والوں کی) مثالیں دے دیں کہ سمجھایا (جب نہ سمجھے) تو آخر کار ہر ایک کے

ہلاک کر ڈالا۔

اصحاب رس سے مراد وہ لوگ ہیں جنہوں نے اندھے کنوئیں میں اپنے نبی کو چھینکوا لیا تھا۔ رس کے معنی کنوئیں کے ہیں۔ بلکہ صحیح یہ ہے کہ یہ لوگ صنوبر کے درخت کی پرستش کرتے تھے اور ان کے بارگاہ شہر ایک نہر کے کنارے تھے جس کا نام زرتے تھا اور ان شہروں کے وہی نام تھے جو فارسی زمینوں کے ہیں۔ اس درخت تک اس نہر کی ایک شاخ دوڑاتی تھی۔ اس درخت پر مرنے والی مرنے کے چرمسٹان اور سجدہ کرتے تھے۔ سال میں

ایک بار دارالسلطنت میں جہاں اہل صنوبر کا درخت تھا جسے یافث بن نوح نے لگا یا تھا جمع ہو کر پرستش کرتے تھے۔ قوموں کی تباہی کا باعث خود ان کی سرکشی اور بد اعمالیاں تھیں۔ انہوں نے انبیاء کو نہ صرف جھٹلایا بلکہ ان کی ایذا رسانی پر کمر باندھی۔ اللہ نے پہلے تو ان کو مہلت دی جب کسی طرح باز نہ آئے تو آخر کار ان پر مختلف صورتوں سے عذاب نازل کیے۔

وَلَقَدْ آتَوْنَا عَلَى الْقَرْيَةِ الَّتِي أُمِطِرَتْ مَطَرُ السَّوْءِ أَفَلَمْ يَكُونُوا يَرُونَهَا بَلْ كَانُوا لَا يَرْجُونَ نُشُورًا ۝ وَإِذَا رَأَوْا أَنْ يَنْجِذُونَا إِلَّا هُزُوءًا ۝ أَهَذَا الَّذِي بَعَثَ اللَّهُ رَسُولًا ۝ إِن كَادَ لِيُضِلَّنَا عَنْ الْإِهْتِنَاءِ لَوْلَا أَنْ صَبَرْنَا عَلَيْهِمْ ۝ وَسَوْفَ يَعْلَمُونَ حِينَ يَرُونِ الْعَذَابَ مِنَ أَضْلٍ سَبِيلًا ۝ أَرَعَيْتَ مَنْ اتَّخَذَ إِلَهَهُ هَوَاهُ ۝ أَفَأَنْتَ تَكُونُ عَلَيْهِ وَكِيلًا ۝ أَمْ تَحْسَبُ أَنَّ أَكْثَرَهُمْ يَسْمَعُونَ أَوْ يَعْقِلُونَ ۝ إِنْ هُمْ إِلَّا كَالْأَنْعَامِ بَلْ هُمْ أَضَلُّ سَبِيلًا ۝

یہ کفار مگر اس بستی کی طرف سے گزرتے ہیں جن پر پتھروں کی بڑی سخت بارش ہوتی تھی تو کیا ان لوگوں نے اس کو دیکھا نہ ہو گا مگر یہ لوگ مرنے کے بعد بھی اٹھنے کی امید ہی نہیں رکھتے (پھر کیوں ایمان لائیں)۔ اے رسول جب یہ لوگ تمہیں دیکھتے ہیں تو تم سے مخبر بن کر کہیں کہہ رہے ہیں کہ کیا یہی وہ حضرت ہیں جن کو اللہ نے رسول بنا کر بھیجا ہے۔ اگر ہم بتوں کی پرستش پر ثبات قدم نہ رہتے تو اس شخص نے ہم کو ہمارے معبودوں کی پرستش سے بہکا ہی دیا تھا۔ (قیامت میں) جب یہ لوگ عذاب کو دیکھیں گے تو انہیں معلوم ہو جائے گا کہ راہِ راست سے کون زیادہ جھٹکا ہوا تھا۔ تم نے اس شخص کو بھی دیکھا جس نے اپنی نفسانی خواہش کو اپنا معبود بنا رکھا ہے تو کیا تم اس کے

ذمہ دار ہو سکتے ہو (کہ وہ گمراہ نہ ہوں) کیا تمہارا یہ خیال ہے کہ ان کفار میں اکثر بات سننے یا سمجھنے ہیں یہ تو بالکل جانوروں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بھی زیادہ جھٹکے ہوئے۔

یہاں جس تباہی و بستی کا ذکر ہے اس سے مراد قومِ لوط کی بستی ہے جو حجاز و شام کے درمیان کھڑی تھی کی صورت میں اب بھی دیکھی جاسکتی ہے۔ جو اُدھر سے گزرتے تھے وہ وہاں کے فتنے تو لوگوں سے سننے تھے۔ یہ لوگ قیامت کے قائل نہ تھے۔

جب آنحضرتؐ کفار مکہ کی طرف سے گزرتے تھے تو وہ ظالم تسخیر کے طور پر کہتے تھے یہ ہیں وہ حضرت جو اپنے کو خدا کا مصل کہتے ہیں۔ خیریت ہو گئی کہ ہم اپنے پرانے عقیدہ پر جمے رہے ورنہ یہ حضرت قومِ سب گمراہ کو کہتے تھے۔ مشرکوں میں جن لوگوں نے اپنے نفس کو عقل کا تاج بنایا ہے اور بات کو سوچتے سمجھتے ہیں ان سے راہِ راست پر آنے کی امید ہو سکتی ہے لیکن جو لوگ اپنی عقل کو اپنی خواہشات کا غلام بنالیتے ہیں اور خواہشِ نفس کے مقابلہ میں عقل کی بات نہیں سننے اور ہی کرتے ہیں جو ان کی خواہش ہوتی ہے تو وہی سب سے بڑے مشرک ہیں اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ خدا کی توہین و تعزیر کرتے ہیں۔ وہ بھانسنے خدا کے اپنے نفس کو خوش رکھنا چاہتے ہیں۔ امامیہ کی زد سے وہ بڑے مشرک ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جو کسی ہادی کی ہدایت کو نہیں سننے اور جو بات کان میں پڑ جاتی ہے تو اس کو سمجھنے کی کوشش نہیں کرتے تو یہ جو پاؤں سے بھی ہرگز لوگ ہیں۔ جو اپنے اپنے مالک کی آواز کو نہیں سمجھتے تو اس پر عمل کرتے ہیں اس کے اشارہ کو سمجھتے ہیں اس کے حکم پر عمل کرتے ہیں مگر یہ بد بخت تو نہ سمجھتے ہیں نہ سمجھتے ہیں بس جو دل میں آگیا اسے کر بیٹھتے ہیں۔

أَلَمْ تَرَ إِلَى رَبِّكَ كَيْفَ مَدَّ الظِّلَّ وَلَوْ شَاءَ لَجَعَلَهُ سَاكِنًا بِشَرْعٍ جَعَلْنَا الشَّمْسُ عَلَيْهِ دَلِيلًا ۝ ثُمَّ قَبَضْنَاهُ إِلَيْنَا قَبْضًا يَسِيرًا ۝ وَهُوَ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ اللَّيْلَ لِبَاسًا وَالنَّوْمَ سُبَاتًا وَجَعَلَ النَّهَارَ نُشُورًا ۝

کیا تم نے اپنے رب کی قدرت کی طرف نظر نہیں کی کہ اُس نے سایہ کو کس طرح پھیلا دیا ہے اگر وہ چاہتا تو اُسے ساکن کر دیتا۔ پھر سورج کو اس پر دلیل بنایا پھر ہم نے حضورؐ کو اُس کے اُسے

اپنی طرف بکھینچ لیا اور وہی تو خدا ہے جس نے تمہارے لیے رات کو پردہ بنایا اور نیند کو راحت اور دن کو (کاروبار کے لیے) اٹھ کھڑے ہونے کا وقت بنایا۔

سایہ اور دھوپ دو چیزوں کو نظام حیات انسانی کے باقی رکھنے میں بڑا دخل ہے اگر صرف سایہ ہی سایہ ہوتا دھوپ کا نام نہ ہوتا تو انسانی زندگی کا ڈھانچہ بالکل بگڑ جاتا بلکہ ہر شے کھلا کر رہ جاتی۔ دھوپ کی نشوونما میں خلل پڑ جاتا حیوانات کی صحت خراب ہو جاتی اور اگر سایہ نہ ہوتا اور تمام دن دھوپ ہی دھوپ رہتی تو انسان بلبل اٹھتا۔ ہر ذی حیات تڑپ اٹھتا اور درخت مرجھا جاتے۔ پس خدا نے اپنی مخلوق کی آسائش کے لیے یہ صورت رکھی کہ کبھی سایہ کو بڑھاتا ہے کبھی اس کو گھٹاتا ہے۔ جس طرح دھوپ ہلکے ہلکے پھیلتی ہے اسی طرح سایہ ہلکے ہلکے بڑھتا ہے۔

بعض مفسرین نے اس کی تفسیر یہ کی ہے کہ سایہ سے مراد زمانہ وفات ہے جس میں کوئی نبی حضرت عیسیٰ سے لے کر حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک نہیں آیا۔ چھ سو برس بعد جب سرکارِ دو عالم دُنیا میں آئے تو گویا علم دین کا آفتاب طلوع ہوا اور جوں جوں حضور کی تعلیم و تبلیغ بڑھتی گئی تاریخ کی دور ہوتی چلی گئی۔

سایہ کے لیے سورج اس لیے دلیل بنایا گیا کہ سورج کے طلوع و غروب و نصف النہار پر پہنچنے سے سایہ کی کمی بیشی کا پتہ چلتا ہے۔

رات کو خدا نے پردہ پوش بنایا ہے اور نیند کو اس لیے غالب کیا کہ دن کی ناکان دور بھٹائے اور دن کو اس لیے بنایا کہ آدمی خواب سے بیدار ہو کر اپنے کام کاج میں لگ جائے۔

وَهُوَ الَّذِي أَرْسَلَ الرِّيحَ بُشْرًا بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهِ ۖ وَأَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَاءِ مَاءً طَهُورًا ﴿٢٦﴾ لِّنُخْرِجَ بِهِ بَلَدَةً مَّيِّتًا وَنُسْقِيَهُ مِمَّا خَلَقْنَا أَنْعَامًا وَأَنْ آسَى كَثِيرًا ﴿٢٧﴾

اور وہی تو ہے جس نے اپنی رحمت سے بارش کے آگے آگے ہواؤں کو خوشخبری دینے کیلئے بھیجا اور ہم نے آسمان سے پاک اور پتھر بنی پانی برسایا تاکہ اس کے ذریعہ سے مرده (ویلان) شہر کو زندہ (آباد) کر دیں اور اپنی مخلوقات میں سے چوپائوں اور بہت سے آدمیوں کو سیراب کر دیں۔

خدا نے اپنی توحید کے جہاں اور بہت سے دلائل بیان کیے ہیں اُن میں سے ایک دلیل یہ بھی ہے کہ وہ پانی برسانے سے پہلے ٹھنڈی ہوا میں چلاتا ہے۔ پھر پاک صاف پانی برساتا ہے جو ہر قسم کی گندگی سے پاک ہوتا ہے اور نہریلے جڑیم جو زمین کے اوپر ولے پانی میں پیدا ہو جاتے ہیں پاکش کے پانی کو ان سے پاک صاف کر دیتا ہے۔ گویا قدرت کی ناقابلِ ردیت چمکتی میں وہ پانی چھن چھن کر آتا ہے۔ بارش کا پانی اسی لیے اکثر بیماریوں میں مفید ثابت ہوتا ہے اس پانی سے تالاب جو بڑا اور گڑھے بھر جاتے ہیں جس سے چوہائے سیراب ہوتے ہیں اور آدمی بھی اُسے پیتے ہیں۔

وَلَقَدْ صَرَّفْنَاهُ بَيْنَهُمْ لِيَذَّكَّرُوا ۚ فَأَبَى أَكْثَرُ النَّاسِ إِلَّا كُفُورًا ﴿٢٨﴾ وَلَوْ شِئْنَا لَبعَثْنَا فِي كُلِّ قَرْيَةٍ نَذِيرًا ﴿٢٩﴾ فَلَا تَطِيعُ الْكُفْرِينَ ۚ وَجَاهِدْهُمْ بِهِ جِهَادًا كَبِيرًا ﴿٣٠﴾ وَهُوَ الَّذِي مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ هَذَا عَذْبٌ فُؤَاتٍ وَهَذَا مِلْحٌ أُجَاجٌ ۚ وَجَعَلَ بَيْنَهُمَا بَرْزَخًا وَحِجْرًا مَّحْجُورًا ﴿٣١﴾ وَهُوَ الَّذِي خَلَقَ مِنَ الْمَاءِ بَشَرًا فَجَعَلَهُ نَسَبًا وَصِهْرًا ۚ وَكَانَ رَبُّكَ قَدِيرًا ﴿٣٢﴾ وَيَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَنْفَعُهُمْ وَلَا يَضُرُّهُمْ ۚ وَكَانَ الْكَافِرُ عَلَىٰ رَبِّهِ ظَهِيرًا ﴿٣٣﴾ وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا مُبَشِّرًا وَنَذِيرًا ﴿٣٤﴾ قُلْ مَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ ۖ إِنْ شَاءَ إِلَّا أَنْ يَتَّخِذَ إِلَٰهًا رَبًّا سَبِيلًا ﴿٣٥﴾

اور ہم نے پانی کو ان کے درمیان تقسیم کیا تاکہ لوگ نصیحت حاصل کریں۔ مگر اکثر لوگوں نے ناشکری کے سوا کچھ نہ مانا۔ اگر ہم چاہتے تو ہر بستی میں ایک (غذا بے) ڈرانے والا بھیج دیتے تو اُلے رسول تم کافروں کی اطاعت نہ کرنا اور ان سے قرآنی دلائل کے ساتھ خوب لڑو اور وہی تو وہ خدا ہے

اپنی طرف کھینچ لیا اور وہی تو خدا ہے جس نے تمہارے لیے رات کو پردہ بنایا اور نیند کو راحت اور دن کو (کاروبار کے لیے) اٹھ کھڑے ہونے کا وقت بنایا۔

سایہ اور دھوپ دو چیزوں کو نظام حیات انسانی کے اپنی رکھنے میں بڑا دخل ہے اگر صرف سایہ ہی سایہ ہوتا دھوپ کا نام نہ ہوتا تو انسانی زندگی کا ذخائر بالکل بگڑ جاتا بلکہ ہر شے کھلا کر رہ جاتی۔ درختوں کی نشوونما میں غلطی پڑ جاتا۔ حیوانات کی محت خراب ہو جاتی اور اگر سایہ نہ ہوتا اور نظام جان و دھوپ ہی دھوپ رہتی تو انسان بلبلا اٹھتا نہ روزی حیات تڑپ اٹھتا اور درخت مرجھا جاتے۔ پس خدا نے اپنی مخلوق کی آسائش کے لیے یہ صورت رکھی کہ کبھی سایہ کو ٹھکانا ہے کبھی اس کو گھٹانا ہے۔ جس طرح دھوپ کے لیے کھلی جگہ ہے اسی طرح سایہ کے لیے گھٹنا بڑھتا ہے۔

بعض مشنریوں نے اس کی تفسیر یہ کی ہے کہ سایہ سے ملو نماؤ فخرت ہے جس میں کوئی نیک نیتی حضرت عیسیٰ سے لے کر حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک نہیں ملتا۔ چھ سو برس بعد جب سرکارِ دو عالم کو دنیا میں آئے تو دنیا علم و ادب کا آفتاب طلوع ہوا اور جوں جوں حضور کی تعلیم و تعلیم بڑھتی گئی تاریکی دور ہوتی چلی گئی۔ سایہ کے لیے سورج اس لیے دلیل بنایا گیا کہ سورج کے طلوع و غروب و نصف النہار پر ہر شے سے سایہ کی کمی بیشی کا پتہ چلتا ہے۔

رات کو خدا نے پردہ پوش بنایا ہے اور نیند کو اس لیے غالب کیا کہ دن کی ناکان دور بھلے اور دن کو اس لیے بنایا کہ آدمی خواب سے بیدار ہو کر اپنے کام کاج میں لگ جائے۔

وَهُوَ الَّذِي أَرْسَلَ الرِّيحَ بُشْرًا بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهِ ۖ وَأَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَاءِ مَاءً طَهُورًا ﴿٣٨﴾ لِّنُخْرِجَ بِهِ بَلْدَةً مَّيِّتًا وَنُسْقِيَهُ مِمَّا خَلَقْنَا أَنْعَامًا وَأَنَاسِيَّ كَثِيرًا ﴿٣٩﴾

اور وہی تو ہے جس نے اپنی رحمت سے بادش کے آگے آگے ہواؤں کو خوشخبری دینے کے لیے بھیجا اور ہم نے آسمان سے پاک اور پتھر ہوا پانی برسایا تاکہ اس کے فریضے سے مردہ (دیوان) شہر کو زندہ (آباد) کر دیں اور اپنی مخلوقات میں سے چوپاؤں اور بہت سے آدمیوں کو سیراب کر دیں۔

خدا نے اپنی توحید کے جہاں اور بہت سے دلائل بیان کیے ہیں ان میں سے ایک دلیل یہ بھی ہے کہ وہ پانی برسانے سے پہلے غنڈی ہوا میں پلاتا ہے۔ پھر پاک صاف پانی برساتا ہے جو ہر قسم کی گندگی سے پاک ہوتا ہے اور نہریں جہاں جو زمین کے اوپر والے پانی میں پیدا ہو جاتے ہیں بارش کے پانی کو ان سے پاک صاف کر دیتا ہے۔ گویا قدرت کی ناقابل رویت چمکی میں وہ پانی چھن کر آتا ہے۔ بارش کا پانی اسی لیے اکثر بیماریوں میں مفید ثابت ہوتا ہے اس پانی سے تلاب جو ہڑ اور گڑھے بھر جاتے ہیں جس سے چو پائے سیراب ہوتے ہیں اور آدمی بھی اُسے پیتے ہیں

وَلَقَدْ صَرَّفْنَا فِيهِمْ لِيَذَكَّرُوا فَأَبَى أَكْثَرُ النَّاسِ إِلَّا كُفُورًا ﴿٥٠﴾ وَلَوْ شِئْنَا لَآتَيْنَا فِي كُلِّ قَرْيَةٍ نَذِيرًا ﴿٥١﴾ فَلَا تُطِيعُ الْكَافِرِينَ وَجَاهِدْهُمْ بِهِ جِهَادًا كَبِيرًا ﴿٥٢﴾ وَهُوَ الَّذِي مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ هَذَا عَذْبٌ فُورًا وَهَذَا مِلْحٌ أُجَاجٌ ۖ وَجَعَلْ بَيْنَهُمَا بَرْزَخًا وَحِجْرًا مَّحْجُورًا ﴿٥٣﴾ وَهُوَ الَّذِي خَلَقَ مِنَ الْمَاءِ بَشَرًا فَجَعَلَهُ نَسَبًا وَصِهْرًا ۚ وَكَانَ رَبُّكَ قَدِيرًا ﴿٥٤﴾ وَيَعْبُدُونَ مِن دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَنْفَعُهُمْ وَلَا يَضُرُّهُمْ ۚ وَكَانَ الْكَافِرُ عَلَىٰ رَبِّهِ ظَهِيرًا ﴿٥٥﴾ وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا مُبَشِّرًا وَنَذِيرًا ﴿٥٦﴾ قُلْ مَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ ۖ إِنِّي شَاءَ أَنْ يَتَّخِذَ إِلَهِي سَبِيلًا ﴿٥٧﴾

اور ہم نے پانی کو ان کے درمیان تقسیم کیا تاکہ لوگ نصیحت حاصل کریں۔ مگر اکثر لوگوں نے ناشکری کے سوا کچھ نہ مانا۔ اگر ہم چاہتے تو ہر بستی میں ایک (عذاب سے) ڈرانے والا پیغمبر بھیجتے تو ان کے سول تم کافروں کی اطاعت نہ کرتا اور ان کے قرآنی دلائل کے ساتھ خوب ٹٹو اور وہی تو وہ خدا ہے

جس نے دو دریاؤں کو آپس میں ملا دیا ایک خالص مزہ دار میٹھا ہے اور دوسرا کھادی کڑوا (کڑوونوں کو ملا دیا) اور ان کے درمیان ایک آڑ اور مضبوط اوٹ بنادی (کرمل نہ سکیں) اور خدا وہی ہے جس نے آدمی کو پانی (مٹی) سے پیدا کیا اور پھر اس کو خاندان اور حصرال والا بنایا اور اے رسول تمہارا رب ہر چیز پر قادر ہے۔ لوگ اس کو چھوڑ کر ان کی عبادت کرتے ہیں جو نہ نفع پہنچاتے ہیں نقصان اور کافرا (ابو جہل) تو ہر وقت اپنے رب کی مخالفت پر زور دے لگائے ہوئے ہے اور ہم نے تم کو بشارت دینے والا اور ڈرنے والا بنا کر بھیجا ہے۔ (اے رسول) کہہ دو میں تم سے اپنی رسالت کا کوئی اجر نہیں مانگتا (مگر میری خواہش یہ ہے) جو چاہے اپنے رب ناکت پہنچنے کی راہ پکڑ لے۔

خدا کی قدرت کی یہ شمار نشانیوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ وہ ایسے دو دریاؤں کو ملا تا ہے جن میں سے ایک کا پانی میٹھا ہوتا ہے دوسرے کا کھادی۔ جہاں یہ ملتے ہیں وہاں صرف ایک گلیہر ایسی نظر آتی ہے جو ان دونوں کو الگ کرتی ہے۔ بصورتیکہ قریب جہاں سمندر کا پانی دیا گئے دہلے سے ملتا ہے وہاں خدا کی قدرت کا یہ کھشہ جہاز والوں کے دیکھنے میں آتا ہے۔ نہ ان دونوں کے درمیان کوئی دیوار ہے نہ کوئی رکاوٹ، دونوں کے پانی ملتے ملتے بہتے جاتے ہیں لیکن اس جگہ قدرت کے ایک طرف سے پانی کو ٹھکرا دیا میٹھا ہے دوسری طرف سے ٹھکرا دیا کڑوا ہوتا ہے کیا پسند خدا کے سوا کوئی دکھا سکتا ہے کہ یک وقت ایک ہی سمندر میں سرد گرم پانی کی علیحدہ علیحدہ ندیں جاری کرے۔

اُس نے اپنی قدرت کا ایک کمال اور بیان کیا ہے وہ یہ ہے کہ پانی (مٹی) کے ایک قطرے سے انسان کو پیدا کیا ہے اور ان کے درمیان رشتہ داریاں مبعی صورت میں بنائیں اور ان میں رشتہ دار بااں سسرال صورت میں دکھائیں۔ یوں انسان کا حسب نسب درست کیا۔ ایک ہی چیز ہے جس سے دو خاندانوں کے درمیان تعلقات کو وابستہ کیا ہے۔ بعض سے مباشرت حلال قرار دی ہے بعض سے حرام۔ یہ سب اس کی قدرت کے کمال ہیں۔

وَتَوَكَّلْ عَلَى الْحَيِّ الَّذِي لَا يَمُوتُ وَسَبِّحْ بِحَمْدِهِ وَكَفَى بِهِ بُدْئُؤَبِ عِبَادِهِ خَبِيرًا ۝۵۸ الَّذِي خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوَى عَلَى الْعَرْشِ ۚ الرَّحْمَنُ فَسَلِّ بِهٖ خَبِيرًا ۝۵۹ وَإِذْ أَقْبَلُ لَهُمْ اسْجُدُوا لِلرَّحْمَنِ قَالُوا وَمَا الرَّحْمَنُ أَنَسْجُدُ

لِمَا تَأْمُرُنَا وَزَادَهُمْ نُفُورًا ۝۶۰

اے رسول اس زندہ خدا پر بھروسہ کرو جو کبھی مرنے والا نہیں اور اسی کی حمد کی تسبیح کرو اور جو اپنے بندوں کے گناہوں کی خبر داری میں کافی ہے۔ وہ وہ ہے جس نے چھ دن میں آسمان زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے ان سب کو پیدا کیا۔ پھر عرش بنانے پر آمادہ ہوا۔ وہ بڑا مہربان ہے تو تم اس کا حال کسی باخبری سے پوچھنا۔ جب ان کفار سے کہا جاتا ہے کہ رحمن کو سجدہ کرو تو کہتے ہیں رحمن کیا چیز ہے کیا تم جس کے لیے کہتے ہو ہم اُسی کو سجدہ کرنے لگیں اور اس سے اُن کی نفرت اور بڑھ جاتی ہے۔

سوائے خدا کے اس تمام کائنات میں کوئی چیز ایسی نہیں جو ایسی زندہ ہو کہ کبھی مرنے والی نہ ہو۔ بندوں کے تمام گناہوں سے خواہ چھوٹے ہوں یا بڑے، پوشیدہ ہوں یا ظاہر خدا غیب واقف ہے۔ خدا نے جا بجا قرآن میں واضح طور سے یہ بیان کر دیا ہے کہ آسمان زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے سب خدا کے پیدا کردہ ہیں عرش کے پیدا کرنے پر آمادہ ہوا یا جیسا کہ بعض نے ترجمہ کیا ہے سلطنت عرش پر قابض ہوا۔ اس کا صحیح مطلب رسول خدا کے آئینے کے سوا دوسرا نہیں جان سکتا۔ سورہ اعراف میں تھوڑی سی وضاحت کی جا چکی ہے۔ عالم نور کی سب سے بڑی مخلوق عرش ہے جس کا قصور بھی ہم نہیں کر سکتے کیونکہ وہ عالم باوقی سے پاک کوئی علیحدہ ایک جدا گانہ چیز ہے نہ کوئی اس کی وسعت کو سمجھ سکتا ہے نہ اس کی خصوصیات کو۔ خدا فرمان ہے اس کے متعلق اگر کچھ پوچھنا چاہو تو باخبر لوگ ہیں یعنی اس کے رسول سے پوچھو ورنہ کسی غیر سے پوچھنے میں گمراہ ہونے کا اندیشہ ہے۔ اکیسات کے مسائل بہت دقیق و متیق ہیں۔ چونکہ انسانی سمجھ میں اُن کا آتشکل ہے لہذا اسی بحر غفار میں امیر المؤمنین نے فرمایا غوطہ نہ لگاؤ ورنہ گمراہ ہو جاؤ گے۔ اس کی کئی ذات کے متعلق تو غور ہی ذکر و صرف اس کو صفات سے انسانی سمجھ جتنا تھا با علم و عقل تحمل کر سکتے۔

جب کفار سے کہا جاتا ہے کہ رحمن کو سجدہ کرو تو وہ تعجب سے پوچھتے ہیں رحمان کہاں ہے گویا لفظ اُنہوں نے سنا ہی نہیں بعض فقیہین نے لکھا ہے کہ یہ لفظ اقوام عرب میں خدا کے لیے استعمال ہوتا تھا اور بعض نے لکھا ہے کہ یہ کلام اُن کا محنت نامنا تھا جیسے فرعون نے موسیٰ سے کہا خدا کی ربت العالمین کیا ہے۔ پہلے مٹی ہی زیادہ مناسب معلوم ہوتے ہیں کیونکہ جب ان سے سجدہ کو کہا گیا تو انہوں نے غیر مانوس لفظ سمجھ کر سجدہ سے انکار کر دیا اور کہنے لگے یہ کیسے ممکن ہے کہ جسے بھی تم سجدہ کرانا چاہو تو ہم تمہارے کہنے سے اُسے سجدہ کرنے لگیں۔

تَبَارَكَ الَّذِي جَعَلَ فِي السَّمَاءِ بُرُوجًا وَجَعَلَ فِيهَا سِرَاجًا وَقَمَرًا مُنِيرًا ﴿٦١﴾ وَهُوَ الَّذِي جَعَلَ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ خِلْفَةً لِّمَنۢ ارَادَ اَنْ يَّذْكُرَ اَوْ اَرَادَ شُكُورًا ﴿٦٢﴾ وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِينَ يَمْشُونَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا وَّ اِذَا خَاطَبَهُمُ الْجَاهِلُونَ قَالُوا سَلَامًا ﴿٦٣﴾ وَالَّذِينَ يَبِيتُونَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَقِيَامًا ﴿٦٤﴾ وَالَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا اصْرِفْ عَنَّا عَذَابَ جَهَنَّمَ اِنَّ عَذَابَهَا كَانَ غَرَامًا ﴿٦٥﴾ اِنَّهَا سَاءَتْ مُسْتَقَرًّا وَّ مُقَامًا ﴿٦٦﴾ وَالَّذِينَ اِذَا اَنفَقُوا لَمْ يُسْرِفُوا وَلَمْ يَقْتُرُوا وَكَانَ بَيْنَ ذَلِكَ قَوَامًا ﴿٦٧﴾

پاک ہے وہ اللہ جس نے آسمان میں بُرجوں کو بنایا اور اس میں چراغ رکھا اور روشن چاند بنایا۔ وہ وہی ہے جس نے رات اور دن کو ایک دوسرے کا جانشین بنایا۔ یہ اس کے لیے ہے جو ضیعت حاصل کرنا چاہے یا شکر کا ارادہ کرے اور رحمن خدا کے ایسے بندے بھی ہیں جو زمین پر فروتنی سے چلتے ہیں اور جب جاہل لوگ ان سے (جہالت کی) بات کرتے ہیں تو کہتے ہیں سلام (سلامت رہو) اور وہ ایسے لوگ ہیں جو اپنے رب کے سجدے اور قیام میں راتیں گزار دیتے ہیں اور وہ خدا سے دُعا کرتے ہیں لے ہمارے پروردگار ہم سے جہنم کے عذاب کو دور رکھ بے شک اس کا عذاب بہت سخت اور پائدار ہوگا۔ وہ ٹھہرنے کا بُرا ٹھکانہ اور بُرا مقام ہے اور وہ لوگ جب خرچ کرتے ہیں تو اسراف نہیں کرتے اور نہ تنگی کرتے ہیں۔ ان کا خرچ اس کے درمیان اوسط درجہ کا ہوتا ہے۔

سُورج اور چاند کا آگے پیچھے لگانا اور غروب ہونا اور رات دن کا آنا جانا خدا کی قدرت کی بہت بڑی نشانیاں ہیں جن سے لوگوں کو خُصیعت حاصل کرنی چاہیے اور خدا کا شکر گزار ہونا چاہیے کہ بے شمار فوائد ان سے انسان کو حاصل ہوتے ہیں۔ یوں تو ہر آدمی خدا کا بندہ ہے اسی کا پیدا کیا ہوا ہے لیکن اس کے خاص بندوں میں چھ صفات پائی جاتی ہیں جو یہ ہیں :

۱۔ وہ زمین پر انکساری اور فروتنی سے چلتے ہیں نہ اتر کر اکر کر۔ جسم دم کرتے ہوئے نہیں چلتے بلکہ کچے کچے قدم رکھتے ہیں۔

۲- جب بے ادب اور گستاخ لوگ ان سے کلام کرتے ہیں تو وہ جواب میں کہتے ہیں سلامت رہو۔ یعنی ان کو گستاخ انداز میں جواب نہیں دیتے۔ مروی ہے کہ ایک بقیہ بزبان آدمی نے امام زین العابدین کے سامنے اپنی کوڑا جھکا کرنا شروع کیا۔ آپ نے اس کے جواب میں فرمایا، اگر میں ایسا ہی ہوں جیسا تو کہتا ہے تو خدا مجھے بخشے اور اگر تو مجھ کو کہتا ہے تو خدا تجھے بخشے۔ یہ جواب کس کو وہ بہت نام ہوا اور آپ کے دوستوں میں داخل ہو گیا۔

۳۔ وہ لوگ عام لوگوں کی طرح ذات کو لیے پاؤں کے نہیں سوتے۔ سجدے کرنے اور سالانہ قیام عبادت کرنے میں اپنی راہیں گزارتے ہیں اور خدا سے یہ دعا کرتے رہتے ہیں اے ہاے رب ہمیں عذابِ بہیم سے محفوظ رکھنا کہ وہ عذاب بہت سخت ہوگا اور وہ بہت بُرا عذاب کا نام ہوگا۔

۴۔ وہ اس طرح خرچ کرتے ہیں کہ نہ تو اگلے سال کے کامی ہوئے ہوں گے نہ اس کے بعد کے۔ یہ ضروریات زندگی بھی پوری نہ ہوں گی۔ اور حقیقتاً ان کا مقصد اور مقصدناہی ہے۔ (بہترین طریقہ ہر کام میں اعتدال کا ہے)۔ بنظر رکھتے ہیں۔ حدیث میں ہے کہ جو گناہ میں خرچ کیا جائے وہ اسراف ہے جو حقوق ادا نہ کرے محفل ہے اور جو حکم خدا کے مطابق کرے تو یہ اعتدال ہے۔ یہ تمام صفیں اطمینان رسول میں بدرجہ اتم پائی جاتی تھیں۔ ان کی زندگی کا ہر لمحہ بنی نوع انسان کے لیے ہی کوئی ہے اور ان کے اسوہ حسنہ پر عمل کرنے والے خدا کے خاص بندے کہلاتے ہیں۔

وَالَّذِينَ لَا يَدْعُونَ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ وَلَا يَقْتُلُونَ النَّفْسَ الَّتِي
حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُونَ وَمَنْ يَفْعَلْ ذَلِكَ يَلْقَ أَثَامًا ٩٨
يُضَاعَفْ لَهُ الْعَذَابُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَيَخْلُدْ فِيهِ مُهَانًا ٩٩ إِلَّا مَنْ
تَابَ وَآمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَأُولَئِكَ يُبَدِّلُ اللَّهُ

سَيَاتِيْمَ حَسَنَةٍ ۚ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَحِيْمًا ۝

اور وہ لوگ خدا کے ساتھ کسی دوسرے سبوت کو نہیں پکارتے اور جس جان کے مار دینے کو خدا نے حرام کر دیا ہے اسے ناحق قتل نہیں کرتے اور مستوجب قتل کو قتل کرتے ہیں اور نہ زنا کرتے ہیں اور جو کوئی ایسا کرے گا اپنے گناہ کی سزا بھگتے گا۔ روز قیامت اس کے لیے عذاب دونا کر دیا جائے گا اور وہ اس میں ہمیشہ ذلیل و خوار ہو کر رہے گا مگر ہاں جس نے توبہ کر لی ایمان لایا نیک کام کیے تو خدا اس کے گناہوں کو نیکیوں میں بدل دے گا اور اللہ بڑا غفور و رحیم ہے۔

خدا کے نیک بندوں کی صفوں کے بیان کرنے کا سلسلہ جاری ہے :

۵۔ وہ کسی کو خدا کا شریک نہ کہ اس کی عبادت نہیں کرتے۔

۶۔ کسی شخص کو بے جرم و گناہ قتل نہیں کرتے ہاں جو مستوجب قتل ہو اسے قتل کرتے ہیں۔

۷۔ زنا نہیں کرتے۔

دونا عذاب کرنے کی تفسیر میں بعض مفسرین نے کہا ہے کہ اس کے عذاب کا سلسلہ نہ ٹوٹے گا اپنے درپے اس پر عذاب ہوتا رہے گا یعنی نے کہا ہے اس سے مراد یہ ہے کہ ایک تو خدا سے بناوٹ کی سزا میں عذاب ملے گا دوسرے ہر عمل بد کی سزا میں۔

وَمَنْ تَابَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَإِنَّهُ يَتُوبُ إِلَى اللَّهِ مَتَابًا ۝ وَالَّذِينَ لَا يَشْهَدُونَ الزُّورَ وَإِذَا مَرُّوا بِاللَّغْوِ مَرُّوا كِرَامًا ۝ وَالَّذِينَ إِذَا ذُكِّرُوا بِآيَاتِ رَبِّهِمْ لَمْ يَخِرُّوْا عَلَيْهِ مَاصِمًا وَعُمِيَانًا ۝ وَالَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ أَزْوَاجِنَا وَذُرِّيَّاتِنَا قُرَّةَ أَعْيُنٍ وَاجْعَلْ لَنَا لِمُسْتَقِيمٍ إِمَامًا ۝ أُولَٰئِكَ يُجْزَوْنَ الْغُرْفَةَ بِمَا صَبَرُوا وَيُلَقَّوْنَ فِيهَا تَحِيَّةً وَسَلَامًا ۝ خَالِدِينَ فِيهَا حَسُنَتْ

مُسْتَقَرًّا وَمُقَامًا ۝ قُلْ مَا يَعْبُودُ بِكُمْ رَبِّي لَوْلَا دُعَاؤُكُمْ فَقَدْ كَذَّبْتُمْ فَسَوْفَ يَكُونُ لَكُمْ لَزَامًا ۝

جس نے توبہ کر لی اور اعمال نیک بجالایا تو اس نے سچے دل سے اللہ کی طرف رجوع کی اور وہ لوگ جو فریب کے پاس کھڑے نہیں ہوئے اور جب یہ ہودہ کام کی طرف سے گزرتے ہیں تو بزدگانہ شان سے گزر جاتے ہیں اور یہ وہ لوگ ہیں جب ان کے پروردگار کی آیتیں یاد دلائی جاتی ہیں تو بہرے اور اندھے ہو کر گر نہیں پڑتے (بلکہ کان لگا کر سمجھتے ہیں) اور وہ خدا سے دُعا کرتے ہیں اے ہمارے رب ہمارے بی بیوں اور اولاد کی طرف سے ٹھنڈک عطا فرما اور ہمیں پرہیزگاروں کا پیشوا بنا۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہیں ان کے صبر کی جزا میں بالافاضل عطا کیے جائیں گے اور ہاں انہیں تعظیم و سلام کا یہ یہ پیش کیا جائے گا وہ ہاں وہ لوگ ہمیشہ رہیں گے اور وہ رہنے اور ٹھہرنے کی کیا اچھی جگہ ہے (اے رسول) تم کہہ دو کہ اگر تم دُعا نہیں کرتے تو میرا پروردگار بھی کچھ پڑا نہیں کرتا۔ تم نے اس کے رسول کو ٹھٹھلایا تو عنقریب اس کا وبال تمہارے سر پڑے گا۔

خدا کے نیک بندوں کی صفات کا سلسلہ ابھی جاری ہے :

۸۔ وہ لوگ مکر و فریب کی باتوں کے پاس بھی کھڑے نہیں ہوتے۔ امیر المؤمنین علیؑ فرمایا کرتے تھے ہمسایہ مجھ سے زیادہ چالاک نہیں مگر میرے لیے ایسی باتیں نہیں کہیں یعنی میں مکر و فریب سے کسی کو اپنے اہل تسخیر میں چھانٹتا نہیں چاہتا۔ اگر کہیں ایسی باتیں ہوتی ہوں تو وہ ان کھڑے بھی نہیں ہوتے۔

۹۔ جب آیات الہی کا بیان ان کے سامنے ہوتا ہے تو اندھے بہرے نہیں بنے رہتے بلکہ ان کو پورے وق و شوق سے سمجھتے ہیں اور ان پر پوری توجہ دیتے ہیں اور عمل کرتے ہیں۔

۱۰۔ وہ دُعا کرتے ہیں کہ ہمارے بی بیوں اور اولاد سے ہماری آنکھیں ٹھنڈی کر۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جو مسلمان آغاز اسلام میں مسکوت میں تھے ان میں سے اکثر اس پریشانی میں مبتلا تھے کہ کسی کا باپ کافر تھا تو کسی کا بیٹا کسی کا چچا کسی کا ماموں۔ اس سے ان کے دل کو سخت تکلیف پہنچتی تھی۔ پس وہ خدا سے دعا کرتے تھے کہ خداوند اہم سے یہ مصیبت ہٹائے رکھنا کہ ہمارے بی بیوں یا اولاد میں سے کوئی کافر بنے بلکہ ان کو ہماری طرح اسلام کی توفیق دے کہ ان کی طرف سے ہمارا دل خوش ہے۔

یہ دس صفیں بیان کرنے کے بعد فرماتا ہے جن لوگوں نے ایسی مشکلات میں صبر سے کام لیا روز قیامت

ان کو بڑا اچھا بدلہ ملے گا۔ وہ جنت کے بڑے مقامات پر رہائش پذیر ہوں گے۔ فرشتے ان کی تعظیم کریں گے اور سلام کا تحفہ انہیں پہنچائیں گے۔ یہ آدم کی مگر ان کے لیے دوامی ہوگی۔
جو لوگ ہم سے اپنی اس برتری کی دعائیں نہیں مانگتے تو نہ مانگیں ہیں ان کی کوئی پرواہ نہیں۔ رسول کو جھٹلانے والے بے خبر نہ رہیں انہیں سمجھ لینا چاہیے کہ اس کی بڑی جنت سزا ان کو ملے گی۔

سُورَةُ الشُّعَرَاءِ مَكِّيَّةٌ ۲۶

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

طَسَّرَ ① تِلْكَ آيَةُ الْكِتَابِ الْمُبِينِ ② لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَفْسَكَ
أَلَّا يَكُونُوا مُؤْمِنِينَ ③ إِنْ نَشَأْ نُزِّلْ عَلَيْهِمْ مِنَ السَّمَاءِ آيَةً
فَظَلَّتْ أَعْنَاقُهُمْ لَهَا خُضُعِينَ ④ وَمَا يَأْتِيهِمْ مِنْ ذِكْرٍ مِنَ
الرَّحْمَنِ مُحَدَّثٍ إِلَّا كَانُوا عَنْهُ مُعْرِضِينَ ⑤ فَقَدْ كَذَّبُوا
فَسَيَأْتِيهِمْ أَنْبَاءُ مَا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِءُونَ ⑥ أَوَلَمْ يَرَوْا إِلَى
الْأَرْضِ كَمْ أَنْبَتْنَا فِيهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍ كَرِيمٍ ⑦ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَةً
وَمَا كَانَ أَكْثَرُهُمْ مُؤْمِنِينَ ⑧ وَإِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيزُ
الرَّحِيمُ ⑨

طسم۔ یہ واضح روشن کتاب کی آیتیں ہیں (اے رسول) شاید تم (اس فکر میں) اپنی جان ہلاک

الفرقان: ۱۰

کر ڈالو گے کہ یہ کفار مومن کیوں نہیں ہو جاتے۔ اگر ہم چاہیں تو ان لوگوں پر آسمان سے کوئی ایسا
معجزہ نازل کریں کہ ان لوگوں کی گردنیں اس کے سامنے جھک جائیں اور (لوگوں کا قاعدہ ہے کہ)
جب ان کے پاس کوئی نصیحت کی بات خدا کی طرف سے آتی تو یہ لوگ اس سے منہ پھیرے بغیر
نہیں بہتے اب کہ یہ جھٹلا چکے تو عنقریب ہی انہیں اس عذاب کی حقیقت معلوم ہو جائے گی،
جس کی یہ لوگ ہنسی اڑاتے تھے کیا ان لوگوں نے زمین کی طرف (غور سے) نہیں دیکھا کہ ہم نے
ہر رنگ کی عمدہ عمدہ چیزیں اس میں کس کثرت سے اُگائی ہیں یقیناً اس میں قدرت کی بڑی نشانی
ہے۔ مگر ان میں سے اکثر ایمان لانے والے ہی نہیں۔ بے شک تمہارا رب (ہر شے پر) غالب
اور مہربان ہے۔

کتاب میں سے یہ مراد ہے کہ قرآن کی آیات میں ہر بات صاف صاف بیان کر دی گئی ہے نہ کوئی
متر ہے نہ چھپان کر جس کے سمجھنے میں دقت پیش آتی ہو۔ کوئی سمجھنے کی کوشش ہی نہ کرے تو یہ دوسری بات ہے
کفار و مشرکین کی سخت گیری اور اشاعتِ کلام میں دھڑا اندازی سے انہیں سخت پریشان بہتے تھے۔ گویا
آپ کی جان پر برائی ہوئی تھی۔ آپ چاہتے تھے کہ یہ سب ایمان لے آئیں۔ خداوند کی نسی کے لیے فرمان ہے کہ تم اپنی
جانِ مینق میں ڈالو۔ ہم ایسا کر سکتے ہیں کہ کوئی بلا ان پر ایسی نازل کر دیں کہ ان سب کی گردنیں اسی کے سامنے
جھک جائیں مگر ہم جبراً کسی کو مومن بنا نہیں چاہتے۔ ہم نے انسان کو مختار بنایا ہے۔ مجبور نہیں بنایا چاہتے ہیں
کوہ لینے ارادہ و اختیار سے ایمان قبول کرے۔

ان کافروں کا حال یہ ہے کہ جب خدا کی طرف سے کوئی نئی نصیحت آتی ہے تو یہ اس سے منہ موڑ لیتے
ہیں اور رسول کو جھٹلانے لگتے ہیں لیکن اس سے ہونا چاہیے۔ رسول کی تبلیغ تو رک نہیں سکتی۔ یہ مذاق اڑاتے
ہیں تو عنقریب اس کی سزا جھٹلائیں گے۔

یہ کہے بے عقل جہالت کے مائے لوگ ہیں کہ خدا اس پر غور نہیں کرنے کہ ہم نے ان کے فائدہ کے لیے
زمین پر کیسی رنگ و رنگ کی نباتات پیدا کر دی ہے۔ اس میں ہادی قدرت کی بڑی نشانیاں ہیں مگر انہیں بھلے
جو کہیمیں جویمیں۔ ان میں سے اکثر تو ایمان لانے والے ہی نہیں۔ لیکن ایسی باتوں سے کیا وہ خدا پر غالب ہوں گے
وہ تو سب پر غالب ہے اور گوہر گاہوں پر رسم کرنے والا بھی ہے ورنہ کبھی کا ان کو تمس کر کے رکھ دیتا۔

وَإِذْ نَادَىٰ رَبُّكَ مُوسَىٰ إِنَّ اتِّ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ ⑩ قَوْمٌ فَرَعُونَ إِلَّا

يَتَّقُونَ ۝ قَالَ رَبِّ إِنِّي أَخَافُ أَنْ يُكَذِّبُونِ ۝ وَيُضِيقَ صَدْرِي
وَلَا يَنْطَلِقُ لِسَانِي فَأَرْسِلْ إِلَى هَرُونَ ۝ وَلَهُمْ عَلَى ذُنُوبٍ
فَأَخَافُ أَنْ يَقْتُلُونِ ۝

(اے رسول وہ وقت یاد کرو) جب تمہارے رب نے مولیٰ کو پکار کر کہا تم ظالم قوم فرعون کی طرف جاؤ (ہدایت کرو) کیا یہ لوگ (میرے غضب سے) نہیں ڈرتے۔ مولیٰ نے کہا میرے رب مجھے یہ خوف ہے کہ میرے جھٹلا دیں گے اور (ان کے جھٹلانے سے) میرا دم رک جائے گا۔ میری زبان اچھی طرح نہ چلے گی لہذا تو ہارون کے پاس پرینام بھیج دے اور ان لوگوں کا میرے اوپر ایک جرم بھی ہے مجھے یہ خوف ہے کہ یہ لوگ مجھے مار ڈالیں گے۔

قوم فرعون کو خدا نے ظلیلہ میں کہا ہے۔ ان سے زیادہ کون ظالم ہو گا جنہوں نے حضرت موسیٰ کے شب میں بنی اسرائیل کے دس ہزار بچے ذبح کیے۔

۱۔ جب حضرت موسیٰ کو قوم فرعون کے پاس جانے کا حکم دیا گیا تو انہوں نے تین عذر کیے:

۱۔ وہ مجھے جھٹلائیں گے۔ فرعون جیسے ظالم بادشاہ کے سامنے جا کر ہدایت کرنا معمولی بات نہ تھی۔ اول تو وہ بہت بڑی سلطنت کا مالک تھا، پھر بڑا شقی اور جبار تھا، پھر اپنی خلائی کاہنہ بھی تھا۔ ایسے شخص کے سامنے ایک تنہا کا جانا معمولی بات نہ تھی پھر اس کے جھٹلانے کا خوف اور اس کے ساتھ اس کی سزا کا ڈر بھی تھا۔

۲۔ مولیٰ کے دل میں تنگی پیدا ہو رہی تھی اس خیال سے کہ مجھے کیسے کامیابی ہوگی۔ معلوم وہاں مقابلہ میں کیا صورت پیش آئے کوئی تودہ کار ساتھ ہو۔

۳۔ زبان میں لگنت، صاف الفاظ زبان سے ادا نہ ہونا کا رتبہ میں کتنا نقصان رساں تھا۔

۴۔ چونکہ حضرت موسیٰ نے دو سال پہلے ایک قبلی کو قتل کیا تھا لہذا یہ بھی خوف تھا کہ کہیں اس کا انتقام میں لوگ مجھے قتل نہ کر دیں۔ سچ تو چھپے تو حضرت موسیٰ کی پوزیشن تمام انبیاء سے نازک تھی۔ اس لیے ان کا کھبرانا بجا تھا۔

ایک لطیف بات سمجھنے کے قابل یہ ہے کہ جب حضرت موسیٰ کو نبوت ملی تھی تو حضرت ہارون کو اپنا مددگار بنانے کی درخواست کی تھی۔ خدا نے وعدہ کر لیا تھا۔ اس کے بعد ان کو حضرت ہارون کی مصلحت کو دیکھا چاہیے تھا کہ خدا نے تمہیں

میرا مددگار کیا ہے لیکن انہوں نے ہدایت نمود یہ پرینام پہنچا دینا مناسب نہیں سمجھا اور خدا سے درخواست کر کہ تو ہی براہ راست ان کو اپنا پرینام بھیج تاکہ ان کی وزارت پر جس جلی ہو جائے۔ پس معلوم ہوا کہ نبی کے وحی کے لیے جی براہ راست خدا کا حکم پہنچانا ضروری ہوتا ہے تاکہ کل کو کوئی یہ نہ کہے کہ نبی نے یہ کام اپنی طرف سے کیا تھا۔ یہی صورت وزارت حضرت موسیٰ کے متعلق تھی کہ حکم خدا حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی وزارت کا کام لیتے تھے لیکن چاہتے تھے کہ مجھے عام میں جس جلی اس کا اعلان ہو جائے چنانچہ غریب قوم میں اس امر کی تکمیل کے لیے جب ہارون ایسا خاص طور سے حضرت موسیٰ کو مددگار بنانے کے لیے حکم لائے اور ان کی خلافت پر یوں جس قائم ہوئی۔

حضرت رسول خدا نے فرمایا ہے، اے علی تمہاری منزلت میرے نزدیک وہی ہے جو ہارون کی منزلت مولیٰ کے نزدیک تھی سو اے اس کے کہ میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔ پس جو خصوصیات حضرت ہارون کو حاصل تھیں وہی حضرت موسیٰ کو حاصل ہوئیں۔

حضرت موسیٰ کا یہ قہقہہ اب اس لیے چھینا گیا ہے کہ کفار کو بتا دیا جائے کہ تمہاری تو ہستی ہی کیا ہے ہم نے اپنے رسول کے مقابل نہ فرعون جیسے جابر صاحب حکومت کو زیر کر دیا تھا اور اس کی سامی خاک میں ملا دی تھی۔ جس طرح ہم وہاں مولیٰ کے ساتھ تھے اسی طرح اب یہاں اپنے رسول کے ساتھ ہیں۔

قَالَ كَلَّا فَاذْهَبَا بِآيَتِنَا إِنَّا مَعَكُمْ مُسْتَعِينُونَ ۝ فَاتَّبَعَ فِرْعَوْنُ

فَقُولَا إِنَّا رَسُولُ رَبِّ الْعَالَمِينَ ۝ ۱۶ ۝ أَنْ أَرْسِلَ مَعَنَا بَنِي إِسْرَءِيلَ ۝

قَالَ أَلَمْ تُرَبِّنَا فِينَا وَلِيدًا وَلَبِثْتَ فِينَا مِنْ عُمُرِكَ سِنِينَ ۝ ۱۸ ۝

وَفَعَلْتَ فَعَلْتَكَ الَّتِي فَعَلْتَ وَأَنْتَ مِنَ الْكَافِرِينَ ۝ ۱۹ ۝ قَالَ فَعَلْتُمَا

إِذَا وَأَنَا مِنَ الصَّالِينَ ۝ ۲۰ ۝ فَفَرَرْتُ مِنْكُمْ لَمَّا خِفْتُكُمْ فَوَهَبَ

لِي رَبِّي حُكْمًا وَجَعَلَنِي مِنَ الْمُرْسَلِينَ ۝ ۲۱ ۝ وَتِلْكَ نِعْمَةٌ تَمَّتْهَا

عَلَيَّ أَنْ عَبَّدْتُ بَنِي إِسْرَءِيلَ ۝ ۲۲ ۝ قَالَ فِرْعَوْنُ وَمَا رَبُّ الْعَالَمِينَ ۝ ۲۳ ۝

قَالَ رَبُّ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا إِنَّ كُنُوتَ

مُوقِنِينَ ۲۶۱

خدا نے کہا وہ کچھ نہیں کر سکتا تم دونوں میری نشانیاں لے کر جاؤ ہم تمہارے ساتھ ہیں اور تمہاری باتوں کو سنتے رہیں گے پس دونوں فرعون کے پاس آئے اور دونوں نے کہا ہم رب العالمین خدا کے رسول ہیں۔ (اس لیے آئے ہیں) کہ بنی اسرائیل کو ہمارے ساتھ بھیج دے۔ فرعون نے کہا اے موسیٰ کیا ہم نے تمہیں یہاں رکھ کر بچنے میں تمہاری پرورش نہیں کی تھی اور تم اپنی عمر کے برسوں ہمارے پاس رہ چکے ہو اور تم اپنا وہ کام (قطعی کا قتل) جو کرنا تھا وہ کر گئے اور تم احسان فراموش ہو۔ موسیٰ نے کہا یہ کام اُس وقت میں نے نادرستی میں کیا تھا پھر میں تمہارے خوف سے بھاگ نکلا۔ پس میرے رب نے مجھے نبوت عطا کیا اور مجھے بھی ایک پیغمبر بنایا یہ بھی کوئی احسان ہے جسے تو مجھ پر جتا رہا ہے کہ تو نے بنی اسرائیل کو غلام بنا رکھا ہے۔ فرعون نے کہا (بتاؤ) رب العالمین کون ہے۔ موسیٰ نے کہا وہ آسمانوں اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے سب کا مالک ہے۔ اگر تم یحییٰ بن کر نہ والے بنو۔

یعنی تم دونوں فرعون کے سامنے ہمارے قہر نہیں ہماری دو نشانیاں عطا اور دیکھنا تمہارے پاس موجود ہیں ان سے کام لو۔ جو تمہاری بات چیت فرعون سے ہوگی ہم اس کو سنتے رہیں گے اور جب تم کو مدد کی ضرورت ہوگی کریں گے۔

موسیٰ سے کہا گیا تم جب اس کے سامنے جاؤ تو یہ کہنا میں رب العالمین کا رسول ہوں۔ رب العالمین خاص طور سے اس لیے کہنے کا حکم ہوا کہ فرعون کے دعویٰ پر یہ بڑی سخت چوڑی تھی کیونکہ وہ اپنی رعایا سے متکبر اور انڈاز میں کہا کرتا تھا اَنَا رَبُّكُمْ لَا تُخَدُّواْ لِيْ سِوَايَ (میں تمہارا رب ہوں) وہ اپنے سوا کسی کو رب سمجھتا ہی نہ تھا۔ دوسری بات اس سے یہ کہنا کہ میں خدا کا رسول بن کر اس لیے میرے پاس آیا ہوں کہ تو بنی اسرائیل کو ہمارے ساتھ بھیج دے اور سالہا سال سے جو تو ان کو غلام بنائے ہوئے ہے اور قید میں ڈال رکھا ہے اس غلام سے باز آ۔ معلوم ہوا موسیٰ کی نبوت کے دو مقدمے اول فرعون کو مدد دینا اور دوسرے بنی اسرائیل کو غلاموں سے نجات دلانا۔ ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ یہ کیسا سخت معاملہ تھا۔ ایک جابر بادشاہ کے سامنے دو بظاہر کم حیثیت والے آدمیوں کا بے ہالی سے یہ کہنا اس کی فرعونیت کے سسر پر کیسی کاری ضرب تھی۔

فرعون کے محل میں چونکہ موسیٰ نے پرورش پائی تھی اور سن بچا بچا ہی اس کی نظر کے سامنے رہے تھے لہذا فوراً پہچان گیا۔ کہنے لگا کیا تم وہی نہیں ہو جو اپنی عمر کا ایک بڑا حصہ میرے محل میں گزار چکے ہو۔ اور

تم نے ایک قبل کو بے وجہ قتل کر کے جو گناہ کیا ہے اس سے میں خوب واقف ہوں (سودہ قصص میں یہ قصہ تفصیلاً دیکھئے)۔ تم بڑے احسان فراموش ہو۔ یہ تمام کاروائیاں کر کے اب پھر میرے سامنے آکر بے ہوشی اور انتہائی بے ہالی سے وہ مطالبہ میرے سامنے پیش کر رہے ہو جس کے خلاف میں ایک لفظ سننا نہیں چاہتا۔ موسیٰ نے کہا میں نے اُس قبل کو نادرستی میں کیا تھا صرف ایک گھنٹہ بعد ازاں وہ قتل اُس کو مارا تھا وہ مر گیا تو اس میں میرا کیا قصور ایک گھنٹہ کی زد سے آدمی مرا نہیں کرتا۔

الغالبین کے گنت عرب میں بہت سے سنی ہیں، ناواقفیت، نادانی، نسیان، نادانگی، اس جگہ سب سے موزوں سنی نادانستی ہی کے ہیں کیونکہ حضرت موسیٰ نے عداً اُس کو قتل نہیں کیا تھا۔

حضرت موسیٰ اپنی صفاتی ان الفاظ میں پیش کر رہے تھے کہ اقول تو میں نے دالستہ قتل نہیں کیا تھا دوسرے مجھے خوف تھا کہ توبہ سوچے مجھے میرے قتل کا حکم دے دیا۔ لہذا میں اپنی جان بچانے کے لیے یہاں سے چل آیا تھا خدا کا میرے اوپر خاص فضل ہوا کہ اس نے مجھے اپنا رسول بنالیا۔ چنانچہ اب میں تیرے سامنے آیا ہوں تو حیثیت خدا کے رسول کے آیا ہوں۔

یہ جو میرے اوپر میری پرورش کرنے کا احسان جتا رہا ہے تو ظالم تیرے ظلم کے مقابل جو میری تمام قوم پر کر رکھا ہے تیرا یہ احسان پرچس کے برابر بھی حیثیت نہیں رکھتا۔ ایک شخص پر احسان اور ہزار بندگان خدا کے پھون کا قتل اور پوری قوم کو غلام بنالینا کیونکر برابر ہو سکتا ہے۔

چونکہ موسیٰ نے یہ کہا تھا کہ میں رب العالمین کا رسول ہوں لہذا فرعون نے جو اپنے آپ کو رب العالمین سمجھ رہا تھا غصہ میں آکر یہ سوال کیا کہ رب العالمین کون ہے۔ یعنی میرے سوا دوسرے کون ہو سکتا ہے۔ موسیٰ نے کہا، تیرے جی جی ہی کیا ہے۔ رب العالمین وہ ہے جو آسمان و زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے ان سب کا مالک ہے اگر تم یقین کرتے ہو تو کرو (وہ اس کی سزا مانگتے گے)۔

قَالَ لِمَنْ حَوْلَهُ اَلَا تَشْعُرُونَ ۲۶۱ قَالَ رَبُّكُمْ وَرَبُّ اٰبَائِكُمْ

الْاَوَّلِينَ ۲۶۲ قَالَ اِنْ رَّسُولُكُمْ الَّذِي اُرْسِلَ اِلَيْكُمْ لَمَجْنُونٌ ۲۶۳

قَالَ رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَمَا بَيْنَهُمَا اِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُونَ ۲۶۴

قَالَ لَنْ اَتَّخِذَ الْهٰغِثِیْ لَا جَعَلْنَاكَ مِنَ الْمَسْجُوْنِیْنَ ۲۶۵

قَالَ أَوْلَوْجُتُّكَ بِشَيْءٍ مُّبِينٍ ۖ قَالَ فَأْتِ بِهِ إِنْ كُنْتَ مِنَ
الصّٰدِقِیْنَ ۖ فَآلَتْهُ عَصَاهُ فَإِذَا هِيَ ثُعْبَانٌ مُّبِينٌ ۖ وَنَزَعَ يَدَهُ
فَإِذَا هِيَ بَيْضَاءُ لِلنَّظَرِ ۖ قَالَ لَمَّا حَوَّلَهُ إِنَّ هَذَا السَّحَرُ
عَلَيْكُمْ ۖ يُرِيدُ أَنْ يُخْرِجَكُمْ مِنْ أَرْضِكُمْ بِسِحْرِهِ ۖ
فَمَاذَا تَأْمُرُونَ ۚ

فرعون نے (اپنے درباریوں سے جو) — اُس کے ارد گرد بیٹھے تھے خطاب کر کے کہا، کیا تم نہیں
سُن رہے (یہ شخص کیا کہہ رہا ہے)۔ موسیٰ نے کہا (وہ صرف آسمان وزمین وغیرہ کا پیدا کرنے والا ہی
نہیں) بلکہ وہ تمہارا بھی رب ہے اور تم سے پہلے تمہارے آباء و اجداد کا بھی۔ فرعون نے کہا
کہا (لوگو!) یہ شخص جو رسول بنا کر تمہاری طرف بھیجا گیا ہے دیوانہ ہے۔ موسیٰ نے کہا اتنا ہی نہیں اگر تم
سمجھو تو وہ خدا مشرق و مغرب اور جو کچھ ان کے درمیان ہے سب کا رب ہے۔ فرعون نے (خفہ میں
بھر کر) کہا (یاد رکھو) اگر تم نے میرے سوا کسی اور کو اپنا معبود بنایا تو میں تمہیں قید میں ڈال دوں گا۔
موسیٰ نے کہا کیا تم مجھ بھی (ایسا ہی کر سکتے گا) کہ (اپنی رسالت کی) کوئی روشن دلیل تجھے دکھا دوں۔
فرعون نے کہا (پھر دیکھ لیا ہے) اگر تم سچے ہو تو میرا سے ظاہر کرو۔ (یہ سن کر) موسیٰ نے اپنا عصا (ہاتھ
سے) چھوڑ دیا جو فوراً ایک ٹکڑم ٹکڑا اڑدھا بن گیا اور اپنا ہاتھ بھی (گر بیان سے) نکالا جو دیکھنے والوں کو
بڑا سفید چمکدار نظر آیا۔ فرعون نے اپنے گرد کے سرداروں سے کہا یہ تو بڑا نکلاڑی جاؤ گے یہ تو جا رہا ہے
کہ اپنے جاؤ کے زور سے تمہیں تمہارے ملک سے نکال باہر کرے پس تم لوگ اس کے بارے میں
کیا رائے دیتے ہو؟

حضرت موسیٰ نے فرعون کو بھانے کے لیے پہلے یہ تو کہا کہ رب العالمین دنیا و مافیہا کا مالک ہے۔ پھر اس
دائرہ کو اس خیال سے تنگ کیا کہ ان لوگوں نے شاید یہ سمجھا ہو کہ سب کا رب ہے مگر ہمارا اور ہمارے باپ و دادا کا تو

نہیں ہے لہذا اس شرط کو بھی دور کرنے کے لیے کہا کہ تمہارا رب بھی ہے اور تمہارے باپ و دادا کا بھی پس اگر تم میں
کتنی اپنے کو رب اٹھائے کہ تو مجھوں ہے، غبطہ الحواس ہے۔ اس کے بعد خدا کی ربوبیت کے دائرہ کو اور وسیع
کر کے بتایا کہ وہ مشرق و مغرب اور جو کچھ ان کے درمیان ہے سب کا رب ہے۔ اب کوئی چیز ایسی باقی نہیں
رہی جس کے متعلق فرعون یہ کہہ سکے کہ میں اس کا رب ہوں۔
فرعون یہ سن کر چو گیا اور غضب ناک ہو کر کہنے لگا اگر میرے سوا کوئی کسی اور کو معبود مانا تو قید کر دوں گا
یہ پہلی دھمکی تھی جو فرعون کی طرف سے موسیٰ کو دی گئی۔ موسیٰ نے کہا خواہ مخواہ ہی مجھے دھمکیاں دے رہا ہے۔
اگر میں اس کا ثبوت دے دوں کہ میں خدا کا فرستادہ ہوں تب بھی کیا تو میری بات نہ مانے گا۔ فرعون نے یہ سمجھ کر کہ
یہ جھوٹا ہے حضرت موسیٰ سے کہا اگر سچا ہے تو لاؤ دکھاتیرے پاس کیا ثبوت ہے۔ حضرت موسیٰ نے پہلے تو عصا کو
زمین پر ڈالا۔ جب وہ اڑدھا بن کر فرعون کی طرف منہ سے شعلے نکالنا پڑھا تو وہ خوف سے بھاگا۔ درشت اندہ
ہو کر ہوش و حواس کھو بیٹھا۔ کہنے لگا، موسیٰ اسے روکو اور مجھے سوچنے کا موقع دو۔ درباریوں کو اپنا ہاتھ دکھایا تو
وہ سب شش کھا گئے۔

حضرت موسیٰ فرعون کی غلامی پر پہلا وار کر کے چلے آئے اور اسے سوچنے کی مہلت دی۔ جب فرعون
اور اس کے درباریوں کے ہوش درست ہوئے تو فرعون نے کہا، یہ تو بچا جاؤ گے مگر معلوم ہوتا ہے اس سے کیسے بچھا
چھوٹے گا۔ یہ تو اس کا خواہشمند معلوم ہوتا ہے کہ ہم سب کو یہاں سے نکال کر خود بادشاہ بن بیٹھے۔ مقابلہ بہت
سخت ہے بناؤ اس کے متعلق کیا کیا جائے۔
اُن لوگوں کی نظر میں مجھے کہ کوئی حقیقت منہی بلکہ جاؤ و اُن کی نظریں سب کچھ تھا۔ اس زمانہ میں ملک سے
میں بڑے بڑے اکمال جاؤ گزرتے تھے۔ فرعون نے اُن کے خوف سے اُن سب کو اپنا وظیفہ غوار بنا رکھا تھا۔
سال میں ایک بار اُن سب کو جمع کر کے اُن سب کے کمالات دیکھتا اور بڑے بڑے انعامات اُن کو دیتا تھا۔

قَالُوا أَرْجَاهُ وَآخَاهُ وَابْعَثْ فِي الْمَدَائِنِ خَشِرِينَ ۖ يَأْتُواكَ
بِكُلِّ سَحَابٍ عَلِيمٍ ۖ فَجُمِعَ السَّحَرَةُ لِمِيقَاتِ يَوْمٍ مَّعْلُومٍ ۖ
وَقِيلَ لِلنَّاسِ هَلْ أَنْتُمْ مُّجْتَمِعُونَ ۖ لَعَلَّنَا نَتَّبِعُ السَّحَرَةَ
إِنْ كَانُوا هُمُ الْغَالِبِينَ ۖ فَلَمَّا جَاءَ السَّحَرَةُ قَالُوا الْفِرْعَوْنُ

إِن لَّنَا لَاجْرٌ إِنْ كُنَّا نَحْنُ الْغَالِبِينَ ﴿۳۱﴾ قَالَ نَعَمْ وَإِنَّكُمْ إِذَا
لَمِنَ الْمُقَرَّبِينَ ﴿۳۲﴾ قَالَ لَهُمْ مُوسَى الْقَوْمَا أَنْتُمْ مُلْقُونَ ﴿۳۳﴾
فَالْقَوَاعِبَ لَهُمْ وَعَصِيَّهُمْ وَقَالُوا بِعِزَّةِ فِرْعَوْنَ إِنَّا
لَنَحْنُ الْغَالِبُونَ ﴿۳۴﴾

درباروں نے کہا ابھی اس کو اور اس کے بھائی کو کچھ دن مہلت دیجئے اور تمام شہروں میں
جادوگروں کو جمع کرنے کے لیے ہر کاسے بھیجئے تاکہ وہ بڑے بڑے کھلاڑی جادوگروں کو آپ
کے سامنے حاضر کریں۔ (غرض وقت مقرر ہوا) سب جادوگر اس مقررہ وقت پر جمع کیے گئے
اور لوگوں کو منادی کر دی گئی کہ تم لوگ اب بھی جمع ہو گے (یا نہیں) تاکہ اگر جادوگر غالب آئیں تو
ہم لوگ ان کی پیروی کریں۔ جب جادوگر آ گئے تو انہوں نے فرعون سے کہا کہ اگر ہم غالب آ
گئے تو ہم کو ضرور کچھ انعام ملنا چاہیئے۔ فرعون نے کہا بے شک (انعام کیا چیز ہے) تم اس وقت
میرے مقربین میں سے ہو جاؤ گے۔ موسیٰ نے جادوگروں سے کہا (جنتر منتر) جو کچھ تمہیں پھینکنا
ہو پھینکو۔ اس پر جادوگروں نے اپنی رتیاں اور پھڑپاں (میدان میں) ڈال دیں اور کہنے لگے
فرعون کے جلال کی قسم ہم ضرور غالب آئیں گے۔

درباروں کے مشورہ کے مطابق شہروں شہروں سے بڑے بڑے گھر و گھنٹال جادوگر بلائے گئے۔ مقابلہ کے لیے ایک
دن اور ایک وقت مقرر ہوا۔ شہر میں ڈھنڈو دیا گیا تاکہ سب لوگ غلام میدان میں جمع ہو کر جادوگروں کے کلمات
کا تماشا دیکھیں۔ جادوگروں کو چونکہ اپنے غالب آنے پر یقین تھا لہذا انہوں نے فرعون سے کہا اگر ہم غالب
آ گئے تو سرکار سے کیا انعام ملے گا۔ اس نے کہا، انعام کیساتم تو میرے دربار کے مقرب لوگوں میں سے ہو جائے
جب انہیں اس طرف سے اطمینان ہو گیا تو منگوئے کس کس کو میدان میں آڈٹے۔ اور ہزاروں جادوگر ڈھنڈل
کے لیے تھے اور صرف دو فوج بھائی ایک طرف خاموش کھڑے تھے۔ جب مقابلہ کا وقت آ گیا تو حضرت موسیٰ نے
کہا، دیکر کیا ہے جو کتب دکھانا چاہتے ہو دکھاؤ۔ جادوگروں نے زکریوں کے ٹکڑے اور اپنی چھوٹی چھوٹی دستی
چوڑیاں پھینکیں اور غور میں نہمک کہہ رہے تھے، فرعون کے جاوہ جلال کی قسم، غالب ہم ہی رہیں گے۔

جب حضرت موسیٰ پہلے بار دربار فرعون میں گئے تھے اور عصا اور پیر بیضا کے دونوں معجزے دکھائے تھے
اور فرعون بہت اس پر کھڑکا تھا اور وہ باہمی ہوش ہو کر گرے تھے اس کی خبر چھپی کہاں رہتی۔ تمام شہر میں چٹل
کی آگ کی طرح پھیلی اور لوگوں میں پھر چرچے ہونے لگے کہ یہ کیا خدا ہے کہ دو آدمیوں کا مقابلہ کر سکا اور وہ بھی ایسے
جو معمولی لباس پہنے ہوئے تھے۔ بہت سے لوگ اس کی خدائی کی طرف سے بدظن ہو گئے۔ جب یہ خبریں فرعون
پہنچیں تو اس نے مناسب سمجھا کہ تمام شہر والوں کو میدان میں بلا کر موسیٰ اور ہزاروں کی شکست کا تماشا اور
اپنی سر بلندی کا نقشہ لوگوں کے سامنے پیش کرے اور شیخی مار کر کہے کہ جو شیخ انہوں نے دکھایا تھا وہ کوئی خوفزدہ
کرنے والی چیز نہ تھی۔ جو خبریں لوگوں نے اُڑائی ہیں وہ سبے غیاد اور غلط افواہیں تھیں۔

جودن مقابلہ کے لیے دکھایا تھا وہ قطبوں کی عید کا دن تھا۔ جس میں ہر شخص نے لباس پہنے ہوئے میدان
میں آیا تھا۔ غور میں بچے جوان اور بوڑھے سب جمع ہوئے تھے اور آپس میں چرچے کر رہے تھے ان دو آدمیوں کو
کیا ہو گیا ہے کہ ان تمام جادوگروں سے مقابلہ کو اکھڑے ہوئے ہیں اور ان کو اپنی جان کا ذرا خوف نہیں۔ لیکن
کچھ ایسے سہارا لوگ بھی تھے جو اس پر غور کر رہے تھے کہ یہ عجیب ماجرا ہے کہ ان دو آدمیوں (موسیٰ و ہارون)
کے جہول پر ذرا ہراس نہیں۔ کس قدر استقلال کے ساتھ ان کے پیڑھے ہوئے ہیں۔ ضرور جادو کے علاوہ
کوئی طاقت ان کے ساتھ ہے۔ ورنہ ایسے موقعوں پر تو آدمی کا کلیہ ٹھٹھ جاتا ہے۔

فرعون اس میدان میں ایک عالیشان تخت پر بیٹھ اپنے درباریوں کے بیٹھا تھا اور اس کا منظر تھا کہ
کب اس کے جادوگروں کو کشف نصیب ہوا اور وہ خوشی کی تالیاں بجاتے اور ایک نئی عید مناتے۔ عنبر من
جادوگروں نے اپنے کتب دکھانے شروع کیے۔

فَالْقَىٰ مُوسَىٰ عَصَاهُ فَإِذَا هِيَ تَلْقَفُ مَا يَأْفِكُونَ ﴿۳۵﴾ فَالْقَى السَّحَرَةُ
سَاجِدِينَ ﴿۳۶﴾ قَالُوا أَمَّا بَرْبِ الْعَالَمِينَ ﴿۳۷﴾ رَبِّ مُوسَىٰ وَهَارُونَ ﴿۳۸﴾
قَالَ امْنُؤْلَهُ قَبْلَ أَنْ أَدْنِ لَكُمْ جَرَانَهُ لِكَيْبُرِكُمُ السَّذَى
عَلَمَكُمُ السَّحَرَةُ فَلَسَوْفَ تَعْلَمُونَ هَ لَا قُطْعَنَ أَبَدِيَكُمُ
وَأَرْجُلَكُمُ مِنْ خِلَافٍ وَلَا وَصْلَبَتِكُمْ أَجْمَعِينَ ﴿۳۹﴾ قَالُوا لَاضْيَرُ

إِنَّا إِلَىٰ رَبِّنَا مُنْقَلِبُونَ ﴿۵۰﴾ إِنَّا نَنْصَحُكَ أَنَّ يُعْفِرَ لَنَا رَبُّنَا خَطِيئَاتِنَا
أَن كُنَّا أَوَّلَ الْمُؤْمِنِينَ ﴿۵۱﴾

بس موسیٰ نے اپنا عصا ڈالا۔ اُس نے جادوگروں کی تمام شعبہ بازی کو ننگل کیا۔ (یہ دیکھ کر) جادوگر (موسیٰ کے سامنے) سجدہ میں گر پڑے اور کہنے لگے اُس رب العالمین پر ایمان لے آئے جو کہ موسیٰ و ہارون کا رب ہے۔ فرعون نے کہا، میری اجازت سے پہلے ہی تم (کیوں) ایمان لے آئے۔ یہ تم سب کا گروہ ہے، اسی نے تم کو جادو سکھایا ہے۔ خیر مگر یہ تم اس کا نتیجہ دیکھ لو گے میں تمہارے ایک طرف کے ہاتھ اور دوسری طرف کے پاؤں کاٹ ڈالوں گا اور یقیناً تمہیں موسیٰ پر چڑھا دوں گا اُنہوں نے کہا ہمیں پرواہ نہیں ہمیں تو بہر حال اپنے رب کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔ ہماری دلی تمنا ہے کہ ہمارا رب ہماری خطائیں بخش دے اور ہم اُس پر ایمان لانے والوں میں داخل ہیں۔

جادوگروں کا خیال تھا کہ جو کہ تہمید دکھا ہے ہیں یعنی سانپ بنا کر لہرا ہے ہیں اُن سے موسیٰ و ہارون خوفزدہ ہو جائیں گے۔ لیکن جب عصا اُڑا دی گئی کہ ان سب کو ٹھپ کر گیا تو اُن کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ یہ جادو کمال فن سے علیحدہ کوئی چیز ہے۔ ہمارے جادو پر غالب آنے والا اور خدا کی طرف سے بھیجا ہوا ہے۔ یہ بات مشہور ہو چکی تھی کہ موسیٰ و ہارون اُس دعویٰ کے ساتھ میدان میں آئے ہیں کہ وہ خدا کے رسول ہیں جادوگر نہیں۔ لہذا جادوگروں نے سمجھ لیا کہ اگر موسیٰ و ہارون جادوگر ہوتے تو ہمارے جادو پر ان کا غلبہ کس لیے نہیں ہو سکتا تھا کہ ہم نے فن جادو گری کا وہ کمال دکھایا تھا جس سے بالاتر کمال ہو نہیں سکتا۔ بس وہ سب بے قائل سجدہ میں گر پڑے اور سچے دل سے ایمان لے آئے۔ اُنہوں نے فرعون کے انعام و اکرام پر بات ماردی اور قطعاً اس کا خیال نہ کیا کہ اس بار مان لینے میں ہماری کیسی ملامت ہوگی۔

فرعون کو تو غرض تھا وہ اب بھی بات کی تہد کو نہ پہنچا۔ اور اُن سے کہنے لگا تم نے میری اجازت کے بغیر اُن کی فوقیت کیوں تسلیم کی معلوم ہوتا ہے یہ تمہاری ہی جھگڑت تھی یہ شخص تمہارا گرو گھنٹا ل ہے اسی نے تم کو جادو سکھایا ہے اور تمہارے اور اس کے درمیان یہ طے ہوا ہے کہ جب سلطنت پر قبضہ ہو جائے گا تو تم سب کو بقتل علم و فن اس میں شامل کیا جائے گا۔

اگر جادوگروں کے ایمان میں کمزوری ہوتی تو جب فرعون نے ہاتھ پاؤں کاٹنے اور موسیٰ و ہارون کی دھمکی دی تھی فوراً اُس کے قدموں میں گر جاتے اور مافی ما سگنے لگتے۔ مگر اُنہوں نے ایسا نہیں کیا بلکہ یہ کہا

کہ اگر ایک دن خدا کے سامنے تو جانا ہی ہے وہ تیرے ظالم ہاتھوں سے آج ہی ہے۔

وَإِذْ أَخْبَرْنَا آلَ مُوسَىٰ أَن أَسْرَيْنَا بِدِيَارِكُمْ مُتَّبِعُونَ ﴿۵۲﴾ فَأَرْسَلْنَا
فِرْعَوْنَ فِي الْمَدَائِنِ حَاشِرِينَ ﴿۵۳﴾ إِنَّ هَؤُلَاءِ لَشِرْذِمَةٌ قَلِيلُونَ ﴿۵۴﴾
وَأَنَّهُمْ لَنَا لَا يَظُنُونَ ﴿۵۵﴾ وَإِنَّا لَجَمِيعٌ حَازِرُونَ ﴿۵۶﴾ فَأَخْرَجْنَاهُمْ
مِّن جَنَّتِ وَعُيُونٍ ﴿۵۷﴾ وَكُنُوزٍ وَمَقَامٍ كَرِيمٍ ﴿۵۸﴾ كَذَلِكَ
أَوْثَقْنَاهُم بِخِيَرَتِ إِسْرَءِيلَ ﴿۵۹﴾ فَاتَّبَعُوهُمْ مُّشْرِقِينَ ﴿۶۰﴾ فَلَمَّا تَرَاءَ
الْجَمْعُ قَالَ أَصْحَابُ مُوسَىٰ إِنَّا لَمَدْرَكُونَ ﴿۶۱﴾ قَالَ كَلَّا إِنَّ
مَعِيَ رَبِّي سَيَهْدِيْنِ ﴿۶۲﴾

وہم نے موسیٰ کو وحی کی کہ میرے بندوں کو ساتھ لے کر راتوں رات چل دو کیونکہ تمہارا پیچھا کیا جائے گا۔ فرعون نے شہروں میں ہر کسے روانہ کیے اور کہلا بھیجا کہ یہ لوگ (موسیٰ اور اُن کے ساتھی بنی اسرائیل) مختصر سی جماعت ہیں اور ان لوگوں نے ہمیں سخت غصہ دلایا ہے اور ہم سب کے سب باساز و سامان ہیں (تم بھی آ جاؤ) تو سب مل کر تعاقب کریں۔ غرض ہم نے ان کو مصر کے باغوں، چشموں، خزانوں اور عزت کی جگہ سے یوں نکال باہر کیا (اور نافرمانی کرنے والوں کی) یہی سزا ہوگی اور آخر ہم نے ان چیزوں کا مالک بنی اسرائیل کو بنا دیا (پس موسیٰ تو رات ہی کو چلے گئے) اُن لوگوں نے سوچ نکلتے نکلتے اُن کا پیچھا کیا۔ جب دونوں جماعتیں (ملنے پر قریب ہوئیں کہ) ایک دوسرے کو دیکھنے لگیں تو موسیٰ کے ساتھی کہنے لگے ہم تو پیچھے گئے۔ موسیٰ نے کہا ہرگز نہیں کیونکہ میرے ساتھ میرا پروردگار ہے وہ مجھے ضرور (راہی کا) راستہ بتائے گا۔

بعض مختصر ترین کا یہ خیال غلط ہے کہ ہادوگروں کے ایمان لانے اور فرعون کے شکست کھانے کے بعد بنی اسرائیل وہاں سے موسیٰ کے ساتھ چل بیٹھے تھے۔ ایسا نہیں تھا بلکہ برسوں بعد وہاں سے ہجرت کی صورت پیش آئی تھی۔ اگرچہ ہادوگروں کا مقابلہ فرعون کے خلاف ہوا مگر وہ صاحب سلطنت تھا اس لیے فوراً اس پر قابو پیدا ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اُس نے حضرت موسیٰ سے اپنے ممالک میں غور و فکر کرنے کے لیے ہدایت مانگی تھی۔ خدا بھی چاہتا تھا کہ غور و فکر کرنے کے بعد ہی ایمان لائے۔

موسیٰ علیہ السلام مذکورہ واقعہ کے بعد تمام بنی اسرائیل کو لے کر ہجرت نہیں کر سکتے تھے کیونکہ بنی اسرائیل صرف مصر ہی میں سکونت پذیر نہ تھے بلکہ اطراف مصر میں بھی پھیلے ہوئے تھے۔ ان کو مصر میں جمع کر کے ہجرت کرنا چاہتے تھے۔ یہ کام ایک دو دن کا نہ تھا۔ کئی سال لگ گئے۔ جب وہ سب کے سب مصر میں آگئے اور فرعون کو چیلہ کر کے لوگ مصر سے جانے والے ہیں تو اُس نے بھی ان تمام علاقوں میں جو اس کی زیر حکومت تھے اپنے سپاہی بھیجے اور اعلان کر دیا کہ بنی اسرائیل جو اب تک ہماری غلامی میں رہے تھے اب ہم سے فرشت ہو کر یہاں سے بھاگنا چاہتے ہیں۔ ان کی بغاوت نے ہمیں سخت غصہ دلایا ہے لہذا تم سب یہاں جمع ہو جاؤ۔ ان کی تعداد ہمارے مقابلہ میں بہت تھوڑی سی ہوگی۔ گھیرے میں لے کر ایک ایک کو چن چن کر قتل کر دیں گے۔ غرض اس طرح ہر طرف سے فرعون کے پرستار جمع ہونے لگے اور ان سب کی کڑی ننگاہیں بنی اسرائیل پر پڑنے لگیں۔ ہلکی جگہ جھپٹیں بھی ہوتی رہیں۔

آخر حضرت موسیٰ کو وحی ہوئی کہ اب تم اپنی قوم کو ساتھ لے کر راتوں رات نکل جاؤ لوگ وہاں سے چل بیٹھے اور قرعہ سجہ درجائے نیل کے کنارے ہو کئی میل دور تھا جا پہنچے۔ جب فرعون کو پتہ چلا کہ بنی اسرائیل صبح سلامت نیل بھاگ گئے تو اُس نے اپنی ساری فوج کو حکم دیا کہ فوراً میرے ساتھ چل کر ان کو درستہ یہاں گھیر لو۔ عرض فرعونی فوج کا ایک ٹہڈی دل روانہ ہوا اور نہایت تیزی سے چل کر دریائے نیل کے قریب جا پہنچا جب بنی اسرائیل نے فرعونی لشکر کو دور سے آنا دیکھا تو ہاتھ پاؤں ڈھیلے پڑ گئے۔ گھبرا کر حضرت موسیٰ سے کہنے لگے، جیسے تم تو پہچانے گئے اب معلوم ہوا کہ تم گھبرا کر چلے آئے ہو۔ حضرت موسیٰ نے فرمایا، گھبراؤ نہیں اللہ کی مدد پڑے گی وہ ہمارے ساتھ ہے عنقریب وہ ہمیں نجات کا کوئی راستہ دکھائے گا۔

یہاں انہی بات اور سمجھ لیجئے کہ فرعون کے ساتھی جلدی میں اپنا تمام ساز و سامان یوں ہی کھلا چھوڑ کر چل بیٹھے تھے۔ ان کی عورتوں کے پاس کافی سونے چاندی کے زیورات تھے۔ بکولے سے بھی ان کے دل میں خیال نہ آیا تھا کہ اب ہمیں واپس آنا نصیب نہ ہوگا۔

فَاَوْحَيْنَا اِلٰی مُوسٰی اِنْ اَضْرَبَ بِعَصَاكَ الْبَحْرَ فَاَنْفَلَقَ فَكَانَ

كُلُّ فِرْقٍ كَالطَّوْدِ الْعَظِيمِ ۝۱۱۰ وَارْزُقْنَا فِرْقَ الْاٰخِرِيْنَ ۝۱۱۱ وَاجْعَلْنَا مُوسٰی وَمَنْ مَّعَهٗ اَجْمَعِيْنَ ۝۱۱۲ ثُمَّ اَغْرَقْنَا الْاٰخِرِيْنَ ۝۱۱۳ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیةً ۝۱۱۴ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝۱۱۵ وَاِنَّ رَبَّكَ لَهٗوَ الْعَزِیْزُ الرَّحِيْمُ ۝۱۱۶

اور ہم نے موسیٰ کو وحی کی کہ دریا پر اپنا عصا مارو (عصا مارنا تھا کہ) دریا بچھٹ کر ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا تو گویا ہر ٹکڑا ایک ٹڈا اور پنا پہاڑ تھا اور اس جگہ دوسرے فریق (فرعون) کو قریب کر دیا اور موسیٰ اور ان کے تمام ساتھیوں کو ڈوبنے سے بچا لیا اور پھر ہم نے دوسرے فریق کو ڈبو (کر ہلاک کر) دیا۔ اس میں یقیناً ایک بڑی عبرت تھی (لیکن) ان میں سے اکثر ایمان لانے والے تھے ہی نہیں۔ بے شک تمہارا رب سب پر غالب اور بڑا مہربان ہے۔

مؤمنین نے کہا ہے کہ بنی اسرائیل کی تعداد تین لاکھ تھی جسے فرعون نے مٹنے پر جماعت ظاہر کیا تھا۔ اور فرعون اور اُس کے ساتھیوں کی تعداد دس لاکھ تھی۔

جب بنی اسرائیل دریائے نیل کے کنارے پہنچے تو خدا نے وحی کی کہ اے موسیٰ، اپنا عصا اس دریا کے پانی پر مارو۔ چنانچہ جب عصا مارا تو پانی بچھٹ گیا اور اس میں بارہ راستے بن گئے۔ ہر راستہ کے درمیان پانی کی اتنی اونچی دیوار کھڑی ہو گئی گویا ایک پہاڑ ہے۔ چونکہ بنی اسرائیل بارہ فرقوں میں تقسیم تھے اور ہر قبیلہ کی رہائش الگ الگ تھی لہذا وہ نہیں چاہتے تھے کہ سب قبیلے مل جل کر چلیں۔ خدا نے ان میں سے ہر ایک کا راستہ الگ الگ بنا دیا اور پانی کی دیوار کو اتنا شفاف بنا دیا کہ ایک قبیلہ دوسرے کو پانی میں سے گزرتا دیکھ رہا تھا۔ یہ راستے بالکل ٹھیک تھے بیرون کے نیچے نام کو پانی نہ تھا۔

سید احمد خاں صاحب آجہانی نے اس کو معجزہ تسلیم نہیں کیا بلکہ اس کی تاویلی یہ کہ ہے کہ جب موسیٰ نے بنی اسرائیل دریا میں داخل ہوئے تو پانی اُتر پڑا۔ اور جب فرعون اور اُس کے ساتھی داخل ہوئے تو پانی چڑھا۔ پڑھا لہذا وہ ڈوب گیا۔ دریاؤں کے تدوین میں ایسا ہی ہوا کرتا ہے۔ انہوں نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ جس مقام پر دریا میں یہ سب کچھ ہوا تھا وہ مقام جزیرہ مد کے وقت کا تھا۔ لیکن

رسید صاحب کی یہ تاویل کان کو نہیں گنتی اگر یہ کوئی آن پچرل بات نہ تھی تو اس کو کس شان سے قرآن میں بیان کرنے کی ضرورت ہی نہ تھی کہ مومن کو حکم دیا جائے کہ عمامہ مارو۔ اور اس کے راستے ہی میں دیہاتی کا پانی شگفتہ ہو گیا اور بارہ راستے بن گئے۔ کچھ جزر و مد کے وقت ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ پانی بارہ بارہ راستے بن جاتے ہیں اور شک ریت بھل آتی ہے۔ ایک بار کے بعد پھر کبھی ایسا کیوں نہ ہوا۔

فزعون کی جب ساری فوج بیچ دیا تو بیچ گئی اس وقت دریا میں تلاطم آیا اور وہ سب ڈوب گئے اور ہلاک ہو گئے۔ اگر یہ خلاف معمول بات نہ ہوتی تو بار بار قرآن مجید میں اس کا تذکرہ نہ کیا جاتا۔

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَأَ إِبْرَاهِيمَ ۖ إِذْ قَالَ لِأَبِيهِ وَقَوْمِهِ مَا تَعْبُدُونَ ۖ^{۴۰}
قَالُوا نَعْبُدُ أَصْنَامًا فَنَنْظِلُّ لَهَا عِصِينَ ۖ^{۴۱} قَالَ هَلْ يَسْمَعُونَكُمُ
إِذْ تَدْعُونَ ۖ^{۴۲} أَوْ يَنْفَعُونَكُمُ أَوْ يَضُرُّونَ ۖ^{۴۳} قَالُوا بَلْ وَجَدْنَا
آبَاءَنَا كَذَلِكَ يَفْعَلُونَ ۖ^{۴۴} قَالَ أَفَرَأَيْتُمْ مَا كُنْتُمْ تَعْبُدُونَ ۖ^{۴۵}
أَفَأَنْتُمْ وَأَبَاؤُكُمْ أَلاَ تَقْدُمُونَ ۖ^{۴۶} فَإِنَّهُمْ عَدُوٌّ لِّيَ إِلاَ رَبَّ
الْعَالَمِينَ ۖ^{۴۷} الَّذِي خَلَقَنِي فَهُوَ يَهْدِينِ ۖ^{۴۸}

اے رسول، ابراہیم کا قصہ بھی ان سے بیان کرو۔ ابراہیم نے اپنے (منہ بولے) باپ اور اس کی قوم سے کہا۔ یہ تم کس کی عبادت کر رہے ہو۔ انہوں نے کہا ہم بتوں کی عبادت کرتے ہیں اور انہی کو گھیرے بیٹھے رہتے ہیں۔ حضرت ابراہیم نے کہا کیا جب تم پکارتے ہو تو یہ تمہاری باتیں سن لیتے ہیں یا تمہیں کچھ نفع پہنچاتے ہیں یا ضرر رسانی کرتے ہیں۔ انہوں نے کہا بات یہ ہے کہ ہم نے اپنے آباؤ اجداد کو ایسا ہی کرتے دیکھا ہے۔ ابراہیم نے کہا جن بتوں کی تم یا تمہارے باپ دادا پوجا پاٹ کرتے تھے کبھی ان کے متعلق تم نے غور بھی کیا کہ یہ ہیں کیا بلا۔ یہ تو میرے (کلمے) دشمن

ہیں سوائے رب العالمین خدا کے جس نے مجھے پیدا کیا ہے (میرا کوئی دوست نہیں) وہی مجھے ہدایت کرتا ہے۔

یہاں سے حضرت ابراہیم کا قصہ شروع ہوتا ہے۔ جن لوگوں نے آذر کو حضرت ابراہیم کا باپ کھسا ہے وہ غلطی پر ہیں۔ آپ کے والد ماجد کا نام تاریخ تھا۔ جو آپ کی ولادت سے پہلے انتقال کر گئے تھے۔ اور آپ کے چچا آذر نے آپ کو پرورش کیا تھا۔ عرف عام میں چونکہ چچا کو بھی باپ کہہ دیا کرتے ہیں اس بنا پر قرآن میں آپ آیت کا لفظ آیا ہے۔ کیسے ممکن ہے کہ خدا اپنا رسول ایک کافر زادہ کو بنائے جبکہ آذر صرف بت پرست ہی نہ تھا بلکہ بت تراش بھی تھا۔ اور لوگ اس بنا پر اس کو سوار قوم بناتے ہوئے تھے۔ لوگ مسیح و شام اس کے گھر میں جیسے ہوتے اور چھوٹے بڑے بت پرست جو وہ بنیاد کرتا ان کو بیچ میں رکھ کر چاروں طرف ہوشیے۔ جناب ابراہیم نے ہماہمیت کہ تم یہ سوال کیا کہ یہ کون ہیں جن کی آپ اتنی تعظیم بجالاتے ہیں۔ یہ سمجھتے ہوئے کہ تم سنی کی وجہ سے ایسا سوال کر رہا ہے بہت اطمینان کے ساتھ جواب دیا کہ یہ بت ہیں ان کی تم عبادت کرتے ہیں۔ اسے بتا کر ابراہیم نے دوسرا سوال کیا۔ جب تک تو یہ سمجھتے ہوئے کہ بچہ ہے لہذا بتقاضائے مگر پرچھا ہے یہ کون ہیں لیکن جب یہ سوال آیا کہ جب تم انہیں پکارتے ہو تو کیا تمہاری مشن یاد میں لیتے ہیں یا ان میں اتنی قوت ہے کہ تمہیں نفع یا نقصان پہنچا سکیں تو ان کے سب سے سرچکا گئے۔ مذکورہ باتوں میں سے کسی بات کا اقرار کرتے نہ بنی۔ اس کے سوا اور کیا جواب دیتے کہ یہ ہماری پرانی رسم ہے۔ ہم نے اپنے باپ دادا کو ایسا ہی کرنے دیکھا ہے۔ اب ایک اور سوال ہوا تم نے اور تم سے پہلے لوگوں نے جو تمہارے باپ دادا تھے کبھی اس پر بھی غور کیا کہ جن کو تم نے اپنا معبود بنا رکھا ہے یہ ہیں کیا بلا؟ جب یہ بت کسی نے صرف ہی کے نہیں تو میرے نے اپنی امیدیں ان سے کیوں وابستہ کر رکھی ہیں۔ تمہاری عقل پر کیسے پتھر پڑے ہیں کہ اتنی موٹی بات بھی تمہاری سمجھ میں نہیں آتی۔ انہوں نے کہا تو کیا تم ان سے محبت نہیں کرتے۔ منہ مایا محبت کیسی، میں تو ان کو اپنا دشمن جانتا ہوں کیونکہ یہ میری تبلیغ حق میں رکاوٹ بنے ہوئے ہیں۔ میرا دوست تو وہ خدا ہے جو رب العالمین ہے اسی نے مجھے پیدا کیا ہے اور وہی مجھے راہ راست پر فہم رکھتا ہے۔

(ابھی یہ سلسلہ جاری ہے جو اگلے آیات میں آکر رہے۔)

وَالَّذِي هُوَ يُطْعِمُنِي وَيَسْقِينِي ۖ^{۴۹} وَإِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِينِي ۖ^{۵۰}
وَالَّذِي يُمِيتُنِي ثُمَّ يُحْيِيَنِي ۖ^{۵۱} وَالَّذِي أَطْمَعُ أَنْ يَغْفِرَ لِي

خَطِيبَتِي يَوْمَ الدِّينِ ۝۸۷ رَبِّ هَبْ لِي حُكْمًا وَالْحَقْنِي بِالصَّالِحِينَ ۝۸۸
وَأَجْعَلْ لِي لِسَانَ صِدْقٍ فِي الْآخِرِينَ ۝۸۹ وَاجْعَلْنِي مِنْ وَرَثَةِ
جَنَّةِ النَّعِيمِ ۝۹۰ وَاعْفِرْ لِي إِنَّهُ كَانَ مِنَ الصَّالِحِينَ ۝۹۱ وَلَا
تُخْزِنِي يَوْمَ يُبْعَثُونَ ۝۹۲ يَوْمَ لَا يَنْفَعُ مَالٌ وَلَا بَنُونَ ۝۹۳ إِلَّا مَنْ
آتَى اللَّهَ بِقَلْبٍ سَلِيمٍ ۝۹۴ وَأَزْلَفْتُ الْجَنَّةَ لِلْمُتَّقِينَ ۝۹۵ وَبَرَزْتُ
الْجَحِيمَ لِلْغُلُوبِ ۝۹۶

اور وہ رب العالمین ایسا ہے کہ مجھے کھانا دیتا ہے اور سیراب کرتا ہے اور جب میں بیمار ہوں تو مجھے شفا دیتا ہے اور وہی مجھے مائے گا اور وہی مجھے زندہ کرے گا اور اُس سے میں یہ تائب رہتا ہوں کہ روز قیامت میری خطاؤں کو بخشے گا۔ (پھر یہ دعا کی) اے میرے رب مجھے علم و فہم عطا فرما اور مجھے اپنے نیک بندوں میں شامل کر اور آخر زمانہ میں میرے لیے سچی زبان قرار دے اور مجھے جنتِ نعیم کے وارثوں میں سے قرار دے اور میرے باپ (آذر) کے گناہ بخش دے بے شک وہ گمراہوں میں سے ہے۔ اور جس دن لوگ قبروں سے اٹھائے جائیں گے مجھے رسوا نہ کرنا۔ اُس دن کہ لوگوں کو نہ مال فائدہ پہنچائے گا نہ اولاد مگر (اُس کو فائدہ پہنچے گا) جو اللہ کے سامنے پاک دل کے رکھ حاضر ہوگا اور جس دن جنت پر میرے گارڈوں سے قریب کر دی جائے گی۔ اور گمراہوں پر دوزخ کو ظاہر کر دیا جائے گا۔

انہی آیات میں بہت سی باتیں قابلِ غور ہیں :
ابراہیم علیہ السلام نے جو صفاتیں خدا کی بیان کی ہیں وہ اصولی حیثیت سے اسلام کی جان اور ہستی کی موت ہیں :

(۱) اُس نے مجھے پیدا کیا۔ یعنی یہ بُت جن کی یہ بُت پرست عبادت کرتے ہیں ان میں کسی چیز کو پیدا کرنے

کی قوت نہیں بلکہ یہ خود خدا کی مخلوق ہیں اور تمہارے امتوں کے گھر سے ہوئے۔
(۲) خدا مجھے کھانا پانی دیتا ہے۔ یعنی آسمان سے وہی پانی برساتا ہے جس سے کھانے پینے کی چیزیں پیدا ہوتی ہیں۔ تم جن کی عبادت کرتے ہو کیا ان میں یہ قوت ہے کہ وہ کسی کی زندگی کا سامان مہیا کر دیں۔ تم تو ان کے سامنے کھانا پانی خود رکھتے ہو۔ انہیں اپنا پرشاد کھانا چاہتے ہو مگر ان میں کھانے پینے کی قوت ہی نہیں دوسروں کو کیا کھلائیں گے۔ اس سے ثابت ہوا کہ وہ عاجز و قاصر ہیں اور ان میں ہرگز کھانے کی صلاحیت نہیں۔
(۳) وہ ہمسا روں کو شعلہ بختا ہے۔ تمہارے بتوں میں یہ قوت مفقود ہے۔
(۴) وہ مارتا ہے اور جلاتا ہے۔ تمہارے بتوں میں یہ طاقت نہیں۔ اس بیان سے قیامت میں جلائے کا ثبوت بھی ملتا ہے۔ خود کیجئے کیسا مکمل دوسرے توحید ہے جس میں سے کسی ایک کا انکار کوئی بُت پرست نہیں کر سکتا۔ چونکہ نظامِ حیات انسانی کی بقا انہیں چیزوں پر قائم ہے۔ تو جس کے قابو میں یہ سب چیزیں ہیں وہی مہبود اور دوسرے عقل اس قابل ہے کہ اُس کی پیش کی جائے ذکر نہ کارہ بتوں کی۔
۲۔ حضرت ابراہیمؑ نے اپنے استدلال سے ثابت کر دیا کہ جب تمہارے نزدیک بھی مذکورہ صفات کا ان بتوں میں فقدان ہے اور تم ان میں یہ صفات ثابت نہیں کر سکتے تو تمہارا عقیدہ کس قدر اعمقانہ عقیدہ ہے اور تمہارا دین کیسا دین ہے۔ تمہارا یہ کہنا کہ تم نے اپنے باپ دادا کو جیسے کرتے دیکھا ویسا ہی ہم کر رہے ہیں اس کی دلیل ہے کہ تمہارا دین و مذہب عقلی نہیں بلکہ تعلیدی اور سبے سوچے سمجھے کا ہے۔
عرب والے اپنے کو حضرت ابراہیمؑ کا پیرو بتاتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ ہم ملتِ ابراہیمی ہیں۔ قرآن اعتقادِ ابراہیمؑ پر پیش کر کے ان کے دھوکے کو باطل کر رہا ہے۔ وہ ثابت کر رہا ہے کہ جب ابراہیمؑ بُت پرست نہ تھے تو تم بُت پرست ہو کر اُن کے پیرو کیسے کہہ جاسکتے ہو۔ اگر ابراہیمؑ بُت پرست ہوتے تو وہ زاروں جھگڑے کیوں مٹول لیتے اور اپنی قوم کو اپنا مخالف کیوں بناتے اور انہیں چھوڑ کر شام وغیرہ کی طرف کیوں جاتے۔ ایک چھوڑ دین تین محاذوں پر اُمت پرستی، سارہ پرستی، شخصیت پرستی (قوم کا مقابلہ کیوں کرتے۔
۳۔ حضرت ابراہیمؑ نے بتوں کو اپنا دشمن اور رب العالمین کو اپنا دوست بنایا۔ یہ نہیں فرمایا کہ سب تمہارے دشمن ہیں۔ اس صورت میں نزاعی سوال پیدا ہو جاتا۔ وہ کہتے آپ غلط کہتے ہیں ایسا نہیں ہے۔ لیکن جب یہ کہا، یہ میرے دشمن ہیں تو اب دشمن کو اعتراض کا موقع نہ رہا کیونکہ غشائے ابراہیمؑ یہ تھا کہ اگر میرے دشمن نہ ہوتے تو مجھلا تمہاری طرح ان کی پوجا پاٹ کیوں نہ کرتا۔ میں تو رب العالمین کو دوست رکھتا ہوں اس کا ثبوت ہے کہ میں ساری قوم کے خلاف تھن نہ کیا ایک ایسی ذات کو مہبود سمجھتا ہوں جو تمہارے مہبودوں سے بالکل الگ ہے اور اس کی ذات پر مجھوسہ کر کے تمہارے مقابلہ کے لیے آیا ہوں۔ اگر تمہارے بتوں کی طرح اس میں بھی کوئی طاقت نہ ہوتی تو پھر میں تمہارے بتوں کو اپنا مہبود کیوں نہ مانتا۔
وَاعْفِرْ لِي إِنَّهُ كَانَ مِنَ الصَّالِحِينَ ۝۹۱

نے ایک کافر کے لیے بخشش کی دعا کیوں کی مفسرین نے مختلف جواب دیئے ہیں :

- (۱) یہاں مغفرت سے مراد جہنم کرنا ہے یعنی مشرک باپ پر حرم کرنا کہ وہ مسلمان ہو جائے۔
- (۲) یہ استغفار اس لیے تھا کہ آذر نے اسلام لانے کا وعدہ کیا تھا جیسا کہ سورہ توبہ میں ہے کہ جب ابراہیمؑ کو تپ چلی گیا کہ یہ ایمان لانے والا نہیں تو اس سے اپنی بڑاوت کا اظہار کر دیا۔
- (۳) چونکہ آذر نے حضرت ابراہیمؑ سے تہربانی کا سلوک کیا تھا جیسا کہ سورہ مریم میں ہے، جب قوم کے برتاؤ سے پریشان ہو کر آذر کے گھر سے چلنے لگے توبہ وعدہ کیا کہ میں تیرے لیے دعائے مغفرت تیرے سین سلوک کی بنا پر کروں گا۔ چنانچہ اس وعدہ کے ایفاء کے لیے دعائے مغفرت کی منگو جب معلوم ہو گیا کہ حضرت ابراہیمؑ نے جو ہدایت کی تھی اس کا آذر پر کوئی اثر نہیں ہوا تو بے زار ہو گئے۔ اس کے بعد دعائے مغفرت نہیں کی۔

۴- وَاجْعَلْ لِّي لِسَانَ صِدْقٍ فِي الْآخِرِينَ (پہلا ۲) کے معنی میں بین المفسرین اختلاف پایا جاتا ہے :

- (۱) بعد کے آنے والوں میں مجھے سچی ناموری عطا کر یعنی بعد کی نسلیں مجھے غیر کے ساتھ یاد کریں۔ ایسا نہ ہو کہ بعد میں آنے والی نسلیں مجھے ظالموں میں شمار کریں۔
- (۲) علامہ مردود نے یہ روایت کی ہے کہ لسان صِدْقٍ سے مراد حضرت علیؑ ہیں۔ جب آپؑ کی ولایت حضرت ابراہیمؑ پر پیش کی گئی تو انہوں نے فرمایا اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ مِن ذُرِّيَّتِي (خدا یا اس کو میری اولاد سے قرار دے)۔ غلط یہ دعا قبول کی۔ پس اس دعا سے مراد یہ ہوئی اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ مِثْلَ ذُرِّيَّتِي صَادِقٍ (یا اللہ میری ذریت سے اسے صادق بنا دے)۔
- (۳) تعبیر صافی میں بحوالہ کافی منقول ہے کہ حضرت ابراہیمؑ کی دعا کا نشیہ تھا کہ میری اولاد میں سے ایک سچے شخص کو مقرر فرما جو میرے اصل دین کی تجدید کرے اور لوگوں کو اس دین کی طرف دعوت دے جس کی طرف میں دعوت دیا کرتا تھا۔ اور وہ محمدؐ تھا اور ملتے ہیں جو ذریت ابراہیمؑ سے ہیں اور ان کے بعد ہر زمانہ میں ایک لسان صدق ائمہ طاہرین میں سے موجود ہے۔ تفسیر فی میں ہے کہ اس سے مراد حضرت علیؑ علیہ السلام ہیں۔

(۴) لِسَانَ صِدْقٍ سے مراد علیؑ ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ حضرت ابراہیمؑ علیہ السلام کی دعا کا نشیہ تھا کہ نبوت کے آخری زمانہ میں ایک سچی زبان والا پیدا کرنا جو قرآن کے متعلق غلط تاویلوں کی تصحیح کرتا رہے اور سچی زبان ایسی ہو کہ اس کی تسلسل سے ہر زمانہ میں ایک لسان صدق صِدْقٍ موجود رہے تاکہ وہ قرآن میں جو اختلافات ہوں ان کو دور کر سکے۔ رسولؐ کے بعد یہ لسان صدق علیؑ علیہ السلام قرار پائے۔ رسولؐ نے فرمایا ہے اے علیؑ جس طرح میں نے تنزیل القرآن پر قتال کی ہے تم تاویل قرآن پر کرو گے۔

اس سے معلوم ہوا کہ آنحضرتؐ کے بعد تاویل قرآن میں اختلاف ہوگا پس اس اختلاف کو مٹانے کے لیے ایک لسان صدق صِدْقٍ ہونی چاہیے جو ان کے درمیان حق فیصلہ کرے۔ غلطے جناب ابراہیمؑ کی اس دعا کو قبول کیا اور فرمایا وَجَعَلْنَا لَكَ لِسَانَ صِدْقٍ عَلِيًّا (پہلے علیؑ کو ان کے لیے سچی زبان قرار دیا)۔ یہاں عَلِيًّا اہم وصف ہے صفت نہیں ہے کیونکہ اونچی زبان ہونا زبان کے لیے تو ہیں ہے مخرج صفت نہیں۔ علاوہ بری جب قرآن میں تمام مسلمانوں کے لیے جو قیامت تک ہونے والے ہیں یہ حکم دیا جا چکا ہے يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَكُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ (۱۱۹ سورہ قیامت) (اے ایمان والو! تم کوئی اختیار کرو اور سچوں کے ساتھ ہو جاؤ)۔ قول عامار ہر زمانہ میں ایک سچا ہونا چاہیے۔ ورنہ مابعد کے زمانہ والوں کے اختلاف دُور کون کرے گا۔

آیہ كُفُوَاتٍ مَعَ الصَّادِقِينَ سے ثابت ہوتا ہے کہ مادقین مگر وہ امام مسلمانوں سے علیحدہ ہے انہی کے ساتھ مسلمانوں کو رہنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اگر سب مسلمان مادقین قرار دیئے جائیں تو آپؐ کے معنی مہمل ہو جاتے ہیں کیونکہ جب سب ہی مادقین ہیں تو پھر ان کو کس کے ساتھ رہنے کا حکم دیا گیا ہے۔ ماننا پڑے گا کہ مادقین کا مفہوم الگ ہے۔ رسولؐ نے روز مہابہ ان کی معرفت تمام کو کرا دی۔ رسولؐ کے ساتھ جانے والے علیؑ و فاطمہؑ و حسنؑ و حسینؑ کے سوا اور کوئی نہ تھا۔ نصاریٰ بخراں کا مہابہ سے گریز کرنا بتاتا ہے کہ انہوں نے رسولؐ کے ساتھ جانے والوں کو صادق تسلیم کر لیا تھا۔

پس حضرت ابراہیمؑ کی دعا کا مطلب یہ ہی تھا کہ نبی آخر الزمان کے بعد جو زمانہ قیامت تک آئے گا، اس میں ہر عہد میں ایک لسان صدق صِدْقٍ یعنی امام معصوم ضرور موجود رہے گا تاکہ وہ گستاخا برائی کی حفاظت کرتا رہے ان مخالفین ملت ابراہیمی کے نقطہ اول حضرت علیؑ تھے۔ اور نقطہ آخر قائم آل محمد حضرت امام مہدیؑ آخر الزمان ہوں گے۔ وَاجْعَلْ لِّي لِسَانَ صِدْقٍ میں لئی سے مراد میری ملت ہے یعنی میری ملت کے بچاؤ کے لیے آخر زمانہ میں ایک سچی زبان پیدا کر۔ سچی زبان والا وہی ہو سکتا ہے جو معصوم ہو۔ ائمہ رسولؐ میں سوائے اہلبیتؑ رسولؐ کوئی دوسرا معصوم ہونا ہی نہیں۔

ایک مفسر کا لسان صدق صِدْقٍ سے یہ مراد لینا کہ ہمیں سچی ناموری عطا کر، کان کو گنتی بات نہیں یہ دعا آخر زمانہ ہی سے قبول مخصوص ہوئی۔ حضرت ابراہیمؑ کے بعد برابر نبوت کا سلسلہ قائم رہا۔ ان ائمہ کے لیے یہ دعا کیوں نہ مانگی۔ صرف اپنی ناموری چاہنا ایک رسولؐ کے لیے رسولؐ کی خود غرضی کی دلیل قرار پاتا ہے رسولؐ کو تو اپنی ملت کی بقا کے لیے دعا کرنی چاہیے نہ کہ اپنی شہرت و ناموری کے لیے اور ملت کی بقا کا پورا پورا بندہ ملت اسی وقت ہو سکتا ہے جبکہ اس کے محافظ ہر زمانہ میں معصوم ہوں۔

وَقِيلَ لَهُمْ اَيْنَا كُنْتُمْ تَعْبُدُونَ ﴿۱۱﴾ مِنْ دُونِ اللَّهِ هَلْ

يَنْصُرُونَكُمْ أَوْ يَنْتَصِرُونَ ۚ ۹۳ فَكَبَّوْا فِيهَا هُمْ وَالْغَاوُونَ ۙ ۹۴
وَجُنُودُ ابْلِيسَ اجْتَمَعُونَ ۙ ۹۵ قَالُوا وَهُمْ فِيهَا يَخْتَصِمُونَ ۙ ۹۶
تَاللَّهِ إِنْ كُنَّا لَفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ۙ ۹۷ إِذْ نُسَوِّكُمْ بِرَبِّ الْعَالَمِينَ ۙ ۹۸
وَمَا أَضَلَّنَا إِلَّا الْمُجْرِمُونَ ۙ ۹۹ فَمَا لَنَا مِنْ شَافِعِينَ ۙ ۱۰۰ وَلَا
صِدِّيقٍ حَمِيمٍ ۙ ۱۰۱ فَلَاؤَانَ لَنَا كَرَّةٌ فَنَكُونُ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ ۙ ۱۰۲
إِنْ فِي ذَلِكَ لَآيَةٌ وَمَا كَانَ أَكْثَرُهُمْ مُؤْمِنِينَ ۙ ۱۰۳ وَإِنَّ رَبَّكَ
لَهُوَ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ ۙ ۱۰۴

ان لوگوں سے (اہل جہنم سے) پوچھا جائے گا خدا کو چھوڑ کر تم جن کی پستش کرتے تھے (آج) وہ کہاں ہیں کیا وہ تمہاری کچھ مدد کر سکتے ہیں یا وہ خود اپنی مدد کر سکتے ہیں پس وہ اور گمراہ لوگ اور شیطان کا لشکر سب کے سب جہنم میں دھکیل دیئے جائیں گے اور یہ لوگ جہنم میں باہم جھگڑا کریں گے اور اگر وہ اپنے مہبود سے کہیں گے (خدا کی قسم ہم لوگ سرسراہری میں تھے کہ ہم لوگ تم کو سارے جہان کے پالنے والے خدا کے برابر سمجھتے تھے اور ہم کو تو ان گنہ گاروں نے گمراہ کیا تھا تو اب نہ کوئی ہمارا سفارش کرنے والا ہے اور نہ کوئی سچا دوست ہے کاش ہمیں دنیا میں دوبارہ جانے کا موقع ملتا تو ہم ضرور ایمان لانے والوں میں سے ہو جاتے (حضرت ابراہیم کے) اس واقعہ میں یقیناً ایک بڑی عبرت ہے اور ان میں سے اکثر ایمان لانے والے تھے ہی نہیں۔ بے شک تمہارا رب سب پر غالب اور مہربان ہے۔

کس قدر دردناک منظر ہو گا جب وہ لوگ جو دوسروں کے بہکانے سے گمراہ ہو گئے ہوں گے اور جہنم

کی طرف کشاں کشاں لے جانے جا رہے ہوں گے اپنے گمراہ کرنے والوں سے کہیں گے، اے ظالمو تم نے ہی ہماری کشتیاں ڈوب دی۔ ہم تمہارے ہی بہکانے سے گمراہ ہوئے۔ اور ہم نے تمہیں خدا کا شکیب بنایا تھا۔ یہ ایسا سخت وقت ہو گا کہ نہ تو ان کو کوئی سہارا ملے گا نہ وہ اپنے گمراہ کرنے والے کوئی دھارس بدھانے والا نہ پیر دنیا میں واپس آنا نصیب ہو گا کہ ایمان لائیں۔

كَذَبَتْ قَوْمُ نُوحٍ الْمُرْسَلِينَ ۙ ۱۰۵ إِذْ قَالَ لَهُمُ أَخُوهُمْ نُوحٌ أَلَا
تَتَّقُونَ ۙ ۱۰۶ إِنِّي لَكُمْ رَسُولٌ أَمِينٌ ۙ ۱۰۷ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا ۙ ۱۰۸
وَمَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ إِنْ أَجْرِيَ إِلَّا عَلَى رَبِّ الْعَالَمِينَ ۙ ۱۰۹
فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا ۙ ۱۱۰ قَالُوا أَنْتُمْ لَكُمْ وَاتَّبَعَكَ الْأَذْلُونَ ۙ ۱۱۱
قَالَ وَمَا عَلَيَّ بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۙ ۱۱۲ إِنْ حِسَابُهُمْ إِلَّا عَلَى رَبِّي لَوْ
تَشْعُرُونَ ۙ ۱۱۳ وَمَا أَنَا بِطَارِدٍ الْمُؤْمِنِينَ ۙ ۱۱۴ إِنَّ أَنَا إِلَّا نَذِيرٌ
مُبِينٌ ۙ ۱۱۵

قوم نوح نے رسولوں کو جھٹلایا جب ان کے بھائی (قومی بھائی) نوح نے کہا کیا تم خدا سے ڈرتے نہیں میں تمہارے پاس خدا کی امانت اور رسول بن کر آیا ہوں۔ پس اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو۔ میں اس تبلیغ کا کوئی اجر تم سے نہیں مانگتا۔ میرا اجر تو رب العالمین (خدا) پر ہے پس اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو۔ انہوں نے کہا کیا ہم تم پر ایمان لائیں وہ انمالیہ ذلیل لوگ تمہارے پیرو بنے ہوئے ہیں۔ نوح نے کہا میں نہیں جانتا وہ اندھے عمل کیسے ہیں ان کا حساب تو میرے رب سے متعلق ہے کاش تم اتنا شعور رکھتے۔ میں تو مومن بھائیوں کو اپنے پاس سے

بناؤ انہیں میں تو حکم کھلا (عذاب سے) ڈرانے والا بن کر آیا ہوں۔

ہر نماز میں لوگوں کے علم مرتبت کو جانچنے کا معیار یہ رہا ہے کہ کتنے اُمر اور دُسا اور منصب دار اس کے پاس بیٹے کو آتے ہیں۔ حضرت فوح پر ایمان لانے والے بہت غریب لوگ تھے ان کی قوم کو یہ بات ناگوار تھی۔ جب فوح ان سے ایمان لانے کو کہتے تو وہ جواب میں کہتے تھادی حیثیت ہی ہمارے نزدیک کیا ہے جو تمہارے اور ایمان لانا ضروری سمجھیں۔ ہماری قوم کے رذیل و ذلیل لوگ تمہارے ہم صحبت ہیں۔ ہم ان کے ساتھ تمہارے پاس بیٹھ کر بات کرنے کو تیار نہیں۔ انہیں اپنی صحبت سے دھتکارو تب ہم تمہارے پاس بیٹھ کر پوچھیں گے کہ تم کہتے کیا ہو۔ حضرت فوح کہتے، تم ان کی ظاہری حالت کو دیکھنے والے ہو اور خدا ان کے نیک اعمال کو دیکھتا ہے ان کی ایمان نظر رکھتا ہے پھر میں انہیں کیسے نکال باہر کروں۔ میرا کام عذاب خدا سے ڈرانے کا ہے ذکر ایسے وغریب کو حاج میں چھٹکنے کا۔

قَالُوا لَئِنْ لَمْ تَنْتَهِ يَنُوحُ لَتَكُونَنَّ مِنَ الْمَرْجُومِينَ ۝ قَالَ رَبِّ اِنَّ قَوْمِي كَذَّبُوْنِ ۝ فَاَفْتَمْ بَيْنِي وَبَيْنَهُمْ فَتَحَا وَتَجَنَّبَنِي ۝ وَمَنْ مَعِيَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ فَاَتَجِدْنَاهُ وَمَنْ مَّعَهُ فِي الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ ۝ ثُمَّ اَعْرِقْنَا بَعْدَ الْبَقِيَّةِ ۝ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ۝ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝ وَاِنَّ رَبَّكَ لَهٗوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ۝

انہوں نے کہا نوح اگر تم اپنی حرکتوں سے باز نہ آؤ گے تو ہم تمہیں سنگسار کر دیں گے۔ نوح نے خدا سے عرض کی کہ میرے پائے والے میری قوم مجھے جھٹلا رہی ہے پس میرے اور ان کے درمیان ایک قطعی فیصلہ کر دے اور مجھے اور جو مؤمنین میرے ساتھ ہیں ان کو ان کے ظلم سے نجات دے۔ پس ہم نے اُس کو اور جو اُس کے ساتھ تھے بھری ہوئی کشتی میں نجات دی اور باقی کو ڈوبو دیا۔ بے شک اس میں عبرت کے لیے نشانی تھی اور ان میں سے اکثر ایمان لانے والے

تھے ہی نہیں بے شک تمہارا رب غالب مہربان ہے۔

ایسی حالت میں جبکہ فوح اُن سے کہہ رہے تھے کہ ان کو غلط راستہ سے ہٹانا چاہتے تھے ان کی قوم کو اس قدر سخت مخالفت کیوں پیدا ہوئی کہ ان کے سنگسار کرنے پر آمادہ ہو گئے۔ وہ صرف یہی تو کہتے تھے کہ بت پرستی چھوڑ کر خدا سے واحد پر ایمان لاؤ۔ اس سرکشی کا نتیجہ یہ ہوا کہ سب کے سب اب خدا میں گرفتار ہو گئے۔ طوفان آیا اور سب کو ڈوبو دیا گیا۔ وہ اپنے تھے کی طاقت پر تو نظر رکھتے تھے لیکن خدا سے واحد و قہار کی قوت و قدرت پر ان کی نظر نہ تھی۔ اگر وہ خدا سے معافی مانگتے تو اس کی ذات کریم و کریم ہے فردریش دیا مگر ان کی سرکشی تو دسمدم برستی ہی چلی گئی۔

كَذَّبَتْ عَادٌ الْمُرْسَلِيْنَ ۝ اِذْ قَالَ لَهُمُ اخُوهُمُ هُوْدٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ ۝ اِنِّىْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اٰمِيْنٌ ۝ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيعُوْنَ ۝ وَمَا اَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ اِنْ اَجْرِىْ اِلَّا عَلَى رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ اَتَنْتُوْنَ بِكُلِّ رِيْعٍ اٰيَةً تَعْبَثُوْنَ ۝ وَتَتَّخِذُوْنَ مَصٰنِعَ لَعَلَّكُمْ تَخْلُدُوْنَ ۝ وَاِذَا بَطَشْتُمْ بَطَشْتُمْ جَبَّارِيْنَ ۝ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيعُوْا ۝ وَاَتَّقُوا الَّذِىْ اَمَدَّكُمْ بِمَا تَعْلَمُوْنَ ۝ اَمَدَّكُمْ بِاَنْعَامٍ وَبَنِيْنٍ ۝ وَجَنَّتِ وَعُيُوْنٌ ۝ اِنِّىْ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ۝

قوم عاد نے رسولوں کو جھٹلایا جب ان کے بھائی ہود نے ان سے کہا کیا تم خدا سے ڈرتے نہیں میں تمہارے پاس بحیثیت خدا کے ایک امانت دار رسول کے آیا ہوں پس اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو، میں کا در رسالت کی تم سے کوئی اجرت نہیں مانگتا۔ میرا اجر تو رب العالمین پر

ہے۔ تم کیلبر اوچی جگہ پر بیکار یا دگاریں بناتے پھرتے ہو اور بڑے بڑے عمل تعمیر کرتے ہو گویا تم ان میں ہمیشہ رہو گے اور جب تم کسی پر ہاتھ ڈالتے ہو تو کسرکشی سے ہاتھ ڈالتے ہو۔ پس تم خدا سے ڈرو اور میری اطاعت کرو اور اس سے ڈرو جس نے ان چیزوں سے تمہاری مدد کی جن کو تم خوب جانتے ہو اور تمہاری مدد جو پاؤں، لڑکے بالوں، باغوں اور چشموں سے کی۔ مجھے خوف ہے تمہارے متعلق سخت عذاب کے دن کا۔

حضرت فتح کے طوفان کے بعد جس قوم نے روتے زمین پر نمایاں ترقی کی وہ قوم عاصی۔ یہ دو ملتند بھی زیادہ تھے اور طاقتور بھی۔ اس طاقت و دولت کے غرور میں سخت تکبر اور مغرور بن گئے تھے۔ انہوں نے اونچے اونچے ستونوں پر بڑی مالیشان عمارتیں بنائیں جو محض نام و نمود کے لیے تھیں۔ جب حضرت ہود نے ایک خدا کی سچائی کی طرف اُن کو توجہ دلائی تو یہ بات اُن کی سمجھ ہی میں نہ آتی تھی کہ چند معبودوں کو چھوڑ کر وہ ایک اکیلے خدا سے معبود ہونے کے قابل کیسے ہو جائیں۔ کچھ تو اس پر حضرت ہود سے وہ لوگ بگڑے ہوئے تھے کہ وہ اُن کے آباؤ اجداد سے کیوں ہٹا ہے ہیں دوسرے حضرت ہود اُن سے کہتے تھے کہ اُوچی اونچی اور عظیم الشان عمارتیں بنوانے میں تم اپنا وقت، پیسہ اور اپنی قوت کیوں صرف کر رہے ہو کیا تمہیں ہمیشہ یہیں رہنا ہے۔ تیسرے تم سخت مغرور و مغرور اور سنگدل ہو۔ جب کسی پر غالب آتے ہو تو اس سے نہایت غلامانہ برتاؤ کرتے ہو۔ جس خدا نے تمہیں یہ تمام نعمتیں عطا فرمائی ہیں اس سے کیوں نہیں ڈرتے اور میری اطاعت کیوں نہیں کرتے۔ جب وہ اپنی کسرکشی پر ڈرتے رہتے تو حضرت ہود اُن سے کہتے دیکھو ہوش میں آؤ مجھے تو ڈر ہے کہ خدا کا عذاب تمہیں دھڑ بھڑ سے قیامت میں جو سب سے زیادہ سخت دن ہو گا تم عذاب الہی میں مبتلا ہو جاؤ گے۔

قَالُوا سَوَاءٌ عَلَيْنَا أَوَعَضْتَ أَمْ لَمْ تَكُنْ مِنَ الْوَعِظِينَ ۚ إِنَّ هَذَا الْإِخْلَاقَ الْأَوَّلِينَ ۚ وَمَا نَحْنُ بِمُعَذِّبِينَ ۚ فَكَذَّبُوهُ فَأَهْلَكْنَاهُمْ ۚ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَةً ۚ وَمَا كَانَ أَكْثَرُهُمْ مُؤْمِنِينَ ۚ وَإِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ ۚ

وہ کہنے لگے خواہ تم نصیحت کرو یا نہ کرو ہمارے لیے سب برابر ہے۔ یہ ڈراؤ تو اگلے لوگوں کی عادت

ہی رہا ہے ہمارے لیے عذاب و عذاب کچھ نہیں ہو گا۔ جب انہوں نے یہود کو مجھلایا لہذا ہم نے اُن کو ہلاک کر دیا۔ بے شک اس واقعہ میں ایک بڑی عبرت ہے۔ اُن میں سے اکثر لوگ ایمان لانے والے تھے ہی نہیں۔ بے شک تمہارا رب غالب و مہربان ہے۔

إِنَّ هَذَا الْإِخْلَاقَ الْأَوَّلِينَ ۚ (۲۶) اِس کے دو معنی ہیں، اول یہ کہ ہم جو کچھ کہہ رہے ہیں وہ وہی ہے جو ہم سے پہلے لوگ کیا کرتے تھے۔ پس اُن پر کونسا عذاب آیا تھا جو ہم پر بھی اگر سے گا۔ دوسرا یہ کہ ہمیشہ سے یہی چلی آ رہی ہے۔ ہر قوم اپنے اپنے وقت کے لحاظ سے کام کرتی آئی ہے۔ دوسرے یہ کہ تم لوگوں کی عادت ہی یہ ہے کہ خواہ غمناک لوگوں کو ڈراؤ اور کراہی بات منوانا چاہتے ہو تو ہم ایسے کمزور دل والے نہیں کہ تمہارے اس ڈرانے و دھمکانے میں آجائیں۔ جو ہم کہہ رہے ہیں وہ کرتے ہی رہیں گے۔ تمہارا نصیحت کرنا یا نہ کرنا ہمارے نزدیک برابر ہے۔

كَذَّبَتْ ثَمُودُ الْمُرْسَلِينَ ۚ (۲۷) اِذْ قَالَ لَهُمُ اخُوهُمْ صَالِحُ الْاَلْتَّقُونَ ۚ (۲۸) اِنِّي لَكُمْ رَسُولٌ اَمِينٌ ۚ (۲۹) فَاتَّقُوا اللَّهَ وَاَطِيعُوْنَ ۚ (۳۰) وَمَا اَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ اِنْ اَجَرِي اِلَّا عَلَى رَبِّ الْعَالَمِينَ ۚ (۳۱) اَتُتْرَكُونَ فِي مَا هُمْنَا اٰمِنِينَ ۚ (۳۲) فِي جَنَّتٍ وَعَيْوْنَ ۚ (۳۳) وَزُرُوعٍ وَنَخْلٍ طَلْعُهَا هَضْبُهُ ۚ (۳۴) وَتَنْحِتُونَ مِنَ الْجِبَالِ بُيُوتًا فَرِهَيْنَ ۚ (۳۵) فَاتَّقُوا اللَّهَ وَاَطِيعُوْنَ ۚ (۳۶) وَلَا تَطِيعُوا اَمْرَ الْمُسْرِفِينَ ۚ (۳۷) الَّذِيْنَ يُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ وَلَا يَصْلَحُوْنَ ۚ (۳۸)

قوم ثمود نے رسولوں کو مجھلایا جب ان کے بھائی صالح نے اُن سے کہا کہ تم خدا سے نہیں ڈرتے۔ میں اللہ کی طرف سے یہی نصیحت ایک مانتدار رسول کے تمہارے پاس آیا ہوں۔ پس اللہ سے ڈرو اور

میری اطاعت کرو۔ میں اپنی رسالت کا کوئی اجر تم سے نہیں مانگتا۔ میرا اجر تو رب العالمین پر ہے کیا جو چیزیں یہاں دُنیا میں موجود ہیں، باغات، چشمے، کھیتیاں، خرمن کے درخت جن کی کلیاں نازک ہوتی ہیں کیا تم ان میں بسر کرنے کے لیے (بیشک کو) چھوڑ دیے جاؤ گے؟ اور تم پہاڑ کھود کھود کر فخر بہ ان میں عمارتیں بناتے ہو کیا ہمیشہ رہنے کے لیے یہ سب کچھ کہہ رہے ہو۔ اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو اور زیادتی کرنے والوں کا کہنا نہ مانو جو زمین پر فساد پھیلا کر رہتے ہیں اور خرابیوں کی اصلاح نہیں کرتے۔

قوم عاد کے بعد قوم ثمود نے بہت ترقی کی۔ فنِ سنگتراشی میں اُن کو کمال حاصل تھا۔ پہاڑوں میں غاروں کے اندر شاندار مکانات بناتے تھے اور جس طرح دکن میں المودا اور ایجنٹا کے غاروں میں بودھ اور دیگر دیوی دیوتاؤں کی مورتیاں دیواروں پر بنائی تھیں یہی صورت اس قوم نے بھی اختیار کی تھی۔ اچھے خاصے المارے تھے اور صاحب ثروت بھی۔ ان میں جو سردار تھے وہ بڑے متکبر و مغرور تھے۔ ان کے بہت سے باغات تھے چشمے تھے کھیتیاں اور کھجور کے درخت تھے۔ غرض وہ بڑی پیش کی زندگی بسر کر رہے تھے۔ حضرت صالح کی بات پر کان ہی نہ دہرتے تھے جب وہ کہنے لگا کہ اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو تو کہتے ہم تمہاری اطاعت کیوں کریں تم تمہاری قوم کے مصلیٰ آدمی ہو۔

قَالُوا إِنَّمَا أَنْتَ مِنَ الْمُسَحَّرِينَ ﴿۱۵۳﴾ مَا أَنْتَ إِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا بِفَاتِ
بَايَةٍ إِنْ كُنْتُمْ مِنَ الصَّادِقِينَ ﴿۱۵۴﴾ قَالَ هَذِهِ نَاقَةٌ لَهَا شِرْبٌ وَلَكُمْ
شِرْبُ يَوْمٍ مَعْلُومٍ ﴿۱۵۵﴾ وَلَا تَمْسُوهَا بِسُوءٍ فَيَأْخُذْكُمْ عَذَابُ
يَوْمٍ عَظِيمٍ ﴿۱۵۶﴾ فَعَقَرُوهَا فَاصْبَحُوا نَدِمِينَ ﴿۱۵۷﴾ فَأَخَذَهُمُ
الْعَذَابُ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَةً ۖ وَمَا كَانَ أَكْثَرُهُمْ مُؤْمِنِينَ ﴿۱۵۸﴾ وَإِنَّ
رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ ﴿۱۵۹﴾

جب صالح نے زیادہ کہا تو کہنے لگے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تم پر کسی نے ہاؤ کر دیا ہے۔ (تم

میں کیا خصوصیت ہے) ہم ہی جیسے ایک آدمی ہو۔ اگر اپنے دلوں میں سچے ہوں تو کوئی معجزہ دکھاؤ (جب باعجاز پہاڑ میں سے ایک اونٹنی نکل کر آئی تو) صالح نے کہا (میرا معجزہ) یہ اونٹنی ہے (خدا کا حکم ہے) چشمہ کا پانی ایک دن اس کے لیے ہوگا اور دوسرے دن تمہارے لیے اسے کوئی تکلیف نہ پہنچانا ورنہ ایک بڑے دن کا عذاب تم کو آئے گا۔ انہوں نے اس کی کوٹلیں کاٹ دیں اور پھر نام ہونے پس عذاب نے اُن کو دھڑکڑا دیا۔ اے رسول اس میں تمہارے رب کی قدرت کی بڑی نشانی ہے لیکن اُن کے اکثر ایمان لانے والے نہ بنے اور تمہارا رب سب پر غلبہ رکھنے والا اور رحیم ہے۔

جس قوم پر یہ قوم ثمود آباد تھی وہ عہد رسالت میں وادیِ اقصیٰ کہلاتی تھی۔ ان کے کھنڈروں کی نشانیاں اب بھی موجود ہیں۔ مدینہ اور تبوک کے درمیان بیتھال تھیں۔ جب اس قوم نے حضرت صالح سے معجزہ طلب کیا تو آپ نے خدا سے دعا کی جس پہاڑ کی ایک چٹان کو یہ قوم پوجتی تھی اس سے قوم کی غمراہی کے مٹانے کا ایک فرمان نام اونٹنی سے اپنے بچے کے مکمل کر آئی۔ وہاں سب سے بڑا سوال پانی کا پیدا ہونا کیونکہ اونٹنی کے لیے پانی درکار تھا۔ حضرت صالح نے دعا کی چنانچہ ایک چشمہ بھی پھوٹ نکلا۔ اس زمین پر یہ سب سے پہلا چشمہ تھا جو جاری ہوا۔ وہاں ایک حوض بنا دیا گیا اور پہلے ہزار ایک دن کا پانی اس اونٹنی سے مخصوص ہوگا اور دوسرے دن کا تمام پانی اس کے آدمیوں اور جانوروں سے۔ اونٹنی ایک دن کا پانی پھر کر آتا دودھ دیتی تھی کہ ساری پتی والے ڈٹ ڈٹ کر پی لیتے تھے۔ اس معجزہ کے ظہور پر کچھ لوگ تو ایمان لے آئے اور اکثر بیت ایمان سے بے نصیب ہی رہی۔ اس قوم کے سرکش سرداروں نے کہا، صالح نے یہ بہت بڑی مصیبت ہم پر نازل کی۔ پانی ہر وقت کے استعمال کی چیز ہے۔ پانی سے ایک دن اس سے محروم رہنا کتنا تکلیف دہ ہے لہذا بہتر یہ ہے کہ اس اونٹنی کو ہلاک کر دیا جائے۔ اس قوم میں قدار نامی غلام بھی تھا۔ انسان تھا۔ کچھ لالچ سے کہ اسے اونٹنی کی ہلاکت پر آمادہ کیا۔ اس نے رات کو موقع پا کر اس کے غنموں کے پیچھے کاٹ دیئے اسی کو کوٹلیں کاٹنا کہتے ہیں۔ اونٹنی زمین پر گر گئی اور جب چشمہ تک پہنچنے کے قابل نہ رہی تو پیاس سے تڑپ تڑپ کر مر گئی۔ اس کا بچہ پہاڑ کی طرف جاگا اور اپنا منہ آسمان کی طرف اٹھا کر خدا سے فریاد کی اور صالح نے بددعا کی نتیجہ یہ ہوا، ایسا زلزلہ آیا اور آنا سخت دھماکا ہوا کہ ساری پتی تہا ویراں ہو گئی۔ دس ہستی رسی نہ بچتی والے۔

خداوند عالم سلسلہ وار متوب قوموں کا حال بیان کر رہا ہے۔ پہلے قوم لوط کا ذکر کیا پھر قوم عاد اور پھر قوم ثمود کا۔ اب قوم لوط کا ذکر کرتا ہے۔

كَذَبَتْ قَوْمٌ لُّوطَ الْمُرْسَلِينَ ﴿۱۶۰﴾ إِذْ قَالَ لَهُمْ أَخُوهُمْ لُوطُ أَلَا

تَقْنُونَ ۱۳۱ اِنِّیْ لَکُمْ رَسُولٌ اَمِیْنٌ ۱۳۲ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيعُوْنَ ۱۳۳
وَمَا اَسْأَلُکُمْ عَلَیْهِ مِنْ اَجْرٍ اِنْ اَجْرِیْ اِلَّا عَلٰی رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۱۳۴
اَتَاْتُوْنَ الذِّکْرَانَ مِنَ الْعٰلَمِیْنَ ۱۳۵ وَتَذَرُوْنَ مَا خَلَقَ لَکُمْ رَبُّکُمْ مِنْ
اَزْوَاجِکُمْ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ عٰدُوْنَ ۱۳۶

لوط کی قوم نے بھی لوط سے پہلے رسولوں کو ٹھٹھایا تھا۔ جب ان سے ان کے بھائی لوط نے کہا کیا تم خدا سے نہیں ڈرتے، میں تمہارے پاس بحیثیت ایک امین رسول کے آیا ہوں۔ پس تم اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو۔ میں تم سے کوئی اجر نہیں مانگتا، میرا اجر تو اللہ پر ہے جو رب العالمین ہے۔ کیا تم لوگ (رفع مشہورت کے لیے) دنیا کی مخلوق میں صرف مردوں کے پاس جاتے ہو اور تمہارے رب نے تمہاری بیویوں کو جو تمہارے لیے پیدا کیا ہے ان کو چھوڑتے ہو بلکہ (بات یہ ہے کہ) تم لوگ خدا سے ہی گزر گئے ہو۔

شیطان نے لوط کی قوم کے پیچھے یہ گت لگا دی تھی کہ وہ بھائے عورتوں کے مردوں سے اپنی خواہش انسانی غیر فطری طور پر پوری کرتے تھے۔ بلکہ عورتوں سے بھی جامع فی البدہہی کے عادی ہو گئے تھے حضرت لوط ان کی ہدایت کے لیے بھیجے گئے۔ انہوں نے کہا کیا تم ہی اس دنیا میں وہ عجیب لوگ ہو جو عورتوں کو چھوڑ کر مردوں سے اپنی ہوس رانی کی آگ بجھاتے ہو۔ ظالمو! ایسا تو جانور بھی نہیں کرتے معلوم ہوا تم ان سے بھی گئے گزرے ہو۔ ان کی بے حیائی مرد کو پہنچ گئی تھی کہ سب کی آنکھوں کے سامنے وہ یہ عمل بد کر گزرتے تھے اور خدا ان کو شرم نہ آتی تھی۔

قَالُوا لَیْن لَّمْ تَنْتَهِ یَا لُوطُ لَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُخْرِجِیْنَ ۱۳۷ قَالَ اِنِّیْ لِعَمَلِکُمْ مِنَ الْقٰلِیْنَ ۱۳۸ رَبِّ بَجِّنِیْ وَاَهْلِیْ مِمَّا یَعْمَلُوْنَ ۱۳۹ فَجَعَلْنٰهُ وَاَهْلَهُ اَجْمَعِیْنَ ۱۴۰ اِلَّا عَجُوْزًا فِی الْغٰیْبِیْنَ ۱۴۱ ثُمَّ دَمَرْنَا

الْاٰخِرِیْنَ ۱۴۲ وَاَمْطَرْنَا عَلَیْهِمْ مَّطَرًا فِسًاۤءَ مَطَرُ الْمُنْذَرِیْنَ ۱۴۳
اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ۱۴۴

قوم لوط کے سرداروں نے کہا، اے لوط اگر تم اپنی پند نصیحت سے باز نہ آؤ گے تو ہم تمہیں شہر سے نکال باہر کریں گے۔ (حضرت لوط نے کہا، تمہاری اس ناشائستہ حرکت بیزاریوں کے لیے میرے پروردگار مجھے اور میرے گھر والوں کو اس عمل سے جو یہ لوگ کرتے ہیں نجات دے دیں ہم نے اس کو اور اس کے رشتے والوں سب کو نجات دی مگر اس کی بوڑھی بی بی کو پیچھے رہ گئی۔ (اور ہلاک ہو گئی) پھر ان لوگوں (قوم لوط) کو ہلاک کر ڈالا اور ان پر (پتھروں کا) عذاب برسایا جن لوگوں کو عذاب خدا سے ڈرایا گیا تھا ان پر کیا بڑی بارش ہوئی۔ اس میں بے شک عبت تھی اور ان میں سے اکثر ایمان لانے والے تھے ہی نہیں۔

یہ واقعات تقریباً دو ہزار سال قبل مسیح کے ہیں۔ جو کہ قوم لوط کو یا مذہب تھا کہ اگر ان کے فعل فحش کی مخالفت حضرت لوط اسی طرح کرتے ہے تو کیا عید ہے کہ قوم اس مذہب کو ترک کر دے لہذا مناسب ہو گا کہ ان کو جلد از جلد یہاں سے جتنا کر دو۔ حضرت لوط کی بی بی ان بد اعمالوں سے ملی ہوئی تھی اور جو کہ وہ کافرو تھی لہذا اس کی خواہش یہ تھی کہ قوم کے مقابل لوط ذلیل ہوں اور کوئی ان کی بات کان نہ کر نہ سکے۔

قرآن میں دو بیویوں کی کافرو بی بیوں کا خاص طور سے ذکر ہے۔ ایک حضرت فوج کی بی بی جس کا انجام یہ ہوا کہ کافروں کے ساتھ وہ بھی طوفان میں غرق ہو کر ہلاک ہوئی۔ دوسری لوط کی بی بی جس کو کفر پرستی کی یہ سزا ملی کہ قوم لوط کی طرح اس پر بھی پتھروں کی بارش ہوئی۔

محبت کا اثر مرد ہوتا ہے لیکن جو ناپل ہوتے ہیں مرد ہوں یا زن ان کو کوئی فائدہ نہیں پہنچتا۔ لوط کی بی بی اپنے شوهر کی محنت ناپلمان بی بی تھی۔ وہ حضرت لوط سے کہا کرتی تھی کہ پرائے پٹھے میں تم بیویوں پر اڑاتے ہو، یہ لوگ جو کرتے ہیں کرتے دو۔

کوئی بری رسم جس کی قوم میں پھیل جاتی ہے تو اس کی روک تھام مشکل ہو جاتی ہے۔ اسی وجہ سے حضرت لوط کو بڑی دقتوں کا سامنا ہوا۔ بہت سے لوگ اس فعل فحش کو لغت کی نظر سے دیکھتے تھے اور حضرت لوط کی ہدایت کو نفرت کی نظر سے دیکھتے تھے۔ لیکن قوم کے سرکش سرداروں کی وجہ سے ان کے خلاف حملے کی ہمت نہ ہوتی تھی۔

وَإِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ ۝ كَذَّبَ أَصْحَابُ لَيْكَةِ
الْمُرْسَلِينَ ۝ إِذْ قَالَ لَهُمْ شُعَيْبٌ أَلَا تَتَّقُونَ ۝ إِنِّي لَكُمْ رَسُولٌ
أَمِينٌ ۝ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا ۝ وَمَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ
أَجْرٍ إِنْ أَجَرِيَ إِلَّا عَلَىٰ رَبِّ الْعَالَمِينَ ۝ أَوفُوا الْكَيْلَ وَلَا
تَكُونُوا مِنَ الْمُخْسِرِينَ ۝ وَزِنُوا بِالْقِسْطَاسِ السَّيْقِيمِ ۝
وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ أَشْيَاءَهُمْ وَلَا تَقْنَطُوا فِي الْأَرْضِ
مُفْسِدِينَ ۝

بے شک تیرا رب غالب اور رحیم ہے۔ ایک والوں نے رسولوں کو جھٹلایا، جب شعیب نے
ان سے کہا کہ کیا تم خدا سے ڈرتے نہیں۔ میں تمہارے لیے رسول امین ہوں پس اللہ سے ڈرو
اور میری اطاعت کرو، میں تم سے اپنی رسالت کا کوئی اجر نہیں مانگتا، میرا اجر تو رب العالمین
پر ہے۔ تم ناپ تول پوری کیا کرو اور کم مینے والے نہ بنو۔ جب تول تو ٹھیک ترازو سے تولو
ڈنڈی نہ مارو اور لوگوں کو جو چیزیں وہ خریدیں کم نہ دیا کرو۔ اور تمہیں زمین پر فساد برپا نہ کرو۔

اصحاب ایک یمنی جنگل والے حضرت شعیب کی قوم سے نہ تھے جب ہی تو اور انبیاء کی طرح ان کو اصحاب ایک
کا جانی نہ کہا جیسے پہلے کہا ہے اَخَاهُمْ هُوَ اَخَاهُمْ صَاحِبُ اَخَاهُمْ لَوْطًا۔
جناب لوط سے لے کر جناب لوط تک جتنے انبیاء آئے انہوں نے اپنی اپنی قوم سے جو کہا وہ یہ تھا اَللّٰهُ
اَللّٰهُ وَاطِيعُونَ۔ (۲۶، ۲۷) اس سے معلوم ہوا کہ وہ اللہ کو جانتے پہچانتے تھے لیکن خدا سے ڈرتے نہ تھے اور جو
احکام انبیاء دیتے تھے ان کو بجا نہیں لاتے تھے ان کا درازاب تھا۔ قسم قسم کی ہمارا لیاں ان میں پائی جاتی تھیں۔
انبیاء انہی سے روکنے کے لیے آئے تھے۔

اصحاب ایک یمنی جو تجارت پیشہ لوگ تھے۔ ان کی یہ عادت تھی کہ جب کوئی شخص کسی سے لیتے تو پیمانہ اور ترازو
میں دھاندلی کر کے زیادہ لے لیتے اور جب اپنی چیزوں کو دیتے تو ڈنڈی مار کر کم دیتے۔ جب اس کی شکایت عام ہوئی
تو حضرت شعیب نے ان کو ہدایت کی غلاب خدا سے ڈرا یا اگر وہ لوگ ہمارے ہی نہیں اور جو چاہا زیاں کرتے تھے کرتے
ہی ہے آخر ان کا بھی وہی عشر ہوا جو ان سے پہلے سرکشوں اور نافرمانوں کا ہوا تھا۔
اس سلسلہ میں جن معذرت قوموں کا ذکر کیا گیا ہے سوائے قوم نوح آج تک ان کی تباہ شدہ بستیوں کے نشانات
پائے جاتے ہیں۔ لیکن ان کو دیکھنے کے لیے جاتے ہیں مگر افسوس ہے کہ ان سے عبرت حاصل کرنے والے بہت ہی
کم لوگ برستے ہیں۔

وَاتَّقُوا الَّذِي خَلَقَكُمْ وَالْجِبِلَّةَ الْأُولَىٰ ۝ قَالُوا إِنَّمَا أَنْتَ
مِنَ الْمَسْحُورِينَ ۝ وَمَا أَنْتَ إِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا وَإِنْ نَظُنُّكَ لَمِنَ
الْكَذِبِيِّينَ ۝ فَاسْقِطْ عَلَيْنَا كِسْفًا مِّنَ السَّمَاءِ إِنْ كُنْتَ مِنَ
الصَّادِقِينَ ۝ قَالَ رَبِّ اجْعَلْ مَا تَعْمَلُونَ ۝ فَكَذَّبُوهُ
فَأَخَذَهُمُ عَذَابٌ يَّوْمَ الظَّلَاةِ إِنَّهُ كَانَ عَذَابٌ عَظِيمٌ ۝
إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً وَمَا كَانَ أَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِينَ ۝ وَإِنَّ رَبَّكَ
لَهُوَ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ ۝

شعیب نے کہا اس خدا سے ڈرو جس نے تم کو پیدا کیا ہے اور اس مخلوق کو بھی جو تم سے پہلے ہو
گزرے ہیں۔ انہوں نے کہا ایسا معلوم ہوتا ہے تم پر کسی نے جادو کر دیا ہے تم تو ہم ہی جیسے آدمی
ہو (پھر تم تمہاری ہدایت پر کیوں عمل کریں) ہم تو تمہیں جھوٹا سمجھتے ہیں اگر سچے ہو تو بھلا آسمان
سے ایک ٹکڑا تو ہمارے اوپر گرادو۔ شعیب نے کہا جو کچھ تم کرتے ہو خدا اس کو بہتر جانتا ہے

(جب وہ چاہے گا تو عذاب نازل کرے گا۔) غرض انہوں نے شعیب کو جھٹلایا اور ان کی کوئی بات نہ مانی (تجربہ ہوا کہ) ایک ہوا سا تباہ کی صورت میں آئی اور وہ (ان کے لیے) سخت عذاب کا دن تھا۔ اس واقعہ میں خدا کی قدرتی نشانی تھی لیکن اس پر بھی ان میں سے اکثر ایمان نہ لائے۔ (لے رسول) بے شک تیرا رب سب پر غالب اور رحم کرنے والا ہے۔

اہل مدین اور اہل ایکہ دونوں کے لیے ایک ہی پیغمبر (شعیب علیہ السلام) مبعوث ہوئے تھے۔ دونوں ایک ہی قوم کی دو شاخیں تھیں۔ شعیب اہل مدین میں سے تھے اسی لیے قرآن میں اہل مدین کا بھائی کہا گیا ہے یہ تمام پیشہ لوگ تھے ان کا صدر مقام تبوک تھا۔ یہ لوگ بعل بخت کی پرستش کرتے تھے۔ قرآن نے ان دونوں قوموں کے تعلق فرمایا ہے اِقْتُمَا لِيَا مَدْيَنَ مَقْبَلَيْنِ (الحجر ۹۵) یعنی ایک مکمل شاہراہ پر یہ لوگ آباد تھے۔ ذرا کاری کا ان میں عالم رواج تھا، وہ اس کو بُرا نہیں سمجھتے تھے۔ زمانہ جاہلیت میں بھی ذرا کو حرام نہ سمجھا جاتا تھا بلکہ کسی معزز اور امیر کی آدمی سے ذرا کرنا عورتیں فخر سمجھتی تھیں۔ انہی کی طرح اصحاب ایکہ میں بھی اس قسم کے تعلقات کو پسندیدگی کی نظر سے دیکھا جاتا تھا۔

جناب شعیب سے ان کی قوم نے جب نزول عذاب کی خواہش کی تو انہوں نے جواب میں کہا، اے تمہاری حالتوں کو خوب جانتا ہے وہ جب چاہے گا نازل کرے گا۔ اسی طرح اور انبیاء نے بھی کہا تھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ عذاب نازل کرنا انبیاء کے اختیار میں نہ تھا بلکہ خدا کی مرضی پر تھا۔ ان وہ نزول عذاب کے لیے دعا کر سکتے تھے۔

جب کسی قوم کی بد اعمالی حد سے بڑھ جاتی ہے اور تمدن میں خرابی واقع ہونے لگتی ہے انسانی نظام حیات میں اصلاح کی کوئی امید باقی نہیں رہتی۔ خدا کے افران بندے اپنی سرکشی سے کسی طرح باز نہیں آتے اور انبیاء کو قتل کرتے یا سخت پینچلے پر آمادہ ہو جاتے تب خدا ان پر عذاب نازل کرتا۔ مہاجرا اس نے اپنی دو صفوں کا اظہار فرمایا ہے اِنْ رَئَيْتَكَ لَهْوَ الْعَزِيزِ ذُو الْحَسَنِ (۱۰۶) اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ سب پر غالب ہے جب چاہے ان کو جس جس کو چاہے لیکن اگر لوگ گناہوں سے توبہ کر لیں تو وہ رحیم بھی ہے عذاب کو ہٹا بھی سکتا ہے جیسا کہ قوم یونس پر آیا ہوا عذاب ہٹ گیا تھا۔

وَإِنَّهُ لَتَنْزِيلُ رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿١٩١﴾ نَزَلَ بِهِ الرُّوحُ الْأَمِينُ ﴿١٩٢﴾ عَلَى قَلْبِكَ لِتَكُونَ مِنَ الْمُنْذِرِينَ ﴿١٩٣﴾ بِلسَانٍ عَرَبِيٍّ مُبِينٍ ﴿١٩٤﴾ وَإِنَّهُ

لَفِي زُجْرٍ الْأَوَّلِينَ ﴿١٩١﴾ أَوْ لَعَنَ يَكُنْ لَهُمْ آيَةً أَنْ يَعْلَمَهُ عُلَمَاءُ بَنِي إِسْرَءِيلَ ﴿١٩٢﴾ وَلَوْ نَزَّلْنَاهُ عَلَى بَعْضِ الْأَعْجَمِينَ ﴿١٩٣﴾ فَقَرَأَهُ عَلَيْهِمْ مَا كَانُوا بِهِ مُؤْمِنِينَ ﴿١٩٤﴾ كَذَلِكَ سَلَكْنَاهُ فِي قُلُوبِ الْمُجْرِمِينَ ﴿١٩٥﴾ لَا يُؤْمِنُونَ بِهِ حَتَّى يَرُوا الْعَذَابَ الْأَلِيمَ ﴿١٩٦﴾ فَيَأْتِيَهُمْ بَغْتَةً وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ ﴿١٩٧﴾ فَيَقُولُوا هَلْ نَحْنُ مُنْظَرُونَ ﴿١٩٨﴾ أَفَبِعَذَابِنَا يَسْتَعْجِلُونَ ﴿١٩٩﴾

بے شک یہ قرآن ساری خدائی کے پانے والے کا نازل کیا ہوا ہے جسے صاف عربی زبان میں شرح اللہ (جبریل) نے کرتا ہے دل پر نازل ہوئے ہیں تاکہ تم بھی اور پیغمبروں کی طرح (لوگوں کو عذاب خدا سے) ڈراؤ، بے شک اس کی خبر اگلے پیغمبروں کی کتابوں میں بھی موجود ہے کیا ان کے لیے یہ نشانی کافی نہیں کہ اس کو علمائے بنی اسرائیل جانتے ہیں۔ اگر تم اس قرآن کو کسی دوسری زبان والے پر نازل کرتے اور وہ ان عربوں کے سامنے اس کو پڑھتا بھی تو یہ لوگ اس پر ایمان لائے والے نہ تھے اسی طرح ہم نے (گواہ خود) اس انکار کو گنہگاروں کے دلوں میں راہ دی کہ یہ لوگ جیت تک دردناک عذاب کو نہ دیکھ لیں گے اس پر ایمان نہ لائیں گے وہ یکایک اس حالت میں آں پر آپڑے گا کہ انہیں خبر بھی نہ ہوگی تب وہ لوگ کہیں گے کیا ہمیں ٹہلت بل سستی ہے تو کیا یہ لوگ ہمارے عذاب کے لیے جلدی کرتے ہیں۔

انبیاء اور ان کی قوموں کے حالات ذکر کرنے کے بعد اب یہ بتایا جا رہا ہے کہ اہل مکہ یہ قرآن جس سے تم انکار کر رہے ہو یہ سہمی کلام نہیں ہے بلکہ رب العالمین کا کلام ہے جس کا رسول مکہ پہنچانے والا کوئی سہمی شخص نہیں بلکہ وہ فرشتہ ہے جس کی صفت امین ہے وہ کسی طرح کا قصور اس کلام میں نہیں کر سکتا۔ نہ یہ کوئی متعہ ہے نہ جیساں بلکہ صاف عربی زبان میں ہے اور اس کا ذکر پہلی کتابوں میں آچکا ہے پھر کیا وجہ ہے کہ تم

انکار کرتے ہو۔ یہودی علماء سے کہو کہ انہوں نے صحابہ انبیاء اور توریت میں قرآن اور اس رسول کا جو ذکر ہے وہ انہوں نے پڑھا ہے یا نہیں۔ اگر پڑھا ہے اور کچھ کر پڑھا ہے تو پھر انکار کیا جو ہے۔ جو احکام رسول کے ذریعہ سے پہنچائے جا رہے ہیں کیا اس سے پہلے آسمانی کتابوں میں یہ باتیں انبیاء پر نازل نہیں ہوئی تھیں۔ پھر اگر انہیں باقوں کو عربی زبان میں بیان کر دیا گیا تو تم چراغ پا کیوں ہو رہے ہو، صرف اس وجہ سے کہ ایک شخص جو تم ہی میں سے ہے عربی زبان میں بیان کر رہا ہے۔ اگر بالفرض ایک غیر عرب اس کلام الہی کو تمہیں اپنے لب لہجہ میں پڑھ کر سنانا تو تم ایمان دلانے کے لیے کوئی حیل تلاش لیتے لیکن کسی عجیب بات ہے کہ تم میں کا ایک مرد عربی یہ کلام پیش کر رہا ہے تو تم اس لیے نہیں مانتے کہ ایک عرب کا ایسا کلام کرنا کوئی تعجب کی بات نہیں اس کو مجھ کیسے کہا جاسکتا ہے۔ فصاحت عرب آئے دن ایسا کلام کیا کرتے ہیں۔ غرض تم بڑے فتنی اور ہٹی ہو، تمہاری اس سمجھ میں تو سب کچھ آتا ہے مگر تم ایمان لانے سے جھاگے جھاگے ہی پھرتے ہو۔ بہر حال تم عذاب الہی سے بچ کر ہاؤ گے کہاں؟ وہ تو اچانک اگر نہیں دبا ہی لے گا۔

أَقْرَبَيْتَ إِنْ مَتَّعْنَاهُمْ سِنِينَ ۖ ثُمَّ جَاءَهُمْ مَا كَانُوا يُوعَدُونَ ۖ^{۲۰۹}
مَا أَغْنَىٰ عَنْهُمْ مَا كَانُوا يَمْتَنِعُونَ ۖ^{۲۱۰} وَمَا أَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍ إِلَّا
لَهَا مُنْذِرُونَ ۖ^{۲۱۱} ذِكْرًا يَوْمَ مَا كَانَتْ ظُلُمِينَ ۖ^{۲۱۲} وَمَا تَنَزَّلَتْ
بِهِ الشَّيَاطِينُ ۖ^{۲۱۳} وَمَا يَنْبَغِي لَهُمْ وَمَا يَسْتَطِيعُونَ ۖ^{۲۱۴} إِنَّهُمْ
عَنِ السَّمْعِ لَمَعَزُولُونَ ۖ^{۲۱۵} فَلَا تَدْعُ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ فَتُكُونَ
مِنَ الْمُعَذِّبِينَ ۖ^{۲۱۶}

کیا تم نے غور کیا کہ اگر ہم ان کو سالہا سال چین کرنے دیں اس کے بعد جس عذاب کا ان سے وعدہ کیا گیا ہے آجپتے تو جن چیزوں سے یہ لوگ چین کیا کرتے تھے کچھ بھی کام نہ آئیں گی۔ ہم نے کسی بستی کو اس کے بغیر ہلاک نہیں کیا کہ اس کے سمجھانے کو (پہلے سے) ڈرانے والے پیغمبر بھیج دیئے

اور ہم ظالم نہیں ہیں اور اس قرآن کو شیاطین نے کرنازل نہیں ہوئے اور یہ کام نہ تو ان کے لیے مناسب تھا اور نہ وہ کر سکتے تھے بلکہ وہ تو (وحی کے) سننے سے محروم ہیں تو لے رسول خدا کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو ورنہ تم بھی مبتلائے عذاب کیے جاؤ گے۔

کفار و مشرکین کو جو چین کی زندگی نصیب ہے اُس نے اُن کو بدست بنا کر انجام سے بے خبر کر دیا ہے لیکن انہیں اس کی خبر نہیں کہ عذاب کا وعدہ جو ان سے کیا گیا ہے وہ ان عیش و آرام کی چیزوں اور قیمتی سامانوں سے ملنے والا نہیں۔ ہم ظالم نہیں کہ بے وجہ کسی پر عذاب نازل کر دیں بلکہ اپنی جنت تمام کرنے کے لیے پہلے کسی بستی والوں کے پاس اپنے عذاب سے ڈرانے والے رسول بھیجتے ہیں تاکہ اچھی طرح ان کو سمجھائیں۔ لیکن جب وہ کسی طرح مانتے ہی نہیں تب ہم ان کو ہلاک کرتے ہیں۔ کفار و مشرکین کا یہ خیال غلط ہے کہ قرآن شیاطین کا پڑھایا ہوا کلام ہے۔ ہر شیاطین کی پہنچ دال تک نہ پہنچ سکتی اور نہ ایسے کاموں سے ان کو کوئی نسبت ہے۔ یہ تو کلام خدا ہے جو وحی کے ذریعہ رسول پر نازل ہوا ہے۔ شیاطین وحی کی آواز سن ہی نہیں سکتے۔ کائناتوں تک جو چیز شیاطین پہنچاتے ہیں اس کو وحی سے کوئی نسبت نہیں۔ ہمارا کلام تو فرشتوں کے ذریعہ رسول تک پہنچایا جاتا ہے۔

وَأَنْذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ ۖ^{۲۱۷} وَخَفِضْ جَنَاحَكَ لِمَنِ اتَّبَعَكَ
مِنَ الْمُؤْمِنِينَ ۖ^{۲۱۸} فَإِنْ عَصَوْكَ فَقُلْ إِنَّي بِرَبِّي مِمَّا تَعْمَلُونَ ۖ^{۲۱۹} وَ
تَوَكَّلْ عَلَى الْعَزِيزِ الرَّحِيمِ ۖ^{۲۲۰} الَّذِي يَرِيكَ حَيْنَ تَقُومُ ۖ^{۲۲۱} وَتَقْلُبُكَ
فِي السَّجْدَيْنِ ۖ^{۲۲۲} إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ۖ^{۲۲۳} هَلْ أَنْبَيْكُمْ عَلَى
مَنْ تَنْزِلُ الشَّيَاطِينُ ۖ^{۲۲۴} تَنْزِلُ عَلَى كُلِّ آفَاكٍ أَثِيمٍ ۖ^{۲۲۵} يُلْقُونَ
السَّمْعَ وَآكُثِرُهُمْ كَذِبُونَ ۖ^{۲۲۶}

اور اے رسول تم اپنے قریبی رشتہ داروں کو (عذاب خدا سے) ڈراؤ اور جو مومنین تمہارے پیرو ہو گئے ہیں ان کے سامنے اپنا بازو جھکاؤ (تواضع سے پیش آؤ) اگر وہ تمہاری نافرمانی کریں تو

تم کہدو کہ میں تمہارے کفو تو ہوں سے بری الذمہ ہوں اور سب سے غالب اور مہربان خدا پر بھروسہ رکھو جب تم (غارِ تہجد میں) کھڑے ہوتے ہو تو سجدہ کرنے والوں میں تمہارا پھرنا (اٹھنا بیٹھنا) رکوع و سجود کو خدا دیکھتا ہے، وہ بڑا سننے والا اور جاننے والا ہے کیا میں تمہیں بتا دوں کہ شیطان کئی لوگوں پر نازل ہوا کرتے ہیں (سنو) یہ لوگ ہر جھوٹے بدکردار پر نازل ہوا کرتے ہیں۔ فرشتوں کی باتوں پر کان لگائے بہتے ہیں کہ کچھ سُن پائیں حالانکہ ان میں اکثر بالکل جھوٹے ہوتے ہیں۔

یہ آیات دعوتِ ذوالعقوبہ کے متعلق ہیں۔ یعنی خدا کا حکم ہوا کہ لے رسول، اپنی رسالت کا اعلان سب سے پہلے اپنے کنبہ والوں میں کرو۔ چنانچہ آپ نے اپنے خاندان کے چالیس آدمیوں کو مدعو کیا اور بروایت مسلمان التشریٰ حضرت علیؓ سے فرمایا تم اس دعوت کا سامان کرو۔ ایک مدائج کی روٹیاں پکواؤ۔ بکر سے کی ایک ان کا سامان اور ایک پیالہ دو دو ہو۔ چنانچہ جب چالیس آدمی جمع ہو گئے تو حضرت علیؓ نے وہ کھانا تقسیم کیا۔ سب سے حکم سیر ہو کر کھالیا اور کھانا پسند رہا۔

یہ حال دیکھ کر سب بھاگ کھڑے ہوئے کہ یہ سب جاؤ کا کھیل ہے۔ دوسرے روز پھر آپ نے سب بلوایا۔ جب کھانا کھا چکے تو فرمایا میں تمہارے پاس آخرت کی ایسی خبر لایا ہوں جو میرے بعد اب کوئی نہ لائے گا۔ خدا نے مجھے رسول بنا کر بھیجا ہے اگر تم نے میری ہدایت پر عمل کیا تو ایک بڑی سلطنت کے مالک بن جاؤ گے بہت بڑا اجر خدا کے یہاں سے تم کو ملے گا۔ کون ہے تم میں کہ میرا دوسرا وزیر میرا غلیظہ اور مانع ہو۔ یہ سُن کر سب ہنسنے لگے اور حضرت کا مذاق اڑانے لگے اور کہنے لگے، سبحان اللہ آپ ہی میں کسی سلطنت کے مالک جس کے لیے وزیر و غلیظہ کی ضرورت آپ کو پیش آتی ہے۔ ابولہب نے اڑاؤ دل لگی ابوطالب سے کہا، لو مبارک ہو آپ کا جیتنا بادشاہ بن گیا۔ جب کسی نے کوئی جواب نہ دیا تو حضرت علیؓ اٹھ کھڑے ہوئے اور فرمایا، یا رسول اللہ! میں آپ کا دوسرا غلیظہ ہوں گا۔ اگرچہ میری ٹانگیں بتنی ہیں مگر میں آپ کے دشمنوں کی ٹانگیں نکال لوں گا، اُن کی ٹانگیں توڑ دوں گا۔ آپ نے فرمایا، علیؓ بیٹہ جاؤ۔ چنانچہ پھر بار آپ نے اہل خاندان سے یہی فرمایا کہ کسی نے کوئی جواب نہ دیا بلکہ ہنسنے اور مذاق اڑاتے رہے۔ خدا بار حضرت علیؓ اٹھے اور کہا یا رسول اللہ! میں آپ کا دوسرا وزیر بنوں گا۔ تب حضرت نے فرمایا لے علیؓ تم میرے دوسرا وزیر و غلیظہ و مانع ہو۔ یہ سُن کر لوگ ہنسنے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے۔ ابولہب نے ابوطالب سے کہا، مبارک ہو صاحبِ جزائے وزیر ہو گئے۔ اب ان کا حکم تم کو ماننا پڑے گا۔

جہاں تک اس واقعہ کا تاریخی تعلق ہے لکھا جا چکا ہے اب حسب ذیل چند امور پر غور کیجئے :

۱۔ یہ اعلانِ رسالت کا سب سے پہلا موقع تھا۔ یہیں سے اعلانِ وزارت کا آغاز ہوتا ہے۔ لاعلمیہ اعلانِ حکمِ خدا سے ہوگا۔ پس یہ کہنا کہاں تک صحیح ہو سکتا ہے کہ حضورؐ کو کسی کو اپنا مانع ماننے والے سے رخصت

ہو گئے تھے۔ جس طرح حضرت موسیٰؑ کو نبوت ملنے ہی ان کے وزیر کا لقیق ہوا تھا اسی طرح آنحضرتؐ کو بھی آغاز رسالت ہی میں اپنے وحی کا لقیق کرنا ضروری ہوا۔

۲۔ اس واقعہ کے ثبوت میں صاحبِ راجح المطالب نے بہت سے ثبوت کتبِ اہلسنت سے دیئے ہیں اور انگریز مؤرخین نے بھی اس واقعہ کو اپنی کتابوں میں نقل کیا ہے۔ (دیکھو کتابِ اعجاز التشریٰ مصنفہ وزیرِ اعلیٰ خاندان ہند علیحدہ سید محمد حسن صاحبِ مرحوم وزیرِ ریاست پٹیالہ)۔

۳۔ اس دعوت میں سب سے پہلے رسولؐ نے اپنی اجماعی شان دکھائی۔ جو کھانا صرف ایک آدمی کے لیے مشکل کافی ہو سکتا تھا اس سے چالیس آدمی شکم سیر ہو گئے اور وہ جوں کا توں بیچ رہا۔ غور کرو نہیں پاؤ آٹے کی روٹی، بکرے کی ایک ران اور ایک دودھ کا پیالہ سوائے اجماعی شان کے کیسے کافی ہو سکتا تھا۔

۴۔ گویا حضرت علیؓ کو معلوم تھا کہ حضورؐ نے مہمانوں کے لیے جو کھانا تیار کرنے کا حکم دیا ہے وہ سب کے لیے کافی ہوگا۔ اگر حضرت کی نبوت میں ذرا سا بھی شک ہوتا تو ضرور عرض کرتے، یا رسول اللہ! یہ اتنا ذرا سا کھانا چالیس آدمیوں کے لیے کیسے کافی ہوگا۔ سمجھ لینا چاہیے کہ شروع ہی سے حضرت علیؓ کا ایمان کیسا تھا۔

۵۔ حضرت رسولؐ نے دعوت کا اہتمام حضرت علیؓ سے صرف اس لیے مخصوص کیا تھا کہ یہ برکت صرف معصوم ہی کے ہاتھ میں ہو سکتی ہے۔

۶۔ اگر حضرت علیؓ کی نظر رسالت رسولؐ کے آئینہ کاملوں پر نہ ہوتی تو جب رسولؐ نے یہ خدمت سپرد کی تھی اسی وقت یہ عرض کرتے، یا رسول اللہ! کوئی سلطنت آپ کے ہاتھ میں ہے جس کے لیے آپ کو وزیر کی ضرورت ہے۔

۷۔ حضرت علیؓ کو بعدِ اہمیت معلوم تھا کہ حضورؐ کو دشمنوں سے جنگ کرنا ہوگی جب ہی تو یہ کہا کہ میں آپ کے دشمنوں کا بیٹ بھائی ڈالوں گا اور ان کی ٹانگیں توڑ دوں گا۔

۸۔ حضرت علیؓ کی شجاعت پر آنحضرتؐ کو اقول روز ہی سے کتنا اعتماد تھا کہ ان کو وزیر بنانا منظور کر لیا۔ وَاخْفِضْ جَنْحًا حَاشًا۔ اگرچہ عماریٰ منیٰ تو اس کے یہی ہیں کہ انکساری و فوفوقی سے پیش آنا۔ لیکن اصل معنی یہ ہیں کہ اپنا کٹھن اس کے لیے جھکا دو جو تمہارا سچا پیرو ہے۔ تمام مسلمانوں میں کوئی ایک شخص بھی ایسا نظر نہیں آتا جس کے لیے حضورؐ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حقیقی معنی میں اپنا کٹھن جھکا یا ہو سوائے علیؓ بن ابی طالب کے جن کو اپنے کنبہ والوں پر غارتگری میں جنتِ مکنی کے لیے سوار کیا تھا۔ یہ بھی حضرت علیؓ علیہ السلام ہی کی ذات ہے کہ جس نے مہرِ نبوت پر اپنا قدم رکھا۔

تَقْلِبْكَ فِي السَّاجِدِينَ کے ایک معنی یہ بھی ہیں کہ لے رسولؐ تمہارے فور کو ہم سجدہ کرنے والے غلامین میں گردش دیتے رہے۔ یعنی آپ کا قور اصحابِ طاہرہ سے ارامِ طاہرہ کی طرف منتقل ہوتا رہا۔

دوسرے معنی یہ ہیں کہ تم کو رکوع و سجود و قیام کرنے والوں میں پلٹتے پھرتے دیکھا۔ آغاز رسالت میں حضورؐ اپنی چند مسلمانوں کے ساتھ سب سے پہلے ایمان لائے تھے باجماعتِ غارِ پڑھتے تھے۔ اس وقت کی جماعت میں

ایک شریف فرمایا ہے۔ کھانا کھانے پر میں آپ نے بس یہی ایک شعر کہا:
أَنَا جَوْدٌ وَلَا كَذِبٌ أَنَا أَجْتُ عَبْدُ الْمُطْلَبِ



سُورَةُ الْفَاتِحَةِ ۲۸

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

طَسَّ تِلْكَ آيَةُ الْقُرْآنِ وَكِتَابٍ مُبِينٍ ① هُدًى وَبُشْرَى
لِلْمُؤْمِنِينَ ② الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَهُمْ
بِالْآخِرَةِ هُمْ يُوقِنُونَ ③ إِنَّ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ
زَيَّنَّا لَهُمْ أَعْمَالَهُمْ فَهُمْ يَعْمَهُونَ ④ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ لَهُمْ
سُوءُ الْعَذَابِ وَهُمْ فِي الْآخِرَةِ هُمُ الْخَاسِرُونَ ⑤ وَإِنَّكَ
لَتَلْقَى الْقُرْآنَ مِنْ لَدُنْ حَكِيمٍ عَلِيمٍ ⑥

(نمل کے معنی چربی کے ہیں جو ککاسی سوہیں وادی مثل کا ذکر ہے لہذا یہ نام رکھا گیا۔)

طَسَّ یہ قرآن کی آیات ہیں اور یہ روشن کتاب ہے سرتاپا ہدایت ہے اور ان مؤمنین کے لیے خوشخبری ہے جو نماز پابندی سے پڑھتے ہیں زکوٰۃ دیتے ہیں اور آخرت پر یقین رکھتے ہیں جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں لاتے تو ہم نے ان کے کاموں کو ان کی نظر میں اچھا کر دکھایا ہے تو یہ لوگ جیسے پھرتے ہیں۔ ان کے لیے (قیامت میں) بہت بڑا عذاب ہے اور یہی لوگ آخرت میں

سب سے زیادہ نقصان اٹھانے والے ہوں گے (اے رسول) تم کو تو قرآن ایک بڑے آفت کا حکیم کی انکسار سے عطا کیا جاتا ہے۔

یہ بیان کیا جا رہا ہے کہ آیات قرآن کی ہیں اور وہ ایک امیغ کتاب ہے۔ جو احکام کو بندوں کے لیے بھیجے گئے ہیں وہ ہم نہیں سمجھیں نہ انہیں بلکہ صاف صاف اور روشن ہیں۔ جو سمجھنے کی کوشش کرے گا ایک ایک بات اس کی سمجھ میں آجائے گی۔ اس میں ہدایت بھی ہے آخرت میں نیک اعمال کے بہترین اجر ملنے کی خوشخبری بھی ہے مگر ایمان و یقین کے لیے ہے جو پابندی سے نماز پڑھتے ہیں زکوٰۃ دیتے ہیں اور آخرت پر یقین رکھتے ہیں۔ جاہل آخرت پر یقین رکھنے کا اس لیے ذکر کیا گیا ہے کہ قیاس پر ایمان لانے اعمال صالحہ بجالانے کی طرف توجہ نہیں ہوتی۔ کیونکہ توجہ کامرکز دلوں پر ہوتی ہیں۔ یا تو کسی اجر ملنے کی امید ہو یا کسی سزا کا خوف۔ پس جو قیامت پر ایمان نہیں رکھے گا وہ ان دونوں باتوں سے بے نیاز ہو کر اعمال صالحہ کی طرف متوجہ ہی نہ ہوگا اور اس کو اپنی غلط کاریاں ایسی اعلیٰ معلوم ہوں گی جو یا خدا نے ایسا کرنے کا حکم دیا ہے۔ ایسے غفلت و شمول اور ناسمجھ کا دل کو قیامت میں سخت سزا ملے گی۔ کچھ کرنا نہیں سکتے۔

إِذْ قَالَ مُوسَىٰ لَأَهْلِهِ إِنِّي آنَسْتُ نَارًا سَأَتِيكُمْ مِنْهَا بِخَبَرٍ أَوْ
إِتِيكُمْ بِشَهَابٍ قَبَسَ لَعَلَّكُمْ تَصْطَلُونَ ①

جب موسیٰ نے اپنے بال بچوں سے کہا میں نے اپنے (بائیں طرف) آگ دیکھی ہے (ذرا ٹھہرو تم میں وہاں سے کچھ (راہ کی) خبر لاؤں یا تمہیں سگستا ہوا انکار ہلا دوں تاکہ تم تاپو۔

جو واقعہ یہاں بیان کیا جا رہا ہے وہ یہ ہے کہ مدین میں دس برس قیام کے بعد جب حضرت موسیٰؑ مع اپنی بی بی بچوں کے ساتھ وطن کو چلے تو یہ سفر پابادہ تھا۔ چلتے چلتے جب وادی طوی میں پہنچے تو رات ہو گئی۔ سردی کڑا لگنے کی پڑ رہی تھی، انہی راستہ تھا سمجھ میں نہ آتا تھا کہ کدھر جائیں کہ دوسرے ایک درخت سے خشک چلتے نظر آتے تھے کچھ ضرور یہاں کوئی بستی ہوگی جس میں روشنی کے لیے یہ آگ ہلائی ہے۔ لیکن کو ایک درخت کے نیچے جھاکر کہا کہ تم لوگ یہیں بیٹھو رہو میں جاتا ہوں، قریب کوئی بستی ہوگی تو وہاں راستہ کا پتہ بھی چلاؤں گا اور تمہارے لیے آگ کا ایک انکار بھی لیتا آؤں گا تا کہ تم لوگ یہاں آگ روشن کر کے تاپو۔ یہ کہہ کر وہاں سے چل دیئے۔

فَلَمَّا جَاءَهَا نُودِيَ أَنْ بُورِكَ مَنْ فِي النَّارِ وَمَنْ حَوْلَهَا وَسُبْحَانَ

اللَّهُ رَبُّ الْعَالَمِينَ ۝ يُمُوسَى إِنَّهُ أَنَا اللَّهُ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۝
وَأَلْقِ عَصَاكَ فَلَمَّا رَآهَا تَهْتَزُّ كَأَنَّهَا جَانٌّ وَلَّى مُدْبِرًا وَلَمْ يُعَقِّبْ
يُمُوسَى لَا تَخَفْ إِنِّي لَا يَخَافُ لَدَتِي الْمُرْسَلُونَ ۝ إِلَّا مَنْ ظَلَمَ ثُمَّ
بَدَّلْ حُسْنًا بَدَسُوءًا فَافِي غُفُورٍ رَحِيمٍ ۝ وَأَدْخِلْ يَدَكَ فِي
جَيْبِكَ تَخْرُجْ بَيْضًا مِمَّنْ غَيْرِ سَوِيٍّ فِي تَسْمِ آيَاتِ الْفُرْعُونَ
وَقَوْمِهِمْ إِنَّهُمْ كَانُوا قَوْمًا فَاسِقِينَ ۝

جب موسیٰ وہاں پہنچے تو نہ آئی کہ مبارک ہے وہ جو اس آگ میں (تجلی دکھاتا ہے) اور جو اس کے گرد
ہے اور وہ خدا سے جہان کا پالنے والا ہے۔ پاک و پاکیزہ ہے (ہر عیب سے پاک ہے) اے موسیٰ
میں اللہ ہوں سب سے زبردست حکمت والا۔ اپنا عصا تو زمین پر ڈالو۔ جب موسیٰ نے اس کو دیکھا کہ
اس طرح لہرا رہا ہے گویا وہ زندہ اڑ رہا ہے تو پچھلے پاؤں بھاگ چلے اور پیچھے مڑ کر بھی نہ دیکھا (ہم نے
کہا) اے موسیٰ ڈرو نہیں۔ میرے پاس یوسف لوگ ڈرا نہیں کرتے مگر جو شخص گناہ کرے پھر گناہ کے بعد
اُسے توبہ سے بدلے میں توبہ بخشنے والا مہربان ہوں اور (ہاں ذرا) اپنا ہاتھ گریباں میں تو ڈالو،
وہ سفید براق ہو کر بے عیب نکل آئے گا۔ یہ دو معجزے منجملہ نو معجزوں کے ہیں (جو تم کو ملیں گے)
فرعون اور اس کی قوم کے پاس جاؤ کیونکہ وہ بدکار لوگ ہیں۔

جب موسیٰ اس درخت کے پاس گئے جس سے آگ بھڑک رہی تھی اور اس کے ارد گرد کارفرہ روشن ہو رہا
تھا۔ تو عجیب بات یہ دیکھی کہ وہ درخت نہ تو جل رہا تھا نہ اس سے دھواں نکل رہا تھا۔ وہ ایسی طرح ہل رہا تھا۔ اس
درخت سے آواز آ رہی تھی۔ یہاں ایسے واقعہ کا پیش آنا انسان کے اندر انتہائی اضطراب پیدا کر دینے کا باعث ہونا
چاہیے تھا کہ اس کے حواس عام لوگوں سے جدا ہوتے ہیں ان کا اندر وہ قوت ہوتی ہے جو عام لوگوں میں نہیں
پائی جاتی۔ موسیٰ سمجھ گئے کہ یہ کڑی شیطان کی ہے نہ کسی جہنمی کی۔ نہ یہ ان کے حواس کے اختلال کا باعث ہے۔ بلکہ یہ

یا تو خدا کی آواز یا اس کے فرشتے کی۔ تاہم ایک قسم کا اضطراب تو لائق ہوا ہی۔ ایک انسان کا خدا کی طرف یا فرشتہ کی آواز
معمولی بات نہ تھی۔ ایک نئی آواز آج کالوں میں پڑی تھی۔ خدائے بہت جلد یہ کہہ کر ان کی پریشانی کو دودھ کر دیا، میں اللہ
ہوں جو سب پر غالب اور حکمت والا ہے۔ تم اپنا عصا زمین پر ڈالو۔ عصا کا زمین پر ڈالنا خدا کو وہ اثر دے کی صورت
میں دوڑنے لگا۔ انسانی فطرت ہے کہ ایسی موزی اور خطرناک چیزوں کو دیکھ کر بھاگتا ہے چنانچہ موسیٰ بھی بھاگے اور دل
پر اتنی دہشت تھی کہ پیچھے پھر کر بھی نہ دیکھا۔

خدائے یہ حال دیکھ کر ڈرایا موسیٰ ڈرو نہیں۔ ہمارے پاس آنے والے رسول خدا نہیں کرتے ان اگر کسی سے نرک والی
ہو جائے تو قور کے بعد ہم بخش دیتے ہیں۔ نرک اولیٰ کھانا نہیں بلکہ ترک احتیاط کا نام ہے۔ اب بات سمجھ میں آئی کہ میں رسول
بنایا جا رہا ہوں۔ اس کے بعد دہشت مٹ گئی۔ پھر آواز آئی اے موسیٰ، ذرا اپنے گریباں میں ہاتھ ڈالو۔ ڈال کر نکالا تو
تو سوچ کی طرح چمکد اٹھا۔ سفید براق ہو کر بے عیب برقی ہو کر سفید نہ تھا جو برقی کی باری سے پیدا ہوتا ہے اس کے
بعد آواز آئی موسیٰ جو نو معجزات میں تم کو آگے چل کر سینے والے ہیں ان میں سے دو یہ ہیں۔ تم فرعون اور اس کی قوم کے پاس
جاؤ یہ لوگ بڑے بدکار ہو گئے ہیں۔

خدا کی دین کا موطن سے پوچھتے احوال کرنا گئے کو جائیں پیمبری مل جائے
خدا صاحب جسم نہیں کہ اس طرح کلام کرے جیسے ہم زبان سے کرتے ہیں بلکہ وہ اپنی کسی مخلوق میں کلام پیدا کر دیتا
ہے۔ ذرا انداز کلام کو دیکھو اور دھار کرو۔

نہایت سادہ طریق اختیار کیا گیا ہے کہ دینی کاموں میں ہر راستہ معمول گئے ہیں۔ انہیں آگ کی ضرورت ہے
ناگہ خود بھی تپیں اور ان کے اہل و عیال بھی۔ اس حالت میں ان کو توجہ کرنے کے لیے اس سے بہتر طریقہ کیا ہو سکتا تھا
کہ انہیں جاتی ہوئی کوئی شے دکھائی جائے تاکہ وہ کس مقام تک بخوشی خاطر چلے آئیں جہاں ان سے بات کرنی مقصود ہے
جبکہ آجائے ہیں تو وہاں بجائے مار کے ٹور کو جلوا دیکھتے ہیں۔ اگر آگ مل جاتی تو موسیٰ اُسے لے کر چلتے جاتے۔ جب
آگ دہلی تو اب عالم غربت میں بگڑے ہوئے ہیں اور دہشت مل پر چھائی ہوئی ہے کہ میں یہ کیا دیکھ رہا ہوں۔ ایسی
صورت میں جڑی درم آواز سے کوئی بات کہنے کی ضرورت تھی، لہذا یوں کہا گیا میں اللہ ہوں۔ یہی اس خیال سے کہ موسیٰ کے
دل میں یہ بات نہ آئے کہ کوئی شیطان یا جہنم تو ایسا نہیں کہہ رہا، ان کے عصا کو سانپ بنادیا اور جب وہ ڈرے تو
جو اصل بات تھی ان سے کہہ دی کہ تم ہمارے رسول آج سے قرار پائے۔ اب موسیٰ کی جہوں کی آگ میں اللہ سے باتیں کر رہا ہوں
اور میں رسول بنایا گیا ہوں۔ جب خوف و ہراس دور ہوا۔ سبحان اللہ کیسا عجیب وقت تھا کہ ایک بندہ سے اس کا خالق اور
مہود کلام کر رہا تھا۔ اس کے بعد خدا نے یہ بھی واضح کر دیا کہ نہیں ہدایت کے لیے فرعون کے پاس جانا ہے۔ پس پسند
لفظوں میں سب کچھ معلوم ہو گیا۔ معجزات بھی مل گئے رسالت بھی مل گئی اور جو کام لینا تھا اس کا اظہار بھی کر دیا گیا۔

قرآن میں کہیں ان کو خدا کا نام نہ لیا گیا ہے کہیں سائب۔ مفسر نے لکھا ہے کہ وہ صورت میں تو اڑ رہا تھا لیکن
جال میں سائب بیسیا تیز چلنا ہوا تھا۔ بعض نے لکھا ہے کہ کسی تو سائب کی شکل اختیار کر لیتا تھا جسے اڑ دے گی کہتے ہیں

وادی طور میں وہ مقام اب تک موجود ہے اور سربز و شاداب ہے وہاں یہودی متراض لوگوں کے لیے ایک غافہ بنی ہوئی ہے۔ وہاں اس مقام کو دیکھنے کے لیے دور دور سے آتے ہیں۔ وادعہ اطم البصواب۔

فَمَا جَاءَ تَهُمَ آيَتُنَا مُبْصِرَةً قَالُوا هَذَا سِحْرٌ مُبِينٌ ۝ وَجَحَدُوا بِهَا وَاسْتَيْقَنَتْهُمَا أَنْفُسُهُمْ ظُلْمًا وَعُلُوًّا فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِينَ ۝ وَلَقَدْ آتَيْنَا دَاوُدَ وَسُلَيْمَانَ عِلْمًا وَقَالَا الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي فَضَّلَنَا عَلَى كَثِيرٍ مِّنْ عِبَادِهِ الْمُؤْمِنِينَ ۝ وَوَرِثَ سُلَيْمَانُ دَاوُدَ وَقَالَ يَا أَيُّهَا النَّاسُ عُلِمْنَا مَنَطِقَ الطَّلِيرِ وَأَوْتَيْنَا مِنْ كُلِّ شَيْءٍ إِنَّ هَذَا لَهُوَ الْفَضْلُ الْمُبِينُ ۝

جب ہماری آنکھیں کھول دینے والی نشانیاں ان کے پاس آئیں تو کہنے لگے یہ تو کھلا بادو ہے باوجودیکہ ان کے دل کو معجزات کا یقین تھا پھر بھی سرکشی اور تکبر کی وجہ سے ان لوگوں نے نہ مانا۔ تو اے رسول دیکھو ان مفسدوں کا انجام کیا ہوا اور ہم نے داؤد و سلیمان کو علم عطا کیا۔ (غوش ہو کر) ان دونوں نے کہا شکر ہے اس خدا کا جس نے ہمیں اپنے بہت سے ایماندار بندوں پر فضیلت دی اور (علم جائداً و منقولاً غیر منقولہ سب میں) سلیمان و داؤد کے وارث ہوئے اور انہوں نے کہا لوگو ہم کو (خدا کے فضل سے) پزندوں کی بولی بھی سکھائی گئی ہے اور ہمیں (دنیا کی) ہر چیز عطا کی گئی ہے۔ یہ خدا کا صریح فضل و کرم ہے۔

موجود نشانیاں (عصا کا سانپ بننا اور ہر بیضا) حضرت موسیٰ، فرعون اور اس کی قوم کے پاس لے کر آئے تھے۔ ان کو ان کے دل نہ مان گئے تھے کہ یہ غیر معمولی قوت ہے لیکن چونکہ ان کی کسر سرکشی پر بندھی ہوئی تھی اس لیے انکار کر دیا اور کہنے لگے یہ تو کھلا بادو ہے۔ فرعون کے زنا میں مصر میں بادو کا بڑا زور تھا۔ لہذا بادو سب کو سمجھنے اور یقین کرنے کے ان کی قوتوں نے بھی منجھل کیا کہ یہ بادو ہے۔ آخر اس بے عقلی اور فساد پر کار لے کر انہیں کو بھگتنا پڑا۔ یہاں سے حضرت داؤد اور سلیمان کا قصہ شروع ہوتا ہے :

ہم نے داؤد کو زبردستی بنائے گا اور سلیمان کو پرندوں کی بولی کا علم عطا کیا تو وہ غوش ہو کر کہنے لگے۔ خدا کا شکر ہے اس نے ہمیں اپنے مومن بندوں پر فضیلت دی۔ یوں تو تمام انبیاء و مرسلین کو خدا کی طرف سے علم ہوتا ہے کوئی نبی جاہل پیدا نہیں ہوتا مگر بعض نساہد کو جو خصوصی علم بھی دینے جاتے ہیں جیسے حضرت داؤد کو زورہ بنانے کا علم دیا گیا تھا اور حضرت سلیمان کو پرندوں کی بولیاں سمجھنے کا۔ حضرت عیسیٰ کو باطنی علم اور حضرت ہوش کو علم تعمیر و خراب۔

یوں تو ہر شے اپنے باپ کا وارث ہوتا ہے لیکن یہاں خصوصیت سے حضرت سلیمان کے وارثت پر پلنے کا ذکر ہے۔ یعنی مادی اور روحانی دونوں قسم کی وراثتیں جناب سلیمان کو حضرت داؤد سے ملیں۔ وہ صاحبِ حکمت بھی ہوئے اور سلطنت داؤد بھی بطور ورثہ ملی۔ اس سے پرستار مل جڑا کر انبیاء میں وراثت کا سلسلہ جاری تھا۔ یہی وہ آیت ہے جس کو تیسرے انسانا الملعین جناب فاطمہ الزہراء نے اپنے دعویٰ کی تائید میں اس وقت پیش کیا تھا۔ سبب بعد رسول حکومت ہے قت نے ان کو فرعون سے محروم کر دیا تھا اور ایک تسلیم اسناد و حدیث اپنے دعویٰ کے ثبوت میں پیش کی تھی تھنّٰ عَمَّا شَرَّ الْاَوَّلِيْنَ يَا دَاوُدُ لَا تَوَدُّ وَلَا تَوَدُّتْ یعنی ہم گروہ انبیاء میں وراثت نہیں چاہتے نہ ہم کسی کے وارث ہوتے ہیں نہ کوئی ہمارا وارث ہوتا ہے۔ اگر انبیاء میں وراثت کا قانون جاری نہ تھا تو حضرت داؤد کی سلطنت کے انکسرت سلیمان کس قانون کی رو سے ہوئے اگر کہا جائے کہ مراد یہاں وراثت علمی ہے تو اولیٰ تو علم وراثت میں چلتا نہیں۔ دوسرے اگر چاہے ہی تو جو لوگ اپنے باپ کا علم و حکمت میں وارث ہو گیا وہ ہے کہ اس اعلیٰ قسم کی وراثت کا مالک وارث ہوتے ہوئے ادنیٰ قسم کی مادی وراثت سے محروم کر دیا جائے۔ مادی وراثت کا مالک تو ایسے ہی شخص کو ہونا چاہیے جو ازل سے علم و حکمت اس کا صبیح معارف جانتا ہو اگر اولاد نسبتاً وراثت سے محروم کر دی جائے تو کس قصور کی بنا پر ان کی غفلت پر یہ ظلم کیا جائے اور ان کی مصاشی حیثیت پر یہ کاری ضرب لگائی جائے۔ مثلاً اس محرومی میں کوئی جواز کی صورت پیدا نہیں ہوتی۔

بعض مفسرین نے کہا ہے کہ آیت فَوَسَّطْنَا سُلَيْمَانَ وَدَاوُدَ میں وراثت سے مراد علمی وراثت ہے نہ کہ مادی۔ نیز کہ حضرت داؤد کے تو بہت سے لڑکے تھے صرف حضرت سلیمان ہی اکیلے کیوں وارث ہو گئے۔ لہذا حدیث معاشرا لانبیاء سے جو نیل حضرت ابوبکر نے کیا تھا وہ صحیح تھا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ حقیقتاً علم میراث میں چلنے کی چیز نہیں، ورنہ ہر عالم کا بیٹا عالم ہوتا اور ہر حکیم کا بیٹا حکیم۔ حالانکہ ایسا نہیں ہے۔ اگر کسی عالم کا بیٹا عالم ہوتا ہے تو وہ علم کو حاصل کر کے ہوتا ہے نہ کہ بطور میراث اس کو علم ہوتا ہے۔ اگر مراد علم بالمیراث لیا جائے تو کیا وجہ ہے کہ حضرت داؤد کی ساری اولاد میں میراث نہ چلی۔ خدا نے سلیمان ہی کو کیوں مخصوص کیا۔

اب رہا وراثت مادی کا معاملہ تو مانا کہ حضرت داؤد کے کئی فرزند تھے اور میراث ان سب ہی میں تقسیم ہونا چاہیے تھی نہ کہ صرف حضرت سلیمان کو ملتی۔ لیکن سوال یہ ہے کہ کئی اولاد میں ہر لڑکے سے حق وراثت کی نفی تو نہیں ہوتی۔ کم سے کم زیادہ وارث تو ہر حال وارث ہی رہتا ہے۔ اگر حضرت سلیمان بقدر اپنے حصہ کے وارث تھے تو اس بنا پر انبیاء میں وراثت کا سلسلہ تو ثابت ہو گیا۔ دوسرے یہ امر مسلم ہے کہ حضرت داؤد کی سلطنت کو تمام بیٹوں پر کیوں تقسیم کیا۔ چونکہ اس سلطنت پر نبوت کا سبب ہی تھا لہذا یہ وارث اس کی کوئی سزا جو مخصوص ہو۔ چونکہ حضرت داؤد کی اولاد میں صرف حضرت سلیمان

ہی مصمم تھے لہذا اسطغیت حضرت داؤدؑ بتوت کے سایہ میں صرف حضرت سلیمانؑ ہی کی نگرانی میں رہ سکتی تھی۔ ممکن ہے حضرت داؤدؑ کی بقیہ اولاد کو بھی ان کے ترکہ سے انقسم مکانات و باغات و اراضیات حصہ ملا ہو لیکن سلطنت کے متدار وہ نہیں ہو سکتے تھے۔ بہر حال نتیجہ یہ نکلا کہ انبیاء میں وراثت تھی اور حضرت سلیمانؑ حضرت داؤدؑ کے مالی وراثت تھے۔ جناب خاطر الزہر! حضرت رسولؐ خدا کی وادعوات تھیں۔ اس میراث میں ان کا کوئی شریک نہ تھا۔ وہ موصوف تھے۔ اگر حدیث ماساثر الانبیاء انہوں نے مٹنی ہوئی تو وہ ضرور اس کی تصدیق کرتیں۔ کبھی صدقہ کا انکار نہ کرتیں کیونکہ صدقہ آل محمد پر حرام ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ اگر مالی ترکہ حضرت سلیمانؑ کو نہیں ملا تھا تو یہ باپ کی سلطنت کے مالک کیسے ہو گئے۔ یہ سلطنت سب سے اولاد میں تقسیم نہ ہوئی اور اگر علم و حکمت کی وراثت مراد ہے تو اولاد داؤدؑ میں یہ تقسیم ہلا کر کیوں نہ ہوئی۔

ایک روایت ہے کہ حضرت داؤدؑ کے انیس بیٹے تھے ان میں سے زیادہ ذی علم حضرت سلیمانؑ تھے حضرت سلیمانؑ نے سو سال تک حکومت کی۔

اگر انبیاء میں میراث کا قانون نہ تھا تو حضرت عہد اللہ کی کنیز ام ایمن بطور میراث حضرت کے حصہ میں کیسے آتیں۔

وَحِشْرَ لِسُلَيْمَانَ جُنُودَهُ مِنَ الْجِنَّ وَالْإِنْسِ وَالطَّيْرِ فَهُمْ يُوزَعُونَ ﴿۱۷﴾
 حَتَّىٰ إِذَا أَتَوْا عَلَىٰ وَادِ النَّمْلِ قَالَتْ نَمْلَةٌ يَا أَيُّهَا النَّمْلُ ادْخُلُوا
 مَسَاكِنَكُمْ لَا يَحْطِمَنَّكُمْ سُلَيْمَانُ وَجُنُودُهُ وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ ﴿۱۸﴾
 فَتَبَسَّ ضَاحِكًا مِّنْ قَوْلِهَا وَقَالَ رَبِّ أَوْزِعْنِي أَنْ أَشْكُرَ
 نِعْمَتَكَ الَّتِي أَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَعَلَىٰ وَالِدَيَّ وَأَنْ أَعْمَلَ صَالِحًا
 تَرْضَاهُ وَأَدْخِلْنِي بِرَحْمَتِكَ فِي عِبَادِكَ الصَّالِحِينَ ﴿۱۹﴾ وَتَفَقَّدَ
 الطَّيْرَ فَقَالَ مَا لِيَ لَا أَرَى الْهَدْيَ هَذَا أَمْ كَانَ مِنَ الْغَائِبِينَ ﴿۲۰﴾
 لَا عَذِيبَ لَهُ عَذَابًا شَدِيدًا أَوْ لَا أَذْبَحْهُ أَوْ لِيَأْتِنِي بِلِسْطَيْنِ
 مُبِينَيْنِ ﴿۲۱﴾

اور سلیمان کے سامنے ان کے لشکر میں جن انسان اور پرندے جمع کیے جاتے تھے اور پورے ضبط سے رکھے جاتے تھے یہاں تک کہ وادی نمل سے گزر رہا ایک چوٹی نے (اپنی قوم سے) کہا کہ اے چوٹی! اپنے اپنے سوراخوں میں چلی جاؤ ایسا نہ ہو کہ سلیمان اور ان کا لشکر تمہیں کچل ڈالے اور تمہیں خبر بھی نہ ہو۔ اس کی بات سن کر حضرت سلیمان مسکرائے اور فرمایا اے میرے رب مجھے توفیق عطا فرما کہ میں تیری اس نعمت کا شکر ادا کروں جو تو نے مجھے اور میرے باپ کو عطا فرمائی ہے اور میں ایسے نیک عمل کروں جو تیری پسندیدگی کا باعث ہوں اور مجھے اپنی رحمت سے اپنے نیک بندوں میں داخل کر سلیمان نے پرندوں کے لشکر کی حاضری لی تو (پُر غائب تھا) فرمایا یہ کیا بات ہے کہ میں پُر کو نہیں دیکھ رہا۔ اگر وہ واقعی کہیں غائب ہو گیا ہے تو میں اُسے سخت سزا دوں گا یا میں اُسے ذبح کر ڈالوں گا یا وہ (اپنی بے گناہی کی) کوئی روشن دلیل بیان کرے۔

لشکر حضرت سلیمان کے متعلق مولانا خزان علی صاحب نے اپنے ترجمہ قرآن کے حاشیہ پر لکھا ہے:

"حضرت سلیمان کے لشکر کی تعداد تو معلوم نہیں لیکن ایک روایت ہے کہ آپ کا لشکر سو کوس میں رہتا تھا۔ پچیس کوس میں آدمی، پچیس کوس میں جنات، پچیس کوس میں پرند اور پچیس کوس میں موشی۔"

مفسر نے میں لشکر سلیمان کو انسان و جنات و طیور پر مشتمل بیان کیا گیا ہے جو پاؤں کا کہیں کوئی ذکر نہیں ہے۔

جنات کے متعلق بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ جنات سے مراد انسانوں سے علیحدہ کوئی مخلوق نہیں ہے بلکہ وہ انسان ہی ہیں جو بہت موٹے ناز سے قد اور اور کثرت طبعیت کے ہوتے تھے۔ لیکن یہ قرآنی حراست سے نکل ہوئی روگردانی ہے قرآن نے ما بہا جنات کو انسانوں سے الگ ایک نوع ظاہر کیا ہے۔ اگر دونوں ایک ہی نوع کے ہوتے تو جنات کا علیحدہ ذکر کیا جانا اور نہ یہ کہا جاتا کہ لِمُعْتَصِرِ الْجِنَّ وَالْإِنْسِ۔ ذیابئی الآءِزِیُّ تَحْتَ مَا ذَكَرَ بَابِ (سورہ جملہ) (دم و دونوں جن و انس) خدا کی کس کس نعمت کو جھٹلاؤ گے۔ شیطان کے متعلق کہا گیا کہ کَانَ مِنَ الْجِنَّ (۱۶۰-۱۶۱) (الہد) (وہ جنوں میں سے تھا)۔ انسان کی خلقت کے متعلق فرمایا گیا ہے کہ وہ مٹی سے پیدا کیا گیا ہے اور جن کے لیے کہا گیا ہے وہ نارس پیدا ہوا ہے۔ پس جب دونوں کی طینت جدا ہے تو ان کی نوع ایک کیسے ہو سکتی ہے۔ اگر دونوں ایک ہی نوع ہوتے تو دونوں کی شریعتی تکالیف بھی ایک ہی ہوتیں حالانکہ ایسا نہیں ہے۔

وادی نمل سے مراد چوٹیوں کا میدان ہے جہاں بہ کثرت چوٹیوں تھیں۔ جب حضرت سلیمان گھوڑے پر سوار ہو کر لشکر آدھے سے گزرتے تو ایک چوٹی نے جو ان کی سوار تھی اپنی قوم سے کہا، تم سب اپنے اپنے سوراخوں میں چلی جاؤ ایسا نہ ہو کہ سلیمان کا لشکر تمہیں کچل ڈالے۔

لوگوں کا کہنا ہے کہ چوٹی کی آواز نہیں ہوتی۔ لیکن حسب تصریح قرآنی ان کا بیان ثابت ہے۔ اگر اس کی آواز ہوا کی موجوں میں جذب ہو کر رہ جاتی ہو تو اس کے یہی معنی نہیں کہ اس کی آواز ہی نہیں ہوتی۔ یہ کہنا بھی غلط ہے کہ اول تو چوٹی کی آواز ہوتی ہی نہیں ادا کر ہوتی بھی ہو تو ایک کھلی وادی میں کیونکر ممکن تھا کہ وہ حضرت سلیمان کے کانوں تک پہنچ جاتی اور حضرت سلیمان اُسے سن کر بس چلے ان لوگوں نے اپنے ناقص حواس پر انہیں تیار نہ کیا کہ اس کو قیاس کر لیا ہے۔ حضرات انبیاء کے حواس ہلکے حواس سے جدا گانہ ہوتے ہیں۔ دیکھو حضرت ابراہیم نے جب حج کے لیے نکلا تو ان کی آواز اس انسان کے کانوں تک پہنچ گئی ہو کسی بھی نقطہ ارض پر پایا جاتا تھا بلکہ انی پتھوں نے بھی سن لی جو موسمِ مالدی تھے بلکہ ان طفلوں نے بھی جو صلب آباد میں تھے۔ اسی طرح حضرت ابراہیم نے زمین پر ہی سے حکومت سموات و الارض کا ممانہ کر لیا یہ حقیر معیشت نے ہوتے پیر جن پرست کو سیکڑوں میل دور سے منگوا لیا۔

الغرض جب چوٹی کی یہ آواز حضرت سلیمان کے کان میں پڑی تو آپ گھوڑے پر سے اتر پڑے اور اس چوٹی کو پا کر ابو بولی تھی۔ یہ سنی ایک نبی کی قوت بصارت کہ ایک نکلے میدان میں چوٹیوں کے دل کے اندر اسے پہچان کر کہہ لیا وہ آٹھ لکھ چوٹیوں میں امتیاز نہیں ہوتا۔ پھر بے شمار چوٹیوں کے اندر سے اُسے پہچان لیا کہ نبی کے سوا دوسرے سے ممکن ہی نہیں۔ آپ نے اُسے تعظیم پر رکھ لیا اور فرمایا: تو نے کیسے ہمارا کربلا کر نیرے لشکر کو نکل ڈالے گا۔ اُس نے کہا یا نبی اللہ اس تمام لشکر میں معصوم صرف آپ ہی ہیں باقی تو سب غیر معصوم ہیں اور غیر معصوم سے ہر امر ممکن ہے آپ نے جو چاہا تیری پوزیشن اس قوم میں کیا ہے۔ اُس نے کہا جو کچھ بھی ہو گا اس وقت تو میں آپ سے بہتر ہوں۔ آپ کی سواری ایک چوہا ہے اور میری سواری ایک نبی کا ہاتھ ہے۔ یہ سن کر حضرت سلیمان جبران رہ گئے۔

بعض مفتیوں نے تو اس روایت کو تسلیم نہیں کیا اور بالذات آمیزہ کہہ ہے۔ ہمیں اس کی تحقیق میں پڑنا ضروری نہیں لیکن اس امر سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ چوٹی کی آواز حضرت سلیمان نے خود ہی سنی اور اس سے بھی انکار نہیں کیا جاسکتا کہ ان کو ایسی قوتِ سماعت دی گئی جس پر انہوں نے خدا کی نعمتوں کا شکرا دیا اور ایسے اعمالِ صالحہ کے لیے دعا کی جو خدا کو راضی کرنے والے ہوں۔ یہ دعا بتا رہی ہے کہ حضرت سلیمان کو یہ خوف پیدا ہوا کہ اتنی نعمتوں کے بعد کہیں میرے اندر غرور و تکبر پیدا نہ ہو جائے اور میرا قدم ہادۂ اعتدال سے ہٹ نہ جائے۔ اس لیے دعا کی کہ میری عمل ہادۂ اعتدال سے ہٹا ہوا نہ ہو۔

اس کے بعد ایک دفعہ رافضیہ شروع ہوتا ہے۔ وہ یہ کہ بنیاب سلیمان کا تخت ہوا میں آڑا جاد ہوا اور آپ کے سر پر پردے سایہ کیے ہوئے تھے تو ایک گھٹ سے سوچ کی کرن آپ پر پڑی۔ آپ نے نظر اٹھا کر دیکھا تو ہڈ ہڈ کو اپنے مقام پر نہ پایا۔ فرمایا: یہ کیا بات ہے کہ ہڈ ہڈ میں اس کی جگہ پر نہیں پایا۔ کہیں چھپ گیا ہے یا یہاں سے کہیں اور چل دیا۔ اگر اپنی غیر ماضی کی کوئی مقبول دلیل پیش کی تو میں اسے سخت سزا دوں گا یا اسے ذبح کر ڈالوں گا مفتیوں نے کہا ہے اولاً اذ بحتہ میں لا نایہ ہے۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ہڈ ہڈ کے لیے اتنی سخت سزا کیوں تجویز کی گئی وہ کسی جہاد سے تو فرار نہیں کر گیا تھا کی

قتل کر کے تو ہمیں جہاد تھا۔ پھر ذبح سے اس کا کیا تعلق تھا۔ جواب یہ ہے کہ نبی کے حکم سے انحراف کسی صورت میں ہر زمانہ میں شرعاً مستوجبِ قتل بنا دیتا تھا۔ اطاعتِ رسول اطاعتِ مطلقہ ہے۔ کسی زمانہ میں کہیں نہ ہو اور کسی صورت میں کہیں نہ ہو۔

ہڈ ہڈ ایک چوٹی ہی چڑیا ہے اس کے چوں کا سایہ ہی کیا ہوگا۔ ایک نبی کا احساس تھا کہ ذرا سی خالی جگہ سے جو بحرِ بڑی تو فوراً اُور پر گناہ اُٹھ گئی اور پھر لیا کہ اس جگہ پر رہنا ہڈ ہڈ کی ڈیوٹی تھی۔ بغیر اجازت کے وہ اپنی ڈیوٹی پر سے غائب ہو کیوں گیا۔ خدا کی طرف سے انبیاء کا احترام یہ ہے کہ ان کی اجازت کے بغیر فوج کا کوئی فرد اپنی جگہ سے ہٹ نہیں سکتا۔

فَمَكَثَ غَيْرَ بَعِيدٍ فَقَالَ أَحَطْتُ بِمَا لَمْ تَحِطُ بِهِ وَجِئْتُكَ مِنْ سَبَإٍ بِنَبَاقَتَيْنِ ۖ ۲۱ ۚ إِنِّي وَجَدْتُ امْرَأَةً تَمْلِكُهُمْ وَأُوتِيَتْ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ وَلَهَا عَرْشٌ عَظِيمٌ ۖ ۲۲ ۚ وَجَدْتُهَا وَقَوْمَهَا يَسْجُدُونَ لِلشَّمْسِ مِنْ دُونِ اللَّهِ وَزَيْنُ لَهُمُ الشَّيْطَانُ أَعْمَالَهُمْ فَصَدَّهُمْ عَنِ السَّبِيلِ فَهُمْ لَا يَهْتَدُونَ ۖ ۲۳ ۚ أَلَا يَسْجُدُونَ لِلَّهِ الَّذِي يَخْرِجُ الْحَبَّ وَالنَّارَ فِي السَّمُوتِ وَالْأَرْضِ وَيَعْلَمُ مَا تُخْفُونَ وَمَا تُعْلِنُونَ ۖ ۲۴ ۚ اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ ۖ ۲۵ ۚ قَالَ سَنَنْظُرُ أَصَدَقْتَ أَمْ كُنْتَ مِنَ الْكَاذِبِينَ ۖ ۲۶ ۚ

غرض سلیمان نے تھوڑی دیر انتظار کیا (کہ ہڈ ہڈ آیا) عرض کی مجھے وہ بات معلوم ہوئی ہے جو اب تک حضور کو بھی معلوم نہیں۔ میں آپ کے پاس شہرِ سبأ سے ایک تحقیقی خبر لے کر آیا ہوں۔ میں نے وہاں ایک عورت کو دیکھا جو وہاں کے لوگوں پر سلطنت کرتی ہے اور اسے دنیا کی ہر شے عطا کی گئی ہے

اس کا ایک بھرت بڑا تخت ہے میں نے خود ملک کو اور اس کی قوم کو دیکھا کہ وہ (خدا کو چھوڑ کر) آفتاب
سجدہ کرتے ہیں اور شیطان نے ان کے کرتوتوں کو ان کی نظر میں اچھا کر دکھایا ہے اور ان کو رام و رست
سے روک رکھا ہے اور انہیں اتنی سی بات نہیں سمجھتی کہ وہ اس خدا ہی کو سجدہ کیوں نہیں کرتے جو آسمان
زمین کے پوشیدہ باتوں کو ظاہر کر دیتا ہے اور ہم لوگ جو چھپا کر یا ظاہر میں کرتے ہیں وہ ان سب باتوں
کو جانتا ہے۔ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ ہی تو بڑے عرش کا مالک ہے۔ سلیمان نے کہا (اچھا) ہم
بھی دیکھتے ہیں کہ تو نے سچ ہی بیان کیا ہے یا تو جھوٹا ہے۔

فہر سب اہل بیت سے تقریباً سو اسیل دور تھا جس پر حضرت سلیمان کے زمانہ میں یقین بنت خراہیل کی حکومت تھی۔
مکہ کا سلیمان جیسے علیل القدر بادشاہ سے یہ کہنا کہ میں وہ جانتا ہوں جس کا آپ کو علم نہیں بظاہر ایک گستاخانہ
کلام تھا لیکن جو کہ وہاں کے واقعات کو ہمہ چشم دید بیان کر رہا تھا اس لیے حضرت سلیمان خاموش رہے ورنہ
ان کو یہ معلوم تھا کہ شہر سب افلاں ہو چکا ہے اور افلاں قوم اس میں آیا ہے لیکن اس وقت کے جو حالات ان تک
نہیں پہنچے تھے، لہذا ان کو آنکھوں سے دیکھ کر آیا تھا۔ بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ حضرت سلیمان کو اس کا کلام
پتہ تھا لیکن یہ معلوم نہ تھا کہ وہ آفتاب پرست ہیں اور ان کی حکمران ایک عورت ہے یا اس کا تخت بہت بڑا ہے
ہم یہ بھی کہہ رہا تھا کہ یہ باتوں کا علم آپ کو نہیں وہ مجھے معلوم ہیں لیکن میں ہمہ چشم خود دیکھ کر آیا ہوں۔
مفسرین نے اَلَا يَسْجُدُ لِلَّهِ الَّذِي الْخَوَّبُ يُرْسِدُ فِيهِ كَلَامُ يَوْمٍ شَالٍ کر لیا ہے لیکن یہ غلط ہے
اس کا کلام لا یسجدون پر مستم ہو گیا۔ آگے ہو کر ہے وہ اللہ کا کلام ہے۔

جو خبر ہم نے بیان کی تھی اس کا پانچواں دوری تھا کہ سچ بیان کر رہا ہے یا جھوٹ۔
یقین کے تحت کے متعلق بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ یہ لمبائی چوڑائی اور اونچائی میں تیس تیس گز تھا۔ جا بجا
قیس جواہرات بڑے ہوئے تھے اس کے اوپر کے حصے میں سات خانے تھے جن میں بڑے بڑے موتی لگتے تھے۔ اس کے
جاؤں پائے یا وقت و زمرہ و پھر راج و موتی کے تھے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

اِذْ هَبْ بَكِيَّتِي هَذَا فَالِقَهُ اِلَيْهِمْ ثُمَّ تَوَلَّ عَنْهُمْ فَانْظُرْ مَاذَا
يَرْجِعُونَ ﴿۳۸﴾ قَالَتْ يَا أَيُّهَا الْمَلَأُوْا اِلَى اَلْقِي اِلَى كِتَابٍ كَرِيْمٍ ﴿۳۹﴾ اِنَّهُ
مِنْ سُلَيْمٰنَ وَاِنَّهُ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ﴿۴۰﴾ اَلَا تَقْلُوْا عَلٰى
وَاَنْتُوْنِ مُسْلِمِيْنَ ﴿۴۱﴾ قَالَتْ يَا أَيُّهَا الْمَلَأُوْا اَفْتَنُوْنِيْ فِيْ اَمْرِيْ ۚ

مَا كُنْتُ فَاِطْعَمَةً اِمْرَاَتٍ تَشْهَدُوْنَ ﴿۳۷﴾

(حضرت سلیمان نے کہا) میرے غلطے جا اور ان کے پاس ڈال کر پھر ان کے پاس سے ہٹ جانا۔ پھر
دیکھتے رہنا کہ آخر وہ کیا جواب دیتے ہیں۔ (جب خط یقین کو ملتا تو) اس نے کہا اے میرے سردار، ایک
واجب الاحترام خط میرے پاس ڈالا گیا ہے (جس میں لکھا ہے) یہ خط سلیمان کی طرف سے ہے (اس کا
مترجم ہے) بسم اللہ الرحمن الرحیم (مضمون یہ ہے) مجھ سے سرکشی نہ کرو اور میرے سامنے فرمانبردار بن کر
حاضر ہو جاؤ۔ اس نے کہا، اے میرے سردار، اس معاملہ میں اپنی رائے مجھ پر ظاہر کرو (کیونکہ میرا
قاعدہ ہے کہ) جب تک تم میرے سامنے موجود ہو (اور اپنی رائے نہ دو) میں کسی امر کا (بطور خود)
فیصلہ نہیں کیا کرتی۔

یقین جبکہ عجب خواب تھی یہ خط ہم نے ایک روشن دان سے محل کے اندر داخل ہو کر اس کے سینہ پر رکھ دیا جو
بیدار ہوتی اور خط کو سینہ پر رکھا دیکھا تو مست پریشان ہوئی کہ یہ کہاں سے آگیا۔ کھولا اور مضمون خط سے آگاہ ہوئی، تو
اپنے درباروں کو بلا کر کہا، ایسا ایسا خط میرے پاس آیا ہے معلوم ہوتا ہے کسی عظیم الشان بادشاہ کا خط ہے کیونکہ اس کی
عظمت کا ایک نشان تو یہی ہے کہ پندے اس کے تابع فرمان ہیں۔ دوسرے اس کی عظمت کا میرے دل پر
بڑا گہرا اثر پڑا ہے۔

حضرت سلیمان کی سلطنت کا زمانہ تقریباً چار ہزار سال قبل مسیح تھا۔ اس وقت بھی کسی تحریر یا تقریر کا آئینہ
بسم اللہ الرحمن الرحیم سے کیا جاتا تھا۔ یعنی اس وقت کی زبان میں بھی عربی کے یہ الفاظ پاک پرستور بولے جاتے تھے۔ اس
بسم اللہ کا اثر تھا کہ حضرت سلیمان کے خط سے یقین خوفزدہ ہو گئی۔ حضرت سلیمان کا خط بہت مختصر تھا یعنی کل دو باتیں
تھیں ایک یہ کہ سرکشی اختیار نہ کرو۔ دوسرے یہ کہ چپ چاپ فرمانبردار بن کر چل آؤ۔

قَالُوْا خُنْ اَوْ لَوْ قُوَّةٌ وَّ اُولُوْا اَبَاسٍ شَدِيْدَةٌ وَّ اَلَا مَرْ اِلَيْكَ فَاَنْظُرِيْ
مَاذَا تَاْمُرِيْنَ ﴿۴۲﴾ قَالَتْ اِنَّ الْمُلُوْكَ اِذَا دَخَلُوْا قَرْيَةً اَفْسَدُوْهَا وَ
جَعَلُوْا اَعْرَآةً اَهْلِهَا اِذْ لَمْ يَكُنْ لَهَا دُوْلَةٌ وَّ كَذٰلِكَ يَفْعَلُوْنَ ﴿۴۳﴾ وَاِتٰى مُّرْسَلَةٌ
اِلَيْهِمْ بِهَدِيَّةٍ فَنَظَرُوْهُ بِعَيْنٍ مَّرْسُوْلَةٍ ﴿۴۴﴾

سرواروں نے کہا ہم بڑے زوردار اور لڑاکا لوگ ہیں (ہم اس سے مقابلہ کرنے کو تیار ہیں) آگے ہر امر کا آپ کو اختیار ہے (آپ جو حکم دیں) اس کے انجام پر آپ خود ہی غور کر لیں۔ بقیں نے کہا بادشاہوں کا یہ قاعدہ ہے کہ جب فاتحانہ انداز سے کسی بستی میں داخل ہوتے ہیں تو اس کے عزت دار باشندوں کو ذلیل کرتے ہیں اس کو تباہ و برباد کر دیتے ہیں اور یہی کیا کرتے ہیں۔ میں ان کے پاس کچھ نکتے بھیج رہی ہوں اور دیکھتی ہوں کہ انہی لوگ کیا جواب لاتے ہیں۔

بعض سے منسوب ہے کہ جو نکتے بھیجے تھے وہ یہ تھے:

خصوصی صورت غلام زنا رہا لباس میں، طلائی زین و زینوں اور قیمتی لباس سے آراستہ پانسو نوڈیاں مروانہ لباس میں، سنہری بڑاؤ زین کے گھوڑے پر سوار، ایک ہزار سونے چاندی کی اینٹیں، ایک ہزار عربی گھوڑے بڑاؤ زین کے۔ ان کے ساتھ ایک بڑاؤ آج اور ناسفہ میزبوں کے ڈبے تھے۔ یہ سب سامان مندرجہ عمر کے ساتھ روانہ کیا گیا۔ امتحان یہ تھا کہ اگر دہریہ بادشاہ ہیں تو سونے لیں گے ورنہ واپس کر دیں گے۔ اور یہ بھی پہچان لیں گے کہ لوثی کون ہے اور غلام کون اور ناسفہ میزبوں میں سے کسی ایسی چیز سے سوراخ کرا دیں گے جو نزع جن و انس سے نہ ہوگی۔

اگرچہ ان لوگوں کے پیشینہ سے پہلے ہی اگر حضرت سلیمان کو خبر کر دی کہ بڑا سامان آ رہا ہے تو آپ نے بھی اپنے دربار کی آراستگی کا حکم کیا اور وہ یوں تیار ہوا کہ سات کوس کے طولانی میدان میں چاندی سولے کی اینٹیں بھیجیں اور رخ مونی اور یاوت کا جہاز اور فرش بچھا۔ اعلیٰ گھوڑے مختلف رنگوں کے بڑاؤ زین سے سجے ہوئے منگائے گئے۔ جو دن مندر کے آنے کا تھا اس دن سچ میں تخت شاہی رکھا گیا۔ اس پر چار ہزار طلائی و نقری کوسیاں بچھائی گئیں۔ ورنہ وہ طلا ان پر بٹھائے گئے۔ سب سے آگے آدمی ان کے بعد دیو پھر درندوں اور چوہاؤں کے لشکر صفت بہ صفت کھڑے ہوئے پھر ہندو نے اپنے پرش کا سایہ کیا۔ غرض اس شان سے حضرت سلیمان جلوہ فرما ہوئے۔ جب مندر آیا تو یہ سالانہ کیونکر اپنے تھنوں پر تخت نام نہا۔ پھر آپ نے سب سوالوں کے جواب دیے۔ دیکھ سے موتی میں سوراخ کرا لیا۔ نوڈیوں اور غلاموں کو پہچانا اور سب نکتے واپس کر دیے۔

اوپر کی دو فوں روایتیں مبالغہ آمیزی کے ساتھ کہی گئی ہیں۔ حضرت سلیمان اگرچہ بادشاہ تھے مگر اس کے ساتھ بھی تھے۔ ان کی بادشاہت نبوت کے سایہ میں جلوہ غامقی۔ انہوں نے جو خط بقیں کو کھیا تھا اس سے مقصد اس کے مسلمان بنانا تھا نہ کہ اپنی بادشاہت کا زور دکھانا۔ اگر بادشاہت کا طریقہ دکھانا ہوتا تو جو خط عادیہ طریقہ سے بھیجا گیا تھا وہ بڑے شامٹا ہٹ کے ساتھ بھیجا ہوتا مگر انہوں نے ایسا نہ کیا ایک دہ پرچہ پر دو لفظ لکھ کر کہہ دی کی چوٹی میں شے تھے۔ اس مادہ خط کا جو نبوت کی شان لیے ہوئے تھا بقیں کے دل پر گہرا اثر ہوا۔ پس اس طرح اگر بقیں نے نکتے بھیجے تھے تو انہیں اپنی شان دکھانی تھی نہ کہ سات کوس تک سونے چاندی کے بڑاؤ فرش پر چار ہزار نقری و طلائی کوسیاں بچھانے کی۔ کیا بقیں کے وفد کو کوسوں میں کرنا مقصود تھا یا صرف اپنے دربار کی شان دکھانی تھی۔ ایک نبی ایسی باتوں کو

پہنہ نہیں کر سکتا۔ تاریخ اسلام میں یہ واقعہ ہماری نظر کے سامنے آتا ہے کہ بادشاہ روم کا وفد ذوق برق لباس میں جب مدینہ منورہ آیا اور اس کی پیشی سرکار دو عالم کے سامنے ہوئی تو آپ اس وقت زمین پر سجائے کے میں میں بیٹھے ہوئے تھے اس سادگی کا یہ اثر ہوا کہ وہ سب سلمان ہو گئے اور اس کا اقرار کیا کہ خدا کے اور بندوں کے بنائے ہوئے بادشاہوں میں بڑا فرق ہوتا ہے۔

مذکور بالا واقعات افسانہ نویسوں کے خود سامنے واقعات ہیں جن کی حقیقت سے کوئی قلعہ نہیں

فَلَمَّا جَاءَ سُلَيْمَنُ قَالَ اَتَمَدُّوْنِي بِمَالٍ فَمَا اَتَيْنِ اللّٰهُ خَيْرًا مِّمَّا اَتَيْتُكُمْ ۚ بَلْ اَنْتُمْ بِهَدْيِكُمْ تَفْرَحُوْنَ ﴿۳۶﴾ اَرْجِعْ اِلَيْهِمْ فَلَنَا تِيْتَهُمْ بِجُنُودٍ اَقْبَلْ لَهُمْ بِهَا وَلَنُخْرِجَنَّهُمْ مِنْهَا اِذْ لَآ وَهُمْ طٰغُرُوْنَ ﴿۳۷﴾ قَالَ يَا اَيُّهَا الْمَلَاُ اَيُّكُمْ يَاتِنِي بِعَرِّهَا قَبْلَ اَنْ يَّاتُوْنِي مُسْلِمِيْنَ ﴿۳۸﴾ قَالَ عَفْرَيْتُ مِنَ الْجِنِّ اَنَا اَتِيكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ تَقُوْمَ مِنْ مَّقَامِكَ ۚ وَاِنِّي عَلَيْهِ لَقَوِيْ اٰمِيْنَ ﴿۳۹﴾ قَالَ الَّذِيْ عِنْدَهُ عِلْمٌ مِّنَ الْكِتٰبِ اَنَا اَتِيكَ بِهَا قَبْلَ اَنْ يَّزِيْتَدَّ اِلَيْكَ طَرْفُكَ ۚ فَلَمَّا رَاَهُ مُسْتَقِرًّا عِنْدَهُ قَالَ هٰذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّيْ لَتَبْلُوْنِيْ ؕ اَشْكُرُ اَمْ اَكْفُرُ ۚ وَمَنْ شَكَرَ فَاَزِدْنَا مِنْ شُكْرِهٖ ۚ وَمَنْ كَفَرَ فَاَنْزِلْنَا غَنِيَّ كَرِيْمٌ ﴿۴۰﴾

جب ہند سلیمان کے پاس آیا (اور تحفے پیش کیے) تو آپ نے فرمایا کیا تم مجھے مال میں مددینے کے لئے

جو کچھ مجھے اللہ نے دیا ہے وہ اس سے کہیں زیادہ ہے جو تم لائے ہو۔ ان اپنے تمھوں سے تم لوگ ہی خوش رہا کرو۔ تم ان کے پاس پلٹ کر جاؤ (اور کہہ دینا) ہم ایسا شکر لے کر آئے ہیں جس کا ان سے مقابلہ ہونہ سکے گا۔ ہم شہر سے ان کو ذلیل و خوار کر کے نکال دیں گے اور وہ رسوا ہوں گے (اس کے بعد) آپ نے اپنے دیباہیوں سے فرمایا، تم میں کون ایسا ہے کہ یقیں کا سخت اس سے پہلے اٹھالائے کہ وہ میرے پاس فرما کر دار بن کر آئے۔ گروہ جن میں سے ایک بولے کہا، آپ کے دربار برخواست کرنے سے پہلے میں اسے لا کر حاضر کر دوں گا۔ اور یقیناً میں اس پر قابو رکھتا ہوں اور ذمہ دار ہوں۔ جس کے پاس کتاب خدا کا تعویذ اسلم تھا (أصف بر بنیاد وزیر سلیمان) اُس نے کہا میں آپ کی پاک چھیننے سے پہلے لائے دیتا ہوں جب حضرت سلیمان نے اس کو اپنے سامنے رکھا تو فرمایا، یہ میرے رب کا فضل ہے تاکہ مجھے آزمائے کہ آیا میں شکر بجالاتا ہوں یا کفر اختیار کرتا ہوں اور جو شکر گزار ہوگا وہ اپنی ذات کے لیے ہوگا اور جو کفر کرے گا تو میرا رب بے پروا ہے اور بخلی ہے۔

جب کہ یقیں کا وہ شہر سب میں پہنچا اور حکم سے حضرت سلیمان کے حالات بیان کیے تو وہ سمجھ گئی کہ یہ صرف بادشاہ ہی نہیں ہیں بلکہ یقیں خدا کے قائم ہو چکی ہیں۔ لہذا اس نے حضرت سلیمان کے لشکر مجھے سے پہلے ہی سے اپنے تمام لاؤشکر اور ساز و سامان کے دروازے کو کھلیا تاکہ بیت المقدس میں خود حضرت سلیمان کے سامنے جا کر اپنے اسلام کو ظاہر کرے۔ اسی بیت المقدس سے فاصلہ پر تھی کہ حضرت سلیمان نے اپنے درباریوں سے اس کے تخت کو اٹھالانے کے لیے فرمایا۔

بعض تفسیری کا خیال ہے کہ حضرت سلیمان اس تخت کو اپنے قبضہ میں لینا چاہتے تھے اگر وہ آجاتی تو پھر ان کو اس کے لینے کا کوئی حق نہ رہتا کیونکہ وہ مسلمان ہو جاتی۔ سلام لانے سے پہلے کا وہ کے مال پر ان کو قبضہ کر لینے کا حق تھا۔ لاجل ملاوۃ ایک نبی کے دل میں ایسا حیرانہ خیال بھی نہیں آسکتا تھا۔ اُن کے پاس کیا کیا تھا جو تخت کا لالچ کرتے بلکہ وہ یقیں کو نبوت کا مجرہ دکھانا چاہتے تھے تاکہ خدا کی قدرت کا ایک گہرا نقش اس کے دل پر بیٹھ جائے جس شخص نے کہا تھا کہ میں طوفان میں ہوں مگر کوئی منع تخت حاضر کیے دیتا ہوں وہ حضرت سلیمان کے وزیر اصف بن برخیا تھے جن کو حضرت سلیمان نے اس قسم کے حکم کی تعلیم دی تھی اور کتاب خدا کا کچھ علم ہی رکھتے تھے اس لیے ان کے امداد و قوت پیدا ہو گئی تھی وہ ان کے اشارہ کرتے ہی زمین ہلکتی آتی اور تخت ان کے سامنے رکھا گیا۔

آیت میں علم من الکتاب ہے لیکن کتاب کے بعض حصوں کا ان کو علم تھا جو کتب کا نہیں من الکتاب ہے جس کے معنی میں ہے کہ جس کو ان کا ذکر کرتا ہے اس شخص کی طاقت اور قوت اور تصرف فی العالم کا جس کے پاس پوری کتاب کا علم ہو۔ آیہ فَلَئِنْ كُنْتُمْ بِاللَّهِ شَهِيدًا لِّبَيْنِي وَبَيْنَكُمْ وَمَنْ عِنْدَهُ جَلَّةُ الْكِتَابِ (۱۳۳-۱۳۴) (تفسیر)

(دوسرے) تم کہہ کر میرے اور تمھارے درمیان گواہی کو ایک قوالہ کافی ہے دوسرا وہ شخص جس کے پاس کل کتاب کا علم ہے۔ متعجب مت ہوں گے کہ کچھ اس سے مراد عبد اللہ بن سلام ہیں جو یہودی سے سلمان ہوئے تھے اور جو کتاب قوریت کے عالم تھے۔ لیکن یہ صحیح نہیں کیونکہ یہ سورہ کی آیت ہے اور عبد اللہ بن سلام مدینہ میں اسلام لائے تھے۔ دوسرے گواہی تو اس شخص سے دلوائی گئی ہے جو قرآن کا علم رکھتا تھا تاکہ یہ تصدیق ہو کہ یہ کتاب خدا کی نازل کی ہوئی ہے نہ کہ ایک فاسق کی جو قرآن کی تعلیم سے ابھی واقف ہی نہ ہوا تھا۔ اگر کہا جائے کہ یہ بات مجھ میں نہیں آتی مگر وہ العین میں وہ تخت کیسے آگیا تو میں کہتا ہوں کہ جو عہد تو وہی ہوتا ہے جو کسی کی سمجھ میں نہ آئے۔ اگر سمجھ میں آجائے تو یہ وہ معجزہ ہی نہیں کیا ہو سکتا ہے کہ اس کا انڈیا بن جانا اور علی کا منی سے پروردگار آڈا دینا حضرت رسول خدا کے دست مبارک بر سنگریزوں کا بیج کرنا سمجھ میں آتا ہے؟ تو اس کے سمجھ میں نہ آنے سے کہوں بلایا جاتا ہے۔

جو لوگ جنات کو انسانوں ہی میں شمار کرتے ہیں وہ بتائیں کیا ایک انسان میں اتنی طاقت ہو سکتی ہے کہ وہ دونوں کو کے کہیں دیباہ برخواست ہونے سے پہلے تخت کو لا رکھوں گا۔ دربار زیادہ سے زیادہ دو تین گھنٹے میں برخواست ہو جاتا۔ یقیں کا دار السلطنت بیت المقدس سے ہزار ڈیڑھ ہزار میل دور تھا۔ کیا سوائے حق کے کسی انسان میں یہ طاقت ہو سکتی ہے کہ وہ ایک عظیم الشان تخت اتنی دور سے سر پر رکھ کر لے آئے اور اتنی جلد اٹھالائے۔

قَالَ نَكُرُوا لَهَا عَرْشَهَا نَنْظُرَ أَتَهْتَدِي أَمْ تَكُونُ مِنَ الَّذِينَ لَا يَهْتَدُونَ ۳۱ فَلَمَّا جَاءَتْ قِيلَ أَهَكَذَا عَرْشُكَ قَالَتْ كَأَنَّهُ هُوَ وَأَوْتَيْنَا الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِهَا وَكُنَّا مُسْلِمِينَ ۳۲ وَصَدَّهَا مَا كَانَتْ تَعْبُدُ مِنْ دُونِ اللَّهِ إِنَّهَا كَانَتْ مِنْ قَوْمٍ كَافِرِينَ ۳۳ قِيلَ لَهَا ادْخُلِي الصَّرْحَ فَلَمَّا رَأَتْهُ حَسِبَتْهُ لُجَّةً وَكَشَفَتْ عَنْ سَاقَيْهَا قَالَ إِنَّهُ صَرْحٌ مُّمَرَّدٌ مِنْ قَوَارِيرَ قَالَتْ رَبِّ إِنِّي ظَلَمْتُ نَفْسِي وَأَسْلَمْتُ مَعَ سُلَيْمَانَ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ۳۴

فرمایا اس کے تخت میں اس کی عقل کے امتحان کے لیے تیز کر دو تاکہ ہم سمجھ لیں کہ سمجھ رکھتی ہے یا ان لوگوں

میں سے ہے جو نہیں سمجھتے۔ جب یقیناً سلیمان کے پاس آئی تو پوچھا گیا کہ یہ تمہارا تخت و سیما ہی ہے اُس نے کہا گویا یہ وہی ہے۔ ہم کو تو پہلے ہی آپ کی نبوت کا علم ہو گیا تھا اور ہم تو آپ کے پہلے ہی فرمانبردار تھے۔ پس سلیمان نے جسے وہ پہلے پوچھتی تھی اُس کی عبادت سے روک دیا، کیونکہ وہ کافر قوم کی تھی۔ پھر اس سے کہا گیا کہ اب آپ محل میں چلیے۔ جب اُس نے محل میں شیشہ کا فرش دیکھا تو اُسے گہرا پانی سمجھا اور گرنے کے لیے اس طرح اپنے دونوں پانچے اٹھائے کہ دونوں پنڈلیاں کھول دیں حضرت سلیمان نے کہا (تم دروہنیں) یہ پانی نہیں ہے محل ہے جو شیٹوں سے منڈھا ہوا ہے۔ اُس نے کہا پروردگار! میں نے (سورج کو پوچھ کر) اپنے اوپر ظلم کیا تھا، اب میں سلیمان کے ساتھ سارے جہان کے پانچے واپس خدا پر ایمان لاتی ہوں۔

یقیناً کے آنے سے پہلے قوم جن کو یہ اندیشہ پیدا ہوا کہ اگر سلیمان نے اس سے شادی کر لی تو ایک عورت ہم پر حکومت کئے گی۔ لہذا انہوں نے مشہور کر دیا کہ وہ بے عقل ہے دوسرے طبقے کے بہتر پرکھنے والے کہ یہ وہی ایک بچہ کے بے بال ہیں۔ یہ عقیدہ تھا کہ حضرت سلیمان کا دل اس کی طرف سے ہل جائے۔ جب وہ انہی تو ان دونوں باتوں کا امتحان لینا ضروری ہو گیا۔ سب سے پہلے عقل کا امتحان کرنا تھا۔

ان آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ تخت یقیناً کے آگے سے پہلے دربار سلیمان میں پہنچ گیا تھا۔ اور اس کے آگے سے پہلے آپ نے تخت میں تبدیلی کا حکم دے دیا تھا۔ چنانچہ اس کے پہنچنے تک اس میں تبدیلی کوئی گئی تھی جب تک اُن تو تخت اُس کو دکھایا گیا۔ اُس نے کہا گویا یہ وہی ہے۔ اس طریقہ سے اس کی عقل کا امتحان ہو گیا۔ اب رہا انگوں پر بالوں کا امتحان تو اس کی تدبیر بھی پہلے سے کر لی گئی کہ شیشہ کے فرش کے نیچے پانی چھوڑ دیا گیا تھا اور روایت ہے اس میں مچھلیاں بھی ڈال دی گئی تھیں۔ جب وہ محل میں داخل ہوئی اور یہ سب دیکھا تو پانی خیال کر کے دونوں پانچے اٹھا لیے۔ حضرت سلیمان نے دیکھ لیا کہ دونوں پنڈلیاں صاف ہیں۔ چونکہ آپ ایک ناظم عورت کی پنڈلیاں کھول کر نہیں دیکھ سکتے تھے اس لیے یہ عمل کیا گیا۔ اس کے بعد حضرت سلیمان نے اس کے مسلمان ہونے کے بعد اس سے نکاح کر لیا۔ اور اُس کے نکاح کو اُسے واپس کر دیا بلکہ اُنہی کو بخش دیا۔ ہر مہینہ خود اس کے پاس جا کر رہتے تھے۔ یقیناً کے بطن سے کئی اولادیں ہوئیں۔ اس واقعہ میں سبق آموز بات یہ ہے کہ ایک عورت کی دامانی کے لیے اس طرح اپنے ملک کو بھی تباہی سے بچایا اور اپنے کو بھی رسوائی سے محفوظ رکھا۔ اگر غرور و مغروریت میں آکر اور درباریوں کی راستے پر عمل کر کے لوٹی تو سب کچھ کھو بیٹھتی اور قیدیوں کی صورت میں سلیمان کے سامنے پیش ہوتی۔

وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا إِلَىٰ ثَمُودَ أَخَاهُمْ صَالِحًا أَنْ عِبُدُوا اللَّهَ

فَإِذَا هُمْ قَرِيفٌ يَخْتَصِمُونَ ﴿۳۵﴾ قَالَ يَقَوْمِ لِمَ تَسْتَعْجِلُونَ بِالسَّيِّئَةِ قَبْلَ الْحَسَنَةِ ۚ لَوْلَا تَسْتَغْفِرُونَ اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ ﴿۳۶﴾ قَالُوا الظِّمِيرُ نَابُكَ وَمِنْ مَعَكَ ۖ قَالَ ظِمِيرُكُمْ عِنْدَ اللَّهِ بَلْ أَنْتُمْ قَوْمٌ تُفْتَنُونَ ﴿۳۷﴾ وَكَانَ فِي الْمَدِينَةِ تِسْعَةُ رَهْطٍ يُفْسِدُونَ فِي الْأَرْضِ وَلَا يُصْلِحُونَ ﴿۳۸﴾ قَالُوا تَقَاسَمُوا بِاللَّهِ لَنُبَيِّتَنَّهُ وَأَهْلَهُ ثُمَّ لَنَقُولَنَّ لِوَلِيِّهِ مَا شَهِدْنَا مَهْلِكَ أَهْلِهِ وَإِنَّا لَصَادِقُونَ ﴿۳۹﴾ وَمَكْرُؤًا مَكَرًا وَمَكْرُؤًا مَكَرًا وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ ﴿۴۰﴾

ہم نے قوم ثمود کی طرف اُن کے بھائی صالح کو بھیجا۔ انہوں نے کہا، اللہ کی عبادت کرو جو حق صالح کے آگے ہی (اُن کی قوم کے) دو طریق بن کر باہم جھگڑنے لگے۔ صالح نے کہا، اے میری قوم (آخر) تم لوگ جھلائی سے پہلے بُرائی کی طرف جانے کی کیوں جلدی کر رہے ہو۔ تم خدا سے توبہ اور استغفار کیوں نہیں کرتے تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔ وہ بولے ہم نے تو تم سے اور تمہارے ساتھیوں سے بُرا شگون پایا ہے۔ صالح نے کہا، تمہاری بدقسمتی خدا کے پاس ہے (یہ بات نہیں تو سمجھتے ہو) بلکہ تم لوگوں کی آزمائش کی جارہی ہے۔ اور اس شہر میں نو آدمی تھے جو ملک میں اپنی فساد بنے ہوئے تھے اور اصلاح کا ذکر نہ کرتے تھے۔ ان لوگوں نے آپس میں کہا باہم خدا کی قسم کھاؤ کہ ہم صالح اور اس کے لڑکے بالوں پر شب غن ماریں گے۔ اس کے بعد (صالح کے) وارثوں سے کہہ دیں گے کہ ہم لوگ ان کے ہلاک ہوتے وقت موجود ہی نہ تھے۔ ہم لوگ تو یقیناً سچے ہیں۔

ان لوگوں نے ایک تدبیر کی، ہم نے بھی ایک تدبیر کی۔ ہماری تدبیر کی ان کو خبر بھی نہ ہوئی۔

حضرت صالحؑ چونکہ قوم کو باعمالیوں پر ہمیشہ ٹوکتے رہے تھے لہذا وہ ان کے سخت دشمن ہو گئے تھے۔ ہم سب پر تنہا ہی سخت چھا گئی ہے۔ جو باطنی کی کوٹھیں کاٹ دی گئیں تو حضرت صالحؑ نے ان کو عذاب کی خبر دی۔ اس سے ان کا غصہ اور زیادہ ہو گیا۔ اس قوم میں تو آدمی سب سے زیادہ کرشل تھے حضرت صالحؑ نے پہاڑ کے ایک غار میں مسجد بنائی تھی وہیں مع ال بچوں کے رہتے تھے۔ جب انہوں نے قوم کو یہ خبر سنا کر کہیں دن کے اندر تم پر عذاب نازل ہو جائے گا تو ان لوگوں میں سے آپس میں قسم کھا کر عہد کیا کہ وہ رات کو حملہ کر کے صالحؑ اور ان کے ال بچوں کا صفایا کر دیں گے۔ اگر ان کے قبیلہ کے لوگ پوچھ کر پوچھ کر دیں گے تو صاف کر دیں گے کہ ہمیں کچھ خبر نہیں ایسا کس نے کیا۔ خدا کہتا ہے انہوں نے بھی تدبیر کی اور ہم نے بھی کی جس کی انہیں خبر نہ ہوئی یعنی ہمارا عذاب ان پر آگیا۔

فَانظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكْرِمِينَ ۖ اِنَّا دَمَّرْنَاهُمْ وَقَوْمَهُمْ اَجْمَعِينَ ۝۵۱ فَبَلَكَ بُيُوتُهُمْ خَاوِيَةً بِمَا ظَلَمُوا ۗ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَعْلَمُوْنَ ۝۵۲ وَانْجَيْنَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ ۝۵۳ وَلَوْطٰٓ اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖ اَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ وَ اَنْتُمْ تَبْصُرُوْنَ ۝۵۴ اِيْنَكُمْ لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ شَهْوَةً مِّنْ دُوْنِ الْنِّسَاءِ ۗ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُوْنَ ۝۵۵

(اے رسول) دیکھو ان کے مکر کا انجام کیا ہوا۔ ہم نے ان کو اور ان کی ساری قوم کو ہلاک کر ڈالا جنہوں نے ظلم کیا تھا یہ ان کے غالی گھر پڑے ہوئے ہیں۔ جاننے والے لوگوں کیلئے اس میں عبرت ہے۔ اور لوٹو کا قصہ یہ ہے کہ جب انہوں نے اپنی قوم سے کہا، کیا تم بدکاری پر آمادہ ہو گئے ہو حالانکہ تم جان بوجھ کر ایسا

کو یہ ہو۔ تم عورتوں کو چھوڑ کر مردوں سے اپنی شہوت کی آگ بجھاتے ہو۔ بلکہ تم جہالت سے بھری ہوئی قوم ہو۔

۱۔ ان کا قصہ پہلے گزر چکا ہے۔

فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖۤ اِلَّا اَنْ قَالُوْٓا اَخْرِجُوْٓا اِلَ لُّوطٍ مِّنْ قَرْيَتِكُمْۚ اِنَّهُمْ اَنَاسٌ يَّتَطَهَّرُوْنَ ۝۵۱ فَاَنْجَيْنٰهُ وَاَهْلَهٗٓ اِلَّا امْرَاَتَهٗۙ ۙ اِذْ قَدَرُنَهَا مِّنَ الْغٰیْرِ ۚ ۝۵۲ وَامْطَرْنَا عَلَيْهِمْ مَطَرًاۙ فَسَاءَ مَطَرُ الْمُنْذَرِيْنَ ۝۵۳ قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلٰمٌ عَلٰٓى عِبَادِهٖ الَّذِيْنَ اصْطَفٰٓ اَللّٰهُ خَيْرٌۭ اَمَّا يَشْرِكُوْنَ ۝۵۴

ان کی قوم کا جواب اس کے سوا کچھ نہ تھا کہ لوط خاندان کو اپنی بستی سے نکال دو یہی تو سب سے زیادہ پاک و پاکیزہ لوگ بنتے ہیں۔ پس ہم نے لوط اور اس کے خاندان کو سوائے اس کی بی بی کے بچا لیا اور اس کی بی بی کو پیچھے رہ جانے والوں میں سے قرار دیا تھا اور ان پر پتھروں کا مینہ برسا یا اور ان لوگوں پر جنہیں ڈرا گیا تھا کیسا بڑا مینہ برسا۔ اے رسول، کہو حمد اللہ ہی کے لیے ہے اور سلام ہو خدا کے برگزیدہ بندوں پر اور اللہ بہتر ہے ہر اس چیز سے جسے لوگ خدا کا شریک قرار دیتے ہیں۔



أَمِنْ خَلْقِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَأَنْزَلَ لَكُمْ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً
فَأَنْبَتْنَا بِهِ حَدَائِقَ ذَاتَ بَهْجَةٍ مَا كَانَ لَكُمْ أَنْ تُنْبِتُوا
شَجَرَهَا ؕ إِنَّ مَعَ اللَّهِ لَءَلَهُمْ قَوْمٌ يَعِدُونَ ۝۹
الْأَرْضَ قَرَارًا وَجَعَلَ خِلَالَهَا أَنْهَارًا وَجَعَلَ لَهَا رَوَاسِيَ وَجَعَلَ
بَيْنَ الْبَحْرَيْنِ حَاجِزًا ؕ إِنَّ مَعَ اللَّهِ لَءَلَهُمْ قَوْمٌ يَعْلَمُونَ ۝۱۰
أَمِنْ يُجِيبُ الْمُضْطَرَّ إِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ السُّوءَ وَيَجْعَلُكُمْ
خُلَفَاءَ الْأَرْضِ ؕ إِنَّ مَعَ اللَّهِ لَءَلَهُمْ قَوْمٌ يَعْلَمُونَ ۝۱۱

اور وہ کون ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور آسمان سے تہا کے لیے مینہ برسا یا پھر اس
مینہ سے خوشناباغ اگائے۔ تہا کے بس کی یہ بات نہ تھی کہ تم درختوں کو (باغوں میں) اگا سکتے تو
پھر اللہ کے ساتھ کوئی اور بھی مبعود ہے (ہرگز نہیں) بلکہ یہ خود (اپنے جی سے گڑھ کے بتوں کو) اس کے
برابر بناتے ہیں۔ کون ہے جس نے زمین کو جاتے قرار بنایا اور اس میں نہریں بہائیں اور اس کی
مضبوطی کے لیے پہاڑ بنائے اور دو دریاؤں کے درمیان ایک روک بنائی (کہ ٹیٹھا پانی کھاری سے
نہ بٹے) کیا خدا کے سوا کوئی اور مبعود ہے لیکن اکثر لوگ اس بات کو نہیں سمجھتے۔ کون ہے جو دکھایا انسان
کی دُعا کو سناتا ہے جب اسے پکارتا ہے اور تکلیف کو اس سے دور کر دیتا ہے۔ وہ وہی ہے جس نے
تہیں زمین میں اپنا نائب بنایا۔ کیا خدا کے سوا کوئی اور بھی مبعود ہے۔ اس پر بھی تم لوگ بہت کم نصیحت
حاصل کرتے ہو۔

جو شریکین خدا کو چھوڑ کر دوسری چیزوں کو اپنا مبعود بنا بیٹھے ہیں اس سورہ میں ان سے پوچھا جا رہا ہے
کہ آسمانوں اور زمین کا بنانے والا بتاؤ کون ہے کیا کسی میں یہ طاقت ہے کہ ایسی مخلوق بنا سکے اور بس نظام کے

ساتھ دنیا پل رہی ہے اُسے برقرار رکھ سکے۔ اس پر غور نہیں کرنے کو بنانے والے نے یہ تمام کس حکمت سے بنایا ہے لاکھوں برس سے چل رہا ہے اور اس میں کہیں تبدیلی کی ضرورت نہیں پیدا ہوئی۔ وہی آسمان ہے وہی زمین وہی پانی سوچ وہی رنگ وہی بندی وہی خصوصیات وہی حالات۔ تہاں سے سروں پر کیسے خوشامزگ کایک سا تان تان ہوتا ہے۔ نہ جلتا ہے نہ پھٹتا ہے نہ گرم و نہ سرد ہوتا ہے۔ نہ آؤنچا ہوتا ہے نہ نیچا۔ نہ اُس کا کوئی ٹکڑا تہاں سے سروں پر گرنا ہے۔ اسی طرح زمین میں اپنی حالت پر قائم ہے نہ زیادہ گرم نہ زیادہ ٹھنڈی۔ تہاں ہی فطرت کے لحاظ سے ہر شے مناسب ہے۔ جوڑی پکلی مسلط، بڑے مزہ سے اس پر چلو پیرو سیر سہاگرو۔ آسمان اور زمین کے درمیان کئی میل تک ایک ہوا کا تڑو رکھ دیا گیا تاکہ کوڑوں شہاب ثاقب (شوٹنگ سٹار) جو چکر لگاتے ہیں وہ پل میں ٹکرا کر آگ کے شعلے نکالتے ہیں تو ان کو ہمارے سروں پر گرنے سے روکے اور اس ہوائی تڑو سے ستاروں اور سیاروں کی شاعیں ہم تک پہنچتی ہیں یعنی چمن چمن کر زمین تک آتی ہیں تاکہ ہماری فطرت کے مناسب حال بنی رہا اسی تڑو میں پرندے اڑتے پھرتے ہیں۔ بناؤ اگر اس نظام قدرت میں کوئی غلطی ہو جائے تو کیا ہم زندہ رہ سکتے ہیں۔ یہ سب نظام غلامی تو اپنی قدرت کاملہ اور حکمت بالغہ سے کب لے لے رہے ہیں۔ اگر اس کے سوا کوئی اور خدا ہوتا تو وہ ضرور اس نظام کو بدلنے کی کوشش کرتا۔

خدا فرماتا ہے پھر ذرا اس پر غور کرو ہم کسی حکمت کے ساتھ سوچ کی کرکوں کے ذریعے زمین کا پانی اٹھا کر اُپر لے جاتے ہیں۔ پہلے اسے ہوا کے لطیف امی پر پھیلاتے ہیں پھر اس سے چھاپیم زمین پر میز برسالتے ہیں۔ کیا ہمارے سوا کوئی اور ایسا کر سکتا ہے؟ ہرگز نہیں! پھر اس پانی سے زمین کے اُپر کیسے باغ بنیے لگاتے ہیں کیسے کیسے درخت لہلاتے ہیں کیسے کیسے چل پھول بہکتے ہیں اس کے تہاں سے یہ غلہ پیدا ہوتا ہے اس سے ترکاریاں اُگتی ہیں اس سے جانوروں کے لیے چارہ لگتا ہے جہاں جھیل میدان ہوتے ہیں۔ جنگل میں منگل نظر آتا ہے کیا یہ کام ہمارے سوا اور کسی کے بس کا ہے پس تم اس سے یہ نتیجہ کیوں نہیں نکالتے کہ ہمارے سوا کوئی معبود نہیں لیکن تمہاری مخلوق پر تو ایسے پتھر پڑے ہیں کہ ہمیں چھوڑ کر ہماری مخلوق کی پوجا پاٹ کرنے لگتے ہو۔

دیکھو تم نے زمین کو تہاں سے لیے کیسا اچھا فرش بنایا ہے اور ہر طرف تہاں سے لیے نہریں بہا دی ہیں کہ ان کے پانی سے اپنی تمام ضرورتیں پوری کرو۔ تم نے اس پر غور نہیں کیا کہ سمندروں کے کھاری اور بیٹے پانی کے دریاں ہم نے تفریق کا ایک ایسا خط بنی دیا ہے کہ وہ آپس میں گڈنڈ نہیں ہوتے۔ ایک طرف سے پیو تو کھاری پانی تہاں سے فاشق کو خراب کرتا ہے، دوسری طرف سے پیو تو نہایت خوشگوار پانی ملتی ہے اُترے گا۔ دونوں کے درمیان نہ کوئی دیوار ہے نہ کسی دھات کی چادور، پس ہماری قدرت کا یہ سب کرشمہ ہے۔ بناؤ کیا ہمارے سوا یہ کام کوئی اور بھی کر سکتا ہے۔ کیا غضب کی بات ہے تم سب کچھ جان کو بھی ہم سے منہ موڑتے ہو۔ اگر ہم چاہیں تو ذرا دیر میں تمہاری کل مروڑ دیں تو تم ہارنے والے بن کر گھر گھر باوجود تمہاری نافروانی اور لغات کے مہلت سے بے ہیں۔

دیکھو جب کوئی معیبت اچانک تم پر آ پڑتی ہے اور تم ہلکا کر نہیں پکارتے ہو اس سے نجات کے خواہشمند ہوتے

جو نہ کیا تم تمہاری معیبت کو دور نہیں کرتے۔ پھر بھی تم ہم پر ایمان نہیں لاتے۔ اور ہمیں چھوڑ کر دوسری چیزوں کی عبادت کرتے ہو۔ یہ کہاں کا انصاف ہے۔ میرے بندو ذرا سمجھو تو ہم نے نہیں روئے نہیں ہر طرف مخلوقات بنا کر اس لیے ہی تو بھیجا ہے کہ تم اس کو سکن سے یہاں زندگی بسر کرو۔ ہماری قدرت کے آثار بنگاؤ غور دیکھو۔ ہماری طاقت اور ربوبیت کا اقرار کرو۔ ہمارے احکام کی تعمیل کرو۔ مگر تم ہو کہ اکرے اکرے پھرتے ہو اور اپنی زندگی کے مقصد کو بھول کر دنیا کے کھیل تماشوں میں مست ہو جاتے ہو۔

اَمَّنْ يَهْدِيكُمْ فِي ظُلُمَاتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَمَنْ يُرْسِلِ الرِّيحَ
بُشْرًا بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهِ ؕ عَالِمُ الْغُيُوبِ ۝ تَعْلَى اللَّهُ عَمَّا
يُشْرِكُونَ ﴿۷۳﴾ اَمَّنْ يَبْدُو الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيدُهُ وَمَنْ يَرْزُقُكُمْ
مِّنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ ؕ عَالِمُ الْغُيُوبِ ۝ قُلْ هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ ؕ اِنْ
كُنْتُمْ صَادِقِينَ ﴿۷۴﴾

(اچھا اب ذرا اس پر غور کرو) خشکی اور تری میں جب رات کی تاریکیاں تم پر چھا جاتی ہیں تو تمہیں راستہ کون دکھاتا ہے (منزل مقصود تک گن پہنچاتا ہے) اور کون ہے جو بارش سے پہلے اس کی خوشخبری دے کر (ٹھنڈی) ہواؤں کو بھیجتا ہے تو کیا خدا کے ساتھ کوئی اور خدا ہے کہ جس کو خدا کا شریک قرار دیتے ہو، خدا کی ذات اس سے بالاتر ہے۔ بناؤ وہ کون ہے جو مخلوق کو نئے سرے سے پیدا کرتا ہے پھر اسے مارنے کے بعد دوبارہ زندہ کرے گا۔ بناؤ وہ کون ہے جو تمہیں آسمان اور زمین سے رزق بہم پہنچاتا ہے کیا خدا کے ساتھ کوئی اور خدا ہے۔ اسے رسول تم ان سے کہو! اگر خدا کے شریک ہونے کے قائل ہو) تو اپنی صداقت پر کوئی دلیل پیش کرو۔

اُس کی رحمت بے پایاں کا کیا شکاں ہے اپنے باطنی بندوں کو کسی کسی نری کے ساتھ سجادا ہے۔ فرماتا ہے:

جب اس کی آنکھیں میں تم رنگستانوں اور مندوں میں سرگرتے ہو اور ایسی تاریکی ہوتی ہے کہ ہاتھ کو اٹھ سجاتی نہیں دیتا اور تم رات بھر بھول جاتے ہو۔ ہر طرف ٹھانک ڈھونڈتے مانتے پھرتے ہو۔ تاہذاں دل گلاز پریشانی میں تنہا ہاتھ پیر کر سیدھی راہ پر کون لگاتا ہے اور بھولا ہوا راستہ کون دکھاتا ہے منزل مقصود تک کون پہنچاتا ہے ہلکے ستارے کیساں ہیں خدا کا شریک کسی کو بناؤ گے۔ دیکھو تو تمہیں ہم کے تارکب پر دوسوں سے نکال کر وجود کی روشنی سے محروم کر دیا۔ تمہیں نیست سے بہت کس نے کیا کیا یہ کام ہمارے سوا کوئی اور بھی کر سکتا تھا۔ پھر تمہیں کچھ دن زندہ رکھا۔ پھر تمہیں مار دیا۔ اس کے بعد قیامت میں پھر اٹھا کر اسے گا۔ کیا اس پر بھی تم میں دوسرا شریک لا نہیں مانتے۔

اچھا اور سنو، تمہیں یہ رزق کون دیتا ہے۔ ہمارے سوا وہ کون ہے جو تمہارے لیے زمین سے غذا لگاتا ہے وفتوں میں پھل پکاتا ہے۔ ہم یہ قریب ہیں۔ پھر تم یہ سمجھتے ہو گے کہ یہ کام کسی اور کے ہوتے کہ نہیں تم ہمارا شریک کسی کو کیوں قرار دیتے ہو۔ اگر تم اپنے دوسرے میں سمجھتے ہو تو کوئی دلیل پیش کرو اور یہ ثابت کرو کہ خدا کا کوئی شریک ہے تم ایسا ہرگز نہیں کر سکتے کیونکہ جب اس کا کوئی شریک ہی نہیں تو تم کیا ناک ثابت کرو گے۔

قُلْ لَا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ الْغَيْبَ إِلَّا اللَّهُ وَمَا يَشْعُرُونَ أَيَّانَ يُبْعَثُونَ ﴿١٥﴾ بَلِ ادْرِكْ عَلَيْهِمْ فِي الْآخِرَةِ قَدَبٌ لَهُمْ فِي شَأْنٍ مِّمَّا هَدَوْا بَلْ هُمْ قَتْلُهَا عَمُونَ ﴿١٦﴾ وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا إِذَا دُفِنُوا كُنَّا نُرَبِّاْ وَاٰبَاؤُنَا اٰيِنًا لَمْ يَخْرِجُوْنَا ﴿١٧﴾ لَقَدْ وَعَدْنَا هَٰذَا نَحْنُ وَاٰبَاؤُنَا مِنْ قَبْلُ وَاِنَّ هَٰذَا اِلَّا اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿١٨﴾

(اے رسول تم ان مشرکین سے) کہو کہ آسمان و زمین میں جتنے لوگ بھی ہیں ان میں سے کوئی بھی خدا کے سوا غیب کی باتیں نہیں جانتا اور انہیں یہ بھی خبر نہیں کہ قبروں سے کب اٹھا کر اُٹھے کیے جائیں گے بلکہ آخرت کا علم ہی ان لوگوں سے کم ہو گیا ہے بلکہ وہ تو اس کی طرف سے شک میں پڑے ہوئے ہیں۔ بلکہ (یوں کہو) اس سے لوگ اندھے بنے ہوئے ہیں۔ کفار کہنے لگے جب ہم اور ہمارے باپ دادا (مٹی ٹکڑے) مٹی ہو جائیں گے تو کیا ہم پھر (قبروں سے) نکالے جائیں گے۔ اس کا تو پہلے ہی ہم سے وعدہ

ہمارے باپ دادا سے وعدہ کیا گیا تھا (کیسا اٹھنا کیسی قیامت) ہونہ ہو یہ تو ان لوگوں کے دھوکے ہیں

ہ اپنی توحید کے بہت سے ثبوت لینے کے بعد اب یہ سزا قیامت کو سمجھاتا ہے۔
غیب کا علم بالذات حق کے سوا کسی کو نہیں، خواہ فرشتے ہوں یا انبیاء و اولیاء۔ ان اگر خدا اپنے انبیاء و مرسلین کو بعض باتوں کی خبر دیتا ہے تو بذریعہ وحی یا الہام۔ خواب یا صیغہ کے ذریعہ سے دیتا ہے۔ چنانچہ یہ حضرات ہی ذریعہ سے پیغمبریاں کیا کرتے ہیں۔ بخدا انہار غیب قیامت کی خبر بھی ہے اس کو بھی خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ یہ چیز انبیاء کو بھی نہیں بتائی گئی۔ کوئی نہیں جانتا کہ لوگ کب قبروں سے اٹھائے جائیں گے۔ ایسا تو ہم ہی ہو گا کہ جتنی مخلوق اسے پیدا کرئی ہے وہ سب مندر شہود پر آہائے اور جو کارخانہ قدرت نے بنا دیا ہے اس کی ایک ایک چیز انسان کو جو اشرف المخلوقات ہے دکھائے کیونکہ انسان اس کی معرفت کا فریضہ دار ہے۔ اور کائنات کا ہر ذرہ اس کی معرفت کا ذریعہ ہے۔ قیامت کے علم سے اس نے ہر شخص کو بے خبر رکھا ہے۔ جو لوگ اہل ایمان ہیں جو اس پر یقین رکھتے ہیں کہ قیامت آتی ضرور آئے گی اور یہ کہ وہ لوگوں کے جلائے سے نہیں آئے گی بلکہ جب خدا چاہے گاہ کئے گی لیکن کفار کی سمجھ میں یہ بات نہیں آتی۔ وہ کہتے ہیں قیامت میں مردوں کا زندہ ہونا ممکن ہی نہیں۔ جب ایک بسم گم گم کر بیٹھی ہو گیا تو پھر اس کا زندہ ہونا کیا؟ انبیاء و مرسلین ہمارے باپ داداؤں کو پہلے ہی قیامت سے ڈراتے چلے آئے ہیں لیکن باوجود ہزار سال گزرنے کے ایک تہ منظر سامنے آیا نہیں، کیسی قیامت کیسا قبروں کے اٹھنا، یہ سب دھوکے اور لوگوں کو ڈرانے دھمکانے کی باتیں ہیں۔

قُلْ سِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَانظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُجْرِمِينَ ﴿١٩﴾ وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَلَا تَكُنْ فِي ضَيْقٍ مِّمَّا يَمْكُرُونَ ﴿٢٠﴾ وَيَقُولُونَ مَتَى هَٰذَا الْوَعْدُ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ﴿٢١﴾ قُلْ عَلَيْكُمْ أَنْ تَكُونُوا رُفُوقَ لَكُمْ بَعْضُ الَّذِي تَسْتَعْجِلُونَ ﴿٢٢﴾ وَإِنَّ رَبَّكَ لَذُو فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَلَٰكِنْ أَكْثَرُهُمْ لَا يَشْكُرُونَ ﴿٢٣﴾ وَإِنَّ رَبَّكَ لَيَعْلَمُ مَا تُكْتَبُ صُدُورُهُمْ وَمَا يُعْلِنُونَ ﴿٢٤﴾

اے رسول تم ان لوگوں سے کہو، درازے زمین پر چل پھر کر دیکھو کہ خدا کے نافرمان بندوں کا انجام کیا ہوا۔ اے رسول تم ان کے حال پر کچھ افسوس نہ کرو اور جو چاہیں یہ لوگ چل رہے ہیں اس سے تنگ نہ ہوں۔ یہ لوگ (مسلمانوں سے) پوچھتے ہیں کہ اگر تم سچے ہو تو بتاؤ (قیامت یا عذاب کا) وعدہ کب پورا ہوگا۔ ان سے کہو جس عذاب کی تم جلدی مچا رہے ہو کیا عجیب ہے کہ اس میں سے کچھ قریب آگیا ہو۔ بے شک تمہارا رب لوگوں پر بڑا فضل و کرم کرنے والا ہے لیکن بہت سے لوگ اس کا شکر نہیں کرتے۔ اس میں شک نہیں کہ جو باتیں ان کے دل میں پوشیدہ ہیں اور جو کچھ یہ علانیہ کرتے ہیں تمہارا پروردگار وہ سب جانتا ہے۔

(اُنے لوگوں کو جو قیامت پر یقین نہیں رکھتے یہ بتایا جا رہا ہے کہ زمین کے مختلف حصوں میں دراصل پھر کر دیکھو کہ ان لوگوں نے قیامت کو نظر انداز کر کے یا اس سے انکار کر کے لوگوں پر ظلم و ستم کے پہاڑ اُٹھائے تھے اور اس سے بے خبر تھے کہ ایک دن اس ظلم کی ان سے باز پرس ہوگی۔ ان پر اس دنیا میں کیے کیے عذاب آئے اور ان کی دنیا میں اس صورت سے تباہ ہوئیں۔ یہی مظلوموں کو انہوں نے کچلا تھا، جس بے قصہوں کے گلے پر پھری چلائی تھی اور وہ انتقام لینے بغیر اس دنیا سے چلے گئے تھے کیا ان کی داد رسی کہیں نہ ہوگی۔ کیا ان کے سون ناقص کا بدلہ ان کے دشمنوں سے نہ لیا جائے گا۔ ایسی صورت میں وہ عالم بے سزا بنائے اس کو نیاسے و محنت ہو گئے تھے مظلوموں کا انتقام یوں ہی کیا جاتا رہا ہے۔ انہیں ایسا نہیں ہو سکتا۔ جس خدا نے عادل نے یہ کائنات بنائی ہے جو مظلوموں کی فریاد سننے والا ہے وہ ایک دن ضرور ظالموں کو اس ظلم کی سزا دے گا۔ اسی روز کا نام قیامت ہے۔ اس کے آنے میں شبہ نہیں۔ اسے دور نہیں قریب ہی ہے۔ یہ خدا کا فضل ہے کہ وہ جموں کو محنت سے رہا ہے لیکن اس کے یہ معنی نہیں کہ وہ جموں سے بدلہ نہ لے گا اور مظلوموں کی فریاد رسی نہ کرے گا۔ تمہارے سب اعمال خواہ ظاہر ہیں کیے ہو یا باطن میں، اس کی غلطی سامنے ہیں۔ اُس نے اس کی جانچ پڑتال کیلئے ایک دن مقرر کر رکھا ہے۔ تم اس کی جلدی مچا رہے ہو۔ مالاک وہ قریب ہی ہے جب تم قیامت سے نکالے جاؤ گے تو ایسا معلوم ہوگا کہ ایک دن یا اس سے کچھ زیادہ قریب ہی ہے ہو۔ تمہیں قیامت کا دن ایک نکتہ بہت قریب معلوم ہوگا۔

وَمَا مِنْ غَائِبَةٍ فِي السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ إِلَّا فِي كِتَابٍ مُبِينٍ ﴿۸۶﴾

کوئی چھپی ہوئی چیز غماہ آسمان میں ہو یا زمین میں ایسی نہیں جو روشن کتاب (لوح محفوظ) میں نہ ہو

(سب حالات وہاں کچھ ہوتے ہیں۔ پس کوئی کچھ کہہاں جاسکتا ہے۔ قیامت میں سب برابر رکھ دیئے جائیں گے اور ایک ایک بات کی جواب دہی کرنا ہوگی۔)

إِنَّ هَذَا الْقُرْآنَ يَقُصُّ عَلَيْنَا مِنْ أَنْبَاءِ الْبَرِّ وَالْأَلْبَابِ ۚ أَكْثَرَ الْبَرِّ وَالْأَلْبَابِ ۚ هُمْ فِيهِ يَخْتَلِفُونَ ﴿۸۷﴾ وَإِنَّهُ لَهْدَىٰ وَرَحْمَةً لِلْمُؤْمِنِينَ ﴿۸۸﴾ إِنَّ رَبَّكَ يَقْضِي بَيْنَهُمْ بِحُكْمِهِ ۖ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْعَلِيمُ ﴿۸۹﴾ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ ۚ إِنَّكَ لَا تَسْمِعُ الْمَوْتَىٰ وَلَا تَسْمِعُ الْقَمَمَ الدُّعَاءَ إِذَا وَلُوا مَدْبِرِينَ ﴿۹۰﴾ وَمَا أَنْتَ بِمَلَكٍ الْعَمِيِّ عَنِ ضَلَالَتِهِمْ ۚ إِنَّ تَسْمِعُ إِلَّا مَنْ يُؤْمِنُ بِآيَاتِنَا فَهُمْ مُسْلِمُونَ ﴿۹۱﴾ وَإِذَا وَقَعَ الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ أَخْرَجْنَا لَهُمْ دَابَّةً مِّنَ الْأَرْضِ تُكَلِّمُهُمْ ۚ أَنَّ النَّاسَ كَانُوا بِآيَاتِنَا لَا يُوقِنُونَ ﴿۹۲﴾

یشتہ کہ ان بنی اسرائیل کی اکثر کتابوں کو جس میں وہ اختلاف رکھتے تھے ظاہر کر دیتا ہے اور یہ قرآن ایمانداروں کے لیے سنا پنا ہدایت و رحمت ہے۔ بے شک تمہارا پروردگار اپنے حکم سے ان کے جھگڑوں کا فیصلہ کرے گا اور وہ غالب اور حکمت والا ہے پس تم اللہ پر بھروسہ کرو بیشک تم صریحی حق پر ہو۔ بے شک نہ تم مردوں کو اپنی بات سناسکتے ہو نہ بہروں کو اپنی آواز سناسکتے ہو خاص کہ جب وہ بیٹھ پھیر کر جھگڑتے ہوں اور نہ تم اندھوں کو ان کی گمراہی سے بچا کر اور راست پرلا سکتے ہو تم تو بس انہی لوگوں کو اپنی بات سناسکتے ہو جو ہماری آیتوں پر ایمان رکھتے ہیں یہی لوگ تو ماننے والے ہیں۔ جب ان لوگوں پر (قیامت کا) وعدہ پورا ہوگا تو ہم ان کے واسطے زمین سے

ایک چلنے والا نکال کھڑا کریں گے جو ان سے باتیں کرے گا کہ (فلاں فلاں لوگ) ہماری آیتوں کا یقین نہیں رکھتے تھے۔

بنی اسرائیل کے درمیان بہت سی اختلافات تھے مثلاً بعض لوگ تو توریت کے بعض احکام پر ایمان لائے ہوئے نہ تھے۔ بعض عزیزی کو ابن اللہ کہتے تھے بعض نہیں۔ بعض ان کے مرکز زندہ ہونے کے قائل تھے بعض نہیں ایسی طرح جو اختلافات اہل ایمان اور کفار قریش کے درمیان تھے۔ خدا اپنے رسول سے کہتا ہے تم خدا پر بھروسہ رکھو ان کا فیصلہ بھی ہم کر دیں گے۔ تم جو کچھ حق پر ہو اس لیے تم ان کی باتوں سے بچیدہ خاطر نہ ہو۔ تم ان لوگوں کو اپنی باتیں نہیں سنا سکتے ہیں کہ ضمیر مردہ ہو چکے ہیں یا جو تہادری باتیں کافی دھوکہ دیتے ہی نہیں بلکہ جو بات تم سمجھتے ہو تو وہ بھال کھڑے ہوتے ہیں۔

دوسرے قیامت کے قریب دَابَّةُ الْأَرْضِ کے خروج کا ذکر ہے اس میں مفسرین کا اختلاف ہے، مفسرین اہل سنت نے ایک چوپایہ مراد لیا ہے جو قدرت خدا لوگوں سے باتیں کرے گا۔

مفسرین شیعہ نے لکھا ہے کہ دَابَّةُ الْأَرْضِ کوہ صفا کے نزدیک سے چلے گا اور اس کے پاس حضرت سلیمان کی انگلی اور حضرت موسیٰ کا عصا ہوگا۔ وہ انگلی سے مومنوں کے چہرہ پر نشان بنائے گا تو ان کا چہرہ نورانی ہو جائے گا اور یہ لکھا نظر آئے گا کہ یہ مومن ہے۔ اور کفار کے چہروں پر عصا سے نشان کرے گا تو ان کے چہروں پر بھامائے گا کہ یہ کافر ہے۔ اس وقت مومنوں کی خوشی اور کفار کے رنج کی کوئی حد نہ ہوگی اور یہ علامت آفتاب کے مغرب سے بچنے کے بعد ظاہر ہوگی۔ جب تو یہ کا دروازہ بند ہو جائے گا اس وقت ایمان لانا کچھ مفید نہ ہوگا۔ اس آیت سے رحمت کا ثبوت واضح طور سے ملتا ہے۔ حدیث میں ہے امام آخر الزماں کے ظہور کے وقت اور قیامت سے قبل ناکھ لوگوں کو جو ان کے پیچھے دوست یا پکے دشمن تھے زندہ کرے گا تاکہ وہ لوگ ثواب یا عذاب اخروی کے علاوہ اپنی اپنی کارستانیوں کا عوض کوٹیاں بھی دیکھ لیں اور یہ مطلب اس آیت سے واضح ہے۔ کیونکہ اگلی آیت میں ہے کہ ہم ایک گروہ کو جمع کریں گے اور یہ بات قیامت میں نہ ہوگی بلکہ اس وقت تو سب ہی زندہ ہوں گے مگر قبل از قیامت وہ گروہ زندہ ہوگا۔

دَابَّةُ الْأَرْضِ سے مراد چوپایہ ہمارا نہیں ہے بلکہ زمین پر چلنے والا مراد ہے۔ اس سے مراد امیر المؤمنین ہیں تفسیر قمی میں ہے کہ ایک دفعہ حضرت رسالت اکرمؐ مسجد میں تشریف لائے دیکھا کہ حضرت علیؓ ریت کے ڈھیر پر سر رکھ کر سو رہے ہیں حضورؐ نے برسرے چھو کر فرمایا دَابَّةُ الْأَرْضِ۔ کسی نے کہا کیا ہم بھی ایک دوسرے کو اس نام سے پکارتے ہیں۔ فرمایا نہیں! یہ صرف علیؓ ہی کا لقب ہے۔

دَابَّةُ الْأَرْضِ کے معنی ہیں زمین پر چلنے والا۔ یوں تو زمین پر چلنے والے سب ہی ہیں لیکن یہاں وہ چلنے والا مراد ہے جس نے مصیبت کے ساتھ کبھی کوئی قدم زمین پر رکھا ہی نہ ہو۔ زمین سے امیر المؤمنینؓ کو ایک خاص نسبت

ہے اس لیے آیت کا لقب ابوزاب ہوا جس کے ظاہری معنی مٹی کے آپ کے ہیں۔ لیکن اہل معنی ہیں انھاری کرنے لگا اس نسبت کی بنا پر آپؐ قریب قیامت میں جب زمین زلزلہ میں آئے گی تو سوال کریں گے قَالَ الْإِنْسَانُ مَا أَتَاهَا يُؤْمِنُ بِتَحْدِثِ أَخْبَارِهَا۔ (یہی جب زمین کا زلزلہ کسی طرح ختم نہ ہوگا تو ایک انسان اس سے کہے گا کچھ کیا ہو گیا ہے نہ؟ اسی انسان سے اپنی خبریں بیان کرے گی۔ وہ انسان حضرت علیؓ ہیں جن کا کیا لقب دَابَّةُ الْأَرْضِ ہے دوسرا ابوزاب۔ زمین سے سوال کرنے اور اس کی خبریں اس کی زبان سے سننے کی خصوصیت بھی علیؓ کے سوا اور کسی کو نصیب نہیں۔ جن مفسروں نے دَابَّةُ الْأَرْضِ سے چوپایہ مراد لی ہے ان سے کوئی بچے کچھ بچا کا آدمیوں سے کلام کرنے کا کیا مقصد ہے۔

وَيَوْمَ نَحْشُرُ مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ فَوْجًا مَّمَّنْ يُكَذِّبُ بِآيَاتِنَا فَهُمْ يُوزَعُونَ ﴿۸۴﴾
حَتَّىٰ إِذَا جَاءُوكَ قَالَ أَكَذَّبْتُمْ بِآيَاتِي وَلَمْ تُحِيطُوا بِهَا عِلْمًا أَمْ آذًا أَكُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿۸۵﴾ وَوَقَعَ الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ بِمَا ظَلَمُوا فَهُمْ لَا يَنْطِقُونَ ﴿۸۶﴾
الْفَرِيدُوا أَنَا جَعَلْنَا آلِيلَ لَيْسَ كُنُوفِيهِ وَالنَّهَارُ مُبْصِرٌ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ﴿۸۷﴾ وَيَوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّورِ فَفَزِعَ مَنْ فِي السَّمَوَاتِ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ إِلَّا مَنْ شَاءَ اللَّهُ وَكُلٌّ أَتَوْهُ دُخْرَيْنَ ﴿۸۸﴾

جس دن ہم ہر امت سے ایسے گروہ ہمارے آیتوں کو جھٹلایا کرتے تھے (زندہ کر کے) جمع کریں گے پھر ان کی ٹولیاں علیحدہ علیحدہ کر دیں گے یہاں تک کہ وہ سب (خدا کے سامنے آئیں گے) اور خدا ان سے کہے گا کیا تم نے ہماری آیتوں کو بے سمجھے بوجھے جھٹلایا۔ بھلا بناؤ تم کیا کیا کرتے تھے۔ ضرور جو نہ کہ یہ لوگ ظلم کیا کرتے تھے لہذا ان پر عذاب کا وعدہ پورا ہو گیا۔ پھر یہ لوگ کچھ بھی بول نہ سکیں گے۔ کیا ان

لوگوں نے یہ بھی نہ دیکھا کہ ہم نے رات کو اس لیے بنایا ہے کہ لوگ اس میں چین کریں اور دن کو روشن بنایا (تاکہ اس میں دیکھ بھال کریں)۔ بے شک اس میں ایمان لانے والوں کے لیے قدرت کی بہت سی نشانیاں ہیں اور (وہ دن یاد رکھو) جب صور پھونکا جائے گا تو جتنے لوگ آسمان و زمین میں ہیں دہل جائیں گے مگر جس کو خدا چاہے گا وہ (خوفزدہ نہ ہوگا) اور سب اس کی بارگاہ میں عاجزی کے ساتھ حاضر ہوں گے۔

یعنی اس دن ہر قوم کے ان لوگوں کو جمع کیا جائے گا جو ہماری آیات کو جھٹلایا کرتے تھے اور ان کو ان کی تکذیب کے لحاظ سے کئی گروہوں میں تقسیم کیا جائے گا، پھر ان سے پوچھا جائے گا کیا وہ تم ہی ہو کہ بے سمجھے ہو جسے نبی نے ہماری آیات کو جھٹلایا تھا۔ آخر تم کہتے کیا تھے کہ بے تحقیق جھٹلا بیٹھے ان ظالموں سے جو مدد باز پرس تھا وہ اس طرح ہوتا ہوگا۔ اب یہ کیا جواب دے سکتے تھے۔ ہماری آیات کو جھٹلانے والوں نے (کم از کم) رات اور دن پر ہی غور کیا ہوتا کہ ہم نے رات کو ان کے آرام کے لیے بنایا ہے اگر نہ جانتے تو رات آتی ہی نہ تو بناؤ تم جب کام کرتے تھے غلبہ جاتے تو آرام کا وقت کہاں سے پاتے۔ دن کو اس لیے روشن بنایا کہ تم ہر معاملہ کو دیکھ بھالو اور جو کام کرو وہ طریقہ سے کرو اور اصول کی طرح نہ کرو۔ جو لوگ قیامت سے بے خبر ہیں انہیں کچھ لینا چاہیے کہ جب صور پھونکا جائے گا تو آسمانی والے ہوں یا زمین والے ہوں سب مل کر رہ جائیں گے۔ ان جس پر اللہ رحم کرے وہ تو دہشت سے بچ جانے کا کافی سبب بے مال ہو جائیں گے۔

وَتَرَى الْجِبَالَ تَحْسَبُهَا جَامِدَةً وَهِيَ تَمُرُّ مَرَّ السَّحَابِ صُنْعَ اللَّهِ الَّذِي أَتَقَنَ كُلَّ شَيْءٍ إِنَّهُ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ ﴿۸۸﴾ مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ خَيْرٌ مِنْهَا ۖ وَهُمْ مِنْ فَزَعٍ يَوْمَئِذٍ آمِنُونَ ﴿۸۹﴾ وَمَنْ جَاءَ بِالسَّيِّئَةِ فَكُبَّتْ وَجُوهُهُمْ فِي النَّارِ هَلْ يُجْزَوْنَ إِلَّا مَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿۹۰﴾

جن پہاڑوں کو (آج) تم مضبوط سمجھاؤ دیکھتے ہو وہ (قیامت کے دن) بادل کی طرح اڑتے نظر

نظر آئیں گے۔ یہ اللہ کی صنعت ہے کہ اس نے ہر شے کو مضبوط بنا دیا ہے۔ جو کچھ تم کرتے ہو وہ اس سے خبردار ہے۔ جو نیکی کریں گے ان کے لیے اس کی جزا اس سے کہیں بہتر ہے اور وہ روز قیامت کے خوف سے محفوظ رہیں گے اور جو بُرائی کریں گے تو وہ اوندھے منہ جہنم میں دھکیل دیئے جائیں گے جو کچھ دنیا میں کرو گے اس کا بدلہ تمہیں دیا جائے گا۔

إِنَّمَا أَمْرُهُ أَنْ يَعْبُدَ رَبَّ هَذِهِ الْبَلَدَةِ الَّتِي حَرَّمَهَا وَلَهُ كُلُّ شَيْءٍ ۖ وَإِنَّمَا أَمْرُهُ أَنْ أَكُونَ مِنَ الْمُسْلِمِينَ ﴿۹۱﴾ وَإِنْ أَتَلَوْا الْقُرْآنَ ۖ فَمِنْ أُمَّتٍ فَمَا يَهْتَدِي لِنَفْسِهِ ۖ وَمَنْ ضَلَّ فَقُلْ إِنَّمَا أَنَا مِنَ الْمُنذِرِينَ ﴿۹۲﴾ وَقُلِ الْحَمْدُ لِلَّهِ سِيرَتِكُمْ أَيْتُهُ فَتَعْرِفُونَهَا ۚ وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ ﴿۹۳﴾

میں یہ حکم دیا گیا ہوں کہ اس شہر کے رب کی جیسے اللہ نے عزت دی عبادت کروں اور ہر شے اُسی کی ہے اور مجھے یہ بھی حکم دیا گیا ہے کہ میں فرما قبر دار بناد ہوں اور یہ کہ میں قرآن کی تلاوت کروں پس جس نے ہدایت پالی اُس نے اپنی ذات کے نفع کے لیے ہدایت پائی اور جو گمراہ ہوا تو اسے رسول تم کھدو میں بھی (عذاب خدا سے) ڈرانے والوں میں سے ایک ڈرانے والا ہوں اور کھدو الحمد للہ خدا عنقریب تمہیں اپنی نشانیاں میں سے دکھائے گا اور تم انہیں پہچان لو گے۔ جو کچھ تم کرتے ہو تمہارا رب اس سے غافل نہیں۔

کفار و مشرکین کو یہ کہا جا رہا ہے کہ باوجود خدا کی بے شمار نعمتوں سے نازدہ اٹھانے کے اس سے خوف ہو۔ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ اس معزز شہر کے رب کی عبادت کروں۔ افسوس ہے کہ تم ایک ایسے اچھے شہر میں رہتے ہو جہاں زندگی کا ہر سامان تمہارے لیے موجود ہے پھر بھی تم اس شہر کے رب اور مالک کی عبادت نہیں کرتے اور اس کی

فرمانبرداری پر آمادہ نہیں ہوتے۔ میں قرآن کی تلاوت کرتا رہوں گا۔ جو ہدایت پائے گا اس کا فائدہ اسی کو پہنچے گا۔ اور جو گمراہ رہے گا وہ مذاب خدا میں مبتلا ہوگا۔ تم خدا کی نشانیوں کو دیکھ کر ضرور اس کو پہچان لو گے۔ مگر باوجود اس کے جنت پرستی کرنا تمہارے لیے مذاب کا باعث ہوگا۔ تم یہ نہ سمجھو کہ خدا تم سے غافل ہے وہ سب کچھ جانتا ہے۔ تم اس دھوکہ میں نہ رہنا کہ تمہارا کوئی عمل اللہ سے چھپا ہوا ہے۔

سُورَةُ الْقَصَصِ مَكِّيَّةٌ ۲۸

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

طَسَّرَ ① تِلْكَ آيَةُ الْكِتَابِ الْمُبِينِ ② نَسَلُوا عَلَيْكَ مِنْ ثَبَا مُوسَى
وَفِرْعَوْنَ بِالْحَقِّ لِقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ③ إِنْ فِرْعَوْنَ عَلَا فِي الْأَرْضِ
وَجَعَلَ أَهْلَهَا شِيَعًا يَسْتَضِيعُ طَائِفَةً مِنْهُمْ يَذَّخِعْ أَبْنَاءَهُمْ
وَيَسْتَحْيِ فِسَاءَ هُوَ إِنَّهُ كَانَ مِنَ الْمُفْسِدِينَ ④ وَنُرِيدُ أَنْ نَمُنَّ
عَلَى الَّذِينَ اسْتَضَعُّوا فِي الْأَرْضِ وَنَجْعَلَهُمْ أُمَّةً وَنَجْعَلَهُمُ
الْوَرِثِينَ ⑤ وَنَمَكِّنْ لَهُمْ فِي الْأَرْضِ وَنُرِي فِرْعَوْنَ وَهَامَانَ
وَجُنُودَهُمَا مِنْهُمْ مَا كَانُوا يَحْذَرُونَ ⑥ وَأَوْحَيْنَا إِلَىٰ أُمِّ مُوسَى
أَنْ أَرْضِعِيهِ ⑦ فَإِذَا اخْفِتِ عَلَيْهِ فَاِئْتِيهِ فِي الْيَمِّ وَلَا تَخَافِي وَلَا
تَحْزَنِي ⑧ إِنَّا رَأَيْنَا رَادُّوهُ إِلَيْكَ وَجَاعَلُوهُ مِنَ الْمُرْسَلِينَ ⑨

ط۔ س۔ تم۔ یہ کتاب میں کی آیات ہیں۔ ہم تمہارے سامنے ایمانداروں کے فائدہ کے لیے موسیٰ و
فرعون کا سچا قصہ بیان کرتے ہیں۔ فرعون نے (ملک مصر میں) بہت سر اٹھایا تھا وہاں کے بے ہمتوں
کو کئی گروہوں میں تقسیم کر دیا تھا۔ ان میں سے ایک گروہ (بنی اسرائیل) کو بہت کمزور بنا دیا تھا۔ ان
کے بیٹوں کو ذبح کر دیتا تھا اور لڑکیوں کو زندہ چھوڑ دیتا تھا۔ وہ فساد کرنے والوں میں سے تھا۔
ہم یہ چاہتے ہیں کہ ان لوگوں پر احسان کریں جو رشتے زمین پر کمزور بنا دیئے گئے ہیں۔ ہم ان کو
امام بنائیں گے اور ہم ان کو مالک بنیں بنائیں گے اور رشتے زمین پر ان کو پوری قدرت دیں گے
اور ہم فرعون اور ہامان کو اور دونوں کے لشکروں کو ان کے کمزور ہاتھوں سے وہ چیزیں دکھائیں
جن سے یہ لوگ ڈلتے تھے اور ہم نے مادرِ موسیٰ کو وحی کی کہ تم اس کو دودھ پلاؤ اگر اس کی نسبت
تم کو کوئی خوف ہو تو اس کو (ایک صندوق میں رکھ کر) دریا میں ڈال دو اور تم اس پر نہ ڈرنا نہ گھسنا
(تم اطمینان رکھو) ہم اس کو تمہارے پاس پہنچا دیں گے اور اس کو اپنا رسول بنالیں گے۔

مصر اور شافات مصر پر فرعون کی حکومت تھی وہ بڑا سرکش بادشاہ تھا۔ اپنے کو تمام لوگوں کا رب اعلیٰ سمجھتا تھا۔
بہتری پرورش کرنے والا سمجھتا تھا۔ جو اس کی مدائی پر ایمان نہ لانا تھا اسے قتل کر دیتا تھا۔ ایک بار فرعون نے اسے شہر
میں اسرائیل میں ایک بچہ ایسا پیدا ہونے والا ہے جو میری تمام سلطنت کو نہ صرف تباہ و برباد کرے گا بلکہ میری ہلاکت
کا باعث بھی ہوگا۔ اس روز سے اس نے حکم دیا کہ بنی اسرائیل کی جو عورت حاملہ ہو اس پر ایک ذبیحہ کو پہرہ دار بنا
کر بٹھا دیا جائے۔ اس وقت بچہ پیدا ہو فوراً قتل کر دیا جائے اور اس کو قتل کر دیا جائے اور اگر لڑکی
ہو تو اسے چھوڑ دیا جائے۔ جب ذرا سہانی ہو تو اسے قبیلوں کے گھر بطور کنیز کام کرنے کے لیے رکھا جائے۔
براہیہ حضرت موسیٰ کے شہسوار میں آپ کی پیدائش سے قبل دس ہزار بچے اس ظالم نے قتل کرائے۔ خدا کی
شان دیکھ حضرت موسیٰ کا محل ہی ظاہر نہ ہوا۔

فرعون نے اپنی رعایا کو کئی گروہوں میں تقسیم کر دیا تھا۔ اس کے خاندان والے جو قبیلے تھے رائل قبیلے بنے ہوئے
تھے۔ بنی اسرائیل بھی بارہ گروہوں میں تقسیم تھے۔ حکومت فرعون میں کوئی کلیدی عہدہ ان کو نہیں دیا جاتا بلکہ سخت
مزدوری کا کام ان سے لیا جاتا تھا۔ اور معمولی معمولی قصور قبیلے ان کو سخت سزا دیتے تھے۔ غرض کہ بنی اسرائیل سخت
عذاب میں مبتلا تھے۔ ان کی فریاد سننے والا کوئی نہ تھا۔ وہ مصر سے ہار جی نہیں جاسکتے تھے کیونکہ ان کو یہاں پر پہرے
ہوتے تھے۔

۷۔ آگے کل قدرت اپنا ایک قانون بیان کرتی ہے وہ یہ ہے،
جو لوگ رشتے زمین پر کمزور بنا دیئے گئے ہیں ان کو خلق کا امام و پیشوا بنانے کا اور جس زمین پر وہ ظلم
زندگی بسر کریں گے ان کو اسی ملک کا مالک بنادیا جائے گا۔ چنانچہ موسیٰ ہوا، حضرت موسیٰ کے آگے کے بعد

فرعون و ہامان کو سخت سزا ملی مینی وہ دونوں اور ان کا سارا لشکر بڑی کر کے ہلاک کر دیا گیا اور بنی اسرائیل کو فرعون نے مظلوم
مجرم کے عوض ملک مصر کی سلطنت عطا کی تھی۔ قدرت کا یہ قانون صرف اسی وقت کے لیے نہ تھا بلکہ ہر زمانہ کے لیے ہے۔
جو با بر قومیں مکران ہیں ایک دوسرے کی اور ظلم و ستم کی اور بظلم و ستم کا جو زمانہ کے سر پر ہوتا ہے جلد یاد رہے
ایسا ہوتا ضرور ہے۔ فرعون اور ہامان جس مذہب کے ڈرتے تھے آخر وہ ایک دوسرے کی تمام املاک پر
ان کے عام ساز و سامان پر بھی اس کا قبضہ ہو گیا۔

حضرت موسیٰ جب پیدا ہونے لگا تو ان کی والدہ عزیز کے دل پر سخت خوف و لرزہ چھایا ہوا تھا کہ اگر بچہ کے رونے
کی آواز کسی نے سنی تو اور پھر جس میں اطلاع دے دی تو بچہ کو ذبح کیا جائے گا میری جان بھی شطروں میں پڑ جائے گی۔
خدا نے وحی کی کہ تم مضطر نہ ہو۔ موسیٰ کو ایک مندوق میں بند کر کے دریا کے کنارے چھوڑ دو ہم اسے پھر تہااری طرف
لوٹا دیں گے۔ چنانچہ انہوں نے حقیقت میں جس وقت موسیٰ کو دریا کے کنارے چھوڑ دیا۔ موسیٰ غلطی سے کہ حضرت شیل کے پوچھنے پر
کا مندوق بنوایا اس میں حضرت موسیٰ کو دریا کے کنارے چھوڑ دیا۔ موسیٰ غلطی سے کہ حضرت شیل کے پوچھنے پر
یہ بھی کہہ دیا کہ میں اس میں بچہ کو رکھ کر دیا میں چھوڑ دوں گی۔ اس نے فرعون کو اطلاع دینی چاہی لیکن اس کی زبان ایسی بند
ہوئی کہ ایک لفظ نہ نکل سکا۔ جب دوکان پر آیا تو زبان بھل گئی۔ پھر ارادہ کیا پھر زبان بند ہو گئی۔ میں بار ایسا ہی ہوا
آؤ اس نے بچے کو دل سے چھین لیا کہ اب نہ کہوں گا اور حضرت موسیٰ پر ایمان لے آیا۔

جب موسیٰ عمل مندوق میں پہنچے اور کسی دانی کا دودھ نہ پیا تو ان کی بہن نے جو دانیوں کے ساتھ محل کے
اندراج میں ہوئی تھیں آسیہ فرعون سے کہنے لگیں کہ میں ایک ایسے غامدان کی صورت کو لاسکتی ہوں جو اس بچہ کی کفالت
کر سکے گی۔ اجازت ملے پر وہاں سے اپنی ماں کے پاس آئیں اور انہیں ساتھ لے گئیں۔ موسیٰ نے ان کا دودھ شیش
پی لیا اور موسیٰ کو ان کی کفالت میں دے دیا گیا اور یوں وعدہ الہی پورا ہوا۔

فَالْتَقَطَهُ آلُ فِرْعَوْنَ لِيَكُونَ لَهُمْ عَدُوًّا وَحَزَنًا إِنَّ فِرْعَوْنَ وَ
هَامَانَ وَجُنُودَهُمَا كَانُوا خَاطِبِينَ ۝۸ وَقَالَتِ امْرَأَتُ فِرْعَوْنَ قُرْتُ
عَيْنِي وَلَكَ لَا تَقْتُلُوهُ عَسَىٰ أَنْ يَنْفَعَنَا أَوْ نَتَّخِذَهُ وَلَدًا وَهُمْ
لَا يَشْعُرُونَ ۝۹ وَأَصْبَحَ فُؤَادُ أُمِّ مُوسَىٰ فَرِغَاءً إِنْ كَادَتْ لَتُبْدِي
بِهِ لَوْلَا أَنَّ رَبَّنَا عَلَّاهُ لَتَكُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ ۝۱۰

(جب وہ مندوق بہتا بہتا فرعون کے قریب پہنچا) تو فرعون کے لوگوں نے اسے اٹھا لیا تاکہ یہی ایک
دن ان کا دشمن اور ان کے رنج کا باعث بنے۔ بے شک فرعون و ہامان اور ان دونوں کے شک و غلطی
پر تھے (جب موسیٰ محل میں لائے گئے تو) فرعون کی بی بی آسیہ اپنے شوہر سے کہنے لگی، میری اور
تہااری دونوں کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔ اسے قتل نہ کرو، کیا عجیب ہے کہ یہ ہم کو فائدہ پہنچائے
یا ہم اسے اپنا بیٹا بنالیں۔ انہیں خبر نہ تھی کہ اسی کے ہاتھوں سے برباد ہونا ہے۔ (یہاں تو یہ ہو رہا
تھا) اور موسیٰ کی ماں کا دل ایسا بے چین ہو گیا کہ اگر ہم اسے مضبوط نہ کر دیتے تو قریب تھا کہ موسیٰ کا مال ٹھکانا
مردیتی (ہم نے اسے دھاکس دی کہ) وہ ہمارے وعدہ کا یقین رکھے۔

وَقَالَتِ لَاحْتَبِ قَصِيْبُهُ زَبَصْرَتِ بِهٖ عَنْ جَنْبٍ وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ ۝۱۱
وَحَرَمْنَا عَلَيْهِ الْمَرَاضِعَ مِنْ قَبْلُ فَقَالَتْ هَلْ أَدُلُّكُمْ عَلَىٰ أَهْلِ
بَيْتٍ يَكْفُلُوْنَهُ لَكُمْ وَهُمْ لَهُ نَصْحُونَ ۝۱۲ فَرَدَدْنَاهُ إِلَىٰ أُمِّهِ كَىٰ
تَقَرَّ عَيْنُهَا وَلَا تَحْزَنَ وَلِنَعْلَمَ أَنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ وَلٰكِنْ أَكْثَرُهُمْ
لَا يَعْلَمُونَ ۝۱۳

اور حضرت موسیٰ کی ماں نے موسیٰ کی بہن کو کہا تم اس کے پیچھے پیچھے لگ جاؤ۔ وہ دوسرے دیکھتی رہی
ان لوگوں کو اس کی خبر بھی نہ ہوئی۔ ہم نے پہلے ہی سے دانیوں کا دودھ موسیٰ پر حرام کر دیا تھا۔ موسیٰ کی بہن
نے کہا کیا میں نہیں ایک ایسا شریف غامدان بناؤں کہ وہ تہااری خاطر سے اس بچہ کی پرورش کر دے اور
وہ اس کے خیر خواہ ہوں۔ (اس ترکیب سے) ہم نے موسیٰ کو اس کی ماں تک پہنچا دیا تاکہ اس کی آنکھ ٹھنڈی
ہو جائے اور رنج و فکر سے اور یہ سمجھ لے کہ خدا کا وعدہ بالکل ٹھیک ہے اگر ان میں سے کثر نہیں جانتے ہیں۔

حضرت موسیٰ کی بہن دانیوں کے ساتھ محل میں داخل ہو گئیں۔ وہاں یہ صورت پیش آئی کہ موسیٰ نے کسی دانی کی چاق
کو مٹھی میں دنگا۔ تب حضرت موسیٰ کی بہن نے کہا اگر آپ کہیں تو میں شریف غامدان کی ایک ایسی صورت کو لالائوں جو اس بچہ

کی بھی طرح بدوش کرے۔ چنانچہ اجازت دینے پر اپنی ماں کو بلا لائیں اور جب انہوں نے موسیٰ کو گود میں لے کر چھائی منہ میں دی تو انہوں نے بے تامل دودھ پینا شروع کر دیا۔ فرعون کو بڑا تعجب ہوا، پوچھا تو کون ہے اور اس لڑکے نے تیرا ہی دودھ کیوں پیا۔ انہوں نے کہا میں ایک شریف خاندان کی عورت ہوں۔ صاف ستھری رہتی ہوں اور میرا دودھ خاص صحت ہے۔ غرض اس طرح موسیٰ کی پرورش ماں کی آغوش میں ہوئی۔ روزِ صبح و شام ہمارا دودھ پلا آتیں۔

اس قصہ میں یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ خدا فرماتا ہے ہم نے کافروں کو دودھ نوشی پر حرام کر دیا تھا جس سے معلوم ہوتا کہ نبی زکافروں عورت کے بطن سے پیدا ہوتا ہے اور نہ کافروں عورت کا دودھ پینا ہے۔ پس کس قدر غلط ہے کہ انکا علیہ اور فوئیہ نیز ابوہلب جنہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دودھ پلایا کافروں تھیں۔ بھلا جس غذا نے موسیٰ کو اس شجاعت سے بھجایا وہ بھلا اپنے حبیب کو کیوں نہ بھجائے۔

وَلَمَّا بَلَغَ أَشُدَّهُ وَاسْتَوَىٰ آتَيْنَاهُ حُكْمًا وَعِلْمًا وَكَذَٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ ﴿۱۳﴾ وَدَخَلَ الْمَدِينَةَ عَلَىٰ حَيْنٍ غَفْلَةً مِّنْ أَهْلِهَا فَوَجَدَ فِيهَا رَجُلَيْنِ يَقْتَتِلَانِ هَٰذَا مِنْ شِيعَتِهِ وَهَٰذَا مِنْ عَدُوِّهِ فَاسْتَغَاثَهُ الَّذِي مِّنْ شِيعَتِهِ عَلَى الَّذِي مِّنْ عَدُوِّهِ فَوَكَزَهُ مُوسَىٰ فَقَضَىٰ عَلَيْهِ ۖ قَالَ هَٰذَا مِنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ ۖ إِنَّهُ عَدُوٌّ مُّضِلٌّ مُّبِينٌ ﴿۱۴﴾

جب موسیٰ اپنی جوانی کو پہنچے اور ان کے اعضا مضبوط ہو گئے تو ہم نے ان کو حکم اور علم عطا کیا اور ہم نیک کام کرنے والوں کو ایسا ہی بدلہ دیا کرتے ہیں۔ ایک دن موسیٰ شہر میں ایسے وقت گئے کہ وہاں کے لوگ بے خبر پڑے سوئے تھے آپ نے دیکھا کہ دو آدمی لڑ رہے ہیں ایک ان کی قوم (بنی اسرائیل) کا ہے اور دوسرا ان کی دشمن قوم کا ہے۔ پس اُس شخص نے جو موسیٰ کی قوم کا تھا اُس شخص پر غلبہ حاصل کرنے کے لیے جواں کا دشمن تھا موسیٰ سے مدد مانگی۔ موسیٰ نے اس (قبیلی) کے ایک گھونسلہ مارا، وہ مر گیا پھر (دل میں) کھنکھنے لگے کہ یہ شیطان کا کام تھا۔ بے شک شیطان ظالم مٹا کر نہ کرنے والا دشمن ہے۔

ان آیات میں چند باتیں قابلِ ذکر ہیں:

۱۔ معلوم ہوتا ہے کہ عہدِ جوانی تک حضرت موسیٰ محلِ فرعون میں رہے۔ گاہے گاہے شہر میں آیا کرتے تھے۔ ایک دن علی الصبح جیکو لوگ پڑے سوئے تھے شہر کی کسی سڑک پر سے گزرتے۔

۲۔ مذکورہ ان کو دو پختہ عطا فرمائیں (جبکہ بدن میں خوب طاقت آگئی) ایک سنگت (دشمنی) دوسرے علم۔ یہ ثبوت ہے اس کا کہ انہیں باورِ علم و فہم خدا کی طرف سے عطا ہوتا ہے وہ دنیا میں کسی سے سیکھنے کے محتاج نہیں ہوتے۔

۳۔ جن دشمنوں کو لڑنے دیکھا تھا ایک ان میں سے قبیلی (شاہی خاندان کا آدمی) تھا اور دوسرا موسیٰ کے خاندان بنی اسرائیل سے تعلق رکھتا تھا۔ یہ لڑنا ہوا تھا۔ کڑیاں چلی کر پیچھے کے لیے شہر کو جا رہا تھا قبیلی اس نے بروقتی چھین لیسنا چاہتا تھا۔

۴۔ یہ اسرائیلی ان کا حیدر تھا۔ شیعہ کے معنی پیرو کے ہیں۔ اس کو موسیٰ کا پیرو کیے کہ گیا جبکہ موسیٰ نے پہلی بار اس کو دیکھا تھا۔ یہ معلوم ہوا یہاں مراد اس وقت مذہب کا پیرو ہے جس پر موسیٰ تھے۔

۵۔ لفظ شیعہ کی یہ سادات حاصل ہے کہ اس کا ذکر قرآن میں پایا جاتا ہے باقی جو ۷۲ فرقے اس کے علاوہ اسلام میں پیدا ہوئے ان کے ناموں سے کسی نام کو بھی قرآن کے اندر داخل ہونے کا شرف حاصل نہیں ہوا۔

۶۔ معلوم ہوا کہ پیغمبر کی راہ پر چلنے والے کو شیعہ کہتے ہیں۔

۷۔ اسرائیلی نے یہ کیسے جان کر یہ (موسیٰ) اس کی مدد کو آئے۔ جواب یہ ہے کہ قبیلوں اور اسرائیلیوں کی شکل و صورت میں نمایاں فرق تھا چونکہ حضرت موسیٰ کی صورت قبیلوں سے بالکل الگ اور اسرائیلیوں سے ملتی جلتی تھی لہذا اُس نے ان سے فریاد کی۔

۸۔ موسیٰ نے ایک بے گناہ کو قتل کیوں کیا اس سے تو بہت بڑے گناہ کا کرنا ان سے لازم آتا ہے۔ جواب یہ ہے کہ یہ قتل عمد نہ تھا نہ تو ایک گھونسلے سے کوئی مری جاتا ہے نہ موسیٰ نے یہ گھونسلہ قتل کے ارادہ سے مارا تھا۔ اتفاقاً بات چلی کہ وہ مر گیا۔ دوسرے قبیل کا فرما اگر عمدہ ابھی سے مار دیتے تو گناہ نہ تھا۔

۹۔ حضرت موسیٰ کا یہ کہنا ہذا مِنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ اپنی زبان سے اس کا اقرار تھا کہ انہوں نے ایک شیطان کا کام کیا۔ حالانکہ انہیں باورِ علم و فہم خدا کی طرف سے عطا ہوتا ہے وہ تو میں الہیہ الی اللہ محسوس ہوتے ہیں۔ جواب یہ ہے کہ موسیٰ نے اپنے عمل کے متعلق نہیں کہا تھا بلکہ اس قبیلی کے عمل کے متعلق کہا تھا جو نہ بروقتی ایک عرب آدمی سے لڑا تھا چھین لینی چاہتا تھا۔

۱۰۔ اس وقت کے متعلق جب موسیٰ وہاں پہنچے تھے اختلاف ہے۔ بعض نے صبح کا وقت لکھا ہے بعض نے گرمیوں کی دوپہر کا جبکہ عموماً لوگ سو جاتے ہیں۔ بہر حال جو وقت بھی ہو رہا کہیں اس وقت نفسان تھیں۔

۱۱۔ اس واقعہ سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ کثرتِ ہی محلات عام آبادی سے باہر تھے۔

قَالَ رَبِّ إِنِّي ظَلَمْتُ نَفْسِي فَاغْفِرْ لِي فَغَفَرَ لَهُ إِنَّهُ هُوَ الْغَفُورُ
الْرَحِيمُ ۝۱۶ قَالَ رَبِّ بِمَا أَذْنَعْتُ عَلَىٰ فَلَن أَكُونَ ظَهِيرًا لِّلْمُجْرِمِينَ ۝۱۷
فَاصْبَحْ فِي الْمَدِينَةِ خَائِفًا يَتَرَقَّبُ فَإِذَا الَّذِي اسْتَنْصَرَهُ بِالْأَمْسِ
يَسْتَصْرِخُهُ قَالَ لَهُ مُوَسَّى إِنَّكَ لَغَوِي مُبِينٌ ۝۱۸ فَلَمَّا أَنْ أَرَادَ أَنْ
يَبْطِشَ بِالَّذِي هُوَ عَدُوٌّ لَّهُمَا قَالَ يَمُوسَىٰ أَرِيدُ أَنْ تُنَشِّلَنِي كَمَا
قُلْتَ نَفْسًا بِالْأَمْسِ ۝۱۹ إِنْ تُرِيدُ إِلَّا أَنْ تَكُونَ جَبَّارًا فِي الْأَرْضِ وَمَا
تُرِيدُ أَنْ تَكُونَ مِنَ الْمَصْلُحِينَ ۝۱۹

موسیٰ نے کہا اے میرے رب میں نے اپنے نفس پر ظلم کیا اس غم میں آیا، پس تو مجھے دشمنوں سے پوشیدہ
لکھ، پس خدا نے پوشیدہ رکھا۔ بے شک خدا بڑا پردہ پوش اور مہربان ہے۔ موسیٰ نے کہا اے میرے
پروردگار، تو نے مجھ پر احسان کیا ہے تو میں بھی کبھی گنہگاروں کا مددگار نہ ہوں گا (خیر وہ رات تو جیسے تیسے
گزری) صبح ہوتے ہی امید و بیم کی حالت میں پھر شہر گئے کیا دیکھتے ہیں کہ وہی شخص جس نے کل ان سے
مدد مانگی تھی آج پھر فریاد کر رہا ہے۔ آپ نے فرمایا تو تو کھلا ہوا انو آدمی معلوم ہوتا ہے۔ جب انہوں
نے پا کر اس شخص پر جو دونوں کا دشمن تھا چڑھانے کے لیے ہاتھ بڑھائیں تو اس قبلی نے کہا اے موسیٰ جس
طرح کل تم نے ایک آدمی کو مار ڈالا ہے مجھے بھی مار ڈالنا چاہتے ہو تم تو یہ چاہتے ہو کہ رستے زمین پر تم
ہی سرکش بن کر رہو اور مصلح قوم بن کر رہنا چاہتے ہی نہیں۔

انصاف آیات کے متعلق بھی چند اعتراضات پیدا ہوتے ہیں :
۱۔ جب موسیٰ نے گناہ نہیں کیا تھا تو اس کا اقرار کیوں کیا اور خدا سے مغفرت کیوں چاہی۔ جواب یہ ہے
کہ اپنے نفس پر ظلم کرنے کے یہی معنی ہیں کہ میں شہر میں کیوں آیا تھا کہ اس قتل کا باعث ہوا۔ خواہ مخواہ غم و افسوس

کو اپنا دشمن بنالیا۔ رہا یہ فرمانا، فاعفِرْ لِي تو غفر کے معنی معافی زبان میں پوشیدہ کرنے اور ڈھانپنے کے ہیں۔
مقصود یہ ہے کہ مجھے میرے دشمنوں سے پوشیدہ رکھ۔ ایسا نہ ہو کہ وہ مجھ پر قابو پا کر مجھے قتل کر ڈالیں۔
۲۔ جب موسیٰ ایک دن پہلے قتل کر چکے تھے تو پھر شہر میں کیوں آئے۔ جواب یہ ہے کہ اس واقعہ کے بعد
پھر عمل فروع میں رہنا نہیں چاہتے تھے۔ یہ خوف تھا کہ اگر اسے قتل کی خبر مل گئی تو مجھے قتل کر ڈالے گا یا کوئی اور سزا
دے گا اور امید یہ تھی کہ شاید میں مصر سے نکل جانے کا راستہ پا لوں۔
۳۔ اس قبلی کو ان کا نام کیسے معلوم ہوا۔ جواب یہ ہے کہ قتل کے بعد شہر میں پھر پناہ شروع ہوا۔ لوگوں نے
قیاس آرائی کی کہ ہونے والے موسیٰ ہوں گے کیونکہ قبیلوں سے ان کے تعلقات اچھے نہ تھے۔ دوسرے ممکن ہے کہ ہمارے
نے ان کا نام لے کر اپنی مدد کو بلایا ہو۔

وَجَاءَ رَجُلٌ مِّنْ أَقْصَا الْمَدِينَةِ يَسْعَىٰ زَقَالَ يَمُوسَىٰ إِنَّ الْمَلَائِكَةَ آمَتْ
بِكَ لَيَقْتُلَنَّكَ فَاخْرُجْ إِنِّي لَكَ مِنَ النَّاصِحِينَ ۝۲۰ فَخَرَجَ مِنْهَا
خَائِفًا يَتَرَقَّبُ زَقَالَ رَبِّ نَجِّنِي مِنَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ ۝۲۱

ایک شخص شہر کے آخری حصہ سے دوڑتا ہوا آیا اور کہنے لگا اے موسیٰ، سرداران قوم تمہارے قتل کا
ارادہ رکھتے ہیں پس تم شہر سے (جلد از جلد) نکل جاؤ، میں تمہارے نصیحت کرنے والوں میں سے ہوں
پس موسیٰ وہاں سے امید و بیم کی حالت میں نکلے اور حسب اسے دعا کی کہ اے میرے رب مجھے
ظالم قوم سے نجات دے۔

یہ شخص حضرت ذیل مومن آل فروعوں میں سے جس نے صندوق موسیٰ بنایا تھا۔ اس سے پہلے اس کا حال
بیان ہو چکا۔ چشم برون کا چچا زاد بھائی تھا۔ حضرت موسیٰ پر ایمان لائے ہوئے تھا مگر چچا زاد ہا۔ حضرت موسیٰ نے یہ خبر سن کر
امید و بیم کی حالت میں چل کر شہر سے دوڑا کرتے جاتے تھے کہ اے میرے رب مجھے اس ظالم قوم سے نجات دے
صوابی محرقہ میں ابی جبریل نے لکھا ہے کہ متذق ہیں ہیں۔ مومن آل فروعوں جو حضرت موسیٰ پر سب سے پہلے
ایمان لایا اور صاحب آل یسین جو حضرت یسعیٰ پر سب سے پہلے ایمان لایا اور علی بن ابی طالب جو حضرت رسولی خدا
پر سب سے پہلے ایمان لائے۔ اور علی بن ابی طالب جو حضرت رسولی خدا

وَلَمَّا تَوَجَّهَ تَلْقَاءَ مَدْيَنَ قَالَ عَلَىٰ رَبِّيَ أَنِّي مُهَيَّجٌ سِوَاءَ السَّبِيلِ ۝۲۲
وَلَمَّا وَرَدَ مَاءَ مَدْيَنَ وَجَدَ عَلَيْهِ أُمَّةً مِّنَ النَّاسِ يَسْقُونَ وَوَجَدَ
مِنْ دُونِهِمُ امْرَأَتَيْنِ تَذُودَانِ ۚ قَالَ مَا خَطْبُكُمَا قَالَتَا لَا نَسْقِي حَتَّىٰ
يَصْدُرَ الرَّعَاءُ سَلَامًا ۚ وَابْنُ نِسَاءٍ كَبِيرٌ ۝۲۳ فَفَعَلْنَا لَهُ تَوَلَّىٰ إِلَى الظِّلِّ
فَقَالَ رَبِّ إِنِّي لَمَّا أَنزَلْتَ إِلَيَّ مِنْ خَيْرٍ فَقِيرٌ ۝۲۴ فَجَاءَهُ إِحْدَاهُمَا
تَمْشِي عَلَىٰ اسْتِحْيَاءٍ قَالَتْ إِنَّ ابْنِي يَدْعُوكَ لِيَجْزِيَكَ أَجْرَ مَا سَقَيْتَ
لَنَا فَلَمَّا جَاءَهُ وَقَصَّ عَلَيْهِ الْقَصَصَ لَا تَنْتَفِتْ ۖ فَبَجَتْ مِّنَ
الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ ۝۲۵

جب مدین کی طرف چلے تو کہتے ہاتے تھے عنقریب خدا مجھے صحیح راستہ کی طرف لے جائے گا۔ جب مدین
کے کنوئیں پر پہنچے (جو شہر سے باہر تھا) تو دیکھا کنوئیں پر لوگوں کی بھیڑ ہے وہ (اپنے اپنے جانوروں کو) پانی
پلا رہے ہیں اور ان کے پیچھے دو عورتوں (حضرت شعیب کی بیٹیاں) کو دیکھا کہ وہ (اپنی بکریوں کو) لٹکے ٹھہری
ہیں۔ موسیٰ نے پوچھا، تمہارا کیا مطلب ہے۔ وہ کہنے لگیں جب تک سب چرواہے (اپنے جانوروں کو)
پانی پلا کر چلے نہ جائیں گے ہم نہیں پلا سکتے اور ہمارے باپ بوڑھے ہیں (غور نہیں آسکتے) موسیٰ نے ان کی
بکریوں کو پانی کھینچ کر پلا دیا۔ پھر وہاں سے ہٹ کر چھاؤں میں جا بیٹھے (جو نہ بہت جھوکے تھے) دھماکی
میرے پر دو گارہ اس وقت جو نعمت تیرے پاس ہے بھیج دے، میں اس کا سخت حاجت مند ہوں۔ اتنے
میں ان دو میں سے ایک عورت شریعی چال سے آئی اور موسیٰ سے کہنے لگی میرے والد آپ کو بلاتے ہیں تاکہ
آپ نے جو ہماری بکریوں کو پانی پلایا ہے اس کی مزدوری دیں۔ غرض جب موسیٰ ان کے پاس آئے اور ان سے

اپنا فیصلہ بیان کیا تو انہوں نے کہا اب تم کچھ اندیشہ نہ کرو تم نے ظالم لوگوں کے ہاتھ سے نجات پائی۔

حضرت موسیٰ مدین کو پیادہ پارواز ہوئے تھے کٹھن نہ لیں گے کر کے آ رہے تھے۔ راستہ میں کہیں کھانا ملا۔
دو عورتوں کے بچے کھانا کر لے کر مدین پہنچے پر ان کا بھوک سے برا حال تھا۔ ہلکی کھال پر بڑی جھکائی تھی۔ مگر اس
حالت میں بھی حضرت شعیب کی بیٹیوں کی مدد سے پہنچیں۔ یہ کہ یہ کام شعیب کے سوا دوسرا نہیں کر سکتا۔ پھر سوائے خدا
کسی سے کھانے کی درخواست نہ کی حقیقت یہ ہے کہ ان حضرات کا صبر و ضبط انہی کے ساتھ تھا۔
حضرت شعیب نے یہ سننے ہی کہ ایک انہی شخص نے ان پر احسان کیا ہے فوراً ان کو بلا لیا تاکہ اس خدمت کا
اجر ان کو دیں۔
مدین صحر کی حکومت سے خارج تھا اس لیے شعیب نے کہا اب تم کو ظالموں سے نجات مل گئی۔

قَالَتْ إِحْدَاهُمَا يَا أَبَتِ اسْتَأْجِرْهُ إِنَّ خَيْرَ مَنِ اسْتَأْجَرْتَ الْقَوِيُّ
الْأَمِينُ ۝۲۶ قَالَ إِنِّي أُرِيدُ أَنْ نَمُنَّ بِإِحْدَىٰ ابْنَتَيَّ هَاتَيْنِ عَلَىٰ أَنْ
تَأْجُرَنِي ثَمَّ إِنِّي فَخِجٌ ۖ فَإِنْ أَتَمَمْتَ عَشْرًا فَمِنْ عِنْدِكَ ۖ وَمَا أُرِيدُ
أَنْ أَشْطِيَ عَلَيْكَ سَتَجِدُنِي إِنْ شَاءَ اللَّهُ مِنَ الصَّالِحِينَ ۝۲۷ قَالَ ذَلِكْ
بَيْنِي وَبَيْنَكَ ۖ أَيَّمَا الْإِجْلَيْنِ قَضَيْتُ فَلَا عُدْوَانَ عَلَيَّ ۖ وَاللَّهُ
عَلَىٰ مَا نَقُولُ وَكِيلٌ ۝۲۸

ان دو عورتوں میں سے ایک نے کہا، ابا جان ان کو کر رکھ لیجئے کیونکہ آپ جس کو بھی کر رکھیں سب میں بہتر
وہ ہے جو طاقتور اور امانت دار ہو حضرت شعیب نے کہا، میں چاہتا ہوں کہ اپنی ان دونوں لڑکیوں میں سے
ایک کے ساتھ تمہارا اس (مہر) پر نکاح کر دوں کہ تم آٹھ برس تک میری نوکری کرو اور اگر تم دس برس
پورے کر دو تو تمہارا احسان، میں تم کو محنت شاقہ میں ڈالنا نہیں چاہتا۔ انشاء اللہ تم مجھے نیکو کار آدمی پاؤ گے

موسیٰ نے کہا یہ میرے اور آپ کے درمیان معاہدہ ہے۔ دونوں مدتوں میں سے جو بھی پوری کر دوں۔
(مجھے اختیار ہے) پھر مجھ پر کوئی جبر نہ ہوگا۔ جو کچھ ہم کہے ہیں خدا اس پر گواہ ہے۔

حضرت موسیٰ جب میں پہنچے تھے تو پہلے تو ان پر تلکان غالب تھی دوسرے بھوکے تھے تیسرے قیام کرنے کا کوئی ٹھکانہ نہ تھا۔ جب شعیب کی صاحبزادی نے ان کو کہا کہ ہمارے باپ بلا تے ہیں تو انہوں نے وہاں جانا منیت جانا۔ لڑکی نے آگے چلنا چاہا تو حضرت موسیٰ نے فرمایا تم میرے پیچھے چلو اور پیچھے سے ہی راستہ بتاؤ۔ مقصد یہ تھا کہ میں انہیں ہمراہ لے جاؤں۔

جناب شعیب نے جب موسیٰ کے حالات سنے تو غصہ ہو گیا کہ یہ مرد شریف اور عابد ارے اور عاقل تو بھی ہے پھر سوچا اگر اس کو بطور جہان رکھتا ہوں تو جوان لڑکیاں گھر میں ہیں اس صورت میں ایک انہی کو گھر میں رکھنا مناسب نہیں۔ بہتر یہ ہے کہ ایک لڑکی کا اس سے نکاح کر دوں۔ حضرت شعیب نے اپنے ارادہ کا اظہار کر کے یروشتر بھی بیان کیا کہ آٹھ برس تم کو میری بکریاں چرائی ہوں گی حضرت موسیٰ کے لیے اس سے بہتر موقع کیا تھا۔ ایک ایسے مقام پر جہاں ان کا کوئی شتنا نہ تھا اور کیا ہو سکتا تھا کہ یہ شتر منظر کر لیں۔ اس کے بعد ان کی پریشانی دور ہو گئی۔ آپ کی بی بی صاحبہ کا نام صفورا تھا۔

حضرت موسیٰ نے کہا جب آپ نے اپنی بکریاں چرانے کا کام میرے سپرد کیا ہے تو مجھے ایک انہی بھی دیجئے تاکہ اس سے دشمنوں کی بقیال بھی بھاڑوں اور اگر کوئی زندہ حمل کرے تو اس سے اس کے حمل کو دفع کروں۔ جناب شعیب نے بیٹی سے کہا فلاں عصا آٹھا لاؤ۔ جب وہ لے کر آئی تو فرمایا یہ نہیں دوسرا لاؤ۔ وہ گئیں اور پھر وہی لے آئیں۔ فرمایا یہ نہیں دوسرا لاؤ۔ وہ گئیں اور پھر وہی لے آئیں۔ انہوں نے عقلمند ہو کر کہا میں بار بار کہہ رہا ہوں کہ نہیں۔ انہوں نے عرض کیا میں کیا کروں آپ کے بچنے عصا ہیں ان میں سے جب بھی کسی اور کو پکڑنا چاہتی ہوں تو ہر بار میرے ہاتھ میں ہی آجاتا ہے۔ فرمایا اچھا تو یہی لاؤ۔ اس وقت حضرت شعیب مجھے کہ اس شخص میں خدا کی برکت کے آثار نمایاں ہیں۔ یہی وہ عصا تاجر اعجازی صورت میں آؤ رہی جانا تھا۔

فَلَمَّا قَضَىٰ مُوسَى الْأَجَلَ وَسَارَ بِأَهْلِهِ آنَسَ مِنْ جَانِبِ الطُّورِ نَارًا
قَالَ لِهَٰذَا امْكُثُوا إِنِّي آنَسْتُ نَارًا لَّعَلِّي آتِيكُمْ مِنْهَا بِخَبَرٍ أَوْ جَذْوَةٍ
مِّنَ النَّارِ لَعَلَّكُمْ تَصْطَلُونَ ﴿٢٩﴾ فَلَمَّا أَتَاهَا نُودِيَ مِنْ شَاطِئِ الْوَادِ
الْأَيْمَنِ فِي الْبُقْعَةِ الْمُبَارَكَةِ مِنَ الشَّجَرَةِ أَنْ يُمُوسَىٰ إِنِّي

أَنَا اللَّهُ رَبُّ الْعَالَمِينَ ﴿٣٠﴾ وَأَنْ أَلْقِ عَصَاكَ فَلَمَّا رَآهَا تُهْتَزُّ كَانَهَا
جَانًّا وَلِيَ مَذْبُورًا وَلَمْ يُعِقِّبْ يُمُوسَىٰ أَقْبَلَ وَلَا تَخَفْ إِنَّكَ مِنَ
الْمُؤْمِنِينَ ﴿٣١﴾ أَسْلَمَكَ يَدُكَ فِي جَيْبِكَ تَخْرُجُ بَيْضَاءَ مِنْ غَيْرِ سُوءٍ وَ
أَضْمَمُ إِلَيْكَ جَنَاحَكَ مِنَ الرَّهْبِ فَذَكَرْنَاكَ بُرْهَانًا مِّن رَّبِّكَ إِنْ
فَرَعَوْنَ وَمَلَإِيهِمْ إِنَّهُمْ كَانُوا قَوْمًا فَسِقِينَ ﴿٣٢﴾

جب موسیٰ نے وہ مدت پوری کر دی جو نکاح کی شرط تھی تو اب مدین سے اپنی بی بی کو لے کر چلے (توانضیری) رات تھی کہ وادی طور میں پہنچے سردی کا موسم تھا کہ بی بی صفورا کو درود عارض ہوا (کوہ طور کی طرف اگل کھائی دی تو اپنے گھر والوں سے کہا کہ تم لوگ ٹھہرو میں نے آگ دیکھی ہے (میں وہاں جانا ہوں) تاکہ وہاں سے لستہ کی خبر لاؤں (کہ کوہ حارنا ہے) یا آگ کا کوئی انکار دینا آؤں کہ تم لوگ تاہم۔ جب موسیٰ آگ کے پاس آئے تو وادی کی دائیں جانب سے اس مبارک جگہ میں ایک درخت سے آواز آئی، اے موسیٰ میں رب العالمین اللہ ہوں اور اپنا عصا زمین پر ڈال دو۔ (جب ڈال دیا) تو دیکھا وہ تو ایک اژدھے کی طرح بل کھا رہا ہے تو منہ پھیر کے بھاگے اور پیچھے پھر کر بھی نہ دیکھا۔ (آواز آئی) اے موسیٰ آگے آؤ اور ڈرو نہیں تم ہر طرح سے اسن دالان میں ہو اور اپنا ہاتھ گریبان میں ڈالو وہ بغیر کسی عیب کے سفید برقی جگے کا اور خوف کی وجہ سے اپنے بازو اپنی طرف سمیٹ لو (تاکہ خوف نہ ہو) یہ تھا کہ رب کی طرف سے تمہاری نبوت کی دو دلیلیں ہیں۔ فسقہوں اور اس کے درباریوں کے پاس جانے کے لیے۔ یہ بدکار لوگ بن گئے ہیں۔

جب حضرت موسیٰ نے سسرال میں بچائے آٹھ سال و س سال پورے کر دیئے تو اب وطن کی طرف مراجعت کا خیال پیدا ہوا۔ بی بی بچوں کو ساتھ لے کر چل پڑے یا پیادہ۔ مصر کے اس رستہ میں طور بھی پڑا تھا۔ جب اس کے اپنی طرف پہنچے تو سردی کا موسم تھا۔ اور اندھیری رات ایک درخت کے نیچے بال بچوں کو بھاگ کر کہا میں آگ دیکھ رہا ہوں وہاں جا کر چر لگاتا ہوں کہ کس راستہ سے ہیں جانا ہے اور وہاں سے ایک انکار دہی تم لوگوں کے لیے دینا آؤں گا تاکہ تاہم۔ وہاں جس درخت سے آگ نکلتی دیکھی تھی وہ جلی نہیں رہا تھا بلکہ خدا کا پدید کردہ نور اس پر چھا رہا تھا

بہر حال جب موسیٰ اس مبارک سرزمین تک پہنچ گئے تو آواز آئی میں رب العالمین خدا ہوں۔ پھر حکم ہوا اپنا عصا زمین پر ڈالو جب ڈالا تو وہ اڑا ہوا گیا۔ یہ قصہ ہم سورۃ نمل میں بیان کر چکے ہیں۔ یہ جو کہ لگایا کہ اپنے دونوں ہاتھ بٹلوں میں سے تو یہ خوف دُور کرنے کے لیے کہا گیا۔ انسان کی یہ فطری خصوصیت ہے کہ خوف یا سرور کے وقت جب انسان بٹلوں میں ہاتھ سے لینا ہے تو سرور یا خوف کم ہو جاتا ہے۔

قَالَ رَبِّ إِنِّي قَتَلْتُ مِنْهُمْ نَفْسًا فَأَخَافُ أَنْ يَقْتُلُونِ ۝۳۳ وَأَخِي هَارُونُ هُوَ أَفْصَحُ مِنِّي لِسَانًا فَأَرْسَلْهُ مَعِيَ رِدْءًا يُصَدِّقُنِي إِنِّي أَخَافُ أَنْ يُكَذِّبُونِ ۝۳۴ قَالَ سَنُنْذِرُ عَصِدَكَ بِإِخْيَاكَ وَنَجْعَلُ لَكَ سُلْطَانًا فَلَا يَصِلُونَ إِلَيْكَ ثُمَّ بِآيَاتِنَا أَنْتُمْ وَمَنِ اتَّبَعَكَ الْغُلُوبُونَ ۝۳۵

(حضرت موسیٰ کو جب فرعون کے پاس جانے کا حکم ملا تو) کہنے لگے میرے رب، میں نے ان میں (قبیلوں میں) سے ایک شخص کو قتل کر دیا ہے لہذا میں ڈرتا ہوں کہ (اس کے بدلے میں وہ) مجھے قتل کر دیں گے۔ میرا بھائی ہارون جو مجھ سے زیادہ فصیح ہے بطور مددگار میرے ساتھ بھیج۔ مجھے ڈر ہے کہ وہ مجھے ضرور جھٹلائیں گے۔ خدا نے فرمایا ہم عنقریب تمہارے بازو کو تمہارے بھائی سے مضبوط بنا دیں گے اور ہم اپنی نشانیاں (عصا و پیر بیضا) کے ذریعہ سے ایسا غلبہ تم کو عطا کریں گے کہ وہ تم دونوں کے قریب تک نہ آسکیں گے۔ تم دونوں اور جو تمہارے ساتھ ہوں گے وہ غالب اگر رہیں گے۔

حقیقت یہ ہے کہ حضرت موسیٰ کا خوف بیجا نہ تھا۔ مقابلہ کسی چھٹی آدمی سے نہ تھا کسی سردار قوم سے نہ تھا بلکہ ایک ایسے بادشاہ سے تھا جس کا رعب تمام ملک پر چھایا ہوا تھا۔ جس کے قبضہ میں بڑے بڑے لشکر تھے جھلکتے خزانے تھے۔ اس کے مقابلہ میں ایک تنہا کی کیا حیثیت ہو سکتی ہے اس لیے مدد مانگی۔ مگر دیکھنا یہ ہے کہ کیا مدد مانگی کوئی لشکر نہیں مانگا دس بیس آدمی نہیں مانگے، مانگا تو ایک اپنے بھروسہ کا آدمی جس کے متعلق وہ خوب جانتے تھے کہ دشمن سے مقابلہ کے وقت کسی کی حالت میں بھی مجھے تنہا چھوڑ کر نہ بھاگے گا کیونکہ میرا بھائی ہے میرا وقت بازو ہے۔ ”مگر مگر است دگر دگر است“ دوسرے میں ہٹلا ہوں وہ صاف بولتا ہے۔ فرعون کے سامنے مبارک

زور و اتقیر کر کے گا۔

حقیقت یہ ہے کہ دشمنوں سے مقابلہ میں کام اپنی لوگوں سے چلتا ہے جو اپنے سردار سے پُر غلوں محبت رکھتے ہوں اور یہ سہمائی ہوئی دیوار کا طرح جم کر لڑنے والے ہوں۔ جیسے کہ حضرت علی علیہ السلام تھے، جن کی منزلت آنحضرتؐ کے نزدیک یہی تھی جو ارواق کی منزلت موسیٰ کے نزدیک تھی۔ حضرت علیؑ ہر وقت حضورؐ کے ساتھ سایہ کی طرح رہے۔ ہر خوفناک سے خوفناک موقع پر رسولؐ کا ساتھ دیا۔ اپنی جان اُن کے قدموں پر چھڑکتے رہے۔

الغرض خدا نے اس وعدہ کے ساتھ موسیٰ و ہارون کو فرعون اور اس کے درباریوں کی طرف بھیجا کہ تم ذرا ڈرو کسی کی طاقت نہیں کہ تم کو ضرر پہنچا سکے۔ ہماری دو نشانیاں تمہارے ساتھ ہیں ان سے کام لو۔ جب خدا اپنے کسی بندہ سے ایسا وعدہ کرے تو پھر خوف نہ اس سے اس کا کیا تعلق۔ فرعون کی طرف دونوں گئے اور نہایت ڈر اور بیباک ہو کر گئے۔

فَلَمَّا جَاءَهُمْ مُوسَىٰ بِآيَاتِنَا بَيِّنَاتٍ قَالُوا مَا هَذَا إِلَّا سِحْرٌ مُفْتَرٍ وَمَا سَمِعْنَا بِهَذَا فِي آبَائِنَا الْأَوَّلِينَ ۝۳۶ وَقَالَ مُوسَىٰ رَبِّي أَعْلَمُ بِمَنْ جَاءَ بِالْهُدَىٰ مِنْ عِنْدِهِ وَمَنْ تَكُونُ لَهُ عَاقِبَةُ الدَّارِ إِنَّهُ لَا يُفْلِحُ الظَّالِمُونَ ۝۳۷ وَقَالَ فِرْعَوْنُ يَا أَيُّهَا الْمَلَأَ مَا عَلِمْتُ لَكُمْ مِنْ إِلَهِ غَيْرِي ۚ فَأَوْقِدْ لِي يَا مَلَكُ عَلَى الطِّينِ فَاجْعَلْ لِي صَرْحًا لَعَلِّي أَطَّلِعُ إِلَى إِلَهِ مُوسَىٰ وَإِلَاطِئُهُ مِنْ الْكَذِبِينَ ۝۳۸ وَاسْتَكْبَرَ هُوَ وَجُنُودُهُ فِي الْأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَظَنُّوا أَنَّهُمُ الْيَسَارَىٰ لَا يُرْجَعُونَ ۝۳۹

الغرض جب موسیٰ ہماری کھلی نشانیاں لے کر (فرعون اور اس کے درباریوں کے پاس) آئے تو انہوں نے کہا، یہ ہے کیا جھوٹا مادہ ہے۔ ہم نے اپنے باپ دادا سے ایسی باتیں کبھی نہ سنی ہیں۔ (سب جھوٹ ہے)

مولیٰ نے کہا میرا رب اس کو خوب جانتا ہے جو اس کی طرف سے ہدایت لے کر آیا ہے اور اُسے بھی ہدایت ہے جس کے لیے آخرت کا گھر ہے۔ ظالم تو کبھی کامیاب ہوا نہیں کرتے۔ فرعون نے کہا اے میرے دربار کے سردارو! میں تو اپنے سوا کسی اور کو تیار سمجھتا نہیں ہانا (اور مولیٰ دوسرے کو خدا بتاتا ہے) پس (اے ایمان) تو میرے لیے مٹی (کی اینٹوں کا) پھاد اسلگاؤ! اینٹیں بنانے کی بھٹی، پھر میرے لیے ایک (اوجھا محل) بنوادو تاکہ میں (پڑھ کر) مولیٰ کے خدا کو دیکھوں کہ (وہ کہاں ہے) میں تو مولیٰ کو جھوٹا سمجھتا ہوں۔ فرعون اور اس کے لشکر نے رشتے زمین پر ناجی سر اٹھایا تھا اور یہ سمجھ لیا تھا کہ ہماری طرف پلٹ کر نہیں آئیں گے۔

ارت) ایک کے سلسلہ میں چند باتوں پر روشنی ڈالنا ضروری ہے :

۱۔ فرعون کا عقیدہ کیا تھا؟ آیات قرآنی سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنے کو خدا نہیں سمجھتا تھا وہ خود بتوں کی پرستش کرتا تھا۔ یوحنا کا دعویٰ یہ تھا کہ میں تم سب کا رب اعلیٰ ہوں یعنی حاکم علی الاطلاق ہوں۔ میرے سوا کوئی حکومت کا دھریا نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ مولیٰ کے متعلق اُس نے اپنے درباریوں سے بھی کہا تھا کہ شخص چاہتا ہے کہ خدا کو دیکھ لے تو اس سے کہہ کہ اس ملک سے نکال دے اور ہمارے بجائے اس ملک پر حکومت کرے۔ یہ دعویٰ اُس نے بار بار ظاہر کیا ہے اور کہتا ہے یہ یوں سمجھو کہ جس کی حکومت میرے سوا مولیٰ مصر میں قائم کرنا چاہتا ہے۔ میں اُسے دیکھنا چاہتا ہوں تاکہ دیکھوں کہ اس کو کس طاقت کی بنا پر مولیٰ مجھ سے حکومت چھین کر دوسرے کے حوالے کرنا چاہتا ہے۔ الہ کے معنی وہ حاکم علی اللطاف کے لیے ہے کہ اس خدا کے جو خالق کائنات ہے۔ وہ بھی اس کا تدبیر نہیں ہٹا کہ وہ اس دنیا کا یا کم از کم انسانوں کا پیدا کرنے والا ہے۔ اگر وہ ایسا دعویٰ کرتا تو کوئی حق سے احمق انسان بھی اس دعویٰ کو تسلیم نہیں کر سکتا تھا۔

۲۔ یہ ایک مفسر کے رائے ہیں۔

۲۔ اکثر مفسرین کی رائے یہی ہے کہ وہ خدائی کا تدبیر تھا اور جہاں جہاں اُس نے یہ کہا ہے کہ میرے سوا کوئی الٰہ نہیں وہاں مسمود مراد ہے۔ رب اعلیٰ کہنے سے اس کی مراد یہ تھی کہ سب کا پرورش کرنے والا میں ہوں۔ فرعون جیسے بے عقل انسان سے ہر قسم کی دعویٰ کی امید کی جاسکتی ہے جو رب اعلیٰ ہونے کا دعویٰ کر سکتا ہے۔ اور رب العالمین کو اٹھ ماننے سے انکار کرتا ہو۔ جہاں اس سے خدائی کا دعویٰ کرنا کیا بعید ہے۔ احمق کو اپنے دعویٰ کے ثبوت میں کسی دلیل کی ضرورت نہیں ہوا کرتی۔

۳۔ قرآن میں جس بنیاد کے بنائے کا ذکر ہے جس کے اوپر چڑھ کر خدا نے مٹی کو دیکھے اس میں بھی اختلاف ہے۔ بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ میرے اُس کا خیال تھا۔ اُس نے ایسا چاہا کہ ضرور خدا کی لہجہ میں ایسا ہوا نہیں خواہ اس کی سمجھ میں بات آگئی ہو یا کسی اور نے سمجھا ہو کہ اُسے احمق مولیٰ کا خدا کیا اس جہاں میں بیٹھا ہے کہ تو

اُسے دیکھ پائے گا۔

۴۔ اکثر مفسرین کا اس پر اتفاق ہے کہ نہ کہ کثیر خرچ کر کے احمق نے ایک نہایت بلند مینار بنوایا تھا۔ لیکن اس پر چڑھنے سے پہلے وہ گر گیا۔ جس سے بہت سے لوگ ہلاک ہو گئے اور بہت سے مکان تباہ ہو گئے۔ یہ سوال اُرد کی زیادتی اور دوست حکومت کے شیطانی کرشمے تھے جو آسمان دیکھنے میں آتے رہتے ہیں۔ دولت کا دباؤ جب عقل پر پڑتا ہے تو اس کی ہڈی پسلی ٹوٹ کر رہ جاتی ہے۔ شہزادہ مرود، فرعون وغیرہ اسی احمق دنیا کے بھنے والے ہیں۔ اور اس صدی میں بھی بہت سے لوگ اس سوسائٹی کے ممبر ہیں۔

فَاَخَذْنَاهُ وَجُنُوْدَهُ فَنَبَذْنَاهُمْ فِي الْيَمِّ ۚ فَاَنْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الظَّالِمِيْنَ ۝۳۰ وَجَعَلْنَاهُمْ اٰيَةً يَدْعُوْنَ اِلَى النَّارِ ۚ وَيَوْمَ الْقِيَمَةِ لَا يَنْصُرُوْنَ ۝۳۱ وَاتَّبَعْنَاهُمْ فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا لَعْنَةً ۚ وَيَوْمَ الْقِيَمَةِ هُمْ مِنَ الْمَقْبُوْحِيْنَ ۝۳۲ وَلَقَدْ اَتَيْنَا مُوسٰى الْكِتٰبَ مِنْۢ بَعْدِ مَا اَهْلَكْنَا الْقُرُوْنَ الْاُولٰٓئِ بِبَصٰٓئِرٍ لِّلنَّاسِ وَهٰدًى وَرَحْمَةً لَّعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ۝۳۳

ہم نے فرعون اور اس کے لشکر کو دھڑکڑا پس دیکھو ظالموں کا انجام کیسا ہوا ہم نے ان کو دکھایا کہ ان کا دنیا بنایا جو لوگوں کو جہنم کی طرف بلانے والے تھے اور قیامت کے دن ان کی مدد نہ کی جائے گی ہم نے دنیا میں بھی توان کے پیچھے لعنت لگا دی ہے اور قیامت کے دن انکے چہرے بگاڑ دیے جائیں گے اور ہم نے مولیٰ کو کتاب عطا کی، اس کے بعد کہ ہم نے بہت سی امتوں کو ہلاک کر ڈالا۔ تمام کتاب لوگوں کے لیے سستا پابصیرت، ہدایت اور رحمت ہے تاکہ لوگ نصیحت حاصل کریں۔

دنیا میں دو قسم کے امام پائے جاتے ہیں، ایک وہ جو لوگوں کو جہنم کی طرف لے جانے والے ہیں۔ دوسرے وہ جو جنت کی طرف دعوت دینے والے ہیں۔ اثر نادر کو جو خدا نے اپنی طرف لبست دی ہے یعنی ہم نے اُن کو بنایا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ہمیں اسباب کی بنا پر وہ سرکش بنے وہ ہمارے ہی پیدا کردہ ہیں۔ انہوں نے ان اسباب اور ذرائع کا غلط استعمال کیا اس لیے وہ ہمارے نافرمان بندے قرار پائے۔ انہیں سرچنا چاہیے تھا کہ جس نے یہ قوتیں ہم کو دی ہیں اس پر

ایمان لانا چاہیے نہ یہ کہ اس کے خلاف لوگوں کو نبوت پر آمادہ کریں۔ تمجران کی بغاوت کا یہ بڑا قیامت میں کوئی ان کا مددگار نہیں ہوگا اور دنیا میں قیامت تک ان پر پھٹکار برسے گی۔ موسیٰ تو بعد میں آئے ہیں ان سے پہلے قوم نوح، قوم عاد و ثمود اور قوم شعیب پر کیے کیے ہم نے مذاب نازل کیے۔ یہ شیطان کے جبرائے کردار کی منہاجی۔ پھر ہم نے دم ٹھاکر بعد والی قوموں کے لیے کتاب قرینہ نازل کی کہ شاید یہ لوگ پہلے لوگوں کے حال سے نصیحت حاصل کریں۔

وَمَا كُنْتَ بِجَانِبِ الْغَرْبِيِّ إِذْ قَضَيْنَا إِلَىٰ مُوسَى الْأَمْرَ وَمَا كُنْتَ مِنَ الشَّاهِدِينَ ﴿۳۷﴾ وَلَكِنَّا أَنشَأْنَا قُرُونًا فَتَطَاوَلَ عَلَيْهِمُ الْعُمُرُ وَمَا كُنْتَ ثَاوِيًا فِي أَهْلِ مَدْيَنَ تَتْلُو عَلَيْهِمُ الْآيَاتِ وَلَكِنَّا كُنَّا مُرْسِلِينَ ﴿۳۸﴾ وَمَا كُنْتَ بِجَانِبِ الطُّورِ إِذْ نَادَيْنَا وَلَكِنْ رَحْمَةً مِن رَّبِّكَ لِتُنذِرَ قَوْمًا مَّا أَتَاهُمْ مِن نَّذِيرٍ مِّن قَبْلِكَ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ ﴿۳۹﴾ وَلَوْلَا أَنَّا نَصِيبَهُمُ مُّصِيبَاتٍ بِمَا قَدَّمْتَ أَيْدِيَهُمْ لَفُتِقُولُوا رَبَّنَا لَوْلَا أَرْسَلْتَ إِلَيْنَا رَسُولًا فَنَلْبِغَ إِلَيْكَ وَنَكُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ ﴿۴۰﴾

(اے رسول!) جس وقت ہم نے موسیٰ کو حکم بھیجا تھا تو تم طور کی مغربی جانب موجود نہ تھے اور نہ تم ان واقعات کو چشم خود دیکھ رہے تھے لیکن ہم نے موسیٰ کے بعد بہت سی آیتیں پیدا کیں پھر ان پر ایک زمانہ دراز گزر گیا اور نہ تم مدین کے لوگوں میں رہے تھے کہ ان کے سامنے ہماری آیتیں پڑھتے (تاکہ تم ان کے حالات معلوم ہو سکتے) مگر تم قوم کو پیغمبر بنا کر بھیجنے والے تھے اور نہ تم طور کی کسی جانب اس وقت موجود تھے جب ہم نے موسیٰ کو آواز دی تھی (تاکہ تم دیکھتے) مگر یہ تمہارے پروردگار کی مہربانی ہے کہ تم ان لوگوں کو جن کے پاس تم سے پہلے ڈرانے والا آیا ہی نہیں تھا ڈراؤ تاکہ وہ لوگ نصیحت و عبرت حاصل کریں اور اگر یہ نہ ہوتا کہ جب ان پر ان کے اگلے کرتوتوں کی بدولت کوئی مصیبت پڑتی، تو

(بے ساختہ) کہہ اٹھتے کہ پروردگار! تو نے ہمارے پاس کوئی پیغمبر ہی نہ بھیجا کہ ہم تیرے حکموں پر چلتے اور ایمان لائیں میں سے ہوتے۔

یہ آیات انحضرت کی نبوی تصدیق میں نازل ہوئی ہیں یعنی اے رسول تم لوگوں کے سامنے وہ واقعات بیان کر رہے ہو جو تم سے دو ہزار برس پہلے ہو چکے ہیں تو کیا یہ تمہاری نبوت کی تصدیق کے لیے کافی نہیں۔ تم نہ وہاں موجود تھے نہ تم نے ان کے حالات کے بارے میں کوئی کتاب پڑھی تھی۔ تو یہ زبیر ہمارے بتائے تم کیسے بیان کر رہے ہو۔ موسیٰ کے واقعات اہل مدین کے واقعات اور سچے واقعات۔ اگر تم نبی نہ ہوتے تو بھلا کیسے بیان کر سکتے تھے۔ کتنی تو میں تم سے پہلے اس دنیا میں آئیں اور گزر گئیں۔ کتنے انبیاء و مرسلین ان میں ہدایت کے لیے آئے اور گزر گئے۔ تم ان کے حالات کو بیان کر رہے ہو تو کیا یہ تمہاری نبوت کے ثبوت کے لیے کافی نہیں۔ حضرت عیسیٰ کے بعد یہ سلسلہ ختم ہو گیا تھا۔ پھر سو برس تک کوئی نبی نہ آیا۔ ہم نے پھر تم کو اپنی رحمت بنا کر بھیجا تاکہ لوگوں کو روز قیامت پر کھنے کا موقع نہ ملے کہ جب کوئی ہادی ہمارے پاس آیا ہی نہ تھا تو پھر ہم سے باز پرس کیوں ہے اگر آقا تو ہم ضرور مومن ہی ہوتے۔ یہ زمانہ جو انبیاء سے خالی رہا جس کو نماز، قدرت، کھتے ہیں اس مصلحت پر مبنی تھا کہ لوگ نبی کی ضرورت کا احساس کریں اس زمانہ قدرت سے پہلے تک ہوتا رہا کہ انبیاء و مرسلین آتے رہے اور لوگ ان کو جھٹلاتے رہے بکہ ان کو قتل کرتے رہے لہذا ہم نے ان کی تمام آمد و رفتی تاکہ انہیں یہ معلوم ہو کہ انبیاء کی آمد نہ رکھانے سے ان کو کتنا نقصان پہنچا۔ چند سو برس کے اندر دنیا بھر کی بڑائیاں ان کے اندر اس تیزی سے آئیں کہ نبی کا نام تک بھول گئے۔ اخلاقی، معاشی اور تمدنی غرض ان کے ہر طریقہ زندگی میں یکسر بے پڑ گئے۔ رات دن کی بوجھ بیکار رہنے ان کے امن و امان کا خاتمہ کر دیا۔ زنا کاری، ٹوٹ مار، سود خوری، ظلم پسندی، دہاکاری، معاشقت، آبرو ہیزی، مریض کو نفی برائی مٹی جواں کے اندر نہ پانی جاتی تھی۔ ان کا نظام حیات کسی قانون کا پابند نہ تھا۔ وہ جذبات سے کھیلتے اور ہوا و ہوس سے دل بہلاتے تھے۔ وہ مکمل و صورت میں انسان تھے مگر سیرت میں حیوان بلکہ حیوانوں سے بھی بدتر۔ قبائل کی باہمی دشمنی نے ان پر عرصہ حیات تک کر رکھا تھا۔ ایک خدا کو چھوڑ کر کثیر تورات جنوں کے پرستار بنے ہوئے تھے۔ برہنیت کی قد چونکہ بعد ذواں ہوئی ہے اس لیے اب احساس ہوا کہ انبیاء کے نہ آنے سے ان کو کتنا سخت نقصان پہنچا ہے۔ جو ہمیشہ گوریاں نبی آخر الزماں کے متعلق سنتے تھے اب قدرت سے اس نبی کے آنے کی گھڑیاں گنے لگے۔ اگر حضور نہ آتے تو ان کی ہدایت کا کوئی ذریعہ نہ تھا۔ یہی وجہ ہے کہ اپنی غلطی کا احساس بہت جلد انہیں ہوئے لگا اور دین اسلام نے ان کا بیڑا غرق ہونے سے بچا لیا۔

خدا ہی سب باتیں اپنے رسول کو بتا رہا ہے اور ان کے مخالفین کو بھار رہا ہے۔

خدا نے انہیں ایک ایسا نبی بھیجا جس کی شریعت ہر طریقہ سے کامل ہے اب قیامت تک کسی اور نبی کے آنے کی ضرورت باقی نہیں رہی کہ وہ دین و دنیا کی تمام ضروریات کو مکمل طور سے نبھا دیا گیا ہے اور اس کی تعلیم کو تمام ارضی مخلوق کو سکھایا دیا گیا۔ پوری طرح اشاعت کر دی گئی۔ اور نور ہدایت کی تابثیوں کے لیے ہر زمانہ کے لیے امام مقرر کر دیا گیا۔

فَلَمَّا جَاءَهُمُ الْحَقُّ مِنْ عِنْدِنَا قَالُوا لَوْلَا أَوْتِي مُوسَى
 أَوَّلَ الْكِتَابِ بَإِمَّا أَوْتِي مُوسَى مِنْ قَبْلُ قَالُوا سِحْرَانِ تَظَاهَرَا وَقَدْ
 قَالُوا إِنَّا بِكُلِّ كَفْرٍ ۝۳۸ قُلْ فَاتُوا بَكِتَابٍ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ هُوَ أَهْدَى
 مِنْهُمَا اتَّبِعْهُ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ۝۳۹ فَإِنْ لَمْ يَسْتَجِيبُوا لَكَ فَاعْلَمْ
 أَنَّمَا يَتَّبِعُونَ أَهْوَاءَهُمْ وَمَنْ أَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوَاهُ بِغَيْرِ هُدًى
 مِنَ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ ۝۴۰ وَلَقَدْ وَصَّلْنَا لَهُمُ
 الْقَوْلَ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ ۝۴۱ الَّذِينَ آتَيْنَاهُمُ الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِهِ
 هُمْ بِهِ يُؤْمِنُونَ ۝۴۲

جب ہماری بارگاہ سے دین حق ان کے پاس پہنچا تو کہنے لگے جیسے (معجزے) موسیٰ کو عطا
 ہوئے تھے ویسے ہی اس رسول کو کیوں نہیں دیئے گئے۔ کیا جو معجزے اس سے پہلے موسیٰ کو
 دیئے گئے تھے ان سے ان لوگوں نے انکار نہیں کیا تھا۔ کفار تو یہ بھی کہہ گئے کہ یہ دونوں (توریت و
 قرآن) جادو ہیں جو باہم ایک دوسرے کے مددگار ہو گئے ہیں اور یہ بھی کہہ چکے ہم تو سب کے منکر ہیں
 (لے رسول) تم ان لوگوں سے کہہ دو اگر تم سچے ہو تو خدا کی طرف سے بنا کر ایک ایسی کتاب بھیج دے
 میں ان دونوں سے بہتر ہو سکے اور میں بھی اس پر چلوں۔ پس اگر یہ لوگ اس پر بھی نہیں تو سمجھ لو
 کہ یہ لوگ اپنی ہوا و ہوس کی پیروی کرتے ہیں اور جو شخص خدا کی ہدایت کو چھوڑ کر اپنی ہوا و ہوس کی
 پیروی کرے تو اس سے زیادہ گمراہ کون ہوگا۔ بے شک خدا سرکش لوگوں کو منزل مقصود تک نہیں
 پہنچاتا اور ہم نصیحتاً اپنے لگاؤ اور احکام بھیج کر ان کو نصیحت کرتے رہے ہیں کہ لوگ نصیحت حاصل کریں۔

جن لوگوں کو ہم نے اس سے پہلے کتاب عطا کی ہے وہ اس شکران پر ایمان لاتے ہیں۔

کفار قریش کا یہ اعتراض آنحضرت پر تھا کہ ان کو وہ تمام معجزات کیوں نہیں دیئے گئے جو حضرت موسیٰ کو
 دیئے گئے تھے جیسے عصا کا سانپ بننا، ہاتھ کا روشن ہونا، پتھروں سے پانی کا نکلنا وغیرہ وغیرہ۔ ان سے جو اہم کہا ہوا
 ہے کہ تمہارے بانی نے ان کو وہ ان سمیع معجزات کے موسیٰ کی رسالت سے کیوں انکار کیا تھا۔ تم کہتے ہو کہ توریت
 قرآن یہ دونوں جادو کی کتابیں ہیں۔ اچھا اگر تم سچے ہو تو ان کے علاوہ کوئی اور خدا کی ایسی کتاب پیش کر دو جو ان سے
 زیادہ ہدایت کرنے والی ہو۔ یہ کیا جواب دے سکتے ہیں یہ لوگ تو اپنی خواہش کی پیروی کرتے ہیں جو ان کے دل میں
 آتا ہے نہ ان سے کسی شے ہیں دوسرے ہیں نہ جتنے ہیں۔ ان سے زیادہ گمراہ اور کون ہوگا جو خدا کی ہدایت کو چھوڑ
 بیٹھے ہیں۔ ہم تو لگاؤ اپنی ہدایت بھیجتے ہی جاتے ہیں تاکہ نصیحت حاصل کریں۔ جن لوگوں کو ہم نے قرآن سے پہلے
 کتاب دی تھی ان میں سے بعض لوگ قرآن پر ایمان بھی لے آئے ہیں۔ اس آیت سے مراد وہ نصاریٰ ہیں جو حضرت
 رسول خدا پر ایمان لاتے تھے ان میں سے ۳۲ آدمی حضرت جعفر کے ساتھ حبشہ سے آئے تھے اور آٹھ شام سے۔
 ہجرا۔ ابراہیم شرف۔ عامر۔ ابن۔ ادیس۔ نافع۔ عیسیٰ بن ابی یوسف۔ ان ی لوگوں میں سے ہیں جو عیسائی مذہب کو
 چھوڑ کر داخل اسلام ہوئے تھے جو ۳۲ آدمی حضرت جعفر کے ساتھ آئے تھے وہ اس کا ثبوت ہیں کہ بادشاہ حبشہ نبی اکرم پر
 ایمان لا چکا تھا ورنہ وہ یہ سن کر کہ ۳۲ آدمی مسلمان ہو گئے ہیں جعفر کی گردن مار دیتا اور جو مسلمان وہاں تھے ان سب
 کو قتل کر دیتا۔

وَإِذْ آتَيْنَاهُمُ الْقُرْآنَ أَنْتَابُهَا أَنْتَابُ الْحَقِّ مِنْ رَبِّنَا إِنَّا كُنَّا مِنْ
 قَبْلِهِ مُسْلِمِينَ ۝۴۳ أُولَٰئِكَ يُؤْتَوْنَ أَجْرَهُمْ مَرَّتَيْنِ بِمَا صَبَرُوا
 وَبَدَّعُوْنَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةِ وَمَعَازَرَقْنَاهُمْ يُنْفِقُونَ ۝۴۴ وَإِذَا
 سَمِعُوا اللَّغْوَ أَعْرَضُوا عَنْهُ وَقَالُوا لَنَا أَعْمَالُنَا وَلَكُمْ أَعْمَالُكُمْ
 سَلِّمْ عَلَيْكُمْ ذَلَّا نَبْتَغِي الْجَاهِلِينَ ۝۴۵

جب قرآن ان کے سامنے پڑھا جاتا ہے تو کہتے ہیں ہم تو اس پر ایمان لا چکے ہیں یہ ہمارے رب کی

طرف سے بالکل حق ہے ہم تو اس سے پہلے ہی اُسے مانتے تھے۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کو ان کے اعمال کی دوسری جزا دی جائے گی۔ چونکہ ان لوگوں نے صبر کیا اور ہدی کا دھنیک نیکی سے کرتے رہے اور جو رزق ہم نے دیا ہے اُسے اہل خد میں خرچ کرتے ہیں اور جب لغو بات سنتے ہیں تو اس سے منہ پھیر لیتے ہیں۔ اور کہتے ہیں ہمارے اعمال تمہارے اعمال ہیں اور تمہارے اعمال تمہارے ساتھ، سلام علیکم۔ ہم جاہلوں کی صحبت کے خواہشمند نہیں۔

بعض مفسرین نے ان ایمان لائے والوں کے متعلق لکھا ہے کہ جب حضرت رسول خدا کی بعثت کی خبر اہل اہل جہان میں پھیلی تو حبش کے عیسائیوں نے تحقیق حال کے لیے ایک وفد بھیجا جس میں ۳۰ آدمی تھے۔ جب یہ وفد مکہ آیا اور حضورؐ کو درود عالم سے ملا، بہت سے لوگ جمع ہو گئے۔ آپؐ نے ان کے سامنے قرآن پڑھا تو ان پر بعد عاری ہوا اور اس کی صداقت کی تصدیق کی اور ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ پھر انہوں نے آپؐ سے چند سوالات کیے، جن کے جوابات میں رسولؐ کی حقانیت کا ان پر اور زیادہ اثر ہوا۔ پھر حضورؐ نے ان کو دعوت اسلام دی۔ انہوں نے اسلام قبول کیا جب واپس جانے لگے تو ابو جہل وغیرہ نے ان کو راستہ میں جالیا اور کہا تم نے یہ کیا کیا۔ تم تو اسلام کی تحقیق کرنے کے لیے آئے تھے کہ ٹھیک ٹھیک حال جا کر بیان کرو۔ نہ یہ کہ تم اپنا قدیمی مذہب چھوڑ کر مسلمان ہو جاؤ۔ انہوں نے کہا، بس تمہیں ہمارا سلام، ہم ایسی جہالت کی باتوں میں جن میں آسکتے۔ تمہارا دین تمہارے لیے ہمارا دین ہمارے لیے ہے۔ ہم اس سے پہلے ہی آیت یار کے دین پر ایمان لائے ہوئے تھے اب جو ہم نے قرآن کو اس کے مطابق پایا تو اس رسولؐ پر ایمان لے آئے۔

قرآن کہتا ہے ان لوگوں کو دھرا اجر ملے گا۔ پہلی کتابوں پر بھی ایمان لائے گا اور اس کتاب پر بھی۔ انہوں نے خود کتابوں کو سننا گوارا نہ کیا اور صاف کہہ دیا ہم پہلے ہی خدا پر ایمان لائے ہوئے تھے اور اس کے فرمانبردار بندے تھے اور اب بھی ہیں۔ ہم تمہارے بہکانے میں نہیں آسکتے پس تمہیں دوسرے سلام۔ تم جہالت کی باتیں کرتے ہو۔ ہم تمہاری صحبت میں ایک سنت دھنکوارا نہیں کرتے۔ تمہارے اعمال تمہارے ساتھ ہیں ہمارے اعمال ہمارے ساتھ ہیں۔

إِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ أَحْبَبْتَ وَلَكِنَّ اللَّهَ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ وَهُوَ
أَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِينَ ﴿٥٩﴾

(اے رسول) تم جسے چاہو منزل مقصود تک نہیں پہنچا سکتے لیکن اللہ جسے چاہے منزل مقصود تک پہنچا سکتا

ہے اور وہی ہدایت یافتہ لوگوں سے خوب واقف ہے۔

بعض مفسرین کا خیال ہے کہ یہ آیت حضرت ابوطالب کے بارہ میں نازل ہوئی ہے چونکہ ابوطالب نے حضرت کو پرورش کیا تھا اس لیے آپؐ چاہتے تھے کہ وہ مسلمان ہو جائیں۔ لیکن یہ خیال غلط ہے۔ ابوطالب مسلمان تھے اور مسلمان ہی رہے۔ جس کے بے شمار ثبوت ہیں۔

ہدایت کے دو معنی ہیں اول ارشاد طریق یعنی راست دکھانا رسول کا یہی کام ہے کہ وہ گمراہوں کو سیدھا راستہ دکھادیں نہ کہ آئسے سبیل مقصود تک پہنچادیں۔ ایسا ہوتا تو سب کا فراموش ہو جاتے۔ دوسرے معنی ہیں ایصال الی المطلوب یعنی منزل مقصود تک پہنچانا یہ کام خدا کا ہے۔ پس مذکورہ بالا آیت میں ہدایت کے یہی دو معنی ظاہر کیے گئے ہیں یعنی اے رسول تمہارا کام راستہ دکھانا ہے اور ہمارا کام منزل مقصود تک پہنچانا ہے۔ اس کا ابوطالب سے کیا تعلق۔ ابوطالب چونکہ حضرت علیؑ کے باپ تھے۔ لہذا لوگوں کو ہمیشہ یہ کہہ رہی کہ ابوطالب کا کافر ہونا ثابت کر دیں کیسی عجیب بات ہے کہ ابوطالب کے گھر والے کہتے ہیں وہ مؤمن تھے اور باہر والے کہتے ہیں وہ کافر تھے۔ حالانکہ گھر والوں کا حال سب زیادہ گھر والے ہی جانتے ہیں۔ اس سلسلہ میں چند باتوں پر غور کیجئے :

- ۱۔ اگر ابوطالب کافر ہوتے تو حضرت علیؑ خوار کعبہ میں ہرگز پیدا نہ ہوتے۔ ایک کافر بچہ کو جو کفر کے جنس نطفہ سے پیدا ہوئے والا ہو خدا اپنے گھر میں اس کا پیدا ہونا کیونکر گوارا کر لیتا۔
- ۲۔ اگر ابوطالب کافر ہوتے تو خدا اپنے رسولؐ کو ان کی پرورش میں دنیا کیوں منظور کر لیتا۔ کیونکہ کافر کی تربیت میں رکھ کر جو بچہ نشو و نما پائے گا اس میں لاعلمی کافر کی عادات و خصائل ہوں گے۔
- ۳۔ اگر ابوطالب کافر ہوتے تو کبھی حضورؐ سے ان کو اتنی محبت نہ ہوتی کہ ان کی وجہ سے اپنی جان جو کھوئی میں ڈالتے اور اپنی قوم سے سخت عداوت مولیٰ لیتے۔ شہبانی طالب میں تین سال جس مصیبت میں کاٹے وہ اس کی دلیل ہے کہ ابوطالب مؤمن تھے، ورنہ کفر و ایمان میں اتنی شدید محبت نہیں ہو سکتی۔
- ۴۔ اگر ابوطالب کافر ہوتے تو اپنے بیٹے علیؑ کو رسولؐ کی پرورش میں نہ دیتے اور جب علیؑ کو ان کے نقل و قدم پر چلنا دیکھتے تو اس کو ہرگز گوارا نہ کرتے۔ کوئی نہیں چاہتا کہ اس کی اولاد اس کے دین کے خلاف ہو کر زندگی بسر کرے۔

۵۔ اگر محمدؐ پدھر آنحضرتؐ اور ابوطالب دونوں کے بھائی تھے ایک ساں سے تھے ایک ہی آغوش میں تو کیسے ممکن تھا کہ ایک بھائی کافر بھسا اور ایک مؤمن۔ یہ تو مسلم ہے کہ فاطمہؑ بنت اسدؓ مومن تھیں ورنہ رسولؐ اپنی قبیص کا قریبی نہ دیتے اور قریب ان کو نہ مارتے اور ان کو قریب یقین نہ کرتے۔ ان کو اتنی بد امتی نہ دیتے۔ کیونکہ مومن و کافر میں کشتہ ہو جاتا ہے۔ مسلمان حضرت محمدؐ کے متعلق یہ بحث بھی نہیں چھیڑتے مگر من بحث میں جب آتا ہے ایمان ابوطالب۔ صرف اس لیے کہ وہ حضرت علیؑ کے باپ تھے۔

۶۔ جامع الاصول میں ہے اهل البيت يقولون ان اباطالب كان مسلماً ومات مسلماً -
(اہل بیت کا کہنا ہے کہ ابوطالب مسلمان تھے اور مسلمان مرے۔)

۷۔ محدث دہلوی نے مارج البیہ میں لکھا ہے، آپ کا نقش نیکی تھا، رضیت باللہ رباً و باین اخی
منیباً و باینی علی وصیباً۔ (میں اللہ کے پروردگار ہونے اور اپنے جتنیجے کے نبی اور اپنے بیٹے کے وصی ہونے کو پسند
کرتا ہوں۔)

۸۔ حضرت ابوطالب نے آنحضرت کی تعریف میں جو اشعار کہے ہیں وہ ایک کافر کی زبان سے ادا نہیں ہو سکتے
وہ اس کی دلیل ہیں کہ آپ مومن تھے جسور کا لکاح جناب ابوطالب نے پڑھایا جو الحمد للہ اندی سے شروع ہوتا ہے

وَقَالُوا اِنْ تَتَّبِعِ الْهُدٰى مَعَكَ نَخْطِفُ مِنْ اَرْضِنَاۤءِ اَوَلَمْ نُمَكِّنْ
لَهُمْ حَرَمًا اِمْنًا يُجْبٰى اِلَيْهِ ثَمَرَتُ كُلِّ شَيْءٍ رِّزْقًا مِّنْ لَّدُنَّا وَلٰكِنْ
اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝۵۰ وَكَمْ اَهْلَكْنَا مِّنْ قَرْيَةٍ بَطِرَتْ مَعِيشَتَهَا
فَاتَلَكَ مَسٰكِنُهُمْ لَمْ يَنْصَبْ لَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِهِمْ اِلَّا قَلِيْلًا وَكُنَّا نَحْنُ
الْوَرِثِيْنَ ۝۵۱

(اے رسول کفار کو) تم سے کہتے ہیں کہ اگر ہم تمہارے ساتھ دین حق کی پیروی کریں تو ہم اپنے ملک
سے ایک ایسے جائیں گے (یہ کہتے ہیں) کیا ہم نے انہیں حرم مکہ میں جہاں ہر طرح کا امن ہے
جگہ نہیں دی جہاں ہر قسم کے چلن باری بارگاہ سے ان کے لیے کچھ چلے آتے ہیں مگر بہت سے لوگ
اس بات کو نہیں جانتے اور ہم نے تو بہت سی بستیاں ہلاک کر دیں جن میں بڑی اتراہٹ کے ساتھ
زندگی بسر کرتے تھے (دیکھو) یہ ان کے اجزے ہوئے گھر ہیں جو ان کے لیے پھر آباد نہیں ہوئے مگر
بہت کم۔ آخر ہم ہی ان کے مال و اسباب کے وارث تھے۔

تفید قریش کو تمام اقوام عرب میں بہت سی انتہائی خصوصیات حاصل تھیں۔ اول تو یہ کہ ان کو نبی شرافت

حاصل تھی یعنی حضرت اسمعیل کی اولاد سے تھے، دوسرے وہ خاندان کعبہ کے متعلق تھے۔ اس بنا پر لوگ ان کو بڑی
عزت کی نظر سے دیکھتے تھے، تیسرے ان کی تجارت کا سلسلہ دور تک سیلا ہوا تھا۔ جب حضور نے لوگوں کو
دعوتِ اسلام دینا شروع کی تو قریش کو یہ فکر لاحق ہوئی گا اگر ہم اس نئے دین کو قبول کر لیتے ہیں تو حجاز و عراق و مغرب
تمام بہت پرست ہمارے خلاف ہوجائیں گے اور ہمارا تمام وقت و فراغ میں مل جائے گا۔ اس کا اثر سب سے زیادہ
ہماری معاشی حالت پر پڑے گا لوگ ہم سے تجارت کرنا بند کر دیں گے اور تجارتوں کے بند دروازے ہم پر کھل جائیں
کچھ عید نہیں کہ لوگ حملہ آور ہو کر ہمیں کہتے لکال باہر کریں اور ہمیں درود بخور کریں کھانا نصیب دے۔ یہ سب بڑی
رکاوٹ تھی جو اسلام قبول کرنے میں سدا رہا ہوئی۔ اس کے متعلق خدا فرما رہا ہے کہ ان کا یہ دوسرا غلط ہے۔ ہم نے اس
شہر کو ہمارے امن قرار دیا ہے کسی کی طاقت نہیں کہ حملہ کر کے ان کو تباہ و برباد کر دے۔ ہم نے وعدہ کیا ہے کہ ہر قسم
کے چلن ان کو کھتے رہیں گے اور غلہ کی فراہمی میں رکاوٹ نہ ہوگی۔ پھر انہیں کیا تاقل ہے۔ وہ عیش و آرام کے سامان
ضائع ہونے سے ڈرتے ہیں حالانکہ اگر ایمان نہیں تو ان کو عیش و آرام سے زندگی بسر کرنے کا کوئی حق نہیں ہم نے
منہدم کئے عیش پرستوں کی کتنی بستیاں تباہ و برباد کر دیں۔ دیکھو تو کہتے گھر ایسے خالی کھنڈ رہنے نظر آتے ہیں گویا ان
میں کبھی کوئی بسا ہی نہ تھا۔ ان سب پر ہمارا قبضہ ہے جب چاہیں گے کسی دوسری قوم کو ہاں آباد کر دیں گے۔
لہذا انہیں سمجھ لینا چاہیے کہ اس ساز و سامان پر جو دنیا میں انہیں حاصل ہے (ازائیں نہیں اور ایمان لانے سے
محروم نہ کریں۔ اگر وہ ایمان لے آئیں گے تو ان کی حفاظت کرنے والے ہم ہوں گے۔

یہی سب بڑا کھٹکا تھا جو مشرکین کے دل میں سما یا ہوا تھا۔ اس سے بچنے کے لیے وہ اسلام کی مخالفت
اور بت پرستی سے اپنا لگاؤ مختلف صورتوں سے ظاہر کرتے تھے اور جانتے تھے کہ کسی صورت سے یہ تحریک (اسلام)
دب جائے تو اچھا ہے تاکہ ہمارے دیہوی کا و بار میں فعل نہ پڑے اور آسانی کے ساتھ ہمیں آسنے والے خطرات سے
نجات مل جائے۔ چنانچہ وہ مختلف جیلوں سے کام لے رہے تھے۔ کہیں کہتے تھے یہ مادو ہے کہیں کہتے تھے شامی
ہے کہیں کہتے تھے پڑائے لوگوں کے تھے کہانیاں ہیں۔ لیکن ان کی ایسی ہر کس سے انہیں کوئی فائدہ نہ پہنچا اور خدا
جو ہانتا خدا ہو کر رہا۔

وَمَا كَانَ رَبُّكَ مُهْلِكَ الْقُرٰى حَتّٰى يَبْعَثَ فِيْۤ اُمَمٰہَا رَسُوْلًا يَّتْلُوْا
عَلَيْہِمْ اٰیٰتِنَاۤءِ وَمَا كُنَّا مُهْلِكِي الْقُرٰى اِلَّا وَاَهْلُهَا ظٰلِمُوْنَ ۝۵۲ وَمَا
اَوْثَقْنٰہُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَمَتَاعَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَرَمٰنٰہُمْ اَنْۢ يَّزِيْنٰہُمْ وَمَا عِنْدَ اللّٰہِ
خَيْرٌ وَّاَبْقٰیۤ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۝۵۳ اَفَمَنْ وَعَدْنٰہُ وَعْدًا حَسَنًا

فَهُوَ لَا قِيَّةَ لَهُ كَمَنْ مَتَّعْنَاهُ مَتَاعَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا ثُمَّ هُوَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ مِنَ الْمُحْضَرِينَ ﴿٦١﴾

اور تمہارا پروردگار جب تک ان کا دل کے صدر مقام پر اپنا پیغمبر نہ بھیجے اور وہ ان کے سامنے ہماری آیات نہ دیکھ لے اُس وقت تک ان بستیوں کو تباہ نہیں کرتا اور ہم بستیوں کو تباہ کرتے ہی نہیں جب تک وہ ان کے لوگ ظالم نہ ہوں۔ اور تم لوگوں کو جو کچھ عطا ہوا ہے تو وہ دنیا کی فحاشی زندگی کا فائدہ اور اس کی آرائش ہے۔ اور جو کچھ خدا کے پاس ہے وہ کہیں بہتر و پائدار ہے کیا تم اتنا بھی نہیں سمجھتے۔ کیا وہ شخص جس سے ہم نے (بہشت کا وعدہ) اچھا وعدہ کیا ہے اور وہ اُسے پا کر ہے گا۔ اُس شخص کے برابر ہو سکتا ہے جسے ہم نے دنیوی زندگی کے چند روزہ فائدے عطا کیے ہیں پھر قیامت کے دن جو ادبی کے لیے حاضر کیا جائے گا۔

پہلی آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ اُم کے معنی صدر مقام کے ہیں۔ مگر کو اُم القریٰ اسی لیے کہتے تھے کہ وہ بہت سی بستیوں کا صدر مقام تھا۔ پس اُمی کے معنی ہوتے صدر مقام یعنی مکہ کا کہنے والا نہ کہ بعضی مہال، جیسا کہ عام لوگ ترجمہ کرتے ہیں۔ امتیہیں ہوتے مکہ کے رہنے والے۔ هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْاُمِّيَّاتِ رُسُلًا ﴿٦٢﴾ معنی ہوتے اللہ وہ ہے جس نے مکہ والوں میں ایک شخص کو انہی میں سے رسول بنا کر بھیجا۔ ان آیات میں مکہ والوں کو یہ بتایا جا رہا ہے کہ تم چند روزہ زندگی کے سادہ سامان پر کیا فریفتہ ہو رہے ہو اس کی حقیقت ہی کیا ہے۔ آکھہ بندہ ہوتے ہی سب میں چھوٹ جاتے گا۔ البتہ جو تمہارا اہم خدا کے پاس ہے وہ اس سامان سے بہتر اور درجہ بہتر بھی ہے اور پائدار بھی۔ اور وہ ضرور ایک دن تم کو مل کر رہے گا۔

وَيَوْمَ يُنَادِيهِمْ فَيَقُولُ اَيْنَ شُرَكَائِيَ الَّذِينَ كُنْتُمْ تَزْعُمُونَ ﴿٦٣﴾
قَالَ الَّذِينَ حَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ رَبَّنَا هَؤُلَاءِ الَّذِينَ اَغْوَيْنَا
اَغْوَيْنَاهُمْ كَمَا اَغْوَيْنَا تَبَرَّ اَنَا إِلَيْكَ مَا كُنَّا اِيَّاكَ يَعْبُدُونَ ﴿٦٤﴾
وَقِيلَ ادْعُوا شُرَكَاءَكُمْ فَدَعَوْهُمْ فَلَمْ يَسْتَجِيبُوا لَهُمْ

وَرَأَوْا الْعَذَابَ لَوْ أَنَّهُمْ كَانُوا يَشْعُرُونَ ﴿٦٣﴾ وَيَوْمَ يُنَادِيهِمْ فَيَقُولُ
مَاذَا اجَبْتُمْ الْمُرسَلِينَ ﴿٦٤﴾ فَعَمِيَتْ عَلَيْهِمُ الْاَنْتَابُ يَوْمَئِذٍ فَهُمْ
لَا يَتَسَاءَلُونَ ﴿٦٥﴾ فَاَمَّا مَنْ تَابَ وَآمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَعَسَىٰ اَنْ
يَكُونَ مِنَ الْمُفْلِحِينَ ﴿٦٦﴾

جس روز خدا ان کفار کو پکالے گا اور پوچھے گا جن کو تم ہمارا شریک خیال کرتے تھے وہ آج کہاں ہیں (وہ شریک بھی بلائے جائیں گے)۔ وہ لوگ جو ہمارے عذاب کے مستحق بن چکے ہیں کہہ دیں گے اے پروردگار، یہی وہ لوگ ہیں جنہیں ہم نے گمراہ کیا تھا جس طرح ہم خود گمراہ ہوئے اسی طرح ہم نے ان کو گمراہ کیا۔ ہم تیرے سامنے برأت کا اظہار کرتے ہیں۔ یہ لوگ ہماری عبادت نہیں کرتے تھے اور کہا جائے گا ان شریکوں کو جنہیں تم خدا کہتے تھے بلاؤ۔ عرض وہ لوگ انہیں بلائیں گے اور وہ ہر ایک نہ دیں گے (اور اپنی آنکھوں سے) عذاب کو دیکھیں گے۔ کاش یہ لوگ دنیا میں راہ راست پر آگئے ہوتے اور جس دن خدا ان کو پکار کر پوچھے گا تم لوگوں نے پیغمبروں کو (ان کے سمجھانے پر) کیا جواب دیا تھا (تب اس دن) انہیں بائیں نہ سوجھ پڑیں گی اور پھر بائیں ایک دوسرے سے پوچھ بھی نہ سکیں گے مگر جس نے توبہ کر لی اور ایمان لے آیا اور اچھے کام کیے تو قریب ہے کہ یہ لوگ اپنی مراد پالنے والوں میں سے ہو جائیں۔

الحق لوگوں کو دنیا میں وقسم کے انسانوں سے واسطہ پڑتا ہے۔ ایک وہ گروہ جو راہ راست سے ہٹا ہوا ہوتا ہے اور چاہتا ہے کہ جس طرح وہ خود گمراہ ہے دوسروں کو بھی گمراہ کر کے اپنا جتنا بڑھالے۔ دوسرے وہ جن وائس وغیرہ ہیں جن کی پرستش کی جاتی ہے۔ خواہ ان کی پرستش خدا سمجھ کر کرتے ہوں یا ان کے احکام پر اس طرح عمل کرتے ہوں جیسے خدا کے احکام پر کرنا چاہیے۔ روز قیامت ان سب کو جہنم کیا جائے گا۔ پہلے گمراہ ہونے والوں سے پوچھا جائے گا بتاؤ وہ لوگ کہاں ہیں جنہوں نے تم کو گمراہ کیا تھا۔ جب وہ آئیں گے اور گمراہ ہونے والے کہیں گے یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے جہنم گمراہ کیا تھا تو وہ جواب میں کہیں گے ہم نے تم پر

کوئی جبر نہیں کیا تھا۔ تمہارا ہاتھ پکڑ کر راہِ راست سے نہیں ہٹایا تھا۔ ہم جیسے خود گمراہ تھے اسی طرح تم کو بھی چاہا تھا تم ہماری باتوں میں کیوں آگئے تھے۔ اسی طرح جب وہ لوگ آئیں گے جن کو خدا کا شریک بنا کر عبادت کرتے تھے تو ان عبادت کرنے والوں کی بات کا جواب ہی نہیں دیں گے اور ان سے اظہارِ برأت کریں گے اس وقت میرے سوال ہوگا یہ بتاؤ جب تمہارے پاس ہمارے پیغمبر آئے تھے اور انہوں نے تمہیں ہدایت کی تھی اور خدا پر ایمان لائے اور اعمالِ صالحہ سمجھالانے کے لیے کہا تھا تو تم نے ان کی ہدایت سے کیوں مڑ موڑا۔ غرض کسی سے جواب دیتے نہ ہیں پڑے گا اور پھر دوزخ ان کا ٹھکانہ ہوگا۔

وَرَبُّكَ يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ وَيَخْتَارُ مَا كَانَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ سُبْحَانَ اللَّهِ وَتَعَالَى عَمَّا يُشْرِكُونَ ۝۱۸ وَرَبُّكَ يَعْلَمُ مَا تُكِنُّ صُدُورُهُمْ وَمَا يُعْلِنُونَ ۝۱۹ وَهُوَ اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ لَهُ الْخِصْمُ فِي الْأُولَى وَالْآخِرَةِ وَلَهُ الْحُكْمُ وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ۝۲۰

اور تمہارا پروردگار جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے منتخب کرتا ہے اور یہ انتخاب تم لوگوں کے اختیار میں نہیں ہے جس چیز کو یہ لوگ خدا کا شریک بناتے ہیں خدا اس سے پاک و برتر ہے (اے رسول) یہ لوگ جو باتیں اپنے دلوں میں چھپاتے ہیں اور جو ظاہر کرتے ہیں تمہارا پروردگار خوب جانتا ہے وہی خدا ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں، اسی کے لیے حمد ہے دنیا و آخرت میں۔ اور اسی کی حکومت ہے اور اسی کی طرف سب کو لوٹ کر جانا ہے۔

پہلی آیت یہ بتاتی ہے کہ کسی عہدہ کا انتخاب خدا کے اختیار میں ہے کسی دوسرے کو منتخب کرنے کا حق نہیں۔ کوئی بھی ایسا عہدہ جس کا تعلق ہدایتِ خلق سے ہے اس کے لیے کسی کو منتخب کرنا خدا ہی سے مخصوص ہے انسان کسی کے دل کی چھی ہوئی بات کو نہیں جانتا۔ اور نہ یہ جان سکتا ہے کہ کسی شخص کی زندگی کا رُخ آئندہ زمانہ میں کس طرف مڑ جائے گا۔ اس کے حالات میں کیا کیا تغیرات پیدا ہوں گے۔ یہی وجہ ہے کہ بندوں کے منتخب کیے ہوئے لوگ اپنے عہدوں پر ہمیشہ قائم نہیں رہتے آج دوٹو کر جس کو سلطنت کا اہل سمجھا جاتا ہے کل وہی دوٹو دینے والے

اس کو حکومت کے برطرف کرتے ہیں۔ جب تک یہ انتخاب بندوں کے ہاتھ میں ہے گا یہی کچھ ہوتا ہے گا۔ قدرت کے اس قانون کو کوئی بدل نہیں سکتا۔ عام لوگوں کا کیا ذکر، اہل بیاد کو بھی یہ حق نہیں دیا گیا کہ وہ بطور خود کسی کو منتخب کر لیں۔ ان عاقلوں کو دیکھتے ہیں۔ جیسے حضرت موسیٰ نے حضرت ہارون کے لیے سفارش کی تھی۔ طور پر لے جانے کے لیے حضرت موسیٰ نے ستر ہزار بنی اسرائیل میں سے ستر آدمی ایسے انتخاب کیے تھے جن کو بڑا ایمان کا پتلا سمجھتے تھے فَاخْتَارَهُمُوسٰی قَوْمًا مِّنْ ذٰلِكَ لِيُقِيْلَتْ اَتْتٰنَا (۱۱۸)۔ لیکن طور پر جاتے ہی یہ لوگ چل گئے کہنے لگے، ہم آپ پر ایمان نہ لائیں گے جب تک آپ ہیں خدا کو حکم کھلانہ دکھادیں۔ یہی وجہ ہے کہ خدا نے کسی نبی کے حاشیوں بنانے کا کام اس نبی کی امت کے سپرد نہیں کیا بلکہ اپنے اختیار میں رکھا ہے۔ نبوت تو غیر بڑی چیز ہے جو بادشاہتیں تحتِ نبوت ہوتی ہیں وہاں بھی کسی نبی بادشاہ کا وزیر وغیرہ حکم خدا نہیں ہوتا۔ چنانچہ تفسیر کیسے میں یہ واقعہ موجود ہے۔ (سورۃ یوسف) جب حضرت یوسف مصر کے بادشاہ ہوئے تو خدا نے وحی کی، اے یوسف، تمہارے ہاتھ پر کس کو بنایا۔ عرض کی، میں تیرے اوپر کیسے سبقت لے سکتا ہوں جسے تو حکم دے اسی کو بنا لوں۔ خدا نے فرمایا، غلام مقام پر جاؤ وہاں دولت کے شے ایک لاکھ ان کو ملے گا وہی تمہارا وزیر ہے۔ جب وہاں پہنچے تو ایک خور و جوارن کو موجود پایا۔ عرض کی، خداوند اس کو کس حق کی بنا پر میرا وزیر بنایا ہمارا ہے۔ وحی ہوئی، اے یوسف تم نے اسے پہچانا نہیں، یہ وہی سچہ ہے جس نے خدا کو لینا میں سب سے پہلے تمہاری پاکدامنی کی گواہی دی تھی۔ معلوم ہوا، مصدقِ اقل و ذوات کا حق دار ہوتا ہے۔ چونکہ حضرت علی علیہ السلام آنحضرت کی رسالت کے مصدقِ اقل تھے لہذا اس کے پہلے ان کو جانشین ہونا چاہیے تھا۔

بنی اسرائیل جالوت کے مقابل باغیاء خود ہوا بادشاہ بناتے رہے وہ ان کی شکست کا باعث ہوتا رہا اور ان کو بار بار تبدیل کرتے رہے۔ آخر مجبور ہو کر انہوں نے شمشیر بنی سے درخواست کی کہ وہ خدا سے دعا کریں کہ ان کے لیے ایک بادشاہ مقرر کرے۔ چنانچہ جب خدا نے جالوت کو ان کا بادشاہ بنایا تو جالوت کے مقابلہ میں ان کو کامیابی نصیب ہوئی۔

بندوں کے بنائے ہوئے حکمران بار بار تبدیل ہوتے رہتے ہیں کیونکہ خدا کے بنائے ہوئے کبھی تبديل نہیں ہوتے۔ یہی وجہ ہے کہ کوئی نبی کسی اپنے عہدہ سے معزول نہیں ہوا۔ کیونکہ اللہ بہتر جانتا ہے کہ اپنی رسالت کو کہاں قرار دے۔ بندوں کو جو نیکو خیال علم نہیں ہوتا لہذا وہ انتخاب میں غلطیاں کر جاتے ہیں۔

قُلْ اَرَايْتُمْ اِنْ جَعَلَ اللَّهُ عَلَيْكُمُ التَّيْلَ سَرْمَدًا اِلَى يَوْمِ الْقِيَمَةِ مَن اِلَٰهٌ غَيْرُ اللَّهِ يَأْتِيَكُمْ بِضِيَاءٍ ؕ اَفَلَا تَسْمَعُونَ ۝۲۱ قُلْ اَرَايْتُمْ اِنْ

جَعَلَ اللَّهُ عَلَيْكُمُ النَّهَارَ سَرْمَدًا إِلَى الْيَوْمِ الْآخِرَةِ مَنْ إِلَهٌ غَيْرُ اللَّهِ
يَأْتِيكُمْ بَلِيلٌ تُسْكِنُونَ فِيهِ أَفَلَا تُبْصِرُونَ ۝ وَمِنْ رَحْمَتِهِ جَعَلَ
لَكُمْ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ لِتَسْكُنُوا فِيهِ وَلِتَبْتَغُوا مِنْ فَضْلِهِ وَلَعَلَّكُمْ
تَشْكُرُونَ ۝ وَيَوْمَ يُنَادِيهِمْ فَيَقُولُ أَيْنَ شُرَكَائِيَ الَّذِينَ كُنْتُمْ
تَزْعُمُونَ ۝

(اے رسول تم ان لوگوں سے) یہ کہو کہ جہلا تم نے اس پر بھی غور کیا، اگر قیامت تک تمہارے رسول
پر رات کو چھائے رکھتا تو اللہ کے سوا کون خدا ہے جو تمہارے پاس روشنی لے آتا تو کیا تم سمجھتے نہیں
لے رسول، ان سے کہو کیا تم نے اس پر غور نہیں کیا کہ اگر خدا ہمیشہ کے لیے قیامت تک تمہارے
اوپر دن ہی کو روشن کیے رہتا تو اللہ کے سوا کون ہے جو تمہارے اوپر رات کو لے آتا تو تم لوگ اس میں
آرام کر سکتے۔ تو کیا تم اتنا بھی نہیں دیکھتے کہ اس نے اپنی ہر بات سے تمہارے لیے رات اور دن کو بنایا
تاکہ تم رات کو آرام کرو اور دن میں اس کے فضل و کرم سے روزی تلاش کرو تاکہ تم خدا کے شکر گزار
بنو۔ اور (وہ دن یاد کرو) جب خدا تمہیں پکار کر پوچھے گا کہ تم جن کو خدا کا شریک بتاتے تھے
وہ آج کہاں ہیں۔

نظام حیات انسانی کو برقرار رکھنے کے لیے خدا نے رات اور دن بنائے ہیں۔ رات اس لیے ہے
دن بھر کام کرنے کے بعد جب آدمی تھک جائے تو پیر پھیل کر رات کو سوئے تاکہ تھکان دور ہونے کے بعد
اگلے روز کام کرنے کے لیے پھر حلق و چو بند ہو جائے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو زندگی دہال ہو جاتی۔ خدا کے سوا اور کون ہے
جو اس نظام کو برقرار رکھ سکتا ہے کیسی عجیب بات ہے کہ خدا کے اس فضل و کرم پر لوگوں کی نظر نہیں اس کا
شکر ادا نہیں کرتے اس پر ایمان نہیں لاتے۔ وہی تو ہماری زندگی برقرار رکھنے کے لیے کیا کیا نعمتیں ہم کو دے رہے
اور ہم ہیں کہ اس کی ناشکری پر غلے بیٹھے ہیں۔ کیا اپنے معنی جیتی کے ساتھ ایسا بڑا ذکرنا ہمارے لیے نہ رہا ہے۔

وَلَزَعْنَا مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ شَهِيدًا فَقُلْنَا هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ فَعِلِمُوا أَنَّ الْحَقَّ
لِلَّهِ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَا كَانُوا يَفْتَرُونَ ۝ إِنَّ قَارُونَ كَانَ مِنْ قَوْمِ مُوسَى
فَبَغَى عَلَيْهِمْ وَآتَيْنَاهُم مِّنَ الْكُنُوزِ مَا إِنَّ مَفَاتِحَهُ لَتَنُوءَ بِالْعُصْبَةِ
أُولِئِكَ الْقَوَّةُ إِذْ قَالَ لَهُ قَوْمُهُ لَا تَفْرَحْ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْفَرِحِينَ ۝
وَابْتَغِ فِيمَا آتَاكَ اللَّهُ الدَّارَ الْآخِرَةَ وَلَا تَنْسَ فِصْبِكَ مِنَ الدُّنْيَا
وَإَحْسِنْ كَمَا أَحْسَنَ اللَّهُ إِلَيْكَ وَلَا تَبْغِ الْفُسَادَ فِي الْأَرْضِ إِنَّ
اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِينَ ۝

ہم (قیامت کے دن) ہر ایک امت کا ایک گواہ بلائیں گے۔ پھر اس دن شریکین سے کہیں گے اپنی (برائت
کی) دلیل پیش کرو تب انہیں معلوم ہو جائے گا کہ حق خدا ہی کی طرف ہے اور جو افراد یا زبانی وہ لوگ
مختر تھے وہ سب غائب ہو جائیں گی۔ (ناشکری کا اب ایک قہر سنو) موسیٰ کی قوم میں قانون نامی
ایک شخص تھا۔ اس نے ان پر سرکشی کی۔ ہم نے اس کو کس قدر خزانے عطا کیے تھے کہ ان کی کھمیاں ایک
سکت وارجاعت کو اٹھانا دو بھر ہوتا تھا۔ جب ایک بار اس کی قوم نے اس سے کہا (اپنی دولت
پر) اتراؤ مت، خدا اترائے والوں کو دوست نہیں رکھتا جو کچھ خدا نے تجھے دے رکھا ہے اس میں
آخرت کی بہبود کا خیال رکھ اور دنیا سے جس قدر تیرا حق ہے اُسے مت بھول اور جس طرح خدا نے
تیرے اوپر احسان کیا ہے تو بھی اسی طرح لوگوں پر احسان کر اور زمین میں فساد کا خواہاں نہ ہو۔ خدا
مفسدوں کو دوست نہیں رکھتا۔

وہ قیامت ہر امت کے ساتھ اس کا رسول گواہ بن کر آئے گا۔ پہلے رسول سے ال ہو گا کہ تم نے تبلیغ حق کی؟

وہ گواہی دے گا کہ میں نے جتنے احکام تھے سب میں وہی پہنچائے تھے۔ پھر امت سے پوچھا جائے گا کہ ہمارے رسول نے تم کو ہمارے احکام پہنچائے تھے۔ امت میں ہر صاحب ایمان ہوں گے وہ اقرار کریں گے اور جو کفار و مشرکین ہوں گے وہ انکار کریں گے۔ اس وقت خاتم النبیین ان رسولوں کے بیان کی تصدیق کریں گے گویا حضورؐ بیلو کار کی گواہ ہوں گے جیسا کہ آیت **وَحِجَابُكَ عَلَا** (سورۃ نازعات) سے ظاہر ہے۔

قتادون حضرت موسیٰ کا خال زاد بھائی تھا۔ پہلے حضرت موسیٰ پر ایمان لایا تھا اور تورات پر لکھا کرتا تھا لیکن جب اس کو کسیا کا نسخہ معلوم ہو گیا اور سونا بنانے لگا تو اس کا دماغ خراب ہو گیا، ایمان بھی رخصت ہوا حضرت موسیٰ کو حیرت کھینچنے لگا۔ رفتہ رفتہ اس کی دولت اتنی بڑھ گئی کہ اس کے خزانوں کی کنبنیاں اتنی وزنی ہو گئیں کہ طاقتور لوگوں کی ایک جماعت مشکل سے اٹھا سکتی تھی۔ بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ اس کی دولت کا یہ مقابلہ کبیر بیان ہے جس سے محض یہ ظاہر کرنا ہے کہ وہ بہت ہی دولت مند تھا۔ لیکن خدا کے بیان کو مبالغہ آمیز نہ کہنا ایمان سے ہاتھ دھونا اور خدا کے ساتھ انتہائی محبت کا ثبوت ہے۔ ممکن ہے اس زمانہ میں ایسے فعل ہوتے ہوں جن کی کنبنیاں وزنی ہوتی ہوں۔ یہ کیا ضروری ہے کہ اس زمانہ میں ایسے ہی خوشنما خضر سے ملے جتنے ہوں جیسے آج کل جتنے جیح ہر زمانہ کی منتیں جدا گانہ رہی ہیں۔ اب سوسال پہلے بڑے بھاری تالے ہوتے تھے جو بھر کے تالے کہلاتے تھے۔ ان کی کنبنیاں بڑی لمبی اور وزنی ہوتی تھیں آج کی نسبت کئی گنا زیادہ وزنی تھیں۔ پس اس قسم کے تالے اس زمانہ میں بھی ہوتے ہوں گے اور ان کی کنبنیاں وزنی ہوتی ہوں گی۔ بسبب وہ جمع کی جاتی ہوں گی تو کسی میں وزنی ہو جاتی ہوں گی۔

قتادون اپنی دولت پر بے حد مغرور ہو گیا تھا یا ہود اس کثیر دولت کے خیال بھی پرلے درجہ کا تھا۔ نہ تو رکاوٹ دیتا تھا اور نہ محتاجوں کی خبر لیتا تھا۔ حضرت موسیٰ نے بار بار اس کو بھیجا مگر وہ رکاوٹ مینے پر راضی نہ ہوا۔ کہتا تھا یہ سب دولت میں نے خود اپنے ہنر سے پیدا کی ہے خدا سے کچھ نہیں لیا پھر میں خدا کی راہ میں کیوں دوں۔ ایک دن بڑی شان و شوکت سے اپنے بھٹا دکھانے کے لیے لگا، دریں لباس۔ گھوڑا سونے کے ساز سے سجا ہوا آگے پیچھے غلام دریں پٹکا اندر سے دوڑتے ہوئے۔ اس کو دیکھ کر بہت سے کم ظرفوں کے ایمان ٹوٹ گئے۔ اپنے دل میں کہنے لگے، موسیٰ کا ساتھ دے کر ہم نے کیا پایا۔ قارون کے خدا پر کیوں نہ ایمان لائیں کہ ہم بھی اس کی طرح مالدار ہو جائیں۔

جب حضرت موسیٰ نے اسے ڈرایا دھمکایا تو وہ ان کا دشمن بن گیا۔ اسے یہ شک تھی کہ کسی طرح میں موسیٰ کو ایسا بدنام کروں کہ قوم میں منہ دکھانے کے قابل نہ رہیں۔ ایک روز ایک فاشستہ عورت کو بلا کر کہا کہ میں تجھے دو تھیلے اشرافیوں کے بھرے ہوئے دوں گا اگر تو اس وقت جبکہ موسیٰ دھمکا رہے ہوں یہ کہہ دے کہ موسیٰ نے مجھ سے لڑنا کیا ہے۔ حضرت موسیٰ ایک راز و مخفا فرما رہے تھے اور زنا کی مذمت کر رہے تھے۔ قارون نے کہا آپ دوسروں کو زنا سے بچانا چاہتے ہیں اور خود زنا کرتے ہیں۔ یہ سن کر حضرت موسیٰ کو غصہ آیا۔ آپ نے فرمایا تو مجھوٹا

ہے۔ قارون نے اس عورت سے کہا، میرے قول کی تصدیق کر۔ اس عورت پر موسیٰ کی ہمت کا ایسا موجب چھایا، کہ خلاف اقدار بات کہنے کے لیے اس کی زبان دکھلی، اس نے کھڑے ہو کر کہا، لوگو میں گواہی دیتی ہوں کہ قارون مجھوٹا ہے اور موسیٰ اس الزام سے بالکل بری ہیں۔ قارون نے دو تھیلے اشرافیوں کے بھرے اس لیے دیئے تھے کہ موسیٰ پر یہ ہمت لگاؤں۔ چنانچہ میں دونوں تھیلے ساتھ لاتی ہوں۔ یہ کہہ کر اس نے قوم کو دکھائے۔ اب تو ہر طرف طعن پرمیٹا پڑی شروع ہو گئی۔ حضرت موسیٰ نے زمین کو حکم دیا کہ اس مجھوٹے کو ننگل لے پنا ہے وہ اپنے ساتھ خزانہ سمیت مخمفون تک زمین میں دفن کیا۔ تب تو بڑا کرنے لگا کہ موسیٰ میں ایمان لے آؤں گا مجھے اس عذاب سے نجات دو۔ جب باہر نکلا تو پھر وہی قارون کا قارون تھا۔ موسیٰ نے پھر بدعا کی تو کمرے میں صلی گیا۔ پھر فریاد کی پھر نکل آیا۔ جب پھر بھی رکاوٹ دینے سے انکار کیا تو اب کی بار پودا زمین میں دفن کیا۔ جس کم جہاں پاک۔ اہل مکہ کو یہ مثال ملے کہ سمجھایا جا رہا ہے کہ تم کیا اور تمہاری دولت کیا، جس پر اتنا گھنہ کر رہے ہو۔ اور اہل ایمان کو بے یار ہونے کی وجہ سے ذلت و حقارت کی نظر سے دیکھتے ہو۔ قارون کی حالت پر نظر کرو کہ کتنی دولت اس کے پاس تھی لیکن اس کے غرور و تکبر اور بے راہ روی کا آخر نتیجہ کیا ہوا۔ نہ وہ خود راہ اس کی دولت رہی۔ جب مذاپ الہی اس پر آیا تو چشم زدنی میں سارا کارخانہ ریت کا پھاڑ بن کر رہ گیا۔

خدا یہ نہیں کہتا کہ تم دولت نہ کماؤ اور کیسی دھناج بن کر بیٹھ جاؤ۔ نہیں، حلال طریقہ سے اپنی مالاں حاصل کرو پھر حق ملے لکھا ہے اس میں سے اللہ کا اور اس کے بندوں کا شریقی ادا کرتے رہو۔ ایسی صورت میں جو دولت تمہارا پاس ہوگی اس پر کسی کو اعتراض نہ ہوگا۔ قارون بد نصیب اگر حق اللہ اور حق الناس کو ادا کرتا نہ ہوتا تو اس مذاب میں کون گرفتار ہوتا۔ محسوس کیا کہ کتنا کہ جو دولت میں نے خود کمائی ہے اس میں رکاوٹ کیوں دوں، محتاجوں کی خبر کیوں لوں انتہائی باعیا نہ خیال تھا۔ اگر خدا اسے اس قابل ہی نہ رکھتا کہ وہ دولت کما سکے بلکہ ایک فقر بھی اپنے منہ میں رکھ سکے تو وہ کیا کر لیتا۔

قَالَ إِنَّمَا أُوتِيتُهُ عَلَىٰ عِلْمٍ عِنْدِي ۖ أَوَلَمْ يَعْلَم أَنَّ اللَّهَ قَدْ أَهْلَكَ مِن قَبْلِهِ مِنَ الْقُرُونِ مَن هُوَ أَشَدُّ مِنْهُ قُوَّةً وَ أَكْثَرُ جَمْعًا ۚ وَلَا يُسْئَلُ عَن ذُنُوبِهِمُ الْمُجْرِمُونَ ﴿۸﴾ **فَخَرَجَ عَلَىٰ قَوْمِهِ فِي زِينَتِهِ ۚ**
قَالَ الَّذِينَ يُرِيدُونَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا لِيَلْبِثَ لَنَا مِثْلَ مَا أُوتِيَ قَارُونُ ۖ إِنَّهُ لَذُو حَظٍّ عَظِيمٍ ﴿۹﴾ **وَقَالَ الَّذِينَ أُوتُوا**

الْعِلْمَ وَيَلَكُمْ ثَوَابُ اللَّهِ خَيْرٌ لِمَنْ آمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا وَلَا يُلْقِيهَا إِلَّا الصَّابِرُونَ ﴿۸۰﴾ فَخَسَفْنَا بِهِ وَبَدَارِهِ الْأَرْضَ قَفًا مَا كَانَ لَهُ مِنْ فِئَةٍ يَنْصُرُونَهُ مِنْ دُونِ اللَّهِ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُتَصَرِّينَ ﴿۸۱﴾

(جب حضرت موسیٰ اس سے زکوٰۃ دینے کو کہتے تو کہتا تھا کہ اس کی زکوٰۃ مانگتے ہو خدا نے مجھے کیا دیا ہے۔) یہ دولت جو میرے پاس ہے مجھے اپنے علم (کیما) کی وجہ سے حاصل ہوئی ہے۔ کیا فارون نے یہ بھی نہ خیال کیا کہ اللہ نے اس سے پہلے ان لوگوں کو ہلاک کر دیا ہے جو اس سے قوت و جمعیت میں کہیں بڑھ چڑھ کر تھے۔ اور گنہ گاروں سے ان کے گناہوں کی سزا کے وقت پوچھ گچھ نہیں ہوا کرتی۔ ایک وز (فارون) اپنی قوم کے سامنے بڑی آرائش و آرائشات کے ساتھ آیا۔ (اسے دیکھ کر) جو زندگانی دنیا کے طالب تھے کہنے لگے، جو مال و دولت فارون کو ملا ہے کاش ہمارے لیے بھی ایسا ہی ہوتا۔ بے شک فارون بڑا نصیب ور ہے۔ اور جن لوگوں کو ہماری بارگاہ سے علم عطا ہوا تھا کہنے لگے، تمہارا ناس ہو رہا ہے۔ جو لوگ ایمان لائیں اور نیک اعمال کریں ان کے لیے خدا کے یہاں اس سے کہیں بہتر اجر ہے اور یہ اجر صبر کرنے والوں کے سوا دوسرے نہیں پاسکتے۔ ہم نے فارون اور اس کے گھر بار کو زمین میں دھنسا دیا۔ پھر خدا کے سوا کوئی طاقت ایسی نہ تھی جو اس کی مدد کرتی اور نہ وہ خود اپنی مدد کر سکا۔

بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ فارون کو حضرت موسیٰ سے اس بنا پر علالت تھی کہ فرعون کے فرق ہونے اور قبطیوں کی تباہی کے بعد حضرت موسیٰ نے مصر کی حکومت حضرت فارون کے حوالے کر دی تھی۔ اگر قرآنی کوئی کہتا ہے کہ حضرت فارون اپنے ہاتھ سے اسے مشہور گاہ میں پہنچاتے۔ تب آسمانی آگ اسے آکر ہلائی۔ فارون کو اس پر حدید ہوا۔ حضرت موسیٰ نے سخت غمناخ انداز میں کہنے لگا سب کچھ تو آپ نے اڑی کے حوالے کر دیا مجھے کچھ بھی نہ دیا۔ حالانکہ میں قوم کا ایک مقتدا آدمی ہوں حضرت موسیٰ نے کہا، میرے اختیار کی چیز نہیں خدا مجھے چاہے ہے

اس پر فارون مبرا کی اٹھا اور اسی دن سے حضرت موسیٰ کے درجے آزار ہوا۔ اس زمانہ میں جب بنی اسرائیل وادی تیرہ میں چھوڑتے حضرت موسیٰ نے ان سے قہر کر کے کہا تو اس نے اس حکم کو بے حقیقت سمجھا اور مذاق اڑایا۔ پھر جب زکوٰۃ کا حکم آیا تو کہنے لگا یہ تو بہت مال ہوا میں تو نہ دوں گا۔ یہاں تک حضرت موسیٰ نے ہزار دینار میں سے ایک بنا کر پیش کر دیا۔ وہ اس پر بھی راضی نہ ہوا اور کہنے لگا موسیٰ! میں غریب بنا کر جانتے ہیں۔ میں ان کے حکم کی تعمیل نہیں کر سکتا موسیٰ کو جو کہتا ہے کہ میں اس کے بعد حضرت موسیٰ نے ہر دعا کی۔ خدا نے وحی کی کہ اس کی ہلاکت کو میں نے تمہارے اختیار میں دیا جو چاہو کرو۔ فارون نے قہر اور انکار زکوٰۃ پر اپنے رفیق فرمایا۔ اس کو بھل جا، غریب کی جیسا ہم پہلے کہہ چکے ہیں نہیں لے اس کو تم اس کے تمام خزانہ بھل لیا۔

تب وہ لوگ جس کے ایمان میں خلل آچکا تھا سمجھے کہ امیر و غریب بننا سب کچھ خدا کے اختیار میں ہے ہمارے امکان کو اس میں کوئی دخل نہ تھا۔ حضرت موسیٰ کے پاس آکر انہوں نے قہر کی اور اپنی غلطی کا اقرار کیا۔ حضرت موسیٰ نے فرمایا، خدا ان دو مقتدرین کو کبھی دوست نہیں رکھتا جو اس کے محتاج اور غریب بندوں کے حقوق ادا نہیں کرتے۔ یہ کہانی تمام لوگوں نے جو اس زمانہ میں دو مقتدر تھے اپنی اپنی دولت سے ان کے حقوق ادا کیے۔ جو محتاج تھے اور جس کی جو ضرورت تھی اس کو پورا کیا۔

قرآن میں جو قصے بیان کیے گئے ہیں وہ اس لیے ہیں کہ لوگ عبرت حاصل کریں اور ایسے کام نہ کریں جن کی وجہ سے پہلے قوموں پر عذاب آیا تھا۔

وَأَصْبَحَ الَّذِينَ تَمَتُّوا مَكَانَهُ بِالْأَمْسِ يَقُولُونَ وَيَكَانَ اللَّهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ وَيَقْدِرُ لَوْ لَا أَنْ مِّنَ اللَّهِ عَلَيْنَا لَخَسَفَ بَنَاءُ وَيَكَانَهُ لَا يَفْلَحُ الْكَافِرُونَ ﴿۸۲﴾ تِلْكَ الدَّارُ الْآخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِينَ لَا يُرِيدُونَ عُلُوًّا فِي الْأَرْضِ وَلَا فَسَادًا وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِينَ ﴿۸۳﴾ مَن جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ خَيْرٌ مِّنْهَا وَمَن جَاءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُجْزَى الَّذِينَ عَمِلُوا السَّيِّئَاتِ إِلَّا مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿۸۴﴾

کل جن لوگوں نے اس (فارون) کے جاہ و مرتبہ کی تمنا کی تھی (یہ تمنا دیکھ کر) کہنے لگے (اے معاذ اللہ)

یہ تو اللہ ہی ہے جو اپنے بندوں میں سے جس کی روزی چاہتا ہے کشادہ کر دیتا ہے اور جس کی چاہتا ہے تنگ کر دیتا ہے اگر خدا ہم پر ہر بانی نہ کرتا تو ہمیں بھی اسی طرح دھنسا دیتا (لئے معاذ اللہ بچ ہے) کفار ہرگز اپنی مراد نہ پائیں گے یہ آخرت کا گھر تو ہم ان کے لیے خاص کر دیں گے جو زمین پر نہ تو سرکشی کرنا چاہتے ہیں اور نہ فساد برپا کرنا۔ پھر اچھا انجام تو پرہیزگاروں ہی کا ہے جو نیکی کرے گا وہ اس سے بہتر بدلہ پائے گا جو بُرائی کرے گا تو اس کا ایسا اتنا ہی بدلہ ملے گا جو دنیا میں کر چکا ہوگا۔

خدا فرماتا ہے کہ آخرت میں مسلمان و یہود و انہی لوگوں کو نصیب ہوگی جو اپنی ہندی نہیں چاہتے۔ اپنے کو اوروں سے برتر نہیں سمجھتے۔ جناب امیر علیہ السلام فرمایا کرتے تھے ”جو شخص چاہے کہ میری جوتی کا تسمیرہ میری دولت کی جوتی کے تسمیرے بہتر ہو وہ بھی اس آیت میں داخل ہے۔“

حقیقت یہ ہے کہ دنیا میں جتنے فسادات ہوتے ہیں ان میں سے زیادہ تر فقیہ و برتری کے غلبے کی بنا پر ہوتے ہیں۔ فحشاں شخص کے مکان سے ہمارا مکان اچھا ہو۔ ہمارا فریج اچھا ہو، ہمارا لباس غلاں کے لباس سے اچھا ہو۔ ہماری دولت غلاں کی دولت سے زیادہ ہو۔ ایک و کیا فقیہ و برتری کے ہزار دھنگ ہیں۔ اس کے شوق میں آدمی کیا نہیں کر سکتا۔ ہر گناہ اس غلبے میں قبول کر لیا جاتا ہے۔ فساد کے سنی ہیں کہ احکام اللہ کی خلاف ورزی کر کے اپنے من کی جوت بٹالی جاتے۔ معاشرہ تباہ ہو یا برباد ہم جو چاہیں وہی ہو۔ لوگ ہم سے رب کر دیں۔ اگر ہمارا منشا حکم خدا کے خلاف ہے تو ہوا کرے۔ یہی وہ ذمہ ہے کہ جس سوسائٹی کی لوگوں میں سرایت ہوا اس پر صیبتوں کے پہاڑ ٹوٹ پڑے۔ دنیا کے ساتھ آخرت بھی تباہ ہوتی۔

آخرت کی بہتری تو صرف ان لوگوں کے لیے ہے جو پرہیزگار ہیں اور پرہیزگار وہ لوگ ہوتے ہیں جو دنیاوی سے بچے رہیں احکام خدا کی خلاف ورزی نہ کریں۔

خدا کے لعف و کرم پر بھی ایک نظر ڈالو کہ اس نے ہماری عاقبت سنوارنے کا کیا ہی حوصلہ افزا وعدہ کیا ہے اور ہماری سزا کو کتنا دکھایا ہے۔ فرماتا ہے جو کوئی نیکی کرے گا میں اس کو دس گنا بدلہ دوں گا اور جو بُرائی کرے گا اس کو سزا اُس کی بُرائی کے مطابق ہی ہے گی۔ اب اس سے زیادہ رعایت کیا ہو سکتی ہے سزا کم جزا زیادہ۔ ایک دیکھیں جہاں میں عیس و ان مشرک ایسے سوئے میں کیوں نہ بڑھ چڑھ کر جھگڑ لے۔

إِنَّ الَّذِي فَرَضَ عَلَيْكَ الْقُرْآنَ لَرَأْدُكَ إِلَيْنَا مَعَادٍ قُلْ رَبِّهِ أَعْلَمُ
مَنْ جَاءَ بِالْهُدَىٰ وَمَنْ هُوَ فِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ﴿٨٥﴾ وَمَا كُنْتَ تَرْجُو أَنْ

يُلْقَى إِلَيْكَ الْكِتَابُ إِلَّا رَحْمَةً مِنْ رَبِّكَ فَلَا تَكُونَنَّ ظَهِيرًا
لِلْكَافِرِينَ ﴿٨٦﴾ وَلَا يَصُدُّكَ عَنْ آيَاتِ اللَّهِ بَعْدَ إِذْ أُنْزِلَتْ إِلَيْكَ
وَادْعُ إِلَىٰ رَبِّكَ وَلَا تَكُونَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِينَ ﴿٨٧﴾ وَلَا تَدْعُ مَعَ اللَّهِ
إِلَٰهًا آخَرَ إِلَّا هُوَ قَدْ كَلَّ شَيْءَ هَالِكٍ إِلَّا وَجْهَهُ ۚ لَهُ الْحُكْمُ
وَالِيهِ تُرْجَعُونَ ﴿٨٨﴾

اے رسول جس خدا نے تم پر قرآن نازل کیا ہے ضرور تمہیں ٹھکانہ تک پہنچائے گا۔ اے رسول تم کہہ دو کہ کون راہ پر آیا اور کون صریحی گمراہی میں پڑا رہا۔ اس سے میرا رب غیب واقف ہے۔ تم کو تو یہ امید نہ تھی کہ تمہارے پاس خدا کی طرف سے کتاب نازل کی جائے گی مگر تمہارے پروردگار کی مہربانی سے نازل ہوئی تو تم کافروں کے پشت پناہ نہ بننا۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ احکام خدا نازل ہونے کے بعد یہ لوگ تم کو اس کی تبلیغ سے روک دیں اور تم لوگ اپنے پروردگار کی طرف لوگوں کو بلائے چلے جاؤ اور خبردار مشرکین میں سے ہرگز نہ ہو جانا اور خدا کے سوا کسی اور معبود کی پرستش نہ کرنا۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں اس کی ذات کے سوا ہر شے فنا ہونے والی ہے اس کی حکومت ہے اور اسی کی طرف تم لوٹ کر جاؤ گے۔

لَرَأْدُكَ إِلَيْنَا مَعَادٍ کا مطلب یہ ہے کہ جس شے سے تم کو نکالا گیا ہے اللہ تمہیں وہیں پہنچائے گا۔ اس سے منہج مکہ کی پیش گوئی ثابت ہوتی ہے۔ جب حضور بوقت ہجرت مکہ سے چلے تھے تو حضرت کے دماغ کے چھوٹنے اور غماز کعبہ کی زیارت سے محروم ہونے کا بڑا صدمہ تھا۔ چنانچہ جبریل نے آکر حبیب پر خوشخبری حضور کو دی تو آپ بہت خوش ہوئے۔

پھر فرماتا ہے، یہ خدا کی رحمت ہی رحمت ہے کہ اُس نے قرآن جیسی کتاب تم پر نازل کی۔ پہلے گور چکا ہے کہ کفار کو یہ دھوکا تھا کہ اگر ہم مسلمان ہو گئے تو تبت پرست قومیں ہیں اس نے ہم سے نکال باہر کر رہی کی۔ خدا نے ان کو یہ دکھا دیا کہ رسول کس شان سے اس میں داخل ہوئے اور پھر کتنا

سراج ان کو حاصل ہوا۔ بت پرستوں کی ناک درگزی گئی اور سلاطین کے سرور و خاک میں مل گئے۔ کس کی طاقت تھی کہ مکہ سے ان کو نکال سکتا ایک ہجرت نبوی کو جو وہ سو برس ہو چکے ہیں۔ کوئی قوم مسلمانوں کو مکہ اور مدینہ سے نہیں نکال سکی۔ یہ اللہ کی خاص رحمت اور فضل ہے۔ پھر قرآن جیسی کتاب رسول پر نازل کی۔ اس سے پہلے جو کتابیں آئی تھیں وہ منسوخ ہو گئیں۔ لیکن قرآن قیامت تک چلنے والا ہے اور ایسا مکمل قانون ہے کہ اس کی کوئی دفعہ نہ بدلی گئی ہے نہ بدلی جائے گی۔

رسول کو یہ بھی حکم دیا گیا ہے کہ کافروں کی مخالفت کو اپنی نظر میں نہ لاؤ اور اپنے رب کی طرف لوگوں کو برابر بلاتے رہو۔ کیونکہ اس کے سوا کوئی معبود ہے ہی نہیں۔ یہ تمام مخالفت قرآن میں ایک روز تہا سے قدموں پر سر رکھے پڑی ہوں گی۔ تم مشرکوں سے کوئی تعلق نہ رکھو یہ تو دلیل و حار ہو کر رہیں گے۔ جن بتوں کی یا جس چیز کی بھی یہ پرستش کرتے ہیں یہ سب ایک دن صغیر روزگار سے مٹ جائیں گے۔ سوائے خدا کی ذات کے کوئی بھی باقی نہ رہے والا نہیں۔ مشرکوں کو یہ بتایا جا رہا ہے کہ معبود ایسا ہونا چاہیے جس کا کلام موت اگر گھونٹ سنے اس کو اپنا معبود مانو جس کو کبھی خالاق ہی نہ ہو۔ ہمیشہ سے ہو اور ہمیشہ رہے۔ نہ اس کی ابتدا ہو نہ انتہا۔ حکومت صرف اسی کی ہے اور سب کو اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔

سُورَةُ الْعَنْكَبُوتِ مَكِّيَّةٌ ۲۹

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الْعَمَّ ۱ أَحَسِبَ النَّاسُ أَنْ يَبْتَزُّوا أَنْ يَقُولُوا آمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُونَ ۲ وَلَقَدْ فَتَنَّا الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَلَيَعْلَمَنَّ اللَّهُ الَّذِينَ صَدَقُوا وَلَيَعْلَمَنَّ الْكَاذِبِينَ ۳ أَمْ حَسِبَ الَّذِينَ يَعْمَلُونَ السَّيِّئَاتِ أَنْ يَسْبِقُونَا سَاءَ مَا يَحْكُمُونَ ۴ مَنْ كَانَ يَرْجُوا لِقَاءَ اللَّهِ فَإِنْ أَجَلَ اللَّهُ لَاتٍ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ۵ وَمَنْ جَاهَدْ فَإِنَّمَا

يُجَاهِدْ لِنَفْسِهِ إِنَّ اللَّهَ لَغَنِيٌّ عَنِ الْعَالَمِينَ ۶ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَنُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَيِّئَاتِهِمْ وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ أَحْسَنَ الَّذِي كَانُوا يَعْمَلُونَ ۷

الف۔ لام۔ میم۔ کیا لوگوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ وہ اتنی بات کہنے پر چھوڑ دیتے جائیں گے کہ ہم ایمان لے گئے اور ان کو آزاد کیا نہ ہائے گا۔ حالانکہ جو لوگ ان سے پہلے گزر چکے ہیں اس نے ان کو بھی آزمایا تھا۔ اللہ کو تو یہ ضرور دیکھنا ہے کہ سچے کون ہیں اور جھوٹے کون ہیں۔ کیا جو لوگ بُرے کام کھتے ہیں انہوں نے یہ سمجھ لیا ہے کہ ہم سے بچ کر نکل جائیں گے (ایسا ہے تو) یہ لوگ کیا بُرا حکم لگاتے ہیں جو خدا سے (قیامت میں) اپنے کی امید رکھتا ہو تو اللہ کی (مقرر کی ہوئی) میعاد ضرور آنے والی ہے اور وہ سب کی سزا اور جاتا ہے اور جو شخص (عبادت میں) کوشش کرتا ہے تو وہ اپنے اعلیٰ کرتا ہے کیونکہ خدا تو سارے جہاں (کی عبادت سے) بے نیاز ہے۔ جو ایمان لائے ہیں اور نیک عمل کیے ہیں تو ہم ان کے گناہوں کا ان کی طرف سے کفارہ قرار دیں گے اور اس دُنیا میں جو نیک کام کیے ہیں اس کی اچھی سے اچھی جزا دیں گے۔

واقعہ یہ ہے کہ اسلام کے ابتدائی دور میں مشرکین مسلمانوں کو بُری طرح ستاتے تھے۔ دموت جہاں اذیتیں دیتے تھے بکراں کے مال و اسباب تک چھین لیتے تھے۔ ان کے کاروبار میں دخل ڈالتے تھے۔ دکاندار ان کے ہاتھ سود نہیں دیتے تھے۔ برکلا می سے پیش آتے تھے۔ غرض جو کچھ ان سے بچنا پڑتا تھا کرتے ہی بستے تھے۔ مسلمانوں کی پوزیشن اس زمانہ میں اتنی کمزور تھی کہ کہیں سے ان کو مدد بھی نہ ملتی تھی۔ ایک دن چند مسلمانوں نے آنحضرتؐ سے اپنی مصیبتیں بیان کر کے آپؐ سے عرض کی، آپؐ ہمارے لیے دعا نہیں کرتے۔ پس آنحضرتؐ کا چہرہ اقدس غصے سے چمکا اٹھا۔ فرمایا کہ اتنی سی بات پر ایمان لائے ہو اپنے کو موت کا حق سمجھنے لگے ہو۔ تم سے پہلے امتوں پر تم سے کہیں زیادہ مصیبتیں پڑتی تھیں۔ ان کو تو زمین میں آدھا دبا کر چیرا گیا تھا، ان کے ہاتھ پاؤں کاٹے گئے تھے، ان کی کھال کھینچی گئی تھی۔ خدا صبر میں تمہارا امتحان لے رہا ہے۔ اس کے متعلق ان آیات میں تذکرہ ہے۔ فرماتا ہے: کیا تمہارے لیے اتنا کھردہ دنیا کافی ہے کہ ہم ایمان لے آتے ہیں۔ پس اس کے بعد تمہارے ایمان کی آزمائش نہ کی جائے گی۔ تم سے پہلے لوگوں کی بھی آزمائش کی گئی تھی تاکہ سب کو معلوم ہو جائے کہ سچے مومن کون ہیں اور جھوٹے کون ہیں۔ کیا تمہارے کام کرنے والے یہ سمجھتے ہیں کہ ہم سے بچ کر نکل جائیں گے اس کی ان سے

کوئی باز پرس نہ ہوگی۔ اُن کا یہ فیصلہ اپنے حق میں بالکل غلط ہے۔ وقت آنے پر اُن کو پتہ چل جائے گا۔ جو لوگ قیامت میں خدا کے سامنے حاضر ہونے کی امید رکھتے ہیں ان کے اجر کا وقت بھی آئے والا ہے۔ خدا ہر ایک کی بات کو سننا اور ہر ایک کے حال کو جاننا ہے۔ جو لوگ خدا کی عبادت کرتے ہیں وہ اپنے فائدہ کے لیے کرتے ہیں۔ خدا کو کسی کی عبادت کی ضرورت نہیں۔ کسی کی ذات غنی ہے وہ تمام عالموں کا خالق ہے، سب کا کارساز ہے کسی کا محتاج نہیں۔ یہی کرنے والوں کو ہم اچھا بلادیں گے اور بدی کرنے والوں کو اُن کی بدی کے لحاظ سے سزا دی جائے گی۔

جو لوگ مسلمان ہو گئے ہیں اُن کو جو تکالیف پہنچ رہی ہیں ہم اُن کو دیکھ رہے ہیں۔ ایک دن اُن کو بہت اچھا بل ہمارا میرا کر دے گا۔ انہیں میرے کام لینا چاہیے۔ جو ستانے والے ہیں وہ ہمارے مذاب سے غافل نہ رہیں، اس چند روزہ زندگی کے بعد انہیں اپنے ظلم کا پھندا پڑے گا۔ اس وقت اُن کا کوئی مددگار نہ ہوگا۔

وَوَصَّيْنَا الْإِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حُسْنًا وَإِنْ جَاهَدَاكَ لِتُشْرِكَ بِي مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا إِلَىٰ مَرْجِعُكُمْ فَاَنْتَبِهُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ٥ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَنُدْخِلَنَّهُمْ فِي الصَّالِحِينَ ٦ وَمِنَ النَّاسِ مَن يَقُولُ آمَنَّا بِاللَّهِ فَإِذَا أُوذِيَ فِي اللَّهِ جَعَلَ فِتْنَةً لِلنَّاسِ كَعَذَابِ اللَّهِ ۚ وَلَئِن جَاءَ نَصْرٌ مِّن رَّبِّكَ لَيَقُولُنَّ إِنَّا كُنَّا مَعَكُمْ ۚ أَوَلَيْسَ اللَّهُ بِأَعْلَمَ بِمَا فِي صُدُورِ الْعَالَمِينَ ٧ وَلَيَعْلَمَنَّ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَلَيَعْلَمَنَّ الْمُنَافِقِينَ ٨

ہم نے انسان کو اپنے مل باپ کے ساتھ احسان کرنے کا حکم دیا اور (یہ بھی کہہ دیا) اگر تجھے میرا شرک بنانے پر مجبور کریں جس کا تجھے علم بھی نہیں تو اُن کی اطاعت نہ کرنا۔ تمہاری بازگشت میری طرف تو ہے تب جو کچھ تم (دنیا میں) کرتے تھے ہم بتا دیں گے۔ جو لوگ ایمان لائے ہیں اور عمل صالح کیے ہیں

انہیں ہم نیک بندوں میں ضرور داخل کریں گے۔ بعض لوگ ایسے بھی ہیں جو کہتے ہیں ہم اللہ پر ایمان لائے ہیں لیکن جب راہِ خدا میں ان کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو لوگوں کی ایذا رسانی کو عذابِ خدا جیسا جانتے ہیں اور اگر تیرے رب کی مدد آجاتی ہے تو کہتے گتے ہیں ہم تو تمہارے ساتھ ہیں جو کچھ سائے جہان (والوں) کے دلوں میں ہے کیا اللہ اس کو نہیں جانتا (ضرور جانتا ہے)۔ جن لوگوں نے ایمان مستبرل کیا ان کو بھی جانتا ہے اور منافقوں کو بھی۔

اس آیت کی شانِ نزول میں مفسرین نے لکھا ہے کہ سعد بن ابی وقاص کا بیان ہے کہ جب میرے اسلام قبول کرنے کا حال میری ماں کو معلوم ہوا تو اس نے مجھ سے کہا کہ جو نیا دین تو نے اختیار کیا ہے اسے ترک کر دو۔ درمیان کھانا پینا ترک کر دوں گی اور یوں ہی اپنی ماں سے دوں گی اور لوگ تجھے ماں کا قاتل کہیں گے۔ میں نے کہا یہ ممکن نہیں کہ اس دین کو چھوڑ دوں۔ عرض اس نے کھانا پینا چھوڑ دیا۔ جب دو وقت گزر گئے تب میں نے کہا اے ماں، اگر تو ہزار بار بھی یوں مرے گی اور زندہ ہوگی تب بھی میں اس دین کو ترک نہ کروں گا۔ جب اس نے مجھ کو اتنا سخت پایا تب کھانا پینا اختیار کیا۔

قرآن کریم نے ماں باپ کی اطاعت پر بڑا زور دیا ہے۔ اُن کے مقابل اُفت تک کہنے کی اجازت نہیں دی لیکن یہ اطاعت اُس وقت تک ہے کہ دائرہ ایمان سے خارج نہ ہوئے۔ اگر ماں باپ کہیں کہ خدا کے کسی شریک کی عبادت پر ایمان لا۔ حالانکہ تمہارے علم میں ہے کہ خدا کا کوئی شریک نہیں تو ایسی حالت میں ہرگز ان کی اطاعت نہ کرو۔ کیونکہ اطاعت تو خدا کی خوشنودی کے لیے کی جاتی ہے۔ اور جب خدا پر ایمان ہی صحیح نہ رہا تو پھر خوشنودی کس کی۔

جاسما یہ یاد دلایا جا رہا ہے کہ تمہاری بازگشت خدا کی طرف ہوتی ہے اور ضرور ہوتی ہے۔ یہ اس لیے کہ لوگ روز قیامت کو بھول نہ جائیں۔ قیامت کی یاد ہی لوگوں کو بُرائیوں سے روک سکتی ہے۔ اگر باز پرس کا خیال ہی ختم ہو جائے تو پھر بُرائی کرنے سے انسان کہاں باز رہے گا۔ ایمان لانا اور پھر اس پر استقامت، بڑی دشمن چیز ہے۔ بہت سے لوگ ایسے ہوتے ہیں اور ہوتے رہتے ہیں جو زبان سے تو اپنے ایمان کا اظہار کرتے ہیں مگر اس عقیدہ میں ٹوڑے ثابت ہوتے ہیں جب منافقین اسلام کی طرف سے کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو بلبلا ہاتھ ہیں اور اسے اتنا بڑبھگتے ہیں گویا عذابِ خدا نازل ہو گیا۔ لیکن اُسے رسولؐ جیسی کسی جنگ میں فتح حاصل ہوتی ہے اور مالِ غنیمت ملنے کا وقت آتا ہے تو جھٹ تھکے پاس موجود ہوتا ہے اور کہتے گتے ہیں ہم تو آپ کے ساتھ ہیں مئی مومن ہیں ہمارا ساتھ بھی دیجئے۔ وہ یہ سمجھتے ہیں کہ اللہ ان کے دلوں میں چھپی ہوئی باتوں کو نہیں جانتا حالانکہ اللہ ایمان والوں اور منافقوں کو خوب جانتا ہے۔

کلمہ شہادت زبان پر ہماری کر کے ایک کافر مسلمان تو ہو جاتا ہے لیکن اس پر ثابت قدم رہنا اور آخر وقت

تکسیر پر قائم رہنا بہت مشکل ہے۔ بعد رسالت بہت سے مسلمان ایسے تھے جو کہ عمر کا ایک حصہ تک اجمالی نیک کرنے والوں کے ساتھ شریک رہے لیکن آخر میں ان کی تینیں فاسد ہو گئیں تو ایسی حالت میں جو کیا کرنا تھا سب کا اٹ گیا۔ اور قیامت میں اگر کئے تھے تو وہی لوگ ہوں گے جو آخر وقت تک مراد مستقیم پر ثابت قدم رہے اور کئی وقت بھی احکام الہی کی خلاف ورزی نہیں کی۔

وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِلَّذِينَ آمَنُوا اتَّبِعُوا سَبِيلَنَا وَلْنَحْمِلْ خَطِيئَتَكُمْ وَمَا هُمْ بِحَامِلِينَ مِنْ خَطِيئَتِهِمْ مِنْ شَيْءٍ إِنَّهُمْ لَكَاذِبُونَ ۝ وَلِيَحْمِلَنَّ أَثْقَالَهُمْ وَأَثْقَالًا مَعَ أَثْقَالِهِمْ وَرَوْ لِيَسْأَلَنَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عَمَّا كَانُوا يَفْتَرُونَ ۝ وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا نُوحًا إِلَىٰ قَوْمِهِ فَلَبِثَ فِيهِمْ أَلْفَ سَنَةٍ إِلَّا خَمْسِينَ عَامًا فَأَخَذَهُمُ الطُّوفَانُ وَهُمْ ظَالِمُونَ ۝ فَانجَيْنَاهُ وَأَصْحَابَ السَّفِينَةِ وَجَعَلْنَاهَا آيَةً لِلْعَالَمِينَ ۝

کفار ایمان والوں سے کہتے ہیں ہمارے راستہ پر چلو ہم (قیامت میں) تمہارے گناہوں کا بوجھ اٹھالیں گے حالانکہ وہ ان کے گناہوں کا ذرا سا بوجھ بھی نہ اٹھائیں گے۔ یہ تو جھوٹے ہیں۔ وہ تو اپنے گناہوں کا بوجھ بھی اٹھائیں گے اور ان کے گناہوں کا بھی (جن کو گناہ کیا ہے) اور یہ (دنیا میں) جو جو افترا پردانیاں کرتے رہے قیامت میں ان سب کے متعلق باز پرس ہوگی۔ اور ہم نے نوح کو ان کی قوم کی طرف بھیجا وہ ان میں نوسو پچاس برس تک رہے۔ پھر انہیں طوفان نے آچر کر ڈالا کہ وہ ظالم تھے۔ ہم نے نوح کو اور جو مستی میں سوار تھے ان کو طوفان سے بچا لیا اور اس واقعہ کو تمام عالموں (ان لوگوں) کے لیے اپنی نشانی بنایا۔

ایک وزیر افسانہ اور امیر بن خلف نے حضرت رسول خدا سے عرض کی اگر آپ اپنے گناہوں سے بہت جاہل اور اپنے سابقہ دین کی طرف آجائیں تو قیامت میں آپ کے جتنے گناہ ہوں گے ان سب کا بوجھ ہم اٹھالیں گے۔ یہ آیت ان ہی کے رد میں نازل ہوئی ہے۔ یہ کہنے والے وہ لوگ تھے جنہیں اول تو قیامت کا یقین ہی نہ تھا۔ وہ کہا کرتے تھے یہ سب میں گرفتار ہوتے ہیں۔ لہذا جب ان کے بعد کچھ ہوا یا نہیں تو ایسا وعدہ کرنے میں کہ ہم سارا بوجھ تمہارا اٹھالیں گے ہمارا بھڑکاؤ ہی کیا ہے اور اگر بالفرض قیامت کا حقیقہ یہ ہے تو جی ہم خدا سے کہہ دیں گے کہ انہیں چھوڑ دے اور ان کے گناہ کا سارا بوجھ ہماری گردن پر رکھ دے۔ ان احمقوں نے قیامت کے دن کو دنیا کے کسی قاضی کی عدالت سمجھ رکھا تھا کہ اس کے سامنے جو جاہل کہنا۔ وہ یہ نہ سمجھے کہ وہاں جس کی طاقت ہوگی کہ اسے اپنے گناہوں کا ایک لفظ بھی زبان سے نکال سکے۔ جب فرشتے کشاکش جہنم کی ہر گتھی ہوتی آگ کی طرف لے جاتے ہوں گے اس وقت کس کی طاقت ہوگی کہ زبان کھول سکے۔ اور اگر بالفرض کھول بھی سکے تو سنے گا کون؟ حضرت نوح کی عمر جو ساٹھے نوسو برس ظاہر کی گئی ہے۔ یہ ان کی تبلیغ و ہدایت کا زمانہ ہے۔ ورنہ ان کی عمر تو ڈھائی ہزار برس تھی۔ چالیس سال کی عمر میں ان کو حکم تبلیغ ملا تھا۔ طوفان کے بعد پندرہ سو برس زندہ رہے اتنی بڑی عمر کسی اور بھی کی نہیں ہوئی۔

کس قدر تعجب کی بات ہے کہ اتنی طویل عمر ملنے والے نے اپنے رہنے کے لیے کوئی گھر نہ بنایا۔ ساری عمر ایک پھوس کی بنی ہوئی جھونپڑی میں گزار دی۔ جس میں دنیا کا کوئی سامان نہ تھا۔ ان کی کاغذی بی بی اس وجہ سے ان کے خلاف تھی کہ ان کے گھر میں کوئی آرائش اسے نصیب نہ تھی۔ جب موت کا فرشتہ حضرت نوح کے پاس آیا تو اس خیال سے کہ اتنی طویل عمر میں دنیا کے متعلق ان سے زیادہ تجربہ کس کو ہو گا، اس نے سوال کیا، لمبے نوح، آپ نے اس دنیا کو کیسا پایا۔ فرمایا اچھا باہانت من باب دخلت ومن باب خرجت۔ (دنیا ایک گھر ہے جس کے دو دروازے ہیں ایک دروازہ میں سے داخل ہوا اور دوسرے سے نکل آیا)۔ حضرت نوح کی قوم ایسی کٹر بت پرست تھی کہ ساٹھے نوسو برس ہدایت کرنے کے باوجود صرف اتنی آدمی آپ پر ایمان لائے تھے۔

وَابْرَاهِيمَ إِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ اعْبُدُوا اللَّهَ وَاتَّقُوهُ ذَلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ ۝ إِنَّمَا تَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ أَوْثَانًا وَتَخْلُقُونَ أَفْكَامًا إِنَّ الَّذِينَ يُعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ لَا يَمْلِكُونَ لَكُمْ رِزْقًا فَابْتَغُوا عِنْدَ اللَّهِ الرِّزْقَ وَاعْبُدُوهُ وَاشْكُرُوا لَهُ ۝ أَلَيْسَ لِرَجْعُونَ ۝

اور ابراہیم نے جب اپنی قوم سے کہا، اللہ کی عبادت کرو اور اس سے ڈرو اگر تم جانتے ہو تو بہتہاڑ لیے بہتر ہے۔ تم اللہ کو چھوڑ کر بتوں کی عبادت کرتے ہو اور جھوٹی باتیں اپنے دل سے گڑھتے ہو اللہ کو چھوڑ کر تم جن کی عبادت کرتے ہو وہ تمہاری رزق رسانی پر قادر نہیں۔ پس تم اپنا رزق اللہ سے مانگو اور اسی کی عبادت کرو اور اس کا شکر ادا کرو، اسی کی طرف تمہیں لوٹ کر جانا ہے۔

وَإِنْ تَكْذِبُوا فَقَدْ كَذَبَ أُمَمٌ مِّن قَبْلِكُمْ وَمَا عَلَى الرَّسُولِ إِلَّا
الْبَلَاغُ الْبَيِّنُ ۝۱۸ أَوَلَمْ يَرَوْا كَيْفَ يُبْدِئُ اللَّهُ الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيدُهُ
إِنَّ ذَلِكَ عَلَى اللَّهِ يَسِيرٌ ۝۱۹ قُلْ سِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَانظُرُوا كَيْفَ
بَدَأَ الْخَلْقَ ثُمَّ اللَّهُ يُنشِئُ النَّشْأَةَ الْآخِرَةَ إِنَّ اللَّهَ عَلَى كُلِّ
شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝۲۰ يُعَذِّبُ مَن يَشَاءُ وَيَرْحَمُ مَن يَشَاءُ وَإِلَيْهِ
تُقْلَبُونَ ۝۲۱ وَمَا أَنْتُمْ بِمُعْجِزِينَ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاءِ
وَمَا لَكُم مِّن دُونِ اللَّهِ مِن وَلِيٍّ وَلَا نَصِيرٍ ۝۲۲

(اے اہل مکہ) اگر تم نے ہمارے پیغمبر کو جھٹلایا (تو کوئی پروا نہیں) تم سے پہلے لوگ بھی ہمارے رسولوں کو جھٹلا چکے ہیں۔ ہمارے رسول کا فرض تو ہمارے احکام پہنچا دینا ہے۔ کیا ان لوگوں نے اس پر غور نہیں کیا اللہ نے کس طرح مخلوق کو پیدا کیا ہے اور پھر اس کو دوبارہ پیدا کرے گا یہ بات اللہ کے لیے آسان ہے۔ (اے رسول) تم ان سے کہو کہ روئے زمین کی سیر کرو اور یہ دیکھو کہ اللہ نے مخلوق کو کیسے پیدا کیا ہے پھر اللہ قیامت کے دن دوبارہ پیدا کرے گا وہ ہر شے پر قادر ہے۔ جس پر چاہے عذاب کرے جس پر چاہے رحم کرے۔ تم سب (ایک ن) اسی

کی طرف لوٹائے جاؤ گے اور تم تو خدا کو زمین ہی میں عاجز کر سکتے ہو خدا آسمان میں اور خدا کے سوا کوئی تمہارا سرپرست ہے اور نہ مددگار۔

اے اہل مکہ اگر تم نے ہمارے رسول کو جھٹلایا تو اس سے پہلے بھی اور لوگ بھی ہمارے رسولوں کو اسی طرح جھٹلاتے رہے ہیں تو کیا اس سے ہماری تبلیغ ٹوک گئی تھی۔ کیا ہمارے رسولوں نے اپنا کام بند کر دیا تھا پس جب ایسا نہیں ہوا تو اس پیغمبر کو جھٹلانے سے بھی تمہارا مقصد حاصل نہ ہو گا۔ تم قیامت میں خدا کے دوبارہ پیدا کرنے کو نہیں مانتے آخر کیوں جبکہ تم یہاں اس کی قدرت کا تماشا دیکھ رہے ہو وہ برابر لوگوں کو پیدا کر رہا ہے پس جو وہاں پیدا کرنے پر قدرت رکھتا ہے وہ قیامت میں دوبارہ پیدا کرنے پر کیوں نہیں قدرت رکھتا تم روئے زمین پر ذرا چلو پھرو۔ دیکھو کہ خدا نے کیسی کیسی مخلوق پیدا کی ہے اور پیدا کرنے کے بعد کس طرح سب کو مارتا ہے۔ پھر ایسا مٹا دے مطلق دوبارہ تمہیں کیوں نہیں پیدا کر سکتا۔ کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ اس کے بغیر نکل جاؤ گے جب تمہاری گردن اس کے ماتھے میں ہے تو تم کیسے نکل جاؤ گے کیا تم میں اتنی قوت ہے کہ اس پر غالب آ جاؤ یا اس کی گرفت سے بچ سکو۔ پھر جب یہ سب کچھ نہیں تو پھر اس پر ایمان کیوں نہیں لاتے۔ اس کے عذاب کا ذکر کیوں نہیں کرتے۔ قیامت کے عقیدہ سے گریز کیوں کرتے ہو۔

وَالَّذِينَ كَفَرُوا بِآيَاتِ اللَّهِ وَلِقَائِهِ أُولَٰئِكَ يَئِسُوا مِن رَّحْمَتِي
وَأُولَٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ۝۲۳ فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهِ إِلَّا أَنْ
قَالُوا اقْتُلُوهُ أَوْ حَرِّقُوهُ فَأَنْجَاهُ اللَّهُ مِنَ النَّارِ إِنَّ فِي ذَلِكَ
لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ۝۲۴ وَقَالَ إِنَّمَا اتَّخَذْتُم مِّن دُونِ اللَّهِ
أَوْثَانًا مَّوَدَّةَ بَيْنِكُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا ثُمَّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يَكْفُرُ
بَعْضُكُم بِبَعْضٍ وَيَلْعَنُ بَعْضُكُم بَعْضًا وَمَأْوَاكُمُ النَّارُ وَمَا لَكُم
مِّن نَّاصِرِينَ ۝۲۵

جن لوگوں نے خدا کی آیات اور قیامت کے دن اس کے سامنے حاضر ہونے سے انکار کیا وہ میری رحمت سے مایوس ہو گئے ہیں اُن کے لیے دردناک عذاب ہے۔ غرض ابراہیم کی قوم کے پاس اس کے سوا اور کوئی جواب نہ تھا کہ ابراہیم کہنے لگے اے قتل کر ڈالو یا آگ میں جلا ڈالو۔ اللہ نے اُن کو آگ سے بچالیا۔ اس میں ایمان لانے والوں کے لیے قدرت کی بیشمار نشانیاں ہیں۔ ابراہیم نے اپنی قوم سے کہا کہ تم لوگوں نے خدا کو چھوڑ کر بتوں کو صرف دیوی زندگی میں محبت کرنے کی وجہ سے خدا بنا رکھا ہے۔ قیامت کے دن تم میں ایک ایک کا انکار کرے گا اور بعض بعض پر لعنت ہے گا اور تمہارا ٹھکانہ جہنم ہو گا اور وہاں تمہارا کوئی مددگار نہ ہو گا۔

جب حضرت ابراہیم نے بتوں کو توڑا چھوڑا اور قوم کو بت چلا کر یہ کام ابراہیم کا ہے تو انہوں نے کہیں میں ملے کیا کہ ابراہیم کو آگ میں جلا کر خاک کر دینا چاہیے۔ چنانچہ ایک مقام پر کچیلوں کا انبار لگا کر آگ لگا دی۔ اس کے شعلے جبریل کے نزدیک پہنچے۔ جبریل نے آگ کو گرنے لگے۔ ایک آدمی کو متعین کیتے ہیں ایسا بنایا تھا جس میں دیکھ کر حضرت ابراہیم کو آگ میں جھینکا جاسکے۔ جب وہ متعین سے جدا ہو کر آگ کی طرف جا رہے تھے، تو جبریل اُن کے راستے میں آیا اور ان سے کہا، اے ابراہیم کوئی حاجت ہے؟ فرمایا ہے تو کر تم سے نہیں ہے۔ کہا پھر تم سے ہے اُنسی سے بیان کرو۔ فرمایا، اُس سے بیان کرنے کی حاجت نہیں۔ غرض جب آگ کے قریب پہنچے تو خدا کی طرف سے آگ کو ندا آئی یا نادۃ کونی برداً وسلاماً علیٰ ابراہیم۔ (اے آگ ابراہیم پر سلامتی سے ٹھنڈی ہو جا)۔ مسودۃ بینکھ کا مطلب یہ ہے کہ دنیا میں ہمیشہ ایسا ہوتا رہا ہے کہ لوگ حق کی بات تحقیق ہو جانے اور اپنی غلطیاں ظاہر ہونے کے بعد کچھ شرم اور کچھ رشتے منط کے لحاظ سے اس غلطی پر رنجہ رہتے ہیں۔ یا یہ کہ اپنے بزرگوں کی محبت کی وجہ سے کسی غلط فیصلہ پر قائم رہتے ہیں۔ انسان اگر کسی غلط عقیدہ سے ثابت ہو کر صحیح عقیدہ کی طرف آنا چاہتا ہے تو اپنے رشتہ داروں سے ترک تعلق ہو کر کانٹوں سے امر حق کے اظہار سے روک دیتا ہے۔

فَاَمِّنْ لَهُ لَوْ طُمْ وَقَالَ اِنِّیْ مُهَاجِرٌ اِلٰی رَبِّیْ وَاِنَّهُ هُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ۝۷۰ وَوَهَبْنَا لَهٗ اِسْحٰقَ وَیَعْقُوْبَ وَجَعَلْنٰهُ فِیْ ذُرِّیَّتِهٖ الثُّبُوَّةَ وَالْحَكْبَ وَاتَّيْنَهٗ اَجْرَهٗ فِی الدُّنْیَا وَ اِنَّهٗ فِی

الْاٰخِرَةُ لَمِنَ الصّٰلِحِیْنَ ۝۷۱

تب حضرت لوطؑ پر ایمان لائے تو ابراہیم نے کہا، میں تو دس چھوڑ کر اپنے پروردگار کی طرف (جہاں اُسے منظور ہوگا) نکل جاؤں گا۔ اس میں شک نہیں کہ اللہ غالب اور حکمت والا ہے۔ ہم نے ابراہیم کو اسحاق (جیسا بیٹا) اور یعقوب (جیسا پوتا) بخشا اور ان کی اولاد میں نبوت اور کتاب کو رکھا اور ہم نے دنیا میں بھی اُن کو اجر دیا اور آخرت میں بھی کہ تمہارے نیک بندوں میں سے ہیں۔

حضرت ابراہیم کا آگ سے نجات پانا ایسا واقعہ نہ تھا کہ قوم مسلمان نہ ہو جاتی۔ مگر حضرت لوطؑ کے سوا جو حضرت ابراہیم کے پیچھے تھے اور کوئی بھی ایمان نہ لایا۔ اس کے سنی یہ نہیں کہ حضرت لوطؑ معاذ اللہ پہلے صاحبِ ایمان نہ تھے اور حضرت ابراہیم کو آگ سے نجات پانے کے بعد ایمان لائے، ایسا نہیں کیونکہ خدا نے کبھی کسی شرک کو جی نہیں بنایا۔ یہاں مؤمن ہونے کے یہ سنی ہیں کہ انہوں نے حضرت ابراہیم کی طاعت و پیروی اختیار کی۔ حضرت لوطؑ کے ایمان لانے کے متعلق یہ کہنا غلط ہے کہ وہ پہلے صاحبِ ایمان نہ تھے بعد میں ہوئے وہ تو پیدا ہی مؤمن ہوئے تھے صرف اُس وقت اپنے ایمان کا اعلان کیا تھا جب حضور کو رسالت کے اعلان کا حکم ہوا تھا۔

بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ حضرت لوطؑ اُس وقت کم سن تھے جب حضرت ابراہیمؑ پر ایمان لائے تھے۔ پس اگر کم سن میں حضرت لوطؑ کا ایمان لانا صحیح ہو سکتا ہے اور قرآن میں خدا اس کا ذکر فرمادی جھٹاتا ہے تو حضرت علیؑ کے کم سنی میں ایمان لانے پر اعتراض کرنا فضول ہے۔

حضرت ابراہیمؑ کی اولاد میں صرف حضرت اسحاقؑ اور ان کے بیٹے حضرت یعقوبؑ کا ذکر کیا گیا ہے۔ حضرت اسماعیلؑ کی اولاد کا جس میں صرف حضرت دسلؑ خدا مبعوث بر رسالت ہوئے ذکر نہیں کیا گیا اس کی وجہ یہ ہے کہ زیادہ نبیاء حضرت اسحاقؑ کی نسل میں ہی ہوئے اور کتابیں اور صحیفے بھی اسی نسل میں آئے لہذا اس کو نسلِ حضرت اسماعیلؑ سے الگ کر کے دکھایا گیا ہے۔ یہ عزت بھی حضرت ابراہیمؑ کو ہی حاصل ہوئی کہ اُن کی نسل سے ایک وہ نہیں ہزاروں پیغمبر پیدا ہوئے۔

وَلَوْ طًا اِذَا قَالَ لِیَقُوْمُہٗ اِنَّکُمْ لَتَآتُوْنَ الْفَاحِشَةَ مَا سَبَقْکُمْ بِہَا مِنْ اَحَدٍ مِّنَ الْعٰلَمِیْنَ ۝۷۱ اَیْتُکُمْ لَتَآتُوْنَ الرَّجَالَ وَتَقْطَعُوْنَ

السَّبِيلَ ۚ وَتَأْتُونَ فِي نَادِيَكُمُ الْمُنْكَرَ ۖ فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهِ
إِلَّا أَنْ قَالُوا اتَّبِعْنَا هَذَا ابْنَ اللَّهِ ۖ إِنْ كُنْتُمْ مِنَ الصّٰدِقِينَ ۖ قَالَ
رَبِّ انصُرْنِي عَلَى الْقَوْمِ الْمُفْسِدِينَ ۝۳۰

حضرت لوط نے اپنی قوم سے کہا تم وہ بے حیائی کا کام کرتے ہو جو تم سے پہلے دنیا میں کسی نے نہیں کیا
کیا تم (مردوں کو چھوڑ کر شہوت پوری کرنے کے لیے) مردوں کی طرف گرتے ہو اور مسافروں
کی راہ زنی کرتے ہو اور تم اپنی مظلوموں میں بڑی بری حرکتیں کرتے ہو۔ لوط کی قوم کے پاس اس کے
سوا اور کوئی جواب نہ تھا کہ وہ کہنے لگے، اگر تم سچے ہو تو ہم پر خدا کا عذاب لے آؤ۔ تب لوط
نے دعا کی، پروردگار! ان مفسدوں کے مقابل میں میری مدد فرما۔

مونیاس سے پہلے جس نے لوط کا آغا کیا وہ قوم لوط تھی۔ شیطان نے ان کو یہ پٹی پڑھائی تھی کہ
مردوں کو خون چسوا کر ان کے ساتھ صحبت کھنے میں انسان کی صحت خراب ہو جاتی ہے۔ یہ ایسے بے حیا
لوگ تھے کہ کھلے جلسوں میں پیشہ نماں فعل بجالاتے تھے اور ایک دوسرے سے شرم نہیں کرتا تھا۔ دوسرا عیب
ان میں یہ تھا کہ راستہ میں مسافروں کو لٹ پیتے تھے۔ حضرت لوط ہر چند ان کو سمجھاتے تھے مگر یہ بدکار کسی طرح
باز نہ آتے تھے۔ جب حضرت لوط عذاب الہی سے ڈراتے تو وہ کہتے اگر تم سچے ہو تو اس عذاب کو لا کر دکھاؤ۔

وَلَمَّا جَاءَتْ رُسُلُنَا إِبْرٰهٖمَ بِالْبَشْرِ ۖ لَاقَالُوا إِنَّا مُهْلِكُوا أَهْلَ
هٰذِهِ الْقَرْيَةِ ۖ إِنَّا أَهْلُهَا كَانُوا ظٰلِمِينَ ۝۳۱ قَالَ إِن فِيهَا لُوطًا ۖ قَالُوا
لَنْحْنُ أَعْلَمُ بِمَنْ فِيهَا ۖ لَنُنَجِّيَنَّهُ وَأَهْلَهُ إِلَّا امْرَأَتَهُ ۖ كَانَتْ مِنَ
الْغٰبِرِينَ ۝۳۲ وَلَمَّا أَنْ جَاءَتْ رُسُلُنَا لُوطًا سَخٰى بِهٖمُ وَضَاقَ بِهِمْ
ذَرْعًا وَقَالُوا لَا تَخَفْ وَلَا تَحْزَنْ ۖ إِنَّا مُنْجُوكَ وَأَهْلَكَ

إِلَّا امْرَأَتَكَ ۖ كَانَتْ مِنَ الْغٰبِرِينَ ۝۳۱ إِنَّا مُنْزِلُونَ عَلَىٰ أَهْلِ هٰذِهِ
الْقَرْيَةِ رِجْزًا مِّنَ السَّمَاءِ بِمَا كَانُوا يَفْسُقُونَ ۝۳۲ وَلَقَدْ تَرَكْنَا مِنْهَا
آيَةً بَيِّنَةً لِّقَوْمٍ يَعْقِلُونَ ۝۳۳

جب ہمارے رسول (فرشتے) ابراہیم کے پاس (اسحاق و یعقوب کی پیدائش کی) بشارت لے کر
آئے تو انہوں نے کہا ہم اس بستی کے رہنے والوں کو ہلاک کرنے آئے ہیں اس کے باشندے یقیناً
ظالم ہیں حضرت ابراہیم نے کہا اس بستی میں تو لوط بھی رہتے ہیں۔ فرشتوں نے کہا جو رہتے ہیں ہم
ان کو مانتے ہیں۔ ہم لوط اور اس کے گھر والوں کو بچالیں گے مگر اس کی بی بی (انہیں بچے گی) وہ
بچے رہ جائے والوں میں سے ہوگی۔ جب (وہاں سے) یہ فرشتے لوط کے پاس آئے تو وہ ان کے
آنے سے بہت رنجیدہ اور تنگ دل ہوئے (کیونکہ وہ خوبصورت لڑکوں کی صورت میں آئے تھے)
فرشتوں نے کہا آپ ڈریں نہ رنج کریں ہم آپ کو اور آپ کے گھر والوں کو بچالیں گے۔ سوائے
تمہاری بی بی کے وہ بچے رہ جائے والوں میں سے ہوگی۔ چونکہ اس بستی کے رہنے والے بدکار ہیں
لہذا ہم ان پر آسمانی عذاب نازل کرنے والے ہیں۔ اور ہم نے (اس انہی ہوئی بستی کو) سمجھ دار
لوگوں کے لیے عبرت حاصل کرنے کی ایک وٹن نشانی باقی رکھی ہے۔

فرشتے پہلے حضرت ابراہیم کے پاس آئے اور ان کو پہلے حضرت اسحاق کی اور بعد میں حضرت یعقوب کی ولادت
کی خوشخبری دی۔ پھر کہا ہم اس لیے آئے ہیں کہ قوم لوط پر عذاب نازل کریں۔ انہوں نے کہا، وہاں تو لوط بھی رہتے ہیں
فرشتوں نے کہا ہم انہیں بچالیں گے۔ اس کے بعد وہ لوط کے پاس آئے۔ چونکہ یہ فرشتے نہایت خوبصورت لوگوں کی
شکل میں آئے تھے اس لیے حضرت لوط کو یہ خوف ہوا کہ خبر سننے ہی وہ بدکار دوڑ پڑیں گے اور ان کو اٹھا کر لے جائیں گے
فرشتوں نے جب ان کی پریشانی محسوس کی تو دلاسا دیا کہ آپ گھبراہٹ میں نہیں۔ آپ اور آپ کے گھر والے عذاب سے
بچ جائیں گے۔ مگر آپ کی بی بی مستحب ہو کر رہے گی۔ کیونکہ وہ کافر و مفسد اور کافروں کی اس بدکاری کو برا نہیں سمجھتا
تھی اور حضرت لوط پر ایمان نہیں لاتی تھی۔

وَالْمَدِينِ أَخَاهُمْ شُعَيْبًا فَقَالَ فَيَقُمْ عِبُدُوا اللَّهَ وَارْجُوا الْيَوْمَ
الْآخِرَ وَلَا تَعْتَوُوا فِي الْأَرْضِ مُفْسِدِينَ ﴿۳۹﴾ فَكَذَّبُوهُ فَآخَذَتْهُمْ رَجْفَةٌ
فَأَصْبَحُوا فِي دَارِهِمْ جَثَمِينَ ﴿۴۰﴾ وَعَادَ أَوْثَمُودًا وَقَدْ تَبَيَّنَ لَكُمْ مِنْ
مَسْكِنِهِمْ دَوْرَيْنَ لَهُمُ الشَّيْطَانُ أَعْمَا لَهُمْ فَصَدَّهُمْ عَنِ السَّبِيلِ وَ
كَانُوا مُسْتَبْصِرِينَ ﴿۴۱﴾

اور اہل مدین کی طرف ہم نے ان کے بھائی شعیب کو بھیجا۔ انہوں نے کہا اے میری قوم، اللہ کی عبادت
کو اور دُر آخرت کی امید رکھو اور مجھے زمین پر فساد پر پابند کرو۔ انہوں نے شعیب کو جھٹلایا پس
انہیں زلزلہ نے لے ڈالا اور وہ اپنے گھروں میں بیٹھے کے بیٹھے رہ گئے اور عاد و ثمود کو بھی (ہم نے ہلاک
کر ڈالا) (اے اہل مکہ) تم کو تو ان کے آجڑے ہوئے گھر بھی (راستہ میں) دکھائی دیتے ہیں شیطان نے ان کی
برائیاں ایوں کو ان کی نگاہوں میں نزہت دے دی تھی اس لیے انہوں نے راہِ خدا سے لوگوں کو روکا حالانکہ
وہ ہوشیار لوگ تھے۔

وَقَارُونَ وَفِرْعَوْنَ وَهَامَانَ وَلَقَدْ جَاءَهُمْ مُوسَىٰ بِالْبَيِّنَاتِ فَاسْتَكْبَرُوا
فِي الْأَرْضِ وَمَا كَانُوا سَابِقِينَ ﴿۴۲﴾ فَكَلَّا أَخَذْنَا بِذُنُوبِهِمْ فَمِنْهُمْ
مَنْ أَرْسَلْنَا عَلَيْهِ حَاصِبًا وَمِنْهُمْ مَنْ أَخَذَتْهُ الصَّيْحَةُ وَمِنْهُمْ مَنْ
خَسَفْنَا لَهُ الْأَرْضَ وَمِنْهُمْ مَنْ أَغْرَقْنَا وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُظْلِمَهُمْ وَلَكِنْ
كَانُوا أَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ ﴿۴۳﴾

اور قارون و فرعون و ہامان بھی (ہلاک ہوئے) ان کے پاس موسیٰ روشن آیات لے کر آئے تھے مگر
انہوں نے رُستے زمین پر سرکشی سے کام لیا لیکن وہ ہم سے سبقت لے جانے والے نہ تھے ہم نے
سب کو ان کے گناہ کی وجہ سے لے ڈالا (یعنی ہماری گرفت سے نکل نہ سکے)۔ بعض تو ان میں وہ تھے
جن پر ہم نے پتھر والی آگ بھیجی۔ بعض وہ تھے جنہیں ایک چنگھاڑنے لے ڈالا۔ بعض وہ تھے جن کو ہم
نے زمین میں دھانس دیا بعض کو ڈوب کر رکھ دیا اور یہ بات نہیں ہے کہ اللہ نے ان پر ظلم کیا ہو بلکہ
وہ خود اپنے اوپر ظلم کرتے رہے۔

قوم عاد پر سلسلہ آٹھ دن ہوا طوفان آیا۔ قوم ثمود کو زلزلہ نے ہلاک کیا۔ قارون زمین میں دھنسا فرعون
کو سون لے گیا۔ یہ قومیں جن پر عذاب آتے تھے بے وقوف نہ تھیں۔ مخفیہ مسامحت میں کافی ہوشیار تھیں۔ تجاہل کا اہلکار
طلب پیدا ہے تھے۔ جو ہدایت استیاء کرتے تھے وہ ان کے کان کو نہیں لگتی تھی۔ بات یہ تھی کہ وہ سناہ میں ایسی
آزادی چاہتے تھے جس میں حرام و حلال کی قید نہ ہو۔ نیز ذریعہ قوتوں کو زبردستیوں پر ظلم و ستم سے روکا جاسکے کہ وہ لوگ
ان کی حکومت کو ہر حالت میں تسلیم کرتے رہیں۔ اسلام ان باتوں کی اہانت نہیں دیتا تھا اس لیے وہ ان کے دشمن
بن جاتے تھے۔

یہاں تک برحقے بیان کیے گئے وہ کفار و مشرکین کو جو یہ بتانے کے لیے تھے کہ جس طرح اقوام سابقہ کی سرکشی
خدا کے سامنے نہ چلی اور وہ تباہ و برباد ہو گئے۔ اسی طرح تباہی سرکشی بھی نہ چلے گی۔ وہ لوگ تم سے زیادہ عاقبت بھی تھے
اور تمہارا میں زیادہ تھے۔ پس جب وہ خدا کی گرفت سے باہر نہ پاسکے تو تمہاری تو بہت ہی بڑی کیا ہے۔

مَثَلُ الَّذِينَ اتَّخَذُوا مِنْ دُونِ اللَّهِ أَوْلِيَاءَ كَمَثَلِ الْعَنْكَبُوتِ عَلَى
الشَّجَرِ أَخَذَتْ بَيْتَاءَ وَإِنْ أَوْهَنَ الْبُيُوتُ لَبِيتُ الْعَنْكَبُوتُ لَوْ كَانُوا
يَعْلَمُونَ ﴿۴۲﴾ إِنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ مَا يَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ مِنْ شَيْءٍ وَهُوَ
الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ﴿۴۳﴾ وَتِلْكَ الْأَمْثَالُ لَضَرِبُهَا لِلنَّاسِ ۖ وَمَا
يَعْقِلُهَا إِلَّا الْعَالِمُونَ ﴿۴۴﴾ خَلَقَ اللَّهُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ بِالْحَقِّ وَإِنْ فِي

ذَلِكَ لَا يَلِيكَ لِلْمُؤْمِنِينَ ﴿۳۲﴾

جن لوگوں نے اللہ کو چھوڑ کر اوروں کو اپنا سرپرست بنالیا ہے ان کی مثال مکڑی کی سی ہے جو اپنا گھر بناتی ہے۔ اگر تم جانتے ہو تو سمجھو کہ سب سے کمزور مکڑی کا ہوتا ہے۔ خدا کو چھوڑ کر یہ جن کو پکارتے ہیں خدا انہیں خوب جانتا ہے وہ غالب حکمت والا ہے۔ یہ مثالیں ہم عام لوگوں کے لیے بیان کیا کرتے ہیں ان کو عام لوگ بھی سمجھتے ہیں۔ اللہ نے آسمان وزمین کو ٹھیک ٹھیک پیدا کیا ہے۔ بے شک اس میں ایمان لانے والوں کے لیے اللہ کی نشانیاں ہیں۔

کفار و مشرکین جن بتوں کو اپنا معبود بنائے ہوئے ہیں اور ان سے اپنی توقعات وابستہ کر رکھی ہیں وہ احمق خیالات میں پھنسے ہوئے ہیں۔ ان میں کیا طاقت ہے کہ وہ کسی کی بھی ماحبت برکاری کر سکیں۔ ان کے یہ خیالات ان کے یہ واسعے، مکڑی کے جالے سے زیادہ حقیقت نہیں رکھتے۔ وہ جالا ہوتا ہی کیا ہے۔ ذرا اچھی لگتے جالے تو فوراً ٹوٹ جاتا ہے پس یہ سب خیالات اتہائی کمزور ہیں۔ جب کوئی معیبت پڑے گی تو ان کے یہ فرضی معبود انہیں کیا مدد دے سکیں گے۔ جس طرح مکڑی کے جالے سے کوئی کام نہیں ہو سکتا اسی طرح ان معبودوں سے کوئی غرض پوری نہیں ہو سکتی۔ جس طرح مکڑی اپنے جالے میں خود پھنس کر رہ جاتی ہے اسی طرح یہ لوگ اپنی بد اعمالیوں میں مبتلا ہو کر اپنی برکتی کا باعث خود ہی بن جاتے ہیں۔



اَتْلُمَا اَوْحٰی اِلَيْكَ مِنَ الْكِتٰبِ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ ۚ اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ ۚ وَلَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ ۚ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تَصْنَعُونَ ﴿۳۳﴾ وَلَا تُجَادِلُوْا اَهْلَ الْكِتٰبِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ ۚ اِلَّا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْهُمْ وَقَوْلُوْا اٰمَنَّا بِالَّذِيْ اُنْزِلَ اِلَيْنَا ۚ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ وَالْحَقُّ ۚ اَلْهٰكُمُ وَلِحَدِّ وَّفَعْنُ لَهُ مُسْلِمُونَ ﴿۳۴﴾ وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنَا اِلَيْكَ الْكِتٰبَ ۙ فَالَّذِيْنَ اٰتَيْنَهُمُ الْكِتٰبَ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ ۚ وَمِنْ هَؤُلَاءِ مَنْ يُؤْمِنُ بِهٖ ۚ وَمَا يَجْحَدُ بِآيٰتِنَا اِلَّا الْكَافِرُونَ ﴿۳۵﴾

(اے رسول) جو کتاب تمہارے اوپر نازل کی گئی ہے اس کی تلاوت کرو اور نماز پڑھتے رہو۔ بے شک نماز بے حیائی اور برے کاموں سے روکتی ہے۔ اور خدا کا ذکر سب سے بڑا ہے۔ اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اس کو جانتا ہے۔ اہل کتاب (یہود و نصاریٰ) سے منظرہ نہ کرو مگر شائستہ طریقہ سے، ہاں ان میں سے جو ظالم ہیں ان سے نہیں (مسلمانوں) تم ان سے کہو ہم تو جو کتاب ہم پر نازل کی گئی ہے اور جو تم پر نازل کی گئی ہے سب پر ایمان لے آتے ہیں۔ تمہارا اور ہمارا خدا ایک ہے اور ہم اس کے فرمانبردار ہیں۔ اور اے رسول ہم نے اسی طرح تم پر کتاب نازل کی جیسے تم سے پہلے پیغمبروں پر نازل کی تھی اور جن لوگوں کو ہم نے یہ کتاب عطا کی ہے وہ اس کتاب پر ایمان لے آتے ہیں اور ان میں (عربوں میں) سے بھی بعض ایمان لے آتے ہیں اور ہماری آیات کا کافروں کے سوا کوئی انکار نہیں کرتا۔

اگرچہ تلاوت کلام پاک اور نماز پڑھنے کا حکم نظام رسول کو دیا گیا ہے لیکن درحقیقت یہ حکم ہے سب مسلمانوں کے لیے۔ ان دو چیزوں کو اس لیے مخصوص کیا گیا ہے کہ تزکیہ نفس اور رجوع الی اللہ میں ان سے بڑی مدد ملتی ہے۔

لیکن صرف زبان سے الفاظ ادا کرنا اور نماز میں صرف بدن کو حرکت دینا اس فرض کو پورا نہیں کر سکتے۔ مثلاً ایک شخص صرف الفاظ تو اپنی زبان سے نکالتا ہے مگر اس کے معانی سے کوئی غرض نہیں رکھتا تو اس تلاوت سے جو فائدہ اس کو ہونا چاہیے وہ نہیں ہو سکتا۔ اگرچہ صرف الفاظ کا تلاوت کرنا بھی مرد و جاہل کے لیے باعث ثواب ہے لیکن جب کسی بات کو سمجھا ہی نہیں تو دل پر اس کا اثر کیسے ہوگا۔ تلاوت کی غرض تو اسی وقت پوری ہوگی جبکہ ہر ایک کے معانی پر غور کیا جائے۔ اور ان کے بیان کا جو مقصد ہے اس کو عملاً پورا کیا جائے۔ قرآن کی تلاوت اور تعمیل احکام کتاب میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ انسان کے دل میں ایک دو نہیں ہزار بار آیات پڑھی جتنی بھی جو اپنے اپنے وقت پر نکلتا چاہتی ہیں۔ ان کا سمجھنا رہنا اس پھوٹے کی مانند ہے جس سے مواد برابر کتنا رہتا ہو۔ جب تک یہ رہنا بند نہیں ہوگا پھر وہ اچھا نہیں ہو سکتا۔ لیکن یہ رہنا پھوٹے کے منہ پر کھڑا باندھ دینے سے بند نہیں ہو سکتا۔ جب تک پھوٹے کے اندر کوئی دوا نہ پہنچائی جائے۔ اگر قرآن کو غور سے پڑھا جائے اور اس کے احکام پر عمل کرنے کی کوشش کی جائے تو انسان کے دل سے براہیوں کی جڑ اکھڑ جاتی ہے اور نزول قرآن کا مقصد پورا ہو جاتا ہے۔ حضورؐ کے بار دو عالم جب بعث ہوئے اُس وقت عربوں کی حالت اخلاقی لحاظ سے نہایت پست تھی۔ کون سی برائی تھی جو ان میں نہیں پائی جاتی تھی۔ قرآن نے ان کو کھوکھو کر ڈال دیا اور مسلمانوں کو ہدایت کی کہ ان کے پاس بھی نہ جانا۔ نیز یہ کہ جو اخلاقی حسن کی تعلیم قرآن سے رہا ہے ان سے آراستہ ہو کر ان بدعروہوں کے سامنے اپنے کو پیش کروں گا کہ تمہاری عملی حالت دیکھ کر ان کے دل پر اچھا اثر ہو اور غرور و تکبر کو دیکھ کر غرور و تکبر بدلے۔ حضورؐ خوش الحانی سے پڑھنا کافی نہیں تا وقتیکہ سمجھا جائے۔

تلاوت کے حکم کے بعد نماز کو پابندی سے ادا کرنے کا حکم دیا ہے اور اس سے پھر جو فائدہ ہوتا ہے وہ بھی بتا دیا کہ یہ نماز بے حیائی اور بدکاری سے روکنے والی چیز ہے۔ صرف قیام و قعود اور رکوع و سجود کر لینا اس فرض کو پورا نہیں کرتا۔ نماز کو یہ دیکھنا چاہیے کہ وہ بے حیائی اور بدکاری سے بچا جائے۔ اگر نہیں بچا تو نماز کا صرف اعضا کی حرکت کا کام تو اپنی تو ایک قسم کی ورزش ہوئی۔ جو شخص پانچ وقت اپنے معبود کے دربار میں حاضر ہوتا ہے اور ہر بار سید کا ربوں کے داغ دھبے اس کے دہن دل پر لگے ہوتے ہیں تو اس کو شرم آتی چاہیے۔ ایک غیر متقدم ضرور اس بات کا خیال رکھگا کہ جو جسے کاموں سے بچا ہے۔ وہ بھی بادشاہوں کے دربار میں جانے والے صاف ستھرے لباس میں جانے کی کوشش کرتے ہیں تاکہ دربار سے بدلت و خواہی نکال نہ دیتے جائیں۔ پس بادشاہ حقیقی کے دربار میں حاضر ہونے والوں کو بھی چاہیے کہ اپنا دل صاف ستھرا بنکر اس کے سامنے حاضر ہوں۔ جو شخص پابندی سے نماز پڑھے گا کبھی تو اسے یہ خیال کہنے لگا کہ میں اپنے دل کی حالت درست کروں۔

فروع دین میں نماز کو اس لیے مقدم رکھا گیا ہے کہ ایک گناہ گار زندہ جب پانچ وقت اپنے معبود کے دربار میں حاضر ہو کر اپنے گناہوں کی معافی مانگے گا اور گناہ گناہ کرنے سے توبہ کرے گا تو اس کے دل میں صفائی اور روشنی پیدا ہوگی اور نماز کو ہلکا کر لوگوں کے سامنے گناہ کرتے شرم آنے لگے گی۔ قیامت میں سب سے پہلے نماز ہی کے متعلق سوال ہوگا اور یہ جاننا جائے گا کہ امت المسلمین اُس نے کتنی نمازیں پڑھیں اور کتنی چھوڑیں اور جو پڑھیں

ان میں قابل قبول کتنی ہیں اور کتنی نہیں۔ اللہ کی سزا میں صرف متقیوں کی عبادت قبول ہوگی۔ پس جو برائیوں سے نہیں بچا، اس کی عبادت کسی امر کی مستحق قرار نہیں پائے گی۔

وَمَا كُنْتَ تَتْلُوا مِنْ قَبْلِهِ مِنْ كِتَابٍ وَلَا تَخُطُّهُ بِيَمِينِكَ إِذَا لَا تَرَابَ الْمُبِطُلُونَ ﴿۲۸﴾ بَلْ هُوَ آيَاتٌ بَيِّنَاتٌ فِي صُدُورِ الَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ وَمَا يَجْحَدُ بِآيَاتِنَا إِلَّا الظَّالِمُونَ ﴿۲۹﴾ وَقَالُوا لَوْلَا أُنْزِلَ عَلَيْهِ آيَاتٌ مِنْ رَبِّهِ قُلْ إِنَّمَا الْآيَاتُ عِنْدَ اللَّهِ وَإِنَّمَا أَنَا نَذِيرٌ مُبِينٌ ﴿۳۰﴾

اے رسول قرآن نازل ہونے سے پہلے نہ تو تم کوئی کتاب ہی پڑھا کرتے تھے اور نہ اپنے ہاتھ ہاتھ سے لکھا ہی کرتے تھے۔ ایسا ہوتا تو ضرور یہ جموٹے تمہاری نبوت میں شک کرنے لگتے مگر جو لوگوں کو خدا کی طرف سے علم عطا ہوا ہے اُن کے دلوں میں یہ (قرآن) واضح اور روشن آیتیں ہیں اور کوشش کے سوا ہماری آیتوں سے کوئی انکار نہیں کر سکتا۔ (کفار عرب) کہتے ہیں کہ اس (رسول) پر خدا کی طرف سے معجزے کیوں نہیں نازل ہوتے۔ تم کہدو کہ معجزے تو بس خدا ہی کے پاس ہیں، میں تو صاف صاف (غدا پندہ سے) ڈرانے والا ہوں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کھانا پڑھنا سب کچھ جانتے تھے مگر آپ کو اجازت نہ تھی کہ کوئی کتاب پڑھیں یا کلمہ پڑھیں۔ لوگوں نے اس سے یہ غلط فہم کیا کہ آپ کو کھانا پڑھنا کتابی تھا۔ معبود برسات ہونے کے بعد علم کے خواہنے بیکار آپ کو مل گئے۔ یہ بات کی تہ تک نہ پہنچنے کے نتیجے میں۔ اس کی حقیقت یہ ہے کہ اگر حضورؐ کہتے پڑھتے ہوتے تو مشرکین یہ الزام لگاتے کہ تو ریت و انبیل اور آسانی صیغوں کو پڑھ کر فت ران بنا لیا ہے۔ یہ بھی ان کا اعتراض تھا کہ ایک شخص رات کو آتا ہے اور وہ مضامین قرآن ان کو کھوا دیتا ہے صبح ہی وہ صبا پر آم کے سامنے وحے کہہ کر پڑھ دیتے ہیں۔ ان تمام اعتراضات کے رد کے لیے خدا نے اُن کو کھنے پڑھنے سے روک دیا تھا۔ جب کسی نے آپ کو کھنے پڑھنے دیکھا ہی نہیں تھا تو یہ اعتراض بالکل احمقانہ تھا۔ لیکن اس کے یہ

مسی نہیں کھنڈ کر رکھ دیتے آدمی دیتے اُنی غرض تھے۔ یہ تو ایک رسول کی کھلی توہین ہے۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ خدا ایک مرد جاہلی کو اپنی رسالت کے لیے منتخب فرمائے۔ اس کے معصروں پر اسے کچھ ہوں اور وہ علم سے کوہے ہوں۔ جو شخص پہلی قوموں کے عقاید، اُن کی زندگی کے حالات، اُن پر عذاب کے واقعات، اُن کی اخلاقی و معاشرتی کیفیات کو نہایت مفصل اور وضاحت سے بیان کر رہا ہے اور وہ ایک ایسا شخص ہے جس کو کسی نے کبھی کھتے پڑھتے نہیں دیکھا تو بلا حائل یہ علم اُسے وحی کے ذریعہ ہی سے ملا ہوگا۔ پس جس کا علم وحی پر منحصر ہو وہ ضرور نبی ہے۔ اس کی رسالت میں شک کرنے والے جو کچھ کہتے ہیں وہ ضرور اس سے گنہگار دیکھتے ہیں۔

پھر فرماتا ہے کہ یہ مفسر ان آیات یتنات پختل ہے جو ان لوگوں کے سینوں میں ہے جن کو خدا کا طرف سے علم دیا گیا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ کتاب خدا کا نزول قلب رسول پر ہونا چاہیے۔ کئی بھی ہوئی کتاب حضور کے پاس کیا جاگ نہیں آئی بس قلم قدرت نے قلب رسول پر جو کچھ دیا وہی اہل کتاب ہے اور جو حضور نے پڑھ کر سُنا دیا اور لوگوں نے کچھ لیا وہ قرآن ہے۔ پس کتاب خدا کی ایک اصل کا پی ہر زمانہ میں موجود رہنی چاہیے تاکہ اگر آیات قرآنی میں کوئی اختلاف کی صورت پیدا ہو تو اہل کتاب سے اس کو ملا لیا جائے۔ یہ اہل کتاب خدا نے ان لوگوں کے سینوں میں رکھی ہے جن کو خدا کی طرف سے علم دیا گیا ہے۔ دنیا کے کسی مدرس میں اُنہوں نے تعلیم نہیں پائی۔ نیز یہ کہ ایسے لوگ معصوم ہونے چاہئیں تاکہ کسی قسم کی غلطی کا مصدر ان سے ممکن نہ ہو۔ اور ہر زمانہ میں ان ہی سے کسی ایک کا وجود پایا جائے۔ یہ لوگ سوائے ائمہ اثنا عشر کے جن کے اہل حضرت علی علیہ السلام ہیں اور آخر قائم آل محمد ہیں ان کے سوا کوئی دوسرا نہیں ہو سکتا۔

فِي حُصْنٍ وَّ رَالَّذِينَ اُفْتُو الْعِلْمَ سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک جماعت ہے۔ عہد رسالت صلی اللہ علیہ وسلم مسلمانوں میں کوئی شخص اس کا مذہبی نہیں ہوا کہ وہ خدا کے یہاں سے پڑھا ہوا ایک ہے۔ سوائے اہل بیت رسول کے۔ پس اذقوا العلم سے مراد ہیں کتاب خدا کا علم انہی میں سینہ پر سینہ چل رہا ہے۔ یہی ہر اختلاف کو مٹانے کے ذریعہ رہا ہے۔ انہی سے تمسک ذکر کرنے کی وجہ سے مسلمانوں میں بہتر فرقہ بن گئے ہیں اور ہر فرقہ قرآن سے استدلال کرتا اور اپنے کو حق پر بتاتا ہے۔ قرآن بہتر طریقوں سے تو نازل نہیں ہوا وہ تو ایک ہی طریق سے نازل ہوا ہے۔ اگر مکرر تعلیم نہ بدلا جاتا تو یہ اختلافی صورتیں پیدا نہ ہوتیں۔

آخر آیت میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ مشرکین جو اعتراض کیا کرتے تھے کہ یہ رسول اپنے معجزے کیوں نہیں دکھاتے جیسے حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ وغیرہ نے دکھائے تھے۔ اُن کے جواب میں خدا نے اپنے رسول سے فرمایا کہ معجزات دکھانا خدا کا اختیار میں ہے اور اس کی مصلحت پر موقوف ہے۔ میں تو تم لوگوں کو عذاب خدا سے ڈرانے والا ہوں کہ آیا ہوں اگر تم میری بات نہ مانو گے تو خدا جب چاہے گا تم پر اپنا عذاب نازل کرے گا۔ تمہاری سب خواہش اگر میں معجزات دکھانے والا ہوتا تو اسی کا ہوتا۔ آج ایک شخص کہتا یہ معجزہ دکھاؤ کل دوسرا کہتا یہ دکھاؤ۔ تو تم معجزات کو ایک کھیل بنا دیتے۔

اَوْ لَمْ يَكْفِهِمْ اَنَّا اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ يُتْلَى عَلَيْهِمْ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَرَحْمَةً وَّ ذِكْرًا لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۵۱﴾ قُلْ كَفَى بِاللّٰهِ بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ شَهِيدًا اَبْ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَاَلْاَرْضِ وَاَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْبَاطِلِ وَاَكْفَرُوْا بِاللّٰهِ اَوَّلٰئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۵۲﴾ وَ يَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالْعَذَابِ وَلَوْ اَجَلَ مُّسَمًّى لَّجَآءُ هُمُ الْعَذَابِ وَلَيَاتِيْنَهُمْ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۵۳﴾

(جو لوگ معجزہ کے طالب ہیں) کیا اُن کے لیے یہ کافی نہیں کہ ہم نے تم پر کتاب (قرآن) نازل کی جو اُن کے سامنے پڑھی جاتی ہے۔ بے شک اس میں رحمت ہے اور ایمان لانے والی قوم کے لیے نصیحت ہے۔ اے رسول کہہ دو کہ میرے اور تمہارے درمیان گواہی کو اللہ کافی ہے اور آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے وہ اس کو جانتا ہے اور جو باطل کو ماننے والے ہیں اور جنہوں نے اللہ کا انکار کیا ہے وہ نقصان اٹھانے والوں میں سے ہیں۔ یہ لوگ تم سے عذاب لانے میں جلدی کر رہے ہیں۔ اگر عذاب کے لیے ایک وقت معین نہ ہوتا تو عذاب اُن کے پاس آچکا ہوتا اور آخر ایک دن اُن پر اچانک ضرور آپڑے گا اور انہیں پتہ بھی نہ چلے گا۔

جو لوگ کہتے تھے کہ رسول خدا کوئی معجزہ اور رسولوں کی طرح کیوں نہیں دکھاتے۔ ان سے کہا جا رہا ہے کہ تم ان تو رسول کا معجزہ متروک ہے اسے کیوں نہیں مانتے۔ اگر اس کا جواب لا سکتے ہو تو اے آؤ مگر تم اس دعویٰ کی تردید اب تک نہیں کر سکتے اور نہ کر سکو گے۔ پھر اس معجزہ کے ہوتے ہوئے اور معجزہ کبھی طلب کر رہے ہیں اپنی نبوت پر اللہ کی گواہی پیش کر سکتا ہوں۔ وہ اس مفسر ان میں جا جا میری رسالت کا ذکر کر رہا ہے۔ اگر اسے اللہ کی کتاب مانتے ہو تو میری رسالت مانو اور اگر نہیں مانتے تو یہ ثابت کر دو کہ میں خدا سے گڑھ کر پیش کیے رہا تمہارا عذاب میں جلدی کرنا تو خدا نے جو وقت مقرر کر دیا ہے اس پر ضرور نازل ہوگا اور جس وقت لگے گا تو ایسا اچانک آئے گا کہ تمہیں خبر ہی نہ ہوگی۔

يَسْتَعْجِلُونَكَ بِالْعَذَابِ ۖ وَإِنْ جَهَلْتُمْ لِمُحِيطَةٍ بِالْكَافِرِينَ ۝
يَوْمَ يَنفُسُهُمُ الْعَذَابُ مِنْ فَوْقِهِمْ وَمِنْ تَحْتِ أَرْجُلِهِمْ وَيَقُولُ ذُوقُوا
مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ۝ يُعَادِيهِ الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّ أَرْضِي وَاسِعَةً
فَإَيَّاهُ فَاعْبُدُونَ ۝ كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ ثُمَّ إِلَيْنَا
تُرْجَعُونَ ۝ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَنُبَوِّئَنَّهُمْ مِنَ
الْجَنَّةِ غُرَفًا تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا نِعْمَ أَجْرُ
الْعَامِلِينَ ۝ الَّذِينَ صَبَرُوا وَعَلَىٰ رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ ۝ وَكَانَتْ
مِنْ دَابَّةٍ لَا تَحْمِلُ رِزْقَهَا ۚ اللَّهُ يَرْزُقُهَا وَإِيَّاكُمْ وَهُوَ
السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ۝

یہ لوگ عذاب میں بڑی جلدی کر رہے ہیں (انہیں خبر نہیں کہ) دوزخ کافروں کو اس طرح گھیر کر رہے گا
(کہ وہ روک نہ سکیں گے) وہ وہ دن ہو گا کہ عذاب ان کے سر کے اوپر سے اور پاؤں کے نیچے سے ان
کو ڈھانک لے گا اور خدا (ان سے) کہے گا، جو عمل تم دنیا میں کرتے تھے اب اس کا مزہ چکھو۔
اے میرے ایماندار بندو، میری زمین تو یقیناً کشادہ ہے تو تم میری ہی عبادت کرو۔ (ایک ایک
دن) ہر شخص موت کا ذائقہ چکھنے والا ہے۔ پھر تم ہماری طرف لوٹائے جاؤ گے۔ جن لوگوں نے
ایمان قبول کیا اور اچھے اچھے کام کیے ان کو ہم بہشت کے جھروکوں میں جگہ دیں گے جن کے نیچے
نہری جاری ہیں اور وہاں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ اچھے چلن والوں کی کیا اچھی مزدوری ہے جنہوں

نے (دنوی مصیبتوں میں) صبر سے کام لیا اور اپنے پروردگار پر بھروسہ رکھتے ہیں۔ زمین پر چلنے والوں
میں بہتر سے ایسے ہیں جو اپنی روزی اپنے اوپر لاشے نہیں پھرتے۔ خدا ہی ان کو بھی روزی دیتا ہے اور
تم کو بھی اور وہ بڑا سننے والا اور جاننے والا ہے۔

یہ لوگ عذاب میں جلدی کر رہے ہیں انہیں خبر نہیں کہ جہنم سے بچ کر کافر کہیں نہیں جاسکتے۔ ان پر عذاب آئے گا
اور بلا کا عذاب آئے گا۔ اوپر سے بھی اور نیچے سے بھی۔ اس وقت کہا جائے گا کہ اپنی بد اعمالیوں کا مزہ چکھو۔ ایک
دن ہر شخص کو مرنا ہے اور خدا ہی کی طرف جانا ہے پھر اس کے عذاب سے بچنا کیسا؟
نیچے کا جہنم ان مسلمانوں کے لیے ہے جو ہجرت کرنے کے بعد افلاس میں مبتلا ہو گئے تھے۔ ان سے کہا جا
رہا ہے کہ راہ خدا میں جو تکالیف تم کو پہنچ رہی ہیں ان کو میرے برداشت کرو، خدا پر بھروسہ کرو۔ ہر زمین سے پر
چلنے والے کا رازق اللہ ہے وہی تم کو بھی رزق پہنچائے گا۔ اس صبر کا تمہیں روز قیامت بڑا اچھا بدلہ ملے گا۔
ایمان کی نگہبانی سب سے مقدم ہے اس کے مقابل کسی چیز کو عزیز نہ سمجھو۔

مسلمانوں میں ایسے لوگ زیادہ تھے جو عسرت و تنگدستی سے گھبراتے ہوئے تھے اور کفار و مشرکین کو
اسکودہ حالت میں دیکھ کر ان کے دل میں یہ خیال پیدا ہوتا تھا کہ ہم نے مسلمان ہو کر کیا پایا۔ طرح طرح کی پریشانیوں
اپنے لیے مول لے لیں۔ خدا ان کو دلا سائے دے رہا ہے اور بتا رہا ہے کہ کو کمال الایمان ہیں اور اللہ پر بھروسہ رکھتے
ہیں وہ تنگدستی کسی اور مصیبت کو خاطر میں نہیں لاتے۔ ان کی نظر میں ہر وقت آخرت کی نجات رہتی ہے۔ ایک
حدیث میں ہے کہ عیب تم کسی ایسی سزا میں ہو جہاں کے لوگ نافرمان ہوں تو وہاں سے ہجرت کر جاؤ۔ اللہ
کی زمین بہت وسیع ہے۔ دوسری جگہ منتقل ہونے سے تمہاری پریشانیوں کو دور ہو جائیگی۔ مثل مشہور ہے،
”مکہ خدا تنگ نیست پائے گدا تنگ نیست“ خدا کے ایسے بندے بھی ہیں کہ اپنی روزی دوسرے دن
کے لیے نہیں اٹھا رکھتے مینی جمع نہیں کرتے۔ یہ جمع کرنے کا غاصہ ذی حیات کے لیے ہے، جیونی، چروا اور
انسان۔ باقی تمام جانور اللہ پر بھروسہ رکھتے ہیں کہ وہ جھوکا اٹھاتا ہے جھوکا سلاتا نہیں۔ خدا پر رزق رسانی کا
بھروسہ نہ کرنا ایمان کی کمزوری ہے۔

وَلَيْنَ سَأَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ
لِيَقُولُوا اللَّهُ فَاتَى يُوقُونَ ۝ ۱۱ ۝ اللَّهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ
يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ وَيَقْدِرُ لَهُ ۚ إِنَّ اللَّهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ۝ ۱۲ ۝ وَلَيْنَ

سَالَتْهُمْ مَنْ نَزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَاصْبَاهُ الْاَرْضَ مِنْ بَعْدِ مَوْتِهَا
لَيَقُولَنَّ اللَّهُ قُلِ الْحَمْدُ لِلَّهِ بَلْ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُونَ ﴿۱۴﴾ وَمَا
هَذِهِ الْحَيَوةُ الدُّنْيَا إِلَّا لَهُوٌّ وَلَعِبٌ وَإِنَّ الدَّارَ الْآخِرَةَ لَهِیَ
الْحَيَوانُ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ ﴿۱۵﴾

اگر تم ان لوگوں سے پوچھو کہ آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا کیا ہے اور سورج اور چاند کو کس نے سحر
کیا ہے۔ تو وہ ضرور کہیں گے اللہ نے۔ پھر یہ کہاں بیکہ جائے ہیں۔ اللہ اپنے بندوں میں جس کا رزق
چاہتا ہے بڑھا دیتا ہے جس کا چاہتا ہے گھٹا دیتا ہے اور بے شک اللہ ہر شے کا جاننے والا ہے۔
اور اگر تم ان سے پوچھو کہ آسمان سے پانی برساتے والا کون ہے جس سے مرہ ہو جانے کے بعد زمین
زندہ ہو جاتی ہے تو وہ ضرور یہی کہیں گے اللہ! اے رسول تم کہو الحمد للہ، لیکن اکثر لوگ سمجھتے ہی
نہیں۔ دنیا کی یہ زندگی لہو و لعب کے سوا اور کیا ہے۔ بے شک آخری زندگی کا گھر تو آخرت کا
گھر ہے کاش یہ لوگ سمجھتے بوجھتے ہوں۔

لوگ یہ تو مانتے ہیں کہ آسمان وزمین کا پیدا کرنے والا اور سورج اور چاند کو سحر کرنے والا خدا ہی ہے
لیکن پھر یہ اس کی قدرت کے بارہ میں بہک کیوں جاتے ہیں۔ یہ کیوں نہیں مانتے کہ بندوں کے رزق کا کم و بیش
کرنا خدا کے اختیار میں ہے۔ وہی مینہ برساتا ہے جس سے زمین غلہ اگانے کے قابل بنتی ہے۔ اگر وہ ایسا نہ
کرے تو پھر یہ کام کون کر سکتا ہے۔

سورج اور چاند کی تسخیر سے یہ مراد ہے کہ اس نے ان دونوں کو تہا ری خدمت کے لیے متین کر دیا ہے
مجس و شام ان کا طلوع ہونا اور غروب ہونا ہوتا رہتا ہے وہ اس سے رک نہیں سکتے۔

جو خاصان خدا ہیں حقیقی معنوں میں چاند سورج ان کی تسخیر میں پائے جاتے ہیں، جیسے حضرت رسول خدا
نے شق القمر دکھایا اور حضرت علیؓ کے لیے رخصس ہوا۔

ہر ملک میں منسوبہ بندی کو پائے کھیل بہک پہنچانے کے لیے کوشش اس وجہ سے جاری ہے کہ آدمیوں کی تعداد
بڑھتی جا رہی ہے اور غلہ کی پیداوار کم ہے لیکن اس کی کا ویدار خدا نہیں بلکہ بندے خود ہیں۔ خدا تو جتنے انسان
کوئے زمین پر بھیجتے ہیں ان کے لحاظ سے غلہ پیدا کر دیتا ہے بلکہ ان کی ضرورت سے زیادہ ہی۔ لیکن انسان

اپنی غلہ پالیسی کی وجہ سے خود اپنے پیرول پر کھڑی مارتا ہے۔ اگر ملک کے حکمرانوں کی کاشتکاری کی طرف زیادہ توجہ
ہے تو غلہ کی کمی کی شکایت نہ ہو۔ لیکن جب کاشتکار سہائے زراعت کرنے کے معنی ادا روں میں ہلا لیے جاتے ہیں یا
کاشتکاروں پر نئے نئے ٹیکس لگائے جاتے ہیں۔ آب پاشی کا پورا انتظام نہ کیا جائے تو غلہ کی پیداوار میں اضافہ کیسے ہوگا
اگر زمینداروں میں غلہ نہ دیا جائے یا کم دیا جائے تو کسی ملک میں غلہ گراں نہ ہو۔ لیکن بین الاقوامی نظام نے کچھ ایسے پیکر
میں ہر ملک کو ڈالا ہے کہ کوئی ملک اپنی پیداوار کو اپنی ہی رعایا کے لیے مخصوص نہیں کر سکتا۔ بہر حال جو ہر ملک ہے ہوتا
رہے گا لیکن خدا کے اس ارشاد پر غور رہنی چاہیے کہ اللہ کی طرف سے کوئی کمی نہیں اس نے ہر اس مخلوق کا مدق جوڑنے میں
پر پلے والی ہے اپنے اوپر لے رکھا ہے۔

لیکن ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر خدا نے رزق و پالی اپنے ذمہ لیا ہے تو یہ قسط کی سمیٹ میں کیوں مبتلا
کرتا ہے۔ وہ وقت ضرورت پائی کیوں نہیں برساتا۔ جواب یہ ہے کہ خدا ظالم نہیں اور ظلم پسند ہے وہ اپنی مخلوق
پر ان باپ سے زیادہ مہربان ہے لیکن جب کسی غلطی اس کی نافرمانی کرتی ہے، بد اعمالیوں اور غلط کاروں
میں مبتلا ہو جاتی ہے اس کے نیک بندوں کو ستانی ہے تب اسے غصہ آتا ہے اور وہ ان کے رزق کو کم کرتا ہے
لہذا غلطی کا سبب خود بندے بنتے ہیں، خدا پر اس کا الزام عائد نہیں ہوتا۔ اگر نظام کائنات کے تحت کسی غلطی میں
غلطی پیداوار رک جاتی ہے یا غلط پڑ جاتا ہے تو خدا اس پاس کے غلطوں میں زیادہ غلہ پیدا کر کے اس کی کوڑا کر دیتا ہے۔
اب راجحی اعتبار سے کسی کاجو کوں مرنا تو اس میں ہی کوئی تباہی کی طرف سے ہوتی ہے۔ جو حصول معاش
میں سخت قدم اٹھاتا ہے محنت مزدوری سے ہائی چراتا ہے۔ اپنے کو دوسروں کی مدد کا محتاج بنالیتا ہے اور
درد و بیماریاں لگتا ہے تو یہ اس کا ذاتی فعل ہے۔ وہ اپنے اوپر رزق کا دوا زہ خود بند کرتا ہے۔

آخر میں اپنے بندوں کو نصیحت کرتا ہے کہ دنیا کی زندگی کھیل تماشہ ہے۔ اس کے عشق میں دیوالیہت
ہو، یہ تو چند روز کی ہمار ہے جیسے مسافر کسی سرے میں آکھڑتا ہے یا کوئی لاپرواہی پر سے گزرتا ہے۔ یہی صورت
دنیا کی ہے۔ اس کا مدیش و دعامی ہے نہ تکلیف۔ اگر مدیش میں یہ چند دن گزرتے تو کیا اور اگر تکلیف میں گزرتے تو کیا
آخر ایک دن مرنا ہی ہے۔ مرنے کے بعد سب برابر ہو جاتے ہیں۔ اسی زندگی تو آخرت کی زندگی ہے جس کی کوئی انتہا
ہی نہیں اسے سنبھالنا چاہیے۔ ایسا بندہ ولست کرنا چاہیے کہ وہ اس تکلیف نہ ہو کیوں اس تکلیف کا تو عا مری
نہیں ہوتا۔ جو خاصان خدا ہیں اور جنہوں نے زندگی کے اس را کو کھو لیا ہے انہوں نے فز خرافات و دیری کی طرف
کبھی توجہ نہیں کی اور آخرت کی زندگی کے ستارے میں مرنے دم تک لگے رہے۔

فَاذْكُرُوا فِي الْفُلْكِ دَعَا اللّٰهُ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ ؕ فَلَمَّا

فَجَاهِدْهُمْ إِلَى الْبَرِّ إِذَا هُمْ يُشْرِكُونَ ﴿۱۵﴾ لِيَكْفُرُوا بِمَا اتَّخَذُوا
وَلِيَتَمَتَّعُوا فَسَوْفَ يَعْلَمُونَ ﴿۱۶﴾ أَوْ لَمْ يَرَوْا أَنَّا جَعَلْنَا حَرَمًا مِمَّا
وَيَتَخَطَّفُ النَّاسُ مِنْ حَوْلِهِمْ أَفَبِالْبَاطِلِ يُؤْمِنُونَ وَبِنِعْمَةِ
اللَّهِ يَكْفُرُونَ ﴿۱۷﴾ وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَى عَلَى اللَّهِ كَذِبًا أَوْ
كَذَّبَ بِالْحَقِّ لَمَّا جَاءَهُ ۚ أَلَيْسَ فِي جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْكَافِرِينَ ﴿۱۸﴾
وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا ۚ وَإِنَّ اللَّهَ لَمَعَ
الْمُحْسِنِينَ ﴿۱۹﴾

(لوگوں کا حال یہ ہے) جب کبھی میں سوار ہوتے ہیں تو (خیریت سے کنارہ تک پہنچنے کے لیے) بڑے
غلوں سے خدا کی عبادت کرنے والے بن جاتے ہیں لیکن جب صبح سلامت خشکی پر پہنچ جاتے ہیں تو
پھر خدا کا شریک بنانے لگتے ہیں تاکہ جو نعمتیں ہم نے انہیں دی ہیں ان کا کر بیٹھیں اور چند روزہ زندگی
آرام سے گزاریں۔ غمگین ہو کر رہ جاتے ہیں اس کا نتیجہ معلوم ہو جائے گا۔ انہوں نے اس پر غور
نہیں کیا کہ ہم نے حرم مکہ کو جائے امن بنایا ہے (حالانکہ اس سے پہلے) اس پاس کے لوگ انہیں
آہٹ لے جاتے تھے یعنی لوٹ مار کر کے تباہ و برباد کر ڈالتے تھے۔ تو کیا جو لوگ باطل پر ایمان لاتے
ہیں اور اللہ کی نعمتوں سے انکار کرتے ہیں تو ان سے زیادہ ظالم کون ہے جو اللہ پر جھوٹ بہتان
باندھے اور حق بات جب اس کے پاس آئے تو اسے جھٹلائے۔ تو کیا جو کافروں کا ٹھکانہ جہنم میں نہیں
ہے۔ جن لوگوں نے ہماری راہ میں جہاد کیا ہے ہم ان کو اپنے راستہ پر لگا دیں گے اور خدا تو
احسان کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

لوگوں کی حالت یہ ہے کہ جب کبھی شہر سوار ہوتے ہیں اور کبھی گرداب میں پھنس جاتی ہے تو اس وقت کیسے بابک
پر غلوں سے دعا مانگتے ہیں، یا اللہ ٹوپی میں اس طوفان سے نجات دینے والا ہے لیکن جب خدا ان کی حالت پر
رحم کر کے انہیں صبح سلامت کنارہ پر پہنچا دیتا ہے تو پھر ان کے سر بتوں کے سامنے جھکنے لگتے ہیں اور خدا کو بھول جاتے
ہیں۔ اور ہماری نعمتوں سے انکار کر بیٹھتے ہیں۔ چند روزہ زندگی آرام سے گزارنے کے لیے ہمارے احکام کو پس پشت
ڈال دیتے ہیں لیکن کیا ایسا کرنے کے بعد اپنی غلط کاریوں کی سزا سے بچ جائیں گے۔ اس بات پر غور نہیں کرتے کہ
اسلام سے پہلے ان کی حالت کیا تھی۔ کتنے دلی قتل و غارت۔ ہم نے شہر کو کھاس سے بچائے رکھا اور ان کفار و مشرکین
کو پرانے آئے دی تو کیا اس احسان کا بھی بدلہ ہے کہ وہ بتوں پر ایمان لائیں اور ہمارے احسانات کو بھلا دیں۔
یہ بڑے ظالم لوگ ہیں کہ ہم پر افترا پر مادی کرتے ہیں اور قرآن جو ان کی ہدایت کے لیے آیا ہے اس کی تکذیب کرتے
ہیں۔ کیا انہیں پتہ نہیں کہ ہم نے ان کا ٹھکانہ ہو گا۔ ان پر لوگ ہماری راہ میں ان کافروں سے جہاد کرتے
ہیں اور ہمیں خوش رکھنا چاہتے ہیں ہم ان کو اپنے راستہ پر لگاتے رہتے ہیں، مگر وہ نہیں ہونے دیتے۔

۳۰. سُوْرَةُ الزُّمَرِ مَكِّيَّةٌ ﴿۱۲﴾

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الْعَمَّ ۝ غُلِبَتِ الزُّمَرُ ۝ فِي آدْنِ الْأَرْضِ وَهُمْ مِنْ بَعْدِ غَلِبِهِمْ
سَيُغْلِبُونَ ۝ فِي بَضْعِ سِنِينَ ۝ لِلَّهِ الْأَمْرُ مِنْ قَبْلُ وَمِنْ بَعْدُ
وَيَوْمَئِذٍ يُفْرِغُ الْمُؤْمِنُونَ ۝ بِنَصْرِ اللَّهِ ۚ يَنْصُرُ مَنْ يَشَاءُ ۚ
وَهُوَ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ ۝ وَعَدَ اللَّهُ لَا يُخْلِفُ اللَّهُ وَعْدَهُ وَ
لَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ۝ يَعْلَمُونَ ظَاهِرًا مِّنَ الْحَيَاةِ
الدُّنْيَا ۚ وَهُمْ عَنِ الْآخِرَةِ هُمْ غَفْلُونَ ۝

پلغوس کے تین نرخ ہیں۔ ایک کو نفس شہوی کہتے ہیں جس سے چیزوں کی طرف انسان کو رغبت ہوتی ہے۔ اگر یہ نہ ہو یا اس میں کوئی روک ٹوک لگ جائے تو سارا نظام حیات بکھر کر رہ جاتے۔ پھر دوسرا نرخ وہ ہے جسے نفس امارہ کہتے ہیں۔ یعنی وہ ہر مجسے کا پر انسان کو ملامت کرتا رہتا ہے۔ پھر چارے چوری کا اقرار نہ کرے مگر اس کا منہ میٹھ نہی سے باز نہیں رہتا۔ اگر یہ نہ ہوتا تو آکسیاں شرکے ہزاروں دروازے انسان پر کھل جاتے۔ تیسرا نرخ نفس طمّہ کہلاتا ہے یہ برصیت میں اور ہر مقام آزمائش میں مہر کے جوہر دکھاتا ہے۔ اگر یہ نہ ہوتا تو انسان کا نفس کمال کے درجہ پر پہنچ ہی نہ سکتا تھا۔

پس انسان کو چاہیے کہ اپنے نفس کے اندر جو خدا کی صفاتیں ہیں ان پر غور کرے تاکہ اسے معرفت خدا حاصل ہو اسی کی طرف خدا توجہ دلا رہا ہے کہ خدا کی قدرت کی بیشمار نشانیاں پائی جاتی ہیں۔ ان سب کو چھوڑ کر اگر ایک اپنے نفس ہی پر غور کر لیا کرو تو معرفت باری تعالیٰ کا ایک غزانہ تم کو مل جائے گا۔

نفس کے تمام کاموں کے لیے قدرت نے حدود مبین کی ہیں۔ ان میں سے صبح و شام سے اگر ذرا سا قدم ہٹ جائے گا تو روز قیامت اس کی باز پرس ہوگی اور ذرا سی بات معرض حساب میں آئے گی۔

اَوَلَمْ يَسِيرُوا فِي الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ كَانُوا اَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً وَاَثَارُوا الْاَرْضَ وَعَمَرُوهَا اَكْثَرَ مِمَّا عَمَرُوهَا وَجَاءَتْهُمْ رُسُلُهُم بِالْبَيِّنَاتِ فَمَا كَانُوا لِيُظْلَمَهُمْ وَلَكِنْ كَانُوا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ⑩ ثُمَّ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِينَ اَسَاءُوا السُّوْا اَنْ كَذَّبُوا بِآيَاتِ اللّٰهِ وَكَانُوا بِهَا يَسْتَهْزِءُوْنَ ⑪ اللّٰهُ يَبْدُ الْاَخْلَقَ ثُمَّ يُعِيْدُهُ ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ⑫ وَيَوْمَ تَقُومُ السَّاعَةُ يُبْلِسُ الْمُجْرِمُوْنَ ⑬ وَلَمْ يَكُنْ لَهُمْ مِنْ شُرَكَائِهِمْ شُفَعَاوُا وَكَانُوا بِشُرَكَائِهِمْ كَافِرِيْنَ ⑭ وَيَوْمَ تَقُومُ السَّاعَةُ

بج

یَوْمَ یَذِیْتَفَرَّقُوْنَ ⑮

کیا ان لوگوں نے رستے زمین کی سیر نہیں کی تاکہ وہ دیکھنے کے ان سے پہلے لوگوں کا انجام کیا ہوا وہ ان سے قوت میں بہت زیادہ تھے اور جتنی زمین ان لوگوں نے آباد کی تھی اُس سے زیادہ کاشت بھی کی تھی۔ ان کے پاس ان کے پیغمبر روشن آیتیں (معجزات) لے کر آئے۔ اللہ نے ان پر ظلم نہیں کیا بلکہ ان کے نفسوں نے خود ان پر ظلم کیا پھر جن لوگوں نے بُرائی کی تھی ان کا انجام بُرا ہی ہوا (جُرائی یعنی جتنی کر) انہوں نے اللہ کی آیات کو جھٹلایا اور ان کا مذاق اُڑاتے تھے۔ اللہ کے سب سے پہلے مخلوق کو پیدا کیا پھر دوبارہ ان کو پیدا کر کے پھر وہ اس کی طرف لوٹائے جائیں گے۔ جب قیامت آئے گی تو گنہگار لوگ مایوس ہو کر رہ جائیں گے اور جن لوگوں کو انہوں نے خدا کا شریک بنایا تھا وہ ان کے شفیع نہ بنیں گے اور یہ لوگ خود بھی اپنے شریکوں سے انکار کر جائیں گے اور جب قیامت آئے گی تو یہ سب ایک دوسرے سے بُرا ہو جائیں گے۔

کھتا ہرگز سے کہا جا رہا ہے ذرا کہہ سے باہر نکل کر رستے زمین کی سیر کرو اور دیکھو کسی کیسے بستیاں تباہ و برباد پڑی ہوئی ہیں۔ ان کے کھنڈراب بھی موجود ہیں۔ یہ ان لوگوں کی بستیاں ہیں جو تم سے طاقت و قوت میں کہیں زیادہ تھے۔ جنہوں نے بہت سی ممانیں بنائی تھیں، دور دور تک ان کے کعبہات اُٹھائے تھے۔ ہزاروں کن گدیم پیدا ہوتا تھا۔ اور یہ سمجھتے تھے کہ ہم کافی عقلمند ہیں۔ جب ہم دنیا میں ایسے بڑے بڑے کام کر رہے ہیں تو خدا ہم پر کیوں عذاب نازل کرے گا۔ ایسے لوگوں کے پاس جب ہمارے رسول آئے اور ان کو اپنی نبوت کے ثبوت یعنی معجزات بھی دکھائے تو انہوں نے ان کی گدیم کی تئیم میں ان پر عذاب نازل ہوا۔ یہ ظلم خود انہوں نے اپنے نفسوں پر کیا خدا کسی ظلم نہیں کرتا۔ وہ تو سرکشی و بدکاری کی سزا میں عذاب نازل کرتا ہے۔ جو کوئی بُرائی کرے گا، اس کی سزا ضرور جگائے گا۔ گدیم از گدیم بڑید بڑید جو۔ بڑے کام کرنے کے بعد اچھے تئیم کی امید رکھنا حماقت نہیں قرار دیا گیا ہے۔

مومن کے چھاری پس پر غور نہیں کرنے کے ان میں کیا کمال ہے جو اللہ کو چھوڑ کر ان کی بوجا کی جاتے۔ اللہ نے ہر کسی کو سانس دے رکھے یعنی کسی سے مشورہ کیے سب سے پہلے مخلوق کو پیدا کیا اور پھر مار دوارہ ایسا ہی بنائے گا۔ پس جب اس کی ذات ایسی قادر و توانا ہے تو پھر اسے چھوڑ کر کسی اور کو جو اس کی مخلوق ہے کیوں مسودہ بنایا جائے۔ یہ بھی یاد رکھو کہ جب قیامت تھا ہے سر پر اکھڑی ہوگی تو جتنے گنہگار ہیں ان پر ہر طرف سے مایوسی چھا جائے گی اور جن لوگوں کو انہوں نے خدا کا شریک بنایا تھا، جیسے دیوی دیوتا، جن، شیطان، بت، سورج، چاند، سانب، گائے، دریا وغیرہ۔ ان میں سے کوئی بھی ان کی سفارش نہ کرے گا۔ سفارش تو کیا ان کو تو اپنی جان کے لالے

پڑے ہوں گے۔ وہ تو اپنے بھائیوں کو پہچانیں گے بھی نہیں اور صاف غفلت میں کہہ دیں گے ہم نہیں جانتے کہ تم کوئی بلا ہو۔ ہم نے کب تم سے کہا تھا کہ ہمیں اپنا سرود بناؤ۔ ہم تو خود تم سے بیزار تھے۔ تب پتہ چلے گا کہ کیا عذاب ان کے سر پر آ پڑا ہے۔ قیامت کے دن ان سب کو اکٹھے دوسرے سے جدا کر دیا جائے گا کوئی کسی کا پرسان حال نہ ہوگا۔ نفسِ مفسی کی صدا میں میدانِ حشر میں ہر طرف سے آ رہی ہوں گی شہابِ بیٹے کا ہوگا نہ بیٹا باپ کا، نہ ماں اولاد کی اولاد ماں کی۔ ایک دوسرے کی طرف سے گزرتا چلا جائے گا اور کچھ کرتے نہ بنے گی۔

فَأَمَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ فَهُمْ فِي رَوْضَةٍ يُحْبَرُونَ ۝
وَأَمَّا الَّذِينَ كَفَرُوا وَكَذَّبُوا بِآيَاتِنَا وَلِقَاءِ الْآخِرَةِ فَأُولَٰئِكَ فِي الْعَذَابِ مُحْضَرُونَ ۝
فَسُبْحَنَ اللَّهِ حِينَ تُمْسُونَ وَحِينَ تُصْبِحُونَ ۝ وَلَهُ الْحَمْدُ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَعَشِيًّا وَحِينَ تُظْهِرُونَ ۝
يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَمِيتِ وَيُخْرِجُ الْمَمِيتَ مِنَ الْحَيِّ وَيُحْيِي الْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَكَذَٰلِكَ تُخْرَجُونَ ۝
وَمِنْ آيَاتِهِ أَنْ خَلَقَكُمْ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ إِذَا أَنْتُمْ بَشَرٌ تَنْتَشِرُونَ ۝
وَمِنْ آيَاتِهِ أَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِنْ أَنْفُسِكُمْ أَزْوَاجًا لِتَسْكُنُوا إِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَوَدَّةً وَرَحْمَةً ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ ۝

جو لوگ ایمان لائے اور عمل صالح کیسے پس وہ جنت کے باغ میں نہال ہو کر جائیں گے اور

جنہوں نے کفر کیا اور ہماری نشانیوں کو اور آخرت کی ملاقات کو جھٹلایا وہ عذاب کے لیے حاضر کیے جائیں گے۔ لیکن سچ کہ اللہ کی جس وقت تم لوگوں کی شام ہو اور جس وقت تمہاری صبح ہو اور وہی قابلِ حمد ہے آسمانوں میں زمین میں اور جس وقت تمہاری شام ہو اور صبح ہو پھر ہو جائے وہ زندہ کو مردہ سے نکالتا ہے اور مردہ کو زندہ سے اور زمین کو مرنے کے بعد وہی زندہ کرتا ہے اس طرح تم لوگ بھی مرنے کے بعد نکالے جاؤ گے اور اس کی نشانیوں میں سے یہ بھی ہے کہ تم کو مٹی سے پیدا کیا پھر تم آدمی بن کر زمین پر چلنے پھرنے لگے اور رب کی نشانیوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ تمہارے لیے تمہاری ہی جنس کی بی بیایاں پیدا کیں تاکہ تم ان کے ساتھ رہو کہ زمین کرو اور تم لوگوں کے درمیان پیار اور محبت پیدا کر دی اس میں شک نہیں کہ غور کر لے والوں کے لیے اس میں قدرت کی بہت سی نشانیاں ہیں

فَسُبْحَانَ اللَّهِ حِينَ تُمْسُونَ وَحِينَ تُصْبِحُونَ سے مراد ہے نمازِ مغرب و نماز اور صبح اور عشتیا سے نماز عصر اور تظہران سے مراد نماز ظہر ہے۔

جو لوگ نماز کو کھانا گ سمجھتے ہیں ان کا کہنا ہے خدا نے یہ باغی وقت کی کمر ہمارے پیچھے کیوں لگائی ہے۔ صرف ایک وقت رات کا دن کے تمام جھگڑوں سے بچنے کے لیے کافی تھا۔ یا صبح کا وقت ہوتا ہیے یہود و نصاریٰ اور زکوٰۃ مذہب میں ہے۔ باغی وقت کی قید کا کوئی فائدہ نظر نہیں آتا۔ ایسے لوگوں کو چونکہ معرفتِ خدا حاصل نہیں اور وہ دینی کاموں میں غرضب ہو چکے ہیں اس لیے ان کو اول تو نماز ہی بار ہے اور پھر باغی وقت کی قید کے ساتھ ان کے اوپر وہی مثل صادق آتی ہے ”اگر تم کو دنیا توں گدھا کہے میری آنکھیں پھوٹی جاتی ہیں“ خدا جانتا ہے کہ بندوں کے گناہوں کا پوچھ کر ہوتا جاتے اور بندے چاہتے ہیں کہ ان کے شیشہ دل پر خوب سیل کھیل کر وہ عبادت جتا چلا جائے تاکہ بعد میں رگڑنے سے بھی صاف نہ ہو۔

صبح کی نماز اس لیے رکھی گئی ہے کہ رات کے اس عہد میں کہ جب تک وہ جاگتا رہا ہے اگر کچھ گناہ ہو گیا ہے تو صبح ہوتے ہی خدا کی بارگاہ میں استغفار کر لے۔ اس کے بعد ظہر کے وقت تک جو گناہ صادر ہوتے ہیں۔ نماز ظہر کے وقت اس کی بارگاہ میں حاضر ہو کر معافی مانگ لے، پھر شام تک جو گناہ سرزد ہوں نماز عصر میں ان کی معافی مانگ لے۔ رات کا آغاز ہونے سے پہلے جو گناہ ہوں ان کی معافی نماز مغرب کے وقت مانگ لے۔ پھر نماز عشا کے وقت ایسا ہی کرے۔ جب بخود ہی بخود دیر کے بعد معافی مانگتا ہے گا تو اس کے گناہوں کا پوچھ ہٹا ہوتا جائے گا اور بار بار معافی مانگنے سے سلسلہ میں گناہ کرنے کی جرأت کم ہوتی جائے گی۔

جو لوگ نماز کو کھانا گ سمجھتے ہیں وہ کسی وقت کی نماز پڑھتے ہی نہیں یا جو نماز قضا ہو جاتی ہے اس کا انہیں اتنا بھی غم نہیں جتنا کہ کسی کے بخورہ کے ٹوٹنے کا وہ لوگ در حقیقت خدا کے بندے نہیں بلکہ شیطان کے

بند ہے ہیں۔ بظاہر اپنے کو مسلمانوں کے زمرہ میں اپنے ذاتی نفع کی وجہ سے شامل کیے رہتے ہیں ورنہ ان کو اسلام دُور کا تعلق ہی نہیں۔ دفتر میں کے ملازم حکومت کے ہر حکم کی تعمیل ہر وقت کرنا اپنے فرائض میں داخل سمجھتے ہیں لیکن چونکہ خدا کو ایک دفتر کے حاکم سے بھی کم سمجھتے ہیں اس لیے وہ نماز کی پڑاؤ نہیں کرتے۔ ان کو سمجھ لینا چاہیے کہ ایک دن اس غفلت کی سزا ان کو ضرور جگہ جگہ پڑے گی۔

اس کے بعد ان آیات میں خلا اپنی خاص خاص نشانیوں کی طرف توجہ دلاتا ہے :

۱۔ وہ زندہ کو مردہ سے اور مردہ کو زندہ سے نکالتا ہے۔ خدا کے سوا اور کوئی یہ کام نہیں کر سکتا۔ لفظ انسانی تعجب غیصہ چیز ہے۔ یہ خدا کی قدرت ہے کہ جسم مادر میں لے جا کر اس سے چندا نہ گئے بعد ایک زندہ بچہ نکال کھڑا کرتا ہے۔ اسی طرح وہ ایک زندہ پرندے کے پیٹ سے بظاہر اڈے کو پیدا کرتا ہے یہ معمولی بات نہیں ہے۔ یہ قدرت کی ایک بہت بڑی نشانی ہے۔

۲۔ زمین کو مردہ ہونے کے بعد پھر زندہ کر دیتا ہے۔ جب ذراعت کے بعد کسی کھیت کی مٹی بے جان ہو جاتی ہے اس کی از جی ختم ہو جاتی ہے۔ دوبارہ اگلنے کی طاقت نہیں رہتی تو خدا آسمان سے مینہ برس کر پھر اس میں قوت نمید کر دیتا ہے۔ اور جو بیج اس میں ڈالا جاتا ہے وہ اگتا بڑھتا اور پھل پھول لانا شروع کر دیتا ہے۔ غور کرو یہ قوت کس طرح راز دارانہ طور پر اس کے اندر ودیعت کی جاتی ہے۔

۳۔ اُس نے انسان کو مٹی سے پیدا کیا لیکن کیا اس کے بدن کے کسی حصے سے یہ پتہ چلتا ہے کہ وہ مٹی کا کھلونا ہے۔ اس کا گوشت پوست ہڈی، رخن، رگیں، اعصاب، کیا اس کا پتہ دیتے ہیں کہ وہ مٹی سے بنایا گیا ہے۔ اس قدر مطلق لے ایک مٹی سے کتنے اعضا اس کے بدن میں پیدا کر دیتے۔ جو اپنے حالات کیفیات اور رنگ و بھر میں ایک دوسرے سے جدا ہیں۔ دل والا گوشت جس طرح کا ہے پھر پیڑے کا گوشت اس سے الگ ہے، گرد کا گوشت جگر اور تلی سے الگ ہے۔ ممد کا رنگ کچھ اور ہی ہے۔ اعصاب کی صورت کچھ اور۔ یہ سب پتے ہیں مٹی ہی کے۔ اور یہ مٹی کی مشین کے پرنسے بن کر کس خوبی سے اسے چلا رہے ہیں۔ داغ ہی کو لو، مٹی کے اندر کیسی کیسی قوتیں رکھی ہیں۔ پھر جو غذا اچھی آدمی کھاتا ہے وہ سب مٹی کی ہے۔ وہ فادو مطلق مٹی کو پلاؤ، قورمان کھا اور شیر مال بنا کر کھلا رہا ہے۔ مرنے کے بعد جب آدمی قبر میں جاتا ہے اور چند روز بعد یہ راز کھل جاتا ہے کہ جسے اشراف المخلوقات کہتے تھے جو کائنات کی تسخیر میں لگا ہوا تھا وہ مٹی کے ایک ڈھیر کے سوا کچھ نہ تھا۔ کیسی عجیب قدر شالہ ہے، وہ مٹی کو سونا اور سونے کو مٹی بنا کر دکھاتا رہتا ہے۔ سبحان اللہ۔

۴۔ جو لوگ قیامت میں زندہ ہونے کو بعد از عقل سمجھتے ہیں وہ دراز زمین کی اس حالت سے سبق لیں کہ ایک کھیت کتنے کے بعد دوبارہ پھر لیے ہی پوسے زمین سے کس طرح اگاتے ہیں۔ پس جس خدا نے اول پیدا کیا تھا اُسے آخر میں پیدا کرنا کیا دشوار ہے۔

۵۔ ہر طرف رونے زمین پر لوگ دوڑے دوڑے پھرتے ہیں۔ پہاڑ ہوں یا دریا، ہر جگہ انسانی ہوجھا

کون سی جگہ روئے زمین پر ایسی ہے جہاں انسان کی دوڑ دھوپ نہیں ہے۔ اس کے بدن میں یہ طاقت کس نے دی ہے کہ وہ اپنی بیج خشک تر سرد و گرم جگہ پر اسے کس نے پہنچایا ہے۔ کیا ایسا خدا جو عظم حیات انسانی کو اس خوبی سے چلا رہا ہے مثال عبادت نہیں؟

۶۔ اُس نے یہ کمال بھی دکھایا ہے کہ مردوں ہی کی نوع سے ان کی بیبیوں کو بنایا ہے تاکہ وہ تنہا دنیا زندگی بسر نہ کریں۔ ایک مخلوق اُس کے ساتھ رہی ہے جس سے اُسے اُس ہو۔ زندگی کے کاروبار میں اس سے مدد لے۔ اسی نوع کی ایک فرد عورت ہے۔ دیکھو اپنی خصوصیات میں مرد سے کتنی جدا گزار ہے۔ مرد کا دل اس کی طرف کس طرح کھینچا ہوا ہے۔ دیکھو بچوں کے پیدا کرنے اور ان کو پالنے میں کیسا کمال اس کو حاصل ہے۔

قدرت نے اپنی یہ سب نشانیاں اس لیے بیان کی ہیں کہ انسان کو اس کی معرفت حاصل ہو اور وہ کسی اور کو اُس کا شریک نہ بنائے۔

وَمِنْ آيَاتِهِ خَلْقُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافُ السِّنِّكُمْ وَالْوَانِئِكُمْ ۖ
 إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِّلْعَالَمِينَ ۝۲۱ وَمِنْ آيَاتِهِ مَنَامُكُمْ بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ
 وَابْتِغَاؤُكُمْ مِّنْ فَضْلِهِ ۚ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَسْمَعُونَ ۝۲۲
 مِنْ آيَاتِهِ يُرِيكُمُ الْبَرْقَ خَوْفًا وَطَمَعًا وَيُنْزِلُ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَيُخْرِجُ
 بِهِ الْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ۚ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَعْقِلُونَ ۝۲۳
 آيَاتِهِ أَنْ تَقُومَ السَّمَاءُ وَالْأَرْضُ بِأَمْرِهِ ۚ ثُمَّ إِذَا دَعَاكُمْ دَعْوَةً مِّنْ
 مِّنَ الْأَرْضِ ۖ إِذَا أَنْتُمْ تَخْرُجُونَ ۝۲۴ وَلَهُ مَنْ فِي السَّمَوَاتِ وَ
 الْأَرْضِ كُلٌّ لَّهِ قَانِتُونَ ۝۲۵

اور اس کی نشانیوں میں سے آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنا ہے اور زبانوں اور رنگوں کا اختلاف ہے

اس میں اہل عالم کے لیے نشانیاں ہیں خدا کی، اور اس کی نشانیاں ہیں رات اور دن ہیں۔ رات ہماری نیند کے لیے ہے اور دن روزی کی تلاش کے لیے ہے۔ جو لوگ بات کو سنتے ہیں ان کے لیے اس میں خدا کی نشانیاں ہیں۔ اور اس کی نشانیاں ہیں سے یہ بھی ہے کہ وہ ہمیں ڈرانے اور اُسیہ دلانے کے لیے بجلی چمکاتا ہے اور آسمان سے مینہ برساتا ہے جس سے مردہ زمین میں جان اُتاتی ہے۔ اس میں عقل والوں کے لیے خدا کی نشانیاں ہیں اور اس کی آیات میں سے یہ بھی ہے کہ آسمان زمین اس کے حکم سے قائم ہیں۔ پھر جب ایک اُترم سب کو بلانے کا قوم زمین سے نکل پڑو گے اور آسمان درمیں میں جو کچھ ہے سب اسی کا ہے اور سب اسی کے تابع فرمان ہیں۔

ابھی خدا کی نشانیاں کا بیان جاری ہے :
۷۔ اس کی نشانیاں ہیں آسمان و زمین کا پیدا کرنا بھی ہے۔ دیکھو آسمان کو اس نے کبسا عجیب و غریب بنایا ہے۔ جس کے بنانے آج تک ویسا ہی ہے ذرا رنگ نہیں بدلا، کبھی ستاروں کی ضرورت نہیں پڑی۔ کبھی اپنی خصوصیات نہیں کھو بیٹھا۔ کبھی کسی کے سہ پر کچھ نہ کھاس کا کوئی حقہ ٹوٹ کر نہیں گرا۔ ستاروں کی ہزار اُچھیلیاں اس سمندر میں تیر رہی ہیں مگر کوئی پھل آج تک مری نہیں۔ راکٹوں اور ہوائی جہازوں سے لاکھوں میل تک لوگ اوپر گئے مگر یہ پتہ نہ چلا کہ اس کی موٹائی اور پختائی کتنی ہے۔ اس کی مدد کیا ہیں۔ بناؤ ایسا شامیاد خدا کے سوا کوئی بنا سکتا ہے۔ زمین کو دیکھو آج تک جیسی تھی ویسی ہی ہے۔ نہ بڑھتی ہے نہ گھٹتی ہے۔ ہر کسی طرف کو جھکتی ہے نہ ٹوٹتی ہے۔ جو خصوصیات پہلے تھیں وہ اب بھی ہیں۔ معلوم ہوا اس کا بنانے والا ایک ہی حکیم مطلق ہے۔ دوسرا ہوتا تو ضرور کوئی تبدیلی کرتا۔

۸۔ ایک نشانی یہ بھی ہے کہ ہر خطہ کی زبان مختلف ہے۔ دنیا میں کتنی زبانیں بولی جاتی ہیں اس کا اندازہ مشکل ہے۔ زبان ایک چھوٹا سا گوشت کا ٹکڑا ہے، اس سے پھر کروڑوں آوازیں نکل رہی ہیں۔ بڑی بڑی دشمنیائی لغات کی کتابیں بنتی جلی جاتی ہیں۔ ہر جگہ سے ایک ہی لہجہ کی آواز نکلتی ہے۔ دیکھو یہ عجیب و غریب ہے کہ اس کے الفاظ کوئی حد نہ مروتوں کا کوئی طے نہ کرے جس تک میں جاؤ نئی زبانیں، نئے الفاظ، نئے محاورے، کیا یہ اس کی قدرت کی حمیرا عقول نشانی نہیں ؟

۹۔ آگے پھر انسان کے رنگوں پر خیال کرو۔ افریقہ کے آدمیوں کا رنگ اور ہے یورپ والوں اور ایشیا والوں کا اور، بنگالی دور سے چھان لیا جاتا ہے، پنجابی اور سندھی کا رنگ ہی کچھ اور ہے۔ بلوچی اور سندھی اپنے ہی رنگ میں رنگے ہیں۔ شمالی ہندوستان کے باشندے اپنا نیا روپ دھارے ہوئے ہیں۔ عربی ہر خطہ کے رنگ میں اختلاف ہے اور ایسا جتنی فرق ہے کہ اہل خطہ فوراً پہچان لیتے ہیں۔

۱۰۔ اس کی ایک نشانی نیند بھی ہے۔ کہاں سے آئے ہیں اور سکون شے کہ کہاں چلی جاتی ہے اچھا خاصہ

آدمی باقی کرتا بڑا نیند آتے ہی دنیا و مافیہا سے غافل ہو جاتا ہے اور خوش و غم اس سب رخصت۔ خیالات کی دنیا میں اندھیرا، احساسات غفلت کے سبز میں غرق۔ ہر سکہ ہوش نہ تھن کی خبر دیکھا ایک یہ کیا انقلاب آگیا۔ یہ رنگ ساری مخلوق پر چھایا ہوا ہے۔ نیند ڈاکے تو نظام حیات ابتداء آجاتے تو صحت کی نشانی۔ سوائے خدا کے جسے نہ نیند ہے نہ غنودگی اور سب پر نیند غالب ہے۔

۱۱۔ اس کی ایک نشانی بجلی کی چمک اور گرج ہے۔ جس میں خوف بھی ہے اور امید بھی۔ خوف اس کا کہ اگر گرج جائے گی تو زمینوں کو جلا کر خاک کر دے گی۔ جس آدمی پر گرجے گی اُسے کالا کوئلہ بنائے گی۔ لباس حیات میں آگ لگ جائے گی غرض جس چیز پر گرجے گی اس کی خیر نہیں۔ امید ہے تو یہ کہ اس کی گرج چمک بتاتی ہے کہ پانی برے گا سونے کی کھیت لہلہا ملے گی۔

۱۲۔ اس کی قدرت کی ایک نشانی آسمان سے پانی برسنا بھی ہے۔ سورج کی کرنیں کس طرح انھیں پانی سندھیاں اور دریاؤں سے لے جا کر ہر کے زم و نازک دامن پر پھیلا دیتی ہیں اور پھر وہاں اُسے اکٹ پلٹ کر زمین پر برساتی ہیں جو ہر مخلوق زمین کے لیے ایک حیات کو بن کر آتا ہے۔
کیا ان سب نشانوں کو دیکھ کر بھی اس کی اُلوہیت کا انکار کیا جاسکتا ہے۔ اس کے خلاف سمجھنا عقل کا جھیر ہی ہو سکتا ہے۔

وَهُوَ الَّذِي يَبْدَأُ الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيدُهُ وَهُوَ أَهْوَنُ عَلَيْهِ ۚ وَلَهُ الْمَثَلُ الْأَعْلَىٰ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۝
ضَرَبَ لَكُمْ مَثَلًا مِّنْ أَنفُسِكُمْ ۖ هَلْ لَّكُمْ مِّنْ مَّا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ مِّنْ شُرَكَاءَ فِي مَارَزَقِكُمْ فَإِنَّم فِيهِ سَوَاءٌ تَخَافُونَهُمْ كَخِيفَتِكُمْ أَنفُسَكُمْ ۚ كَذَٰلِكَ نُفَصِّلُ الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يَعْقِلُونَ ۝
ظَلَمُوا أَهْوَاءَهُمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۚ فَمَنْ يَهْدِي مِّنْ أَضَلِّ اللَّهِ ۚ وَمَا لَهُمْ مِّنْ نَّصِيرٍ ۝

اللہ وہ ہے جس نے پہلی بار لوگوں کو پیدا کیا، مرنے کے بعد پھر ان کو (قبروں سے) اٹھا کر اس کے وہ آس پر آسان ہے۔ تمام آسمانوں اور زمین میں سب سے بالا تر اس کی شان ہے وہ سب سے غالب اور حکیم ہے۔ اُس نے تمہارے سمجھانے کے لیے تمہاری ہی ایک مثل بیان کی ہے۔ ہم نے جو کچھ تمہیں عطا کیا ہے کیا اس میں تمہارے لونڈی غلاموں میں سے کوئی بھی تمہارا شریک ہے کہ وہ اور تم اس میں برابر ہو جاؤ اور تم ان سے اس طرح ڈرتے ہو جتنا تمہیں اپنے لوگوں کا (حق جتنہ نہ دینے کا) خوف ہوتا ہے (پھر بندوں کو خدا کا شریک کیوں بناتے ہو) عقلمندوں کے واسطے ہم یوں ہی تمہیں وار آیات بیان کرتے ہیں۔ سرکشوں نے بغیر سمجھے جو مجھے اپنی نفسانی خواہشوں کی پیروی کر لی (اور خدا کا شریک ٹھہر دیا) جسے خدا گمراہی میں چھوڑے اسے راہ راست پر کون لاسکتا ہے اور ان کا کوئی مددگار بھی نہیں۔

خدا نے سب سے پہلے لوگوں کو پیدا کیا۔ مرنے کے بعد پھر انہیں زندہ اٹھانے کا اور یہ کام اس کے لیے کوئی دشوار کام نہیں ہے۔ آسمان و زمین میں متنی مخلوق ہے اس کی ذات سے اعلیٰ و برتر ہے۔ پھر ہم کسی کو اس کا شریک کیوں بناتے ہو۔ ایک مثال سے سمجھو جو رزق اللہ نے تمہیں دیا ہے کیا تم اپنے لونڈی غلاموں کو اس میں برابر کا شریک سمجھتے ہو اور کیا تم ان سے ایسا ہی ڈرتے ہو جیسا اپنے برابر والوں سے۔ تم نے اپنے لونڈی غلاموں کو پیدا نہیں کیا ہے صرف خریدنا ہے اس پر تم ان کو اپنے رزق میں برابر کا شریک نہیں جانتے اور ان کو اپنے برابر نہیں سمجھتے تو جس خدا نے تم کو اور سب کو پیدا کیا ہے اور سب کا لائق ہے کسی کو اس کا شریک کیسے قرار دیتے ہو۔ مخلوق اپنے خالق کے برابر کیسے ہو جائے گی۔ بہن سرکشوں نے بے سمجھے جو مجھے اپنی خواہشوں کی پیروی کر کے خدا کا شریک بنا لیا ہے تو تم ان کی پیروی کیوں کرو وہ تو شیطان کے پیروں اور تمہیں ان کو گمراہی میں چھوڑ دیا ہے اور جسے اللہ گمراہی میں چھوڑے مگر اس کی کوئی مدد کر سکتا ہے اور کوئی اس کا مددگار ہو سکتا ہے۔

فَاقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّينِ حَنِيفًا فِطْرَتَ اللَّهِ الَّتِي فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا لَا تَبْدِيلَ لِخَلْقِ اللَّهِ ذَلِكَ الدِّينُ الْقَيِّمُ وَلَكِنْ أَكْثَرُ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ﴿٢١﴾ مُبَيِّنِينَ إِلَيْهِ وَاتَّقُوهُ وَاقِيمُوا الصَّلَاةَ وَلَا تَكُونُوا مِنَ الْمُشْرِكِينَ ﴿٢٢﴾ مِنَ الَّذِينَ فَرَّقُوا دِينَهُمْ وَكَانُوا شِيعًا

كُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُونَ ﴿٢٣﴾

(اے رسول) تم باطل سے کتر کے اپنا رخ خدا کے دین کی طرف کیے رہو۔ خدا کی بناوٹ وہ ہے جس پر اُس نے لوگوں کو پیدا کیا ہے اور خدا کی بناوٹ میں تبدیلی نہیں ہو سکتی یہی مضبوط اور سیدھا دین ہے لیکن اکثر لوگ اسے جانتے نہیں۔ اس کی طرف رجوع ہو کر اللہ کی عبادت کرو اور اس سے ڈرو۔ اور شرکین میں سے نہ ہو جاؤ جنہوں نے دین میں تفرقہ پر دازی کی اور مختلف فرقے بن گئے۔ جو دین جس مشرق کے پاس ہے اُسی میں خوش ہے۔

فطرت ان قوانین الہیہ کا نام ہے جن کے مطابق انسان کو پیدا کیا ہے ان میں کوئی تبدیلی نہیں ہو سکتی۔ پہلی دین یہی ہے جس دین میں فطری قوانین کا لحاظ نہیں وہ خدا کا دین نہیں کہلایا جاسکتا۔ پس ہر انسان کو ان کی نگہداشت ضروری ہے تو انہیں فطرت کے خلاف کرنے والا لازم اور مستوجب سزا ہے۔ ہر کچھ فطرت اسلام پر پیدا ہوتا ہے ان پاپ اس کو ہودی ہنرانی یا عجمی وغیرہ بناتے ہیں۔ جیسا کہ اس حدیث سے ظاہر ہے کہ مَوْلُوْدٌ يُولَدُ عَلَى الْفِطْرَةِ الْاِسْلَامِ وَاَوَّلُهُ يَهُودِيٌّ اَوْ نَصْرَانِيٌّ اَوْ مَجُوسِيٌّ۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی بچہ بغیر کسی دینی تعلیم کے پیدا ہوا ہے تو وہ مذکورہ کو پہنچ کر ضرور خدا کے وعدہ لاشریک کی حقیقت کا اقرار کرے گا۔ کیونکہ اس کی فطرت اُس کی عقل و فکر کو اسی طرف لے جائے گی۔

انسان کی فطرت یا بناوٹ ہی کچھ اس قسم کی ہے کہ وہ خدا کی ربوبیت کے اقرار کی طرف لے جاتی ہے۔ فطرت انسانی یہ ہے کہ ایک ہی قلب تمام جسم پر کنٹرول کرتا ہے۔ اگر اس کے خلاف دو دل کسی کے اندر ہوتے تو نظام حیا بگڑ جاتا اور آدمی کی موت واقع ہو جاتی۔ خون قلب سے دورہ کرتا ہوا جسم کی ایک ایک رگ سے ہوتا ہوا پھر قلب میں آتا ہے۔ اگر دو دل ہوں اور ان میں سے ایک خون کو دوسری طرف جانے دے تو نصف بدن خون سے محروم ہو کر ششک ہو جائے۔

دین اسلام میں بھی یہی غورنی ہے کہ اس کے تمام احکام موافق فطرت ہیں۔ یہی مطلب ہے اس آیت کا کہ خدا کثیف کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا۔ رہبانیت کو اسلام میں اسی لیے نہیں رکھا گیا کہ دنیا سے الگ کر دیا۔ ایک بینی دو گوش جب کوئی سبکوں میں جا پڑتا ہے اور نئی نوع انسان کی سوانحی سے الگ سمجھا جاتا ہے تو فطرت پر ناقابلِ برداشت ہو جاتا ہے۔ انسانی دینی الطبع ہے اور دوسروں کی امداد کا محتاج ہے، دوسروں کو اس کی امداد کی ضرورت ہے۔ اگر یہ مسئلہ قطع ہو جائے تو فطرت پر بار ہو گا یا نہیں۔ بیماری کی حالت میں کوئی اس کی خبر لے گا کون واداد کرے گا۔ کون اس کی خدمت میں رہ کر مرض کے علاج کی کوشش کرے گا۔ بجائے اس کے کہ خود کسب معاش کر کے دوسروں کو فائدہ پہنچاتا اب وہ خود دوسروں کا محتاج بن کر رہ گیا ہے۔ اگر وہ اپنے رشتہ داروں کے حلقہ میں رہتا

تو ہر حالت میں وہ اس کے مبین و مددگار ہوتے۔

تمام عبادات میں خدا نے انسانی ہولت کو برقرار رکھا ہے۔ جہاں فطرت پر دباؤ پڑتے دیکھا ہے وہیں اس میں ہولت پیدا کر دی ہے مثلاً اگر انسان بیمار ہو اور کھڑے ہو کر نماز پڑھ سکے تو بیٹھ کر پڑھ لے۔ بیٹھ کر نہ پڑھ سکے تو لیٹ کر پڑھ لے۔ یہ بھی ممکن نہ ہو تو اشارات سے پڑھ لے۔ اسی طرح روزہ، زکوٰۃ، حج وغیرہ تمام احکام میں ہولتیں رکھ دی گئیں۔ اصل میں بنیادیں یہی ہو سکتا ہے۔ چونکہ خدا تعالیٰ فطرت ہے لہذا فطرت کی کمزوری پر نظر رکھتے ہوئے اس نے تمام احکام میں یہی ہے۔ اللہ ہماری آسانی چاہتا ہے دشواری نہیں۔

پس جب فطرت انسانی یہ ہے کہ خدا کو پہچانے اور اسے واحد و کیا جانے تو اس کے خلاف عمل کرنا خدا سے فطرت کی گردن پر چھری پھیر دینا ہے۔ ہر گز وہ جس دین پر ساس میں خوش ہے یہی اس دین کی صداقت کی دلیل نہیں۔ تقلیدی مذہب ہے تحقیقی نہیں۔ دین تو سچا ایک ہی ہو سکتا ہے اس کی تحقیق لازم ہے۔

وَإِذَا مَسَّ النَّاسَ ضُرٌّ دَعَوْا رَبَّهُمْ مُنِيبِينَ إِلَيْهِ ثُمَّ إِذَا أَقْبَهُ مِنْهُ رَحْمَةً إِذَا فَرِيقٌ مِنْهُمْ بِرَبِّهِمْ يُشْرِكُونَ ﴿۳۳﴾ لِيَكْفُرُوا بِمَا آتَيْنَهُمْ فَتَمْتَعُوا ثُمَّ قُلُوبُهُمْ تُغْلِبُهُمْ سُلْطَانًا فَهُوَ يَتَكَلَّمُ بِمَا كَانُوا بِهِ يُشْرِكُونَ ﴿۳۴﴾ وَإِذَا أَذَقْنَا النَّاسَ رَحْمَةً فَرِحُوا بِهَا وَإِنْ تُصِيبُهُمْ سَيِّئَةٌ يِمَّا قَدَّمَتْ أَيْدِيهِمْ إِذَا هُمْ يَقْنَطُونَ ﴿۳۵﴾ أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّ اللَّهَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَشَاءُ وَيَقْدِرُ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ﴿۳۶﴾ فَاتِ ذَا الْقُرْبَىٰ حَقَّهُ وَالْيَتَامَىٰ وَابْنَ السَّبِيلِ ۚ ذَٰلِكَ خَيْرٌ لِّلَّذِينَ يُرِيدُونَ وَجْهَ اللَّهِ ۚ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ﴿۳۷﴾

لوگوں کو جب کوئی نقصان پہنچتا ہے تو اپنے رب کو گڑگڑا کر پکارتے ہیں، جب وہ اپنی رحمت کا انہیں مزہ چکھاتا ہے تو ان میں سے ایک گروہ اپنے رب کی ذات میں شریک بنانے لگتا ہے تاکہ جو کچھ ہم نے ان کو نعمتیں دی ہیں ان کا انکار کریں۔ خیر (چند روز) مزے اڑالیں اس کے بعد عنقریب وہ ہمارے جانیوں کیلئے ماریں گے۔ کیا ہم نے ان پر کوئی ایسی دلیل نازل کی جو ان کے شرک کرنے کو حق بناتی ہو۔ جب ہم نے لوگوں کو اپنی رحمت کی لذت چکھائی تو خوش ہو گئے اور ان کی کارستانی کے سبب جب کوئی مصیبت آپڑتی ہے تو رحمت خدا سے مایوس ہو بیٹھتے ہیں۔ کیا وہ اس پر غور نہیں کرتے کہ اللہ جس کا رزق چاہتا ہے بڑھاتا ہے جس کا چاہتا ہے گھٹاتا ہے۔ ایمان لانے والوں کے لیے خدا کی بڑی نشانیاں ہیں پس دوسری القرآنی کا حق ادا کرو اور مسکین کا و مسافر کا بھی۔ یہی بہتر ہے ان لوگوں کے لیے جو اللہ کی خوشنودی چاہتے ہیں اور وہی کامیابی حاصل کرنے والے ہیں۔

مشرکوں کا حال یہ ہے کہ جب ان پر کوئی مصیبت نازل ہوتی ہے تو بڑے غلوس سے خدا کے سامنے فریاد کرنے بیٹھ جاتے ہیں اور اس طرح اپنی نجات کا دعا کرتے ہیں کہ اللہ ہی بس ان کا سمجھو دے لیکن جب خدا ان پر رحم فرما کر مصیبت کے اس کعبہ سے ان کو نکالتا ہے تو پھر وہی شرک، وہی بت پرستی۔ بنو نضیر میں لے دی ہیں ان سے انکار۔ ان کو ہماری دی ہوئی سچتے ہی نہیں بلکہ بتوں کا عطیہ مانتے ہیں۔ کیا ان کے پاس کوئی ایسی قوی دلیل ہماری طرف سے ہے جس سے یہ ثابت ہو کہ شرک جائز ہے۔ اگر ایسا نہیں تو پھر انہیں کچھ لینا چاہیے کہ شرک ان کا خود پیدا کردہ ہے ہماری طرف سے کوئی اجازت نہیں۔ ان مشرکوں کی ہڈ دھرمی دیکھو جب ہماری طرف سے کوئی فائدہ پہنچتا ہے تو خوشی سے بلبلیں، کمانے لگتے ہیں اور جب کوئی مصیبت نازل ہوتی ہے تو مذہم پر ہماری رحمت سے مایوس ہو کر بیٹھ جاتے ہیں۔ یہ اس کا ثبوت ہے کہ انہوں نے ہمارے تعلق کوئی حسرت و اذمان فیصلہ نہیں کیا ہے بلکہ اپنی غرض کے بندے اور غلبہ کے یار ہیں۔ روزی کو گھٹانا بڑھانا خدا کے اختیار میں ہے پھر ہر حالت میں انسان کو اسی سے کوڑا لگنا چاہیے اور اس کے ہر فیصلہ پر سرِ اطاعت غم کرنا چاہیے کئی رزق کی حالت میں اسی سے ڈمک کر رہنا چاہیے۔ مایوس ہونے کے یہ معنی ہیں کہ وہ خدا کی قدرت کو سمجھتے ہی نہیں۔ کاش وہ اپنے اعمال پر بھی ایک غلبہ ڈال لیتے۔

لے رسول، جو تمہارا اجتہاد مال فقہ سے ہم نے مقرر کیا ہے اس میں سے اپنے رشتہ داروں کا حق ادا کرو اور تمہارے رشتہ داروں میں جو مسکین اور مسافر بھی ہوں ان کا بھی حق دو۔

شانِ نزول اس کی یہ ہے کہ جنگِ خیبر میں جب مسلمانوں کو عجمیوں کا پل رستہ حاصل ہوئی اور ان کا سب سے بڑا

قلعہ قوص فتح ہو گیا تو حضور فقیہ ہو کر وہاں سے چلے۔ راہ میں ذک کا علاقہ پڑتا تھا۔ یہاں بھی یہودی آباد تھے۔ ان کی طرف حضرت علیؑ کو فوج کے ایک دستے کے ساتھ بھیجا کہ اگر وہ مسالمت پر آمادہ ہوں تو ان سے صلح کر لینا۔ غرض حضرت علیؑ وہاں پہنچے اور بات چیت کے بعد صلح کی یہ صورت طے ہوئی جو جو باغات وہاں ہیں وہ ان کی حضرت رسولؐ خدا کی ملکیت قرار پائیں۔ زمین آدھی تو یہودیوں کے پاس رہے اور آدھی کے مالکے رسولؐ خدا ہوں۔ غرض جب یہ صلح ہو چکی تو بمصر ملے انہیں حضرت رسولؐ خدا کے پاس یہ آیت لے کر آئے۔ یعنی اپنے قرابت داروں کو ان کا حق ہے دو۔ پوچھا، وہ قرابت دار کون ہیں اور ان کا حق کیا ہے۔ حکم ہوا، ذک، اس کے باغات اور وہ چیزیں جو خدا و رسولؐ کا حق ہوں، غلط کر کے دو۔ چنانچہ آپؐ نے حضرت غلط کر کے بلکہ ایک دستاویز اس کے متعلق لکھ دی۔ یہودی و شیعہ تھا جو حضرت غلط نے رسولؐ خدا کے وصال کے بعد حضرت ابو بکرؓ کے سامنے پیش کیا تھا اور فرمایا تھا کہ یہ رسولؐ اللہ کا خوشتر ہے جو آپؐ نے میرے اور حسن و حسینؑ کے متعلق لکھ کر دیا تھا۔ (رد مفتاح المعاد جلد ۲ ص ۲۷۷)

اس آیت کے متعلق چند باتیں تو مریع طلب ہیں :

۱۔ اہل غنیمت اور مال فتنے میں ایک فرق ہے۔ جنگ کے بعد دشمن کا جو اثاثہ مسلمانوں کے ہاتھ لگے اس میں سب مسلمان شریک ہوتے ہیں اور اس میں سے بقدر ان کی جد و جہد کے حقد و دیا جاتا ہے۔ اور مال فتنے وہ ہوتا ہے جو بغیر جنگ دشمن کا مال بصورت صلح ہاتھ لگے۔ یہ فالعشار رسول کا حق ہوتا ہے کیونکہ اس میں مسلمانوں کی جد و جہد کا کوئی دخل نہیں ہوتا۔

۲۔ فساد کا علاقہ مالِ نصیبت نہیں تھا بلکہ مالِ غنما۔ لہذا حق رسول ہوا۔ اب رسول کو حق ہے جس کو چاہیں مے دیں۔

۳۔ جب رسول اللہ نے حضرت فاطمہ کے نام پر علاقہ اپنی زندگی میں ہمہ کردیا تو آپ کسی کو اس کے ضبط کرنے کا حق نہ تھا کہ ضبط کر لیا گیا۔ اور وراثت رسول سے حضرت فاطمہ کی عمری کے متعلق حدیث **نَحْنُ مَعَاشِرُ الْحَبَشَةِ لَا نُوَدِّثُ** کہ خودیث پیش کر کے ہوا کہ ایک صورت نکالی تھی جو قطعاً غلط تھی کہ وہ کہہ دے کہ ایک تیسرا لانا حدیث نقلی جس کے راوی صرف حضرت ابو بکرؓ تھے۔ رہا ہمہ کہ ضبط تو اس کے ضبط کے متعلق تو کسی جاؤ کا امکان ہی نہیں۔

۴۔ تمام مسلمانوں کو جب مال غنیمت میں حصہ مل گیا تو اب مالِ فتنے میں ان کا حق کیوں نہ لایا جائے وہ مالِ غنیمت اور مالِ فتنے میں کوئی فرق باقی نہیں رہتا۔

۵۔ جناب فاطمہ صدیقہ طاہرہ تھیں وہ کوئی لحاظ دعویٰ نہیں کر سکتی تھیں۔ پھر اُن کے دعویٰ کو کیوں رد کیا گیا جبکہ حضرت علیؑ ابھی اس دستاویز پر حاشیہ کے گواہ تھے۔

۶۔ اس دستاویز پر رسول کی مہترمی۔ مسلمان اس مہر کو بخوبی پہچانتے تھے پھر اس دستاویز کی تصدیق کسوں نہیں کی گئی۔

۷۔ جب مقدمہ میں یہ دستاویز پیش کی گئی تو حضرت عمرؓ نے اس کو کیوں بھاڑ ڈالا۔ اگر وہ کوئی جھینٹ تحریر تھا۔

جناب سیدہ مسلمانوں کو دیکھ کر اپنی صداقت کے ثبوت میں پیش ہی دکر کئی قبیلے معلوم ہوا کہ وہ سچی دستاویز تھی۔
یعنی حکماء اگر یہ دستاویز باقی رہی اور مسلمانوں کی اس برکھ نظر ہی تو وہ ضرور اس کی تصدیق کریں گے۔

۸۔ اگر کہا جائے کہ حضرت علیؑ نے یہ جہر خود دیا تو کھڑکے لگا دی تھی تو ایسا جملہ شخص کیا ہے؟ ابیہ کہہ کر کاغذ پیا
سکتا تھا۔ کیا خلافت رسولؐ کے پانے کا اہل ہوسکتا تھا۔ کیا یہ شہرت نہیں دی جاسکتی تھی کہ (عزوف بائیں) علیؑ نے جملہ سب
کی جے۔ حالانکہ یہ لفظ عدالت والوں نے بھی ان کے لیے سمجھی نہیں کیا۔

۹۔ ہر بادشاہ کی اولاد کا کچھ حق ہوتا ہے اگر حکومتداروں نے اپنی اولاد کو انہی سی چیز سے دی تھی تو مسلمانوں نے اسے کیوں دہشت گرد کہا، حالانکہ اور لوگوں نے بڑی بڑی جائیدادیں قبضہ میں کر رکھی تھیں۔

۱۰۔ اگر جناب سیدیہ کا دعویٰ غلط تھا تو پھر ایک اموی بادشاہ عشر بن عبد العزیز نے اُن کا بائو حق سمجھ کر اُن کی اولاد کو سکون دیا پس کہتا تھا۔

وَمَا آتَيْتُمْ مَنْ رَبَّالْيَرُبُوا فِي أَمْوَالِ النَّاسِ فَلَا يَرُبُوا عِنْدَ اللَّهِ
وَمَا آتَيْتُمْ مَنْ زَكَاةٍ يُرِيدُونَ وَجْهَ اللَّهِ فَأُولَئِكَ هُمُ الصَّاعِقُونَ ﴿٣٩﴾
اللَّهُ الَّذِي خَلَقَكُمْ ثُمَّ رَزَقَكُمْ ثُمَّ يُمِيتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيكُمْ هَلْ مِنْ
شُرَكَائِكُمْ مَنْ يَفْعَلُ مِنْ ذَلِكَُكُمْ مِنْ شَيْءٍ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَى عَمَّا
يُشْرَكُونَ ﴿٤٠﴾ ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِي النَّاسِ
لِيُذِيقَهُمْ بَعْضَ الَّذِي عَمِلُوا لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ ﴿٤١﴾

تم لوگ جو خود دیتے ہو تاکہ لوگوں کے مال و دولت میں ترقی ہو تو (یاد رہے کہ ایسا مال) خدا کے یہاں بچھوٹا چھلنا نہیں اور تم جو خدا کی خوشنودی کے لیے زکوٰۃ دیتے ہو تو ایسے لوگ (خدا کی بارگاہ میں سے) دونا بڑوں لینے والے ہیں۔ اللہ وہ ہے جس نے تمہیں پیدا کیا پھر تمہیں رزق دیا، پھر تمہیں مارنا ہے پھر وہی تم کو زندہ کرے گا۔ کیا تمہارے بنائے ہوئے خدا کے شریکوں میں سے

کوئی بھی ایسا ہے جو ان کاموں میں سے کچھ بھی کر سکے۔ جسے یہ لوگ شریک بناتے ہیں خدا اس سے پاک و پاکیزہ ہے۔ خود لوگوں کے ہاتھوں ان کی کاستانیوں کی بدولت بھٹی اور تری میں فساد پھیل گیا۔ تاکہ جو کچھ یہ لوگ کر چکے ہیں خدا ان میں سے بعض کو ان کے کرتوتوں کا مزہ چکھا دے تاکہ یہ لوگ (اب بھی) باز آجائیں۔

تفسیر قیمی میں امام جعفر صادق سے منقول ہے کہ سود کی دو صورتیں ہیں ایک حلال ہے دوسری حرام۔ حلال موت ہے کہ ایک شخص اپنے دیہی بھائی کو اس ہلے میں قرض دے کہ وہ واپس کرتے وقت کچھ ٹھیکہ کر لیں کوئے گا۔ اس صورتی کے متعلق دونوں میں کوئی شرط نہ ہو۔ پس اگر قرض واپس کر لے والا واپس کرتے وقت کچھ زیادہ دے دے اور غلہ زیادتی کی کوئی شرط نہ ہو تو یہ زیادہ قسم دینے والے کے لیے مباح ہوگی مگر اس کو اس قرض دینے کا خدا کی طرف سے کوئی ثواب نہ ملے گا۔ **حَلَالٌ يَزُوْعُ عِنْدَ اللَّهِ** کا یہی مطلب ہے۔ اور حرام کی صورت یہ ہے کہ قرض دیتے وقت شرط رکھ لی جائے کہ ادائیگی کے وقت اتنا اور زیادہ لوں گا۔ امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ جو کوئی اس نیت سے کسی کو تحفہ دے کہ وہ اس سے بڑھ کر تحفہ دے گا تو وہ ثواب سے محروم ہے۔

ذکوۃ اگر خوشنودی خدا کے لیے دی جائے گی تو اس کا دوا ثواب ملے گا۔

اس کے بعد خدا اپنے بندوں کی اس طرف توجہ دلاتا ہے کہ میں نے بیکسی استعانت کے تم کو پیدا کیا اور پھر انسان پیدا کیا پھر تم کو طرح کے دوزخ دیے۔ پھر میں تم کو ماریتیا ہوں، پھر قیامت میں تم کو دوبارہ زندہ کروں گا۔ کیا میرے سوا کوئی اور یہ کام کر سکتا ہے۔ تم ہی چیزوں کو میرا شریک بنا کر ان کی عبادت کرتے ہو کیا یہ قدرت ان کا نہ بھی پائی جاتی ہے (ہرگز نہیں)۔ دنیا میں عسکی اور تری کے اندر جو فسادات ہوتے رہتے ہیں وہ خود انسانوں نے اپنے اوپر نازل کیے ہیں اگر بڑے کام نہ کرتے اور کوکادی سے زندگی بسر کرتے تو یہ لڑائی جھگڑے کیوں ہوتے، قتل و غارت کے اذاک کیوں گرم ہوتے، یہ بیماریاں و بیماریاں کے اڑے کیوں قائم ہوتے۔ بہر حال جیسا کرتے ہیں اسی کا مزہ چکھتے ہیں۔ اپنے پیروں میں خود کا ہڈی مارنے والے دوسروں کو کیوں الزام دیتے ہیں۔

قُلْ سِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَانظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِينَ مِنْ قَبْلُ ۚ كَانَ أَكْثَرُهُمْ مُشْرِكِينَ ۖ فَأَقْبَحَ وَجْهَكَ لِلدِّينِ الْقَيِّمِ مِنْ قَبْلِ أَنْ يَأْتِيَ يَوْمٌ لَا مَرَدَ لَهُ مِنَ اللَّهِ يَوْمَئِذٍ يُصْعَقُونَ ۚ مَنْ كَفَرَ فَعَلَيْهِ

كُفْرُهُ ۖ وَمَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلَا نَفْسَ لَهُ يَمْهَدُونَ ۖ لِيَجْزِيَ الَّذِينَ ۙ اٰمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ مِنْ فَضْلِهِ ۗ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْكَافِرِينَ ۝

(اے رسول) لوگوں سے کہو رشتے زمین کی سیر کرو اور یہ دیکھو کہ تم سے پہلے ان لوگوں کا انجام کیا ہوا جن میں سے اکثر مشرک تھے۔ اے رسول تم اپنا رخ مضبوط اور سیدھے دین کی طرف کیے رہو، اس سے قبل کہ وہ دن آجائے جو خدا کی طرف سے آکر ہے گا اور جسے کوئی نہیں روک سکتا۔ اس روز سب الگ الگ ہو جائیں گے۔ جس نے کفر کیا ہے اس پر کفر کا وبال ہوگا اور جنہوں نے نیک کام کیے ہیں وہ اپنے ہی لیے آسائش کا سامان کر رہے ہیں تاکہ جو لوگ ایمان لاتے ہیں اور جنہوں نے اچھے اچھے کام کیے ہیں خدا ان کو اچھا بدلہ دے اور اللہ کافروں کو دوست نہیں رکھتا۔

رشتے زمین پر سیر کرنے کا مباحقرآن میں حکم ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اپنے گھر میں بیٹھ کر انسان کو اس کا اندازہ نہیں ہو سکتا کہ میں لوگوں نے خدا سے سرکشی کی اور نافرمانی پر کمر باندھ کر خدا نے ان کو کبھی سخت سزا دی۔ طے پڑے بادشاہوں کے تخت الٹ گئیے۔ ان کے ان پڑے درویشوں کو جن پر تاج و کمرے کھاتے تھے غلو کروں میں لکھ دیا۔ ان کے شہر تباہ کر دیے، ان کا نام و نشان مٹا دیا۔ ان کے مٹا دیا۔ کہاں گئے فرعون و ہامان، نمرود و شداد۔ زمین سب کو کھا گئی۔ ایک عمل کرنے والے مرتے نہیں ہمیشہ زندہ رہتے ہیں۔

قادر و صلاک شد کہ چہل فاذ تجف داشت

نوشید و ان نرد و نام کوگز داشت

انسان کی زندگی کا مقصد ایمان و عمل صالح ہے۔ اگر یہ نہیں تو کچھ بھی نہیں۔

وَمِنْ آيَاتِهِ أَنْ يُرْسِلَ الرِّيحَ مُبَشِّرَاتٍ وَلِيُذِيقَكُمْ مِنْ رَحْمَتِهِ وَلِتَبْجِرَ ۖ الْقُلُوبُ بِأَمْرِهِ وَلِتَبْتَغُوا مِنْ فَضْلِهِ ۚ وَلِعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ۝ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ رُسُلًا اِلَىٰ قَوْمِهِمْ فَجَاءَهُمْ بِالْبَيِّنَاتِ فَاَنْتَقَمْنَا مِنَ الَّذِينَ اٰجَرُوا وَاَوْكَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِينَ ۝

اور خدا کی قدرت کی نشانیوں میں سے یہ بھی ہے کہ (بارش کی) خوشخبری مینے والی ہواؤں کو چلاتا ہے تاکہ ہمیں اپنی رحمت کا مزہ چکھائے اور کشتیاں اُس کے حکم سے پانی میں چلیں اور اُس کے فضل و کرم سے اپنی رزقی تلاش کرو۔ ہم نے (اُسے رسول) تم سے پہلے بھی رسولوں کو اُن کی قوم کی طرف بھیجا تھا پس وہ عجزات لے کر اُن کے پاس گئے تو انہوں نے زمانا۔ ہم نے ان مجرموں سے خوب بدلہ لیا اور ہم پر مومنین کی مدد کرنا لازم تھا ہی۔

بارش سے پہلے ہوا کا چلنا اس کی خبر دیتا ہے کہ بارش کتنے والی ہے۔ یہ بارش دریاؤں میں پانی جمع کرتی ہے اور اُن میں کشتیاں چلتی ہیں۔ اور کشتیوں کے ذریعے لوگ روزی حاصل کرنے کے لیے ادھر ادھر آتے جاتے ہیں۔ خدا کی اس رحمت کا لوگوں کو شک و گمان نہ ہونا چاہیے۔ اگر یہ بارش نہ ہو اور دریاؤں کا پانی سوکھ جائے تو کھیتی باڑی کہاں سے ہو اور کشتیاں کیسے چلیں۔
رسول سے کہا ہمارے کرسٹوں کی کشتی سے مت گھراؤ۔ تم سے پہلے بھی ہم نے قوموں کے پاس رسول بھیجے تھے۔ پس جنہوں نے سسرکشی کی ہم نے ان پر عذاب نازل کر کے اُن کو کرسشی کی سزا دی اور جن مومنوں کا ہم پر ایمان تھا ہم نے اُن کی مدد کی۔

اللَّهُ الَّذِي يُرْسِلُ الرِّيحَ فَتُبْرِسَحَابًا فَيَبْسُطُهُ فِي السَّمَاءِ كَيْفَ يَشَاءُ وَيَجْعَلُهُ كِسْفًا فَتَرَى الْوَدْقَ يَخْرُجُ مِنْ خِلَالِهِ فَإِذَا أَصَابَ بِهِ مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ إِذَا هُمْ يَسْتَبْشِرُونَ ۝ وَإِنْ كَانُوا مِنْ قَبْلِ أَنْ يُنْزَلَ عَلَيْهِمْ مِنْ قَبْلِهِ لَمُبْلِسِينَ ۝ فَانْظُرْ إِلَى أَثَرِ رَحْمَتِ اللَّهِ كَيْفَ يُحْيِي الْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا إِنَّ ذَلِكَ لَمِنْ عَجَى الْمُؤْمِنِينَ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝

اللہ وہ ہے جو ہواؤں کو چلاتا ہے اور وہی ہوا میں بادلوں کو اڑائے اڑائے پھرتی ہیں پس وہ

جس طرح چاہتا ہے بادلوں کو آسمان میں پھیلا دیتا ہے اور کبھی اس کو ٹکڑے (ٹکڑے) کر دیتا ہے پس اس کے بیچ میں سے تم بوندوں کو گرتا دیکھتے ہو پھر اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے برسا دیتا ہے تو وہ غش ہونے لگتے ہیں اگرچہ بارش ہونے سے پہلے وہ مینہ برسنے سے مایوس تھے پس اللہ کی رحمت کی نشانیوں کو دیکھو۔ زمین کے مردہ ہونے کے بعد کس طرح اس کو زندہ کرتا ہے ایسے ہی وہ مردوں کو زندہ کرے گا اور وہ ہر شے پر قادر ہے۔

خدا کی قدرت کی بے شمار نشانیاں ہیں کس کی طاقت ہے کہ ان کا شمار کر سکے یا ان میں سے کسی ایک نشانی کے اسرار بھی کا سخا بیان کر سکے۔ یہاں ایک نشانی کا حال بیان کرتا ہے۔
مردہ ہواؤں کو چلاتا ہے جو بادلوں کو اڑا کر لے جاتی ہیں اور اپنے نرم و لطیف دانوں پر ان کو چادروں کی طرح پھیلا دیتی ہیں۔ پھر اُن کو ٹکڑے کرتا ہے اور ان سے بوندوں کو ایسا لگا کر برساتا ہے کہ مینہ کی جھڑی لگ جاتی ہے۔ جہاں چاہتا ہے برساتا ہے، جہاں وہ برسانا چاہے کوئی برسا نہیں سکتا، جہاں برسا نا چاہے کوئی ٹکڑ نہیں سکتا۔ اُس پانی کو مردہ زمینوں کی جان بنا دیتا ہے۔ جہاں گھاس کا ایک پتہ نظر نہ آتا تھا وہاں گھاس کا بکھر نظر آنے لگتا ہے۔ پھلوں اور پھلہاں لگتی ہیں، درختوں کے پونے جھوٹے لگتے ہیں کس کی طاقت ہے کہ قدرت کے اس نظام کو بدل سکے۔

وَلَيْنِ ارْسَلْنَا رِيحًا فَرَأَوْهُ مُصْفَرًّا الظَّلَوَاتِ مِنْ بَعْدِهِ يَكْفُرُونَ ۝
فَإِنَّكَ لَا تَسْمَعُ الْوَقْوَ وَلَا تَسْمَعُ الضَّمَّةَ الدَّعَاءَ إِذَا تَوَلَّوْا مُدْبِرِينَ ۝ وَمَا أَنْتَ بِهَادٍ الْعَمْيَ عَنْ ضَلَالَتِهِمْ إِنْ تَسْمَعُ إِلَّا مَنْ يُؤْمِنُ بِآيَاتِنَا فَهُمْ مُسْلِمُونَ ۝
اللَّهُ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ ضَعْفٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْ بَعْدِ ضَعْفٍ قُوَّةً ثُمَّ جَعَلَ مِنْ بَعْدِ قُوَّةٍ ضَعْفًا وَشِبْهًا يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ وَهُوَ الْعَلِيمُ الْقَدِيرُ ۝

اگر ہم چھٹی کیلئے (نقصان رسال) ہوا بھیجیں اور وہ اُسے (بجائے ہرے بھرے کے) پیلے رنگ کا

دیکھیں تو اس کے بعد وہ فوراً ناشکری کرنے لگیں گے۔ اے رسول تم (اپنی آواز) نہ مردوں کو (مردہ دل کو) سنا سکتے ہو نہ بہر دل کو سنا سکتے ہو خصوصاً جب وہ منہ پھیر کر بھاگ جائیں اور نہ تم انہوں کو ان کی گمراہی سے پھیر کر راہ پر لا سکتے ہو، تم تو بس انہی کو (ہماری آیات) سنا سکتے ہو جو ہماری آیات پر ایمان لاتے ہیں اور وہ ہمارے فرماں بردار ہیں۔ اللہ وہ ہے جس نے تمہیں پیدا کیا کمزور چیز سے (مضطرب سے) پھر اس نے کمزوری کے بعد قوت عطا کی۔ قوت کے بعد پھر تمہیں کمزور بنایا اور بڑھا پایا پیدا کر دیا۔ وہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے۔ وہ ہر بات کا مہانتہ والا، قدرت والا ہے۔

یعنی لوگوں کا یہ حال ہے کہ اگر تم ان کے کھیتوں کو سکھا دیتے ہیں تو وہ ہم پر الزام لگا کر ہیں نامزد الفاظ سے یاد کرتے ہیں اور ہماری ان نعمتوں کو بھول جاتے ہیں جو ہم نے ان کو عطا کی ہے، اپنے اعمال پر نظر نہیں رکھتے جو ان کی تنباہی کا باعث ہوئے ہیں۔ اے رسول، تم اپنی آواز (ہدایت) کیسے سناتے ہو، یہ کفار و مشرکین تو مردوں جیسے ہیں۔ ان کے کان ہیں مگر یہ ہر سے بے نیچے ہیں۔ یہ تو تمہارے سامنے سے بھاگ کھڑے ہوتے ہیں۔ ایسی حالت میں تمہاری نصیحت کا کیا اثر ہو، یہ تو اذیت سے ہیں انہیں کیسے راہ راست پر لاؤ گے۔ کیسے کوئی انہیں بھلائے کہ اللہ نے تمہیں ایک نہایت حقیر کمزور پانی کی بوند (الطاف) سے پیدا کیا ہے۔ پھر اس نے اپنی رحمت سے اس کمزور کو قوت والا بنایا، تم مجھ سے جو ان ہوئے۔ پھر جو ان کے بعد تمہاری قوتیں نکلتی گئیں اور تم بڑھے ہو گئے۔ تم نے اس پر غور نہیں کیا کہ یہ کس کی قوت تھیں ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف لا رہی ہے۔

وَيَوْمَ تَقُومُ السَّاعَةُ يُقْسِمُ الْمُجْرِمُونَ مَا لِنُؤَاغِرَ سَاعَتِهِ
كَذَلِكَ كَانُوا يُؤْفَكُونَ ۝ وَقَالَ الَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ وَالْإِيمَانَ
لَقَدْ لَبِثْنَا فِي كِتَابِ اللَّهِ إِلَى يَوْمِ الْبَعْثِ فَمَهَذَا يَوْمُ الْبَعْثِ وَلَكِنَّكُمْ
كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ۝ فَيَوْمَئِذٍ لَا يُنْفَعُ الَّذِينَ ظَلَمُوا مُعْذِرَتُهُمْ
وَلَا هُمْ يُسْتَعْتَبُونَ ۝

روز قیامت جس دم لوگ قسمیں کھا کر کہیں گے کہ ہم تو (دنیا میں) گھڑی بھر سے زیادہ نہیں ٹھہرنے یہ تو ایسی ہی افزا پر دوا زیاں کرتے رہے ہیں۔ جو لوگ ایمان اور علم والے ہیں وہ کہیں گے (غلط کہتے ہو) تم تو کتاب خدا کے مطابق قیامت کے دن تک ٹھہرے ہو۔ پس یہ قبروں سے اٹھنے کا دن ہے لیکن تم جانتے نہیں تھے۔ اس روز کرکشی کرنے والوں کو ان کی مسدرت کوئی منفع نہ دے گی اور نہ ان کی شنوائی ہوگی۔

جب یوم محشر مجرموں کو قبر سے اٹھایا جائے گا تو انہیں ایسا معلوم ہوگا جیسے گھڑی بھر سو کر اٹھے ہیں۔ اگر قیامت پر ایمان لاتے ہوتے تو ایسا نہ کہتے۔ ایسی ہی غلط باتیں یہ دنیاوی زندگی میں بھی کیا کرتے تھے قیامت کے قائل ہی نہ تھے۔ کہا کرتے تھے قیامت وامت کچھ نہیں آئی، جو کچھ ہے یہ دنیا ہی ہے۔ ان کی عقلوں پر یوم محشر ایسے پڑے ہوئے ہوں گے کہ وہ یہ بتا ہی نہ سکیں گے کہ وہ قبر میں کتنے دن رہے ہیں۔ ہاں جو صاحبان علم و ایمان ہیں وہ بتا دیں گے۔

وَلَقَدْ ضَرَبْنَا لِلنَّاسِ فِي هَذَا الْقُرْآنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ وَلَئِنْ جِئْتَهُمْ بِآيَةٍ
لَيَقُولَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا إِنْ أَنْتُمْ إِلَّا مُبْطِلُونَ ۝ كَذَلِكَ يَطْبَعُ اللَّهُ
عَلَى قُلُوبِ الَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ ۝ فَاصْبِرْ إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ وَلَا
يَسْتَخِفُّكَ الَّذِينَ لَا يُوقِنُونَ ۝

ہم نے اس قرآن میں لوگوں کے (سمجھانے کے) لیے ہر طرح کی مثالیں بیان کر دی ہیں۔ اگر تم ان کے پاس آؤ تو یہ کافر ضرور کہیں گے کہ تم لوگ باطل پرست ہو۔ جو لوگ عقل و فہم نہیں رکھتے اللہ ان کے دلوں پر نظر کر کے تصدیق کرتا ہے کہ یہ ایمان نہ لائیں گے۔ تم صبر سے کام لو، خدا کا وعدہ سچا ہے۔ ایسا نہ ہو کہ جو لوگ تمہاری تصدیق نہیں کرتے تمہیں بہکا کر خنیف کر دیں۔

آیات کے آخری حصہ میں اگرچہ مخاطب رسول ہیں لیکن ملامت ان ہی کی ہے کہ رسول تو کسی کے بہکائے میں آئی نہیں سکتے۔

سُوْرَةُ الْقَمَرِ مَكِّيَّةٌ ۵۷

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الْعَرَبُ ۱ تِلْكَ اٰیَةُ الْكِتٰبِ الْحَكِیْمِ ۲ هُدًى وَرَحْمَةً لِّلْمُحْسِنِیْنَ ۳
الَّذِیْنَ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَیُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ
یُوقِنُوْنَ ۴ اُولٰٓئِكَ عَلٰی هُدًى مِّنْ رَبِّهِمْ ۵ اُولٰٓئِكَ هُمُ
الْمُفْلِحُوْنَ ۶ وَمِنَ النَّاسِ مَن یَشْتَرِیْ لَهٗوَ الْحَدِیْثِ لِیُضِلَّ
عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ بِغَیْرِ عِلْمٍ ۷ وَیَتَّخِذَ هَٰهُنَا وَاُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ
مُّهِیْنٌ ۸

الف - لام - میم - کتاب حکیم کی یہ آیات عکاکوں کے لیے سر تا پا ہدایت اور رحمت ہیں۔ جو پابندی سے نماز پڑھتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور قیامت پر یقین رکھتے ہیں، وہ اپنے رب کی طرف سے ہدایت پر ہیں اور وہی فلاح پانے والے ہیں بعض لوگ ایسے بھی ہیں کہ قصہ کہانیوں کی کتابیں خریدتے ہیں تاکہ بے سمجھے بوجھ لوگوں کو راہ خدا سے گمراہ کر دیں تاکہ وہ آیات خدا سے مسخرہ بن کر رہیں، ایسے لوگوں کے لیے رسوا کرنے والا عذاب ہے۔

ابن حارث بغرض تجارت شام گیا اور وہاں سے ستم و اسفندیاہ کے قصے خرید لایا اور مکہ میں لوگوں کو سناتا کہ کہنے لگا، اگر محمد عادی و ثمود اور ملک سیمان کے قصے بیان کرتے ہیں تو میں ستم و اسفندیاہ کے قصے سناتا ہوں بعض لوگ اس کی باتوں میں آجاتے۔ اس کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی ہے۔ بعض مفسرین نے بقول اللہ

سے گانا بجانا مراد لیا ہے۔ بعض مفسرین نے یہ طریقہ اختیار کیا تھا کہ خوبصورت نونہریاں خرید لاتے اور ان کو گانا بجانا سکھاتے۔ جب وہ لوگوں کے سامنے گاتیں تو وہ ان پر فریفتہ ہو جاتے۔ وہ لوڈیاں ان کو اپنا عاشق پاکر کہتیں، تم میری بات ترک کر دو تو تم تمہارے پاس رہ کر تم کو روزمرہ گانے سناتی رہیں گی۔ اس لالچ میں آنکھ کچ لوگ ترک اسلام پر آمادہ ہو جاتے تھے۔

وَ اِذَا تُتْلٰی عَلَیْهِ اٰیٰتُنَا وَلَےْ مُسْتَكْبِرًا ۱ اَکَانَ لَمْ یَسْمَعْهَا کَانَ فِیْ
اُذُنِیْهِ وَقَرَّ اَبْصَرُهُ بِعَذَابِ الْیَمِّ ۲ اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا
الصَّٰلِحٰتِ لَهُمْ جَنٰتُ النَّعِیْمِ ۳ خٰلِدِیْنَ فِیْہَا ۴ وَعَدَ اللّٰهُ حَقًّا ۵
وَهُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ۶ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ بِغَیْرِ عَمَدٍ تَّرَوْنَهَا وَاَلْفِی
فِی الْاَرْضِ رَوٰسِیْ اَنْ تَمِیْدَ بِکُمْ وَبَثَّ فِیْہَا مِنْ کُلِّ دَابَّةٍ ۷ وَاَنْزَلْنَا
مِّنَ السَّمَاءِ مَآءً فَاَنْبَتْنَا فِیْہَا مِنْ کُلِّ زَوْجٍ کَرِیْمٍ ۸ هٰذَا خَلَقَ اللّٰهُ
فَارَوٰنِیْ مَاذَا خَلَقَ الَّذِیْنَ مِنْ دُوْنِیْ ۹ بَلِ الْظٰلِمُوْنَ فِیْ
ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ۱۰

جب اس پر ہماری آیات کی تلاوت کی جاتی ہے تو ایسا اکثر کر بھاگتا ہے گویا اُس نے سنا ہی نہیں گویا کانوں سے بہا رہا ہے۔ ان کو (اے رسول) دردناک عذاب کی خبر دو۔ جو لوگ ایمان لاتے ہیں اور جنہوں نے نیک عمل کیے ہیں ان کے لیے نعمتوں سے بھری جنت ہے جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ اللہ کا وعدہ سچا ہے وہ سب پر غالب اور حکمت والا ہے۔ اُس نے آسمان کو بغیر ستون کے پیدا کیا جسے تم دیکھتے ہو اور زمین پر (پہاڑوں کے بجاری) لنگر ڈال دیئے تاکہ انہیں لے کر کسی طرف جھک نہ جائے اور زمین پر ہر طرح کے پلنے والے پھیلادینے اور آسمان

سے پانی برسایا اور اس سے زمین میں ہر رنگ کے نفیس پودے پیدا کیے۔ یہ ہے اللہ کا بیدار کرنا۔ پس مجھے دکھاؤ کہ خدا کے سوا جو شرک بنائے جاتے ہیں انہوں نے کیا پیدا کیا ہے۔ بات یہ ہے کہ ظالم لوگ کھلی گمراہی میں ہیں۔

کفار و مشرکین نے ہر حرکت اختیار کی مگر جب آنحضرتؐ کے پاس آکر بیٹھے اور حضرت آیات قرآنی کی تلاوت شروع فرماتے تو ازراہ منہ پھر لیتے اور ایسے بن جاتے گویا ہرے ہیں کچھ نہ سنتے ہی نہیں۔ ان سے کوئی پوچھے کہ ان کے پاس کرنے سے کیا خدا کی ہدایت لگ جاتی ہے۔ یہ بدبخت اس پر غور نہیں کرتے کہ خدا نے آسمانوں کا انتخاب ٹرا شاہیانہ مینسٹروں کے ایسا بنایا ہے کہ کبھی اس میں کوئی تبدیلی نہیں ہوتی۔ لاکھوں برس سے ایک رنگ اور ایک وضع پر چلا آ رہا ہے۔ پھر زمین کو دیکھو اس پر پہاڑوں کا ایک سلسلہ قائم کر دیا ہے تاکہ اگر دھڑلے ڈالے نہیں مگر بارہ اس کے دامن پر نہیں ٹھوکر دی ہیں۔ پھر اس کی قدرت کا کمال دیکھو کہ اسی سے لے کر بیچنے والی چوٹی تک اپنی بے شمار مخلوق اس پر پھیلا دی ہے جو اس کی قدرت کے سہارے بے خوف و خطر ہر طرف چل پھرتی ہے پھر یہ لوگ قدرت کے اس کمال پر بھی نظر نہیں کرتے کہ آسمان سے پانی برسا کر زمین کے اوپر کیا گل بوٹے اور چل پھلا دی گئی ہے۔ اسے رسول، ان لوگوں سے کہو کہ اگر خدا کے سوا کسی اور نے کوئی چیز پیدا کی ہے، تو مجھے دکھاؤ۔ مشرکوں کے ان بتوں نے تو ایک کھٹی اور ایک ٹھکنے کی سی پیدا نہیں کی۔ یہ بیچارے کیا پیدا کرتے ہیں تو خود خدا کی مخلوق ہیں۔

وَلَقَدْ آتَيْنَا لُقْمَانَ الْحِكْمَةَ أَنْ اشْكُرْ لِلَّهِ ۚ وَمَنْ يَشْكُرْ فَإِنَّمَا يَشْكُرُ لِنَفْسِهِ ۚ وَمَنْ كَفَرَ فَإِنَّ اللَّهَ غَنِيٌّ حَمِيدٌ ۝۱۷
لَا يَنْبَغِي لَهُمْ أَنْ يَشْرِكُوا بِاللَّهِ إِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيمٌ ۝۱۸

ہم نے تقمان کو حکمت عطا کی اور (حکم دیا کہ) اللہ کا شکر ادا کرو۔ جو شکر کرتا ہے وہ اپنے ہی فائدہ کے لیے کرتا ہے اور جو اس سے انکار کرتا ہے تو اللہ اس سے بے نیاز ہے اور لائق حمد ہے جب تقمان نے اپنے بیٹے سے کہا درآئیا لیکہ وہ اس کو نصیحت کر رہے تھے اے میرے بیٹے

اللہ کا کسی کو شریک نہ بنا، بے شک شرک سب سے بڑا گناہ ہے۔

حضرت تقمان بن باعور حضرت ابراہیمؑ کے بھائی باعور بن تارخ کے پوتے تھے اور حضرت ابراہیمؑ کے بھائی تھے حضرت داؤدؑ کے داماد سے حضرت یونسؑ کے زنا نہک ایک ہزار برس زندہ رہے۔ پہلے برہمنی کا نام کرتے تھے۔ نہایت پاکیزہ اعتقاد اور پرہیزگار بندے تھے۔ اکثر غاموش رہتے اور غور و فکر میں محو رہتے۔ دن کو کبھی نہ سوتے تھے۔ مجلس میں تکیہ لگا کر نہ بیٹھتے تھے۔ گناہ کے خوف سے کبھی نہ ہنستے۔ نہ کسی پر کبھی غصہ کیا نہ کسی کا مذاق اڑایا کبھی جھگڑا ہوتا تو صلح کر دیتے۔ غرض اپنی وجہ سے خدا نے ان کو حکمت عطا فرمائی۔ آپ کا سینہ علم و حکمت کے ڈور سے معمور تھا۔ غرض خدا کے پسندیدہ بندوں میں سے تھے۔ ہر وقت شکر خدا بجالاتے۔

انہوں نے اپنے بیٹے سے کہا کہ کبھی ذات باہری تمہارے میں کسی کو شریک نہ بنا کیونکہ شرک سے بڑھ کر کوئی عیب نہیں۔

سوائے شرک کے ہر گناہ بخشا جا سکتا ہے۔ شرک درحقیقت خدا کی توہین کرتا ہے۔ وہ خدا کے مقابل میں اس کی مخلوق کو لاکھ کر لے کر ہے۔ اس سے زیادہ خدا کی توہین کیا ہو سکتی ہے کہ انسان ایک بت پرستی پرستی اپنے ہاتھ سے گھڑے اسے خدا کا شریک اور قابل عبادت قرار دیتا ہے۔ شرک انسان کی انتہائی کمزوری کا نتیجہ ہے جس کی کئی صورتیں ہیں: ۱۔ باوجود بات دیکھنے کے کہ بتوں میں کوئی قوت نہیں نہ وہ کسی کو کوئی فائدہ پہنچا سکتے ہیں نہ نقصان۔ پھر بھی ان کی عبادت کرتے یا عقل کی کمزوری نہیں۔

۲۔ عقلی انسان فطرتاً اپنے سے فاضل کی تعظیم بجالانے پر مجبور ہوتی ہے مگر کہ نہیں ہیں انسان اثر و نفوذ ہوتے ہوئے اگر ازل مخلوق کو اپنے سے بہتر سمجھنے لگے تو کیا یہ عقل کی کمزوری نہیں۔

۳۔ انسان میں خدا کی قدرت کی بے شمار شانیاں ہیں۔ انھوں سے دیکھتا ہے اور ان کے حالات کا لوگ سناتا ہے۔ لیکن جو کہ وہ خدا کا شریک قرار دیتا ہے ان میں سے کسی ایک کی مخلوق مٹی کو ایک چوٹی اور کھٹی ہلک اس کی نظر کے سامنے نہیں ہوتی۔ پھر خدا جیسے قوت و دروہم خالق و رازق قہار و جبار کے مقابل میں ایک ناکارہ چیز کو لا کھڑا کرنا اور خدا کو چھوڑ کر اس کی عبادت کرنا کیا بے عقلی نہیں۔

۴۔ بت پرست سب جاہلی نہیں ہوتے۔ بڑے بڑے حکماء و فلاسفر ان میں پائے جاتے ہیں اور پہلے بھی ہو گئے ہیں۔ کیا ان کی سمجھ میں اتنی بات نہیں آتی کہ یہ بے جان مورتیاں قابل عبادت کیسے ہو سکتی ہیں۔ مگر جو چیز ان کو اس دائرہ سے باہر نہیں جانے دیتی اور ان کی عقل و فہم پر پردہ ڈالے ہوئے ہے وہ ان کا اھل ہے۔ ان کا کتبہ قید ہے۔ وہ سمجھتے ہیں کہ اگر ہم بتوں کو گناہ چھوڑ دیں گے تو اپنے سب رشتہ داروں سے چھوٹ جائیں گے۔ اور جس مہول میں ہم آرام سے زندگی بسر کر رہے ہیں وہ ہمارے لیے معیشت بن جائے گا۔ لیکن چند روزہ زندگی کی خاطر ابدی آرام کو چھوڑ دینا اور بدول کی خوش فہمی کے لیے خدا سے رشتہ قطع کر لیا گیا بے عقلی نہیں۔

۵۔ دیوی دیوتاؤں کے اندر خدا کا اھل کرنا اور بھی زیادہ بے عقلی ہے۔ اگر خدا اھل کرتا تو اس کے

کچھ تو ان سے ظاہر ہوتے۔ جب کوئی تنبیہ ان میں نہیں پایا جاتا تو کیسے سمجھا جائے کہ ان کے اندر خدا سایا ہوا ہے اگر وہ ایک جگہ میں محدود ہو جائے تو کائنات پر اس کی حکومت کیسے ہو سکتی ہے۔ اگر خدا کسی شریک کا محتاج ہے تو وہ خدا بننے کے قابل ہی نہیں کیونکہ محتاج ہونا مخلوق کی شان ہے نہ کہ خالق کی۔

وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِۖ حَمَلَتْهُ اُمُّهُ وَهْنًا عَلٰۤی وَهْنٍ وَفَصْلَهُۥ فِیْ عَامٍ اِمٍّ اِنْ اَشْكُرْۤیْ وَلَوْ اَلَدَّیْكَ اِلَی الْمَصِیْرِ ۝۳۷ وَاِنْ جَاهَدْكَ عَلَیۡۤ اَنْ تُشْرِكَ بِیْ مَا لَیْسَ لَكَ بِہٖ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا وَصَاحِبٰہُمَا فِی الدُّنْیَا مَعْرُوْفًاۚ وَاَتَّبِعْ سَبِيْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَیَّ ثُمَّ اِلَیَّ مَرْجِعُكُمْۙ فَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝۳۸ یٰۤاِبْنٰی اِنَّہَا اِنْ تَاْكُلْ مِمَّا عَلٰی حَبَہٗ مِنْ خَرْدَلٍ فَتَكُنْ فِیْ صَخْرَةٍ اَوْ فِی السَّمَوٰتِ اَوْ فِی الْاَرْضِ یَاْتِ بِہَا اللّٰہُ اِنَّ اللّٰہَ لَطِیْفٌ خَبِیْرٌ ۝۳۹ یٰۤاِبْنٰی اَقِمِ الصَّلٰوۃَ وَاْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ وَاَنْہِ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاَصْبِرْ عَلٰۤی مَا اَصَابَكَ اِنَّ ذٰلِکَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ۝۴۰ وَلَا تَصْغُرْ خَدَّكَ لِلنَّاسِ وَلَا تَمَشْ فِی الْاَرْضِ مَرَحًاۚ اِنَّ اللّٰہَ لَا یُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرٍ ۝۴۱

ہم نے انسان کو جس کی ماں نے اُسے دیکھ کر دیکھ کر سہر کر پیٹ میں رکھا اور دو سال اس کی دودھ پلانے کی لگائی تکلیف اٹھانی یہ تاکید کی کہ وہ میرا اور اپنے ماں باپ کا شکر ادا کرے اور یہ (بتایا) کہ میری طرف اس کی بازگشت ہے اور یہ کہ اگر تیرے ماں باپ کسی ایسے کو میرا شریک بنانے پر

مجبور کریں جس کا تجھے علم نہیں تو ان کی (اس بارہ میں) اطاعت نہ کرنا اور دنیا کے کاموں میں اچھی طرح ان کا ساتھ دے اور اس شخص کی راہ پر چل جو میری طرف رجوع کرتا ہے۔ تہاری بازگشت تو میری طرف ہے ہی۔ پھر (دنیا میں) جو کچھ تم کیا کرتے تھے اس سے تمہیں آگاہ کروں گا۔ لقمان نے کہا، اے میرے بیٹے! اگر کوئی عمل (اچھا ہو یا بُرا) رات کے دانے کے برابر بھی ہوگا اور کسی پتھر کی چٹان کے نیچے بھی دبا پڑا ہوگا یا آسمان یا زمین میں ہوگا تو (قیامت میں) خدا اُسے برآمد کرے گا اور اللہ بڑا باریک بین خبردار ہے اُسے بیٹے، ناز کو قائم کرنا اور (لوگوں کو) نیکی کا حکم دے اور بُرائی سے منع کر۔ اور جو مصیبت آپڑے اس پر صبر کر، یہ بڑی ہمت کا کام ہے اور لوگوں کے سامنے غرور سے منہ پھلا کر نہ چل اور زمین پر اتر کر نہ چل کیونکہ خدا کسی اکڑنے والے اور اترانے والے کو دوست نہیں رکھتا۔

وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ - خدا نے انسان کو ماں باپ کے حق کی طرف توجہ دلاتے ہوئے کہا ہے کہ اس کو اس پر غور کرنا چاہیے کہ اس کی ماں نے بحالت حمل (فوائد تک) کسی تکلیف اٹھانی ہے کہ اس کے دودھ کا بوجھ پیٹ میں پٹے پٹے پھری ہے۔ پھر کسی تکلیف سے اُسے جنا ہے۔ پھر دودھ پلانے تک دو سال ماں باپ دونوں اس کی پرورش میں شریک ہے۔ ہر حالت میں اس کے آرام کو اپنے آرام پر ترجیح دی۔ پھر آگے چل کر بھی اس کی راحت میں لگے ہے۔ اس کی ضروریات زندگی میں جن میں دھن سے مصروف رہے۔ لہذا انسان کا فرض ہے کہ میرا ہی شکر ادا کرے کہ میں اس کو عدم سے وجود میں لایا اور میں نے ہی ماں باپ کو اس پر مہربان بنایا۔ میرے بعد ماں باپ کے شکر گزار نہ ہو اور ہر امر میں ان کی اطاعت نہ نظر رکھو۔

لیکن اگر وہ کافر ہو اور خدا کی ذات میں کسی کو شریک بنانے پر تیرے اوپر زور دی حالانکہ تیرے علم میں ہے کہ خدا کا کوئی شریک نہیں تو ان کے اس حکم کو ہرگز نہ مانا اور کسی چیز کو خدا کا شریک نہ مان لینا بلکہ خدا پرستوں کا راستہ اختیار کرنا۔ لیکن وجود کافر ہونے کے انہیں تکلیف نہ دینا اور دنیوی معاملات میں ان کے ساتھ اچھا برتاؤ کرتے رہنا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ماں باپ کا مرتبہ پیش خدا کیا ہے۔

کسی نے حضرت رسول خدا سے عرض کی، میرے ماں باپ مر گئے ہیں ان کا حق ادا کرنا چاہتا ہوں، لہذا مجھے بتائیے کہ میں کیا کروں۔ فرمایا، اگر یہ پہلا جو تیرے سامنے ہے سونا بن جائے اور تُو اُسے ان کے لیے اور خدا میں خرچ کرے تب بھی ایک شہدہ ان کے حق کا ادا نہیں کر سکتا۔ اُس نے عرض کیا، پھر کیا کروں؟ فرمایا، زندگی بھر ان کی مغفرت کی دعا کیا کر۔

بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ ماں کا حق زیادہ ہے کیونکہ آیت میں اسی کی تکلیف

آسمان و زمین اور ان کے اندر جو چیزیں ہیں ان کو سخر کرنے کے یہ معنی ہیں کہ انسان کے نظام حیات کو برقرار رکھنے کے لیے وہ سب اپنے اپنے کام میں لگے ہوئے ہیں کسی کی طاقت نہیں کہ اپنے فرض کو بھول جائے۔ خدا نے اپنی ظاہری و باطنی نعمتوں کی انسان پر مولا و عارف و برسا دی ہے۔ کسی کی طاقت ہے کہ انہیں شمار کر سکے۔ کھانے پینے کے لیے قسم قسم کی غذا میں موجود ہیں۔ مکان بنانے کو کھڑی پتھر موجود۔ لباس کے لیے ریشم، روئی اور آواں اور درختوں کی پیداوار موجود۔ آنکھیں دیکھ رہی ہیں کان سن رہے ہیں زبان بکھ رہی ہے۔ ناک ٹھنک رہی ہے اور یہ سب جو کس پتھر سے ہیں کہ فساد چپ نہ کیا ہے۔ پھر باطنی نعمتوں پر غور کرو، اس کے قلب کو طرح طرح کے جذبات کا غریبہ دار بنا دیا ہے۔ نفس کو قسم قسم کی فتنوں سے دی ہیں۔ گوہر کوئی قوت نظر نہیں آتی مگر وہ سب اپنے کام میں مصروف ہیں۔ دماغ کے اندر قوت حافظہ ہے۔ حق مشترک ہے۔ قوت فکریہ ہے قوت تیز ہے قوت مدبر ہے۔ پیٹ کے اندر قوت مسئلہ ہے، قوت دافعہ ہے، قوت انصر ہے۔ غرض ہر دیکھو ایک طلاست کا عالم ہے۔

باوجود ان سب باتوں کے بے وقوف انسان خدا سے لڑتا ہے۔ ایسے آدمی کے پاس نہ علم ہے نہ فہم۔ نہ کسی سے اس نے ہدایت حاصل کی ہے نہ خدا کی کسی کتاب کو پڑھا ہے۔ پھر بھی خدا سے لڑتا ہے۔ اس کے احکام کو ماننے سے انکار کر رہا ہے۔ اس کے رسول کی بات پر کان نہیں دھرتا۔ یہ سب سرکشی اور کبر و تکبر اس بنا پر ہے کہ وہ دیکھ کر فقیہ ہے۔ جو کچھ اپنے باپ دادا کو کرتے دیکھا ہے اس سے بال برابر ہٹنا نہیں چاہتا۔ اس نے اپنی عقل کو مستقل بنا رکھا ہے۔ شیطان نے اپنے حال میں اچھی طرح جکڑ لیا ہے وہ اس کو جہنم کا ایندھن بنا رہا ہے مگر بے وقوف انسان کی سمجھ میں کچھ آتا ہی نہیں۔ ان جو خدا کے نیک بندے اس کی رحمت کو مضبوط پکڑے ہوئے ہیں جاوہ ایمان سے بال برابر ہٹنا نہیں چاہتے ان کا انجام بخیر ہے۔

وَمَنْ كَفَرَ فَلَا يَحْزَنُكَ كُفْرُهُ ۚ اِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ فَنُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوا ۗ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ ﴿۳۱﴾ نَسْطَرُهُمْ اِلٰى عَذَابٍ غَلِيظٍ ﴿۳۲﴾

اور میں نے ہماری نعمتوں سے انکار کیا تو اے رسول تم ان کے گھر سے علیک نہ ہو۔ لوٹنا تو ان کو آخر کار ہماری ہی طرف ہے۔ اُس وقت ہم بتا دیں گے جو کچھ انہوں نے کیا ہے۔ اللہ تو سینوں کے اندر کا حال بھی جانتے والا ہے۔ چند دن ہم انہیں آرام کرنے دیں گے پھر ہم انہیں ایک سخت عذاب

کی طرف کھینچ لائیں گے۔

اپنے رسول سے فرما رہا ہے کہ اے رسول، جو لوگ کفر پہ قائم ہیں تو ان کے کفر سے تمہیں رنجیدہ نہ ہونا چاہیے۔ آخر یہ کج کو جائیں گے کہاں، انہیں لوٹ کر تو ہماری ہی طرف آنا ہے۔ جب یہ قیامت کے دن ہمارے سامنے آئیں گے تب ہم انہیں بتائیں گے کہ بحالت کفر یہ کیا کیا بدکاریاں کرتے تھے اور ہمارے احکام کی کیا کیا خلاف ورزیاں انہوں نے کی تھیں۔ ان کے دلوں میں جو پاپ بے ہوئے ہیں ہم کو سب معلوم ہیں۔ زندگی دنیا کے چند روزیہ آرام سے بسر کر لیں پھر تو انہیں سخت عذاب کا سامنا کرنا ہی ہے۔

سوال یہ ہے کہ جن قوموں پر خدا نے یہاں عذاب نازل کیا ہے ان پر آخرت میں کیوں عذاب نازل ہوگا، انہیں جہنم میں کیوں جگہ دی جائے گی۔ دو دو بار عذاب کیا؟ کسی جرم کی سزا تو ایک ہی بار ہونی چاہیے۔ جواب یہ ہے کہ جرم کی تین صورتیں ہیں: اول خدا کا شریک کسی کو قرار دینا، یہ اتنا بڑا جرم ہے کہ اس کی سزا تو جہنم کے سوا ہر جہنم نہیں سکتی۔ دوسرا جرم بدکاری ہے، جیسے شراب غوری، اغلام، زنا کاری۔ اس کی سزا دنیا میں مل جاتی ہے کیونکہ وہ مباح کو تباہ کرتے ہیں، رسول کی ہدایت پر عمل نہیں کرتے۔ تیسرا جرم لوگوں پر ظلم کرنا ہے۔ اس کی سزا قیامت میں ظالم و مظلوم کی موجودگی اور تمام لوگوں کی حاضری کے بعد ہوگی۔

هُلَّا فِرْعَوْنُ كُفِرَ كَرْنِیْ كَسْتَلَقَ فَرَا تَا هَیْ فَعَصٰی فِرْعَوْنُ الرَّسُوْلَ فَاَخَذَ لَهٗ اَخْذًا وَّیَبْلَاہٗ ﴿۳۳﴾ فِرْعَوْنُ لے ہمارے رسول کی نافرمانی کی پس ہم نے اُسے سختی سے دھڑکڑایا۔ یعنی فِرْعَوْن کو فِرْعَوْن کے حاکم کرنے کی سزا دی گئی۔ دوسرا سختی رسول کی نافرمانی کی۔ اب رہا اس کا اپنے کو خدا کہلاانا، اس کی سزا قیامت ہی میں اس کو ملے گی۔

وَلٰٓئِن سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ ۚ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۳۴﴾ اللّٰهُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَنِیُّ الْحَمِیْدُ ﴿۳۵﴾

اے رسول اگر تم ان سے پوچھو، آسمان و زمین کا خالق کون ہے تو وہ ضرور یہ کہیں گے کہ اللہ ہے تم کہو ہم قسم کی مدح و ثنائیں اللہ ہی کے لیے ہے لیکن بہت سے لوگ اے جانتے ہی نہیں جو کچھ آسمان و زمین میں ہے سب اللہ ہی کا ہے۔ بے شک اللہ سب سے بڑا قابلِ حمد ہے۔

سوال ہے کہ اگر اس سوال کا جواب کہ آسمان وزمین کا خالق کون ہے؟ میں کہ اللہ ہے، تو پھر وہ
مشک کی ہی کیوں ہے۔ جب وہ خدا کو مانتے ہی نہیں تو پھر یہ جواب کیسا؟
تفسیر صفائی میں امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول ہے کہ اس حدیث رسول کے موافق کہ ہر بچہ فطرت اسلام پر
پیدا ہوتا ہے اس کے ماں باپ اسے یہودی نصرانی یا مجوسی بنا لیتے ہیں۔ ہر انسان فطرۃً خدا کی دہانیت کا اقرار کرتے
والا پیدا ہوتا ہے بعد میں اس کے ماں باپ اسے گمراہ کرتے ہیں۔ مطلب یہ کہ انسان کی فطرت ہی کچھ ایسی واقع ہوئی ہے کہ
اس سے خدا کا واحد و کما ہونا ثابت ہوتا ہے۔ کوئی بچہ مشرک و کافر پیدا نہیں ہوتا۔ مشرک و کافر تو بعد میں بنا لیا جاتا ہے
جب اس کے سینہ میں دودھ نہیں ہوتے جب اس کے اوپر دودھوں کا تصرف نہیں ہوتا تو کیسے ماں لیا جائے گا اس
کائنات کے دو خالق ہیں۔ لوگوں سے سوال کرنے کے معنی ان کی فطرت سے سوال کرنا ہے۔

وَلَوْ أَنَّ مَا فِي الْأَرْضِ مِنْ شَجَرَةٍ أَقْلَامٌ وَالْبَحْرُ يَمُدُّهُ مِنْ بَعْدِهِ
سَبْعَةُ آبْحُرٍ مَا فَدَتْ كَلِمَتُ اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ۝۲۵ مَا خَلَقَكُمْ
وَلَا يَغْفِرُكُمْ إِلَّا كُفَيْسٌ وَاحِدَةٌ إِنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ بَصِيرٌ ۝۲۸ أَلَمْ تَرَ أَنَّ
اللَّهَ يُولِجُ اللَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَيُولِجُ النَّهَارَ فِي اللَّيْلِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ
وَالْقَمَرَ كُلًّا يَتَجَرَّعُنِي إِلَىٰ أَجَلٍ مُّسَمًّى وَأَنَّ اللَّهَ بِمَا تَعْمَلُونَ
خَبِيرٌ ۝۲۹

اگر تمام روئے زمین کے درخت قلم بن جائیں اور سمندر اس کی سیاہی بنے اور اس کے ختم ہونے کے
بعد اور سات سمندر سیاہی بن جائیں اور خدا کی باتیں کبھی ماٹیں تو بھی خدا کی باتیں ختم نہ ہوں گی۔ بے شک
اللہ غالب و حکیم والا ہے۔ تم سب کا پیدا کرنا (مرنے کے بعد) پھر زندہ کر کے اٹھانا اس کے لیے
ایک شخص کے پیدا کرنے اور پھر جلا کر اٹھانے کے برابر ہے، بے شک اللہ بڑا سننے والا اور دیکھنے والا
ہے۔ کیا تم نے یہ خیال نہ کیا کہ خدا رات کو دن میں داخل کر دیتا ہے اور دن کو بڑھاکر رات میں داخل کر دیتا

ہے۔ اس نے سوچ اور جان کو تہا را تا بعد از بنا دیا ہے کہ ایک مقررہ میعاد تک یوں ہی چلتا ہے گا۔
اور جو کچھ تم کہتے ہو خدا اس سے خبردار ہے۔

یَکَلِمَاتُ اللَّهِ سَمْعُ مَسْمُوعٍ لَمْ يَخْلُقْ مَا دَلَّى بِهِ لَمْ يَخْلُقْ مَا دَلَّى بِهِ لَمْ يَخْلُقْ مَا دَلَّى بِهِ لَمْ يَخْلُقْ مَا دَلَّى بِهِ
دشت قلم بن جائیں اور سات سمندر سیاہی بن جائیں تو ان کا شمار نہیں ہو سکتا۔
بعض مفسرین نے یہ مراد لی ہے کہ ہر مخلوق کے اندر قدرت کے حوراز پوشیدہ ہیں اور جس سے ان کا حیاتی نظام
قائم ہے وہ مددگار سے باہر ہے۔ اس کی ایک ایک مخلوق میں ہزار ہزار اس کی قدرت کے مخفی ہیں۔ کہاں تک
کوئی ان کے منتظر کھڑا ہے۔ اس نے اٹھارہ ہزار عالم پیدا کیے اور ہر عالم میں لاکھوں اس کی مخلوق آباد ہے
اور ہر مخلوق اس کی ہزار ہزار مخلوق کا مجموعہ ہے تو پھر دنیا کے درختوں کے قلم اور سات سمندروں کی سیاہی ان کے حالات
کھینچنے کے لیے کیسے کافی ہو سکتی ہے۔ خود بین سے دیکھو تو بانی کے ایک قطرہ کے اندر اس کی ہزار ہا مخلوق تیری نظر
آتی ہے اور ان کے اندامات ہیں ان کے اندر تیرے کی قوت ہے جب ایک قطرہ کا یہ حال ہے تو کون سے سمندر
کا کیا حال ہو گا۔ یہ تمام مخلوق جو اٹھارہ ہزار عالموں میں پائی جاتی ہے ان سب کا پیدا کرنا اس کے لیے اتنا ہی آسان
ہے جیسے ایک سان کا پیدا کرنا۔

پھر خدا اس پر بھی نور کو رکھیں رات کو دن میں داخل کر کے دن کو بڑھا دیتا ہے اور کبھی دن کو رات میں داخل
کر کے رات کو بڑھا دیتا ہے۔ مگر میں میں دن بڑھ جاتا ہے ہاتھوں میں رات۔ اس کے سوا کوئی یہ کام کر سکتا ہے؟
پھر یہ بھی دیکھتے کہ اس نے چاند اور سورج کو ایسا سحر کر دیا ہے کہ جو وقت ان کے طلوع کا ہے بیش از پر
طلوع کرتے ہیں جو غروب کا وقت ہے اسی پر غروب ہوتے ہیں۔ جو ان کی سیرت منزل ہے اسی پر حکم الہی کے
مطابق چلتے رہتے ہیں۔ اس نے یہ سب نظام مخلوق کی بقائے حیات اور ان کی ضروریات پوری کرنے کے لیے کیا ہے۔

ذَٰلِكَ بَآيَاتُ اللَّهِ هُوَ الْحَقُّ وَأَنَّ مَا يَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ الْبَاطِلُ
وَأَنَّ اللَّهَ هُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيرُ ۝۳۰

یہ سب باتیں اس سبب سے ہیں کہ خدا موجود برحق ہے اور اس کے سوا جس کو پکارتے ہیں بالکل
باطل ہے اور بے شک اللہ عالی شان والا اور بڑے ربیب والا ہے۔

اَلَمْ تَرَ اَنَّ الْفُلْكَ تَجْرٰی فِی الْبَحْرِ نِعْمَتَ اللّٰهِ لَیْزِیْکُمْ مِنْ اٰیٰتِہٖ ؕ
اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّکُلِّ صَبّٰرٍ شٰکُوْرٍ ۝۳۱ وَاِذَا غَشِیْہُمْ مَّوْجٌ کَاطِلٌ
دَعَوْا اللّٰہَ مُخْلِصِیْنِ لَہٗ الدِّیْنَ ؕ فَلَمَّ اَنْجٰہُمْ اِلَی الْبَرِّ فَمِنْہُمْ
مُّقْتَصِدٌ ۚ وَمَا یَجْحَدُ بِآیٰتِنَا اِلَّا کُلُّ خٰتِرٍ کَفُوْرٍ ۝۳۲

کیا تم اس پر غور نہیں کرتے کہ اللہ کے فضل کے شتیاں دریاؤں میں جلتی ہیں تاکہ وہ تمہیں اپنی نشانیاں دکھائے۔ بے شک ہر صبر و شکر کرنے والے کے لیے اس میں خدا کی بہت سی نشانیاں ہیں۔ جب اُن کو سائبان کی طرح پانی کی موجیں ڈھک لیتی ہیں تو خدا کو کیسے سچے دل سے پکارتے ہو۔ لیکن جب خدا انہیں نجات دے کر خشکی پر لے آتا ہے تو ان میں سے بعض تو کچھ روز اعتدال پر رہتے ہیں (اور بعض بچے کافر بنے رہتے ہیں) ہماری قدرت کی نشانیوں سے انہیں انکار کرتے مگر بعد ازاں انکو لوگ

ایک دن ایک ہریہ امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں آیا۔ اور کہنے لگا کہ جس خدا کو ہم نے دیکھا ہے وہی اُس پر ایمان کیسے لائیں۔ آپ نے فرمایا، تو نے کبھی دریائی سفر کیا ہے؟ اُس نے کہا ہاں کیا ہے۔ فرمایا کیا بھی ہوا ہے کہ تیرا کشتی طوفان میں پھنس گئی ہو اور تجھے اپنے ڈوبنے کا یقین ہو گیا ہو۔ اس نے کہا، ایسا بھی ہوا ہے فرمایا، اس وقت تیرا دل کیا چاہتا ہے۔ اُس نے کہا، ایک ایسی ذات کو دل ڈھونڈنے لگتا ہے جو کشتی کو طوفان سے نکال دے۔ فرمایا، بس وہی خدا ہے۔ لیکن بہت سے لوگ ایسے ہیں کہ جب مصیبت سے نجات پاتے ہیں تو پھر اپنے نجات دہندہ کو بھول جاتے ہیں یا یاد رکھتے بھی ہیں تو چند روز۔ کشتیوں کا دریا میں چلنا۔ ہواؤں کا اسے کھینچ کر منزل مقصود کی طرف لے جانا۔ طوفان سے متنبہوں کو نکال کر ساحل تک پہنچانا۔ یہ سب خدا کی قدرت کی نشانیاں ہیں۔ انی حوادث سے بچنے کے بعد بھی لوگ بھائے خدا کے شکر کو اُٹھانے کے اس پاک ذات ایمان نہیں لاتے تو ان سے زیادہ غدار اور ناشکر کوئی ہے۔

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّکُمْ وَاخْشَوْا یَوْمًا لَا یَجْزِیْہٖ وَالِدٌ عَنْ وَلَدِہٖ ؕ

وَلَا مَوْلُوْدٌ هُوَ جَارٌ عَنْ وَالِدِہٖ شَیْءًا اِنَّ وَعْدَ اللّٰہِ حَقٌّ فَلَا تَغْرِیْبْکُمْ الْحَیْوۃُ الدُّنْیَا وَتَمُوْلَا یَغْرِیْبْکُمْ بِاللّٰہِ الْغُرُوْرُ ۝۳۳ اِنَّ اللّٰہَ
عِنْدَہٗ عَلَمُ السَّاعَۃِ ۚ وَیَنْزِلُ الْغَیْثَ ۚ وَیَعْلَمُ مَا فِی الْاَرْحَامِ ۚ وَمَا تَدْرِیْ نَفْسٌ مَاذَا تَکْسِبُ غَدًا ۚ وَمَا تَدْرِیْ نَفْسٌ بِاٰی اَرْضٍ تَمُوْتُ ؕ اِنَّ اللّٰہَ عَلِیْمٌ خَبِیْرٌ ۝۳۴

لوگو! اللہ سے ڈرو اور اُس دن کا خوف دل میں رکھو جب نہ کوئی باپ اپنے بیٹے کے کام آئے گا نہ کوئی بیٹا اپنے باپ کے کچھ کام آ سکے گا۔ بے شک اللہ کا وعدہ سچا ہے۔ (قیامت ضرور آئے گی) اور کہیں تم کو دنیا کی چند روزہ زندگی دھوکہ میں نہ ڈالے اور کہیں تمہیں فریب دینے والا (شیطان) اللہ کے معاملہ میں دھوکہ نہ دے۔ خدا ہی کے پاس قیامت (کے آنے) کا علم ہے اور وہی (جب مناسب سمجھتا ہے) پانی برساتا ہے۔ وہی جانتا ہے کہ عورتوں کے رحموں میں (نر یا مادہ) کیا ہے اور کوئی شخص یہ بھی نہیں جانتا کہ وہ کیا کرے گا۔ اور نہ کوئی یہ جانتا ہے کہ کس سرزمین پر مرے گا۔ بے شک اللہ ہی جانتے والا اور خبر رکھنے والا ہے۔

قیامت کا دن ایسا سخت ہوگا کہ کسی کو کسی کی خبر نہ ہوگی۔ شخص کو اپنی اپنی جان کی بڑی ہوگی۔ باپ نہ بیٹے کا پُرساں حال ہوگا نہ بیٹا باپ کا۔ اُس دنیا کی چند روزہ زندگی پر کسی کو دھوکہ نہ کھانا چاہیے۔ وَلَا یَغْرِیْبْکُمْ بِاللّٰہِ الْغُرُوْرُ کے ایک معنی یہ بھی ہیں کہ خدا کی بخشش کی امید پر نگاہ کرنے پر دلیر نہ ہو جاؤ اور توبہ کے جبر و سر پر نگاہ نہ کرنے لگو اور نہ دنیا میں موبہم امید پر توجہ بھی نہ کرو۔ ہمارے مومنین علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ آدمی کے تین دن ہیں، کل جو گذر گیا وہ تو بھل گیا پھر اللہ نہیں آ سکتا۔ اور کل جو آئے والا ہے اس کے طے کا یقین نہیں کیونکہ موت ہر وقت موجود ہے۔ رہا تیسرا دن جو آج کا ہے اُس میں جو کچھ کرنا ہے کر لو۔

چند چیزیں ایسی ہیں جن کا علم سوائے خدا کے کسی کو نہیں

۱۔ قیامت کب آئے گی، خدا ہی جانتا ہے، انبیاء و مرسلین بھی اس کا وقت نہیں بتا سکتے تھے۔
۲۔ مینہ کا برسنا وہی جانتا ہے کہ جو بادل آسمان پر چھلایا ہوا ہے وہ کب برسے گا اور کہاں برسے گا اور کتنا برسے گا؟

- ۳۔ خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا کہ جو پتہ ماں کے پیٹ میں ہے وہ کالا ہے یا گورا۔ لڑکا ہے یا لڑکی۔ شقی ہے یا سید۔ کمال الخلق ہے یا ناقص الخلق۔
- ۴۔ سوائے خدا کے کوئی نہیں جانتا کہ کوئی شخص کل کو کیا عمل کرے گا۔ نیکی کرے گا یا بدی۔ یکسی کا ظلم بچے یا کسی پر ظلم کرے گا۔
- ۵۔ کوئی شخص یہ بھی نہیں جانتا کہ کس سرزمین پر مرے گا اور کیسے مرے گا؟
- جناب امیر علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ ان پانچ باتوں کا غاس خیال رکھو۔ (ہنج البلاغ)

سُورَةُ السَّجْدَةِ مَكِّيَّةٌ ۴۵

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الْعَرَّ ۝ تَنْزِيلُ الْكِتَابِ لَا رَيْبَ فِيهِ مِنْ رَبِّ الْعَالَمِينَ ۝
 اَمْ يَقُولُونَ افْتَرَيْنَاهُ بَلْ هُوَ الْحَقُّ مِنْ رَبِّكَ لِتُنذِرَ قَوْمًا مَّا
 اَنَّهُمْ مِنْ نَّذِيرٍ مِّنْ قَبْلِكَ لَعَلَّهُمْ يَهْتَدُونَ ۝
 خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِي سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى
 عَلَى الْعَرْشِ مَا لَكَ مِنْ دُوْنِهِ مِنْ وَّعٰی وَكَو شَفِیْعٌ ۝ اَفَلَا
 تَتَذَكَّرُوْنَ ۝ يَذْكُرُ الْاَمْرَ مِنَ السَّمَاءِ اِلَى الْاَرْضِ ثُمَّ يَرْجِعُ اِلَيْهِ
 فِيْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهُ اَلْفَ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ ۝

الف لام میم۔ رب العالمین کی طرف سے یہ وہ کتاب (قرآن) نازل کی گئی ہے جس میں کوئی شک نہیں۔ کیا یہ لوگ یہ کہتے ہیں کہ یہ خود گڑبگڑ (تم لے) بنائی ہے (ہرگز نہیں) بلکہ یہ تو تمہارے رب کی طرف سے برحق کتاب اس لیے نازل ہوئی ہے کہ تم اس قوم کو ڈراؤ جس کے پاس تم سے پہلے کوئی ڈرانے والا نہیں آیا تاکہ وہ لوگ ہدایت پائیں۔ اللہ وہ ہے جس نے آسمانوں اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے چھ دن میں پیدا کیا۔ پھر وہ عرش بنانے پر متوجہ ہوا اس کے سوا تمہارے لیے نہ کوئی سرپرست ہے نہ شفاعت کرنے والا۔ کیا تم نصیحت حاصل نہیں کرتے۔ خدا آسمان سے لے کر زمین تک ہر امر کی تدبیر کرتا ہے۔ پھر یہ بندوبست اُس دن جس کی مقدار تمہارے شمار سے ایک ہزار برس ہوگی اُس کی بارگاہ میں پیش ہوگا۔

لِتُنذِرَ قَوْمًا مَّا... الخ ہر گز آنحضرت سے پہلے حضرت علیؑ کے بعد قوم عرب کو ڈرانے والا کوئی اور پیغمبر نہیں آیا تھا اس لیے آنحضرت کو اس لیے بھیجا گیا کہ اس قوم کو عذاب خدا سے ڈرائیں۔

فِیْ سِتَّةِ اَيَّامٍ۔ سے مراد یہ ہے کہ آسمان و زمین اور جو چیزیں ان کے درمیان ہیں چھ دن میں بنائی گئی ہیں یعنی ان کا خلق عالم امری سے نہیں ہے جہاں اسباب و وسائل کی ضرورت نہیں ہوتی بس کھن کہا اور ہو گیا۔ بلکہ عالم خلق سے ہے۔ جہاں کوئی چیز بتدبیر ظہور میں آتی ہے یعنی اسباب و وسائل کے ذریعہ سے چھ دن کے اندر یہ چیزیں وجود میں آئیں۔ چونکہ دنیا والے کسی چیز کا حساب تعمیر و تخلیق دلوں سے لگاتے ہیں لہذا ان کو کھانا کے لیے ایسا کھا گیا وہ نہ دوسری چیز مانتا ہے کہ کس طرح اور کتنی مدت میں پیدا کیا۔ ہفتہ میں سات دن ہوتے ہیں لہذا ان میں سے چھ دن میں ان کی تخلیق ہوئی اور ایک دن ان کی تعلیم میں صرف ہوا۔ اس طرح ایک ہفتہ پورا ہوا۔

والعالم عند اللہ۔ عرش پر غالب آیا۔ عرش کے کئی معنی لغت عرب میں ہیں۔ زیادہ تر تخت کے معنی میں بولا جاتا ہے۔ لیکن اس سے یہ مراد نہیں کہ خدا تخت پر بیٹھ گیا۔ اس کی پاک ذات مکان و مکانیات سے سب سے مبرا ہے۔ عرش کو بھی لوگوں نے کوئی مادی چیز سمجھ رکھا ہے اس لیے خدا کو اس پر بٹھا دیا ہے۔ اور وہ قیامت اسی عرش پر اس کو بٹھایا ہوا ہوگا اور اسے اسے سات بات حجت کریں گے۔ اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ مِنْ هٰذَا الْمَعْصِيَةِ۔

عرش عالم روزے خلق رکھنے والی چیز ہے۔ جو جہات عالم امکان سے اکمل الگ ایک مخلوق ہے۔ عالم نوید میں ان چیزوں کی ضرورت نہیں ہوتی۔ شش جہات کا خلق عالم مادی سے ہوتا ہے نہ کہ عالم فوری سے۔ عالم امکان میں بھی چیزوں کے بغیر نہ وقت بنتا ہے نہ مکان یعنی جب کوئی چیز ایک نقطہ سے دوسرے نقطہ کی طرف جاتی ہے تو وقت کا تقاضا آتا ہے مثلاً ہماری گھڑی جب بارہ کے ہندسہ سے چل کر ایک والے ہندسہ پر پہنچے گی تو ہم کہیں گے کہ ایک گھنٹہ ہو گیا۔ یعنی وقت کا تقاضا ہوا۔ اور یہاں گھڑی کی سوئی جہاں تک چلی وہ جگہ ہوئی۔ تو معلوم ہوا کہ وہ وقت مادی چیزوں کے

لیے ضروری ہوتا ہے۔ اگر عالم فوری میں بھی ایسا ہی ہو تو پھر دونوں میں فرق کیا ہے۔ بس عرش کے لیے کسی جگہ کا تعین نہیں ہو سکتا۔ نہ اس پر شبہ کا سوال ہوتا ہے کیونکہ جس پر بیٹھا جا تا ہے اس کے لیے بہت ضرورت ہو جائیگی۔ چونکہ یہ تمام کائنات سے بالاتر ہے اس لیے ہم اس کی طرف دونوں ہاتھ وقت دعا اٹھاتے ہیں تو اس لیے نہیں کہ وہ عرش پر بیٹھا ہے، وہ تو ہر جگہ موجود ہے۔

اَلْفَ سَنَةٍ مِّنْ قَبْلِهَا سَمِعَتْ وَنَ - قیامت کا دن ہمارے حساب سے ایک ہزار برس کا ہوگا۔ صرف اس کی اہمیت کو سمجھانے کے لیے ایسا کیا گیا ہے ورنہ وہ الوہی سال کا ایک دن ہوگا۔ تمام عالموں کے دن یکساں نہیں ہوتے بلکہ ان میں بہت بڑا فرق ہوتا ہے۔

ہم مولانا امداد حسین صاحب کاظمی کے مترجمہ قرآن کے حاشیہ سے اس فرق کو واضح کرتے ہیں:

"زمین کا ایک سال ۳۶۵ دن کا ہوتا ہے۔ عطارد کا ۸۸ دن کا۔ زہرہ کا ۲۲۵ دن کا۔ مریخ شمس کا ہمارے ۱۲ سال کے برابر یعنی ۲۲۸ دن کا۔ زحل کا ایک دن ہمارے ۲۸ سال کے برابر ہوتا ہے یعنی ہمارے ۷۶۷۲ دن کے برابر۔ نیپ چوٹی کا سال ہمارے ۱۶۰ سال کے برابر ہے یعنی ۲۰۲۲۵ دن کے برابر۔"

ہمیں سمجھانے کے لیے یہ بتایا گیا ہے کہ جسے تم قیامت کا ایک دن سنتے ہو وہ تھا اُسے دنوں کے حساب سے ایک ہزار سال کا ہوگا۔ ایک ہزار دن نہیں بلکہ ایک ہزار سال اور اس طویل مدت میں ہر انسان کو اپنا حساب کتاب چکانا ہوگا۔ سمجھنے کی اہمیت ہوگا ورنہ ہم انسانوں کا۔ اللہ تعالیٰ اپنا فضل و کرم فرماتے۔ ہم بے چاروں پر۔

ذٰلِكَ عِلْمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ ۝ الَّذِي اَحْسَنَ كُلَّ شَيْءٍ خَلَقَهُ وَبَدَا خَلْقَ الْاِنْسَانِ مِنْ طِينٍ ۝ ثُمَّ جَعَلَ نَسْلَهُ مِنْ سُلَالَةٍ مِّنْ مَّاءٍ مَّهِينٍ ۝ ثُمَّ سَوَّاهُ وَنَفَخَ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِهِ ۝ وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْئِدَةَ ۚ قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ ۙ

وہی پرشیدہ اور ظاہر کا جاننے والا ہے سب پر غالب و مہربان ہے۔ اُس نے جو چیز بنائی ہے خوب درست بنائی ہے۔ انسان کی ابتدائی خلقت مٹی سے کی۔ پھر اس کی نسل ذلیل بانی

(نقطہ) سے بنائی پھر اس (پتلے) کو درست کیا اور اس میں اپنی طرف سے رُوح پھونکی اور تم لوگوں کو (سننے کے لیے) کان اور (دیکھنے کے لیے) آنکھیں اور (سمجھنے کے لیے) دل بنائے اس پر بھی تم لوگ بہت کم فکر کرتے ہو۔

جب خدا ہر چیز کا جاننے والا اور ہر شے پر غالب ہے تو قیامت کے دن کوئی اس سے کچھ کر کہاں ملے گا۔ وہ تو ایسا صاحب قدرت ہے کہ اس نے ہر چیز کو بہترین خلقت عطا فرمائی ہے اور ایسی بنائی ہے کہ اس میں کسی زیادتی کی کوئی گنجائش ہی نہیں ہے۔ ہر حیثیت سے مکمل ہے۔

اُس نے فیض کسی نمود کے انسان کو مٹی سے پیدا فرمایا پھر ایک نطفہ گندیدہ سے اس کی نسل کو چلایا۔ پھر رحم ہمارے اس کو خشک خاک کر کے اس میں اپنی پیدا کردہ رُوح ڈالی۔ پھر ہمیں کان اکھ اور دل ایسی تو تھیں دیں۔ تو کیا یہ اس کی قدرت کے معمول کرشمے ہیں جن پر تم اس کا شکا ادا نہیں کرتے۔ جو اعضا اُس نے تم کو دیئے ہیں اگر ان میں سے ایک بھی خراب ہو جائے تو کیا دنیا کی کوئی صنعت اس جیسا معجزہ بنا سکتی ہے۔ اور کیا اس میں وہ قوت پیدا ہو سکتی ہے جو خدا کا عطیہ ہے۔ اگر تھامے ہن سے ایک بال اکھڑ جائے تو کیا ہن و اس کی کرجی اُسے اُس جگہ پر جما سکتے ہیں۔ باوجود ان سب باتوں کے اس کا شکریہ ادا نہیں کرتے۔

وَقَالُواْ اِذَا ضَلَلْنَا فِی الْاَرْضِ اِذَا لَفِیْ خَلْقٍ جَدِیْدٍ ۚ بَلْ هُمْ بِلِقَآئِ رَبِّهِمْ كٰفِرُوْنَ ۝ ۱۰ قُلْ يَتَوَفَّكُم مَّلَکُ الْمَوْتِ الَّذِیْ وُکِّلَ بِکُمْ ثُمَّ اِلَی رَبِّکُمْ تُرْجَعُوْنَ ۝ ۱۱ وَلَوْ تَرٰ اِذَا الْمُجْرِمُوْنَ نَاکِسُوْا رُءُوْسَهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ رَبَّنَا ابْصُرْنَا وَسَمِعْنَا فَاَرْجِعْنَا فَعْمَلْ صَالِحًا اِنَّا مُوقِنُوْنَ ۝ ۱۲ وَلَوْ شِئْنَا لَآتَيْنَا كُلَّ نَفْسٍ هُدًىٰ وَلٰكِنْ حَقَّ الْقَوْلُ مِنِّیْ لَآ مَلَکَتْ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ ۝ ۱۳

لوگ کہتے ہیں کیا جب ہم زمین میں ناپید ہو جائیں گے تو پھر ہم ایک نیا جنم لیں گے (ایسا کیے

ہو سکتا ہے)۔ (بات یہ ہے) کہ یہ لوگ اپنے رب کی حضوری سے انکار کرنے والے ہیں۔ تم ان سے کہہ دو کہ ملک الموت جو تم پر تعینات ہے وہی تمہاری روح قبض کرے گا۔ پھر تم اپنے رب کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔ اے رسول (تم کو بہت افسوس ہوگا) جب تم مجرموں کو اس حال میں دیکھو گے کہ ان کے سر ان کے رب کے سامنے جھکے ہوئے ہوں گے (اور وہ کہتے ہو گے) اے ہمارے رب ہم نے خوب دیکھ لیا اور سن لیا، اب ہم کو دنیا کی طرف پھر لوٹا دے تاکہ ہم نیک کام کریں، ہم قیامت پر یقین لے آئے (خدا کہے گا) ہم تو دنیا میں ہر شخص کو راہِ راست پر لے آتے مگر (میری طرف سے) یہ بات طے ہو چکی ہے کہ میں انسانوں اور جنوں سے جب تم کو بھردوں گا۔

لو کہ اس خط میں بتلادیں کہ مرنے کے بعد جب ہم معنی میں لی کر معنی ہو جائیں گے تو پھر دوبارہ جی اٹھنا اور زندگی بھر کے اعمال کا حساب دینا کیا معنی رکھتا ہے۔ چونکہ یہ بڑی خوف دلائے والی چیز ہے لہذا وہ قیامت ہی سے انکار کر دیتے ہیں۔ لیکن ان کی سمجھ میں اتنی بات نہیں آتی کہ خدا نے ان کو کیا یوں ہی پھیل تماشے کے لیے پیدا کیا ہے اور یہ تمام عظیم الشان کارنامہ جو اس کے لیے بتایا گیا ہے وہ محض اس لیے ہے کہ آدمی یہاں رہ کر خوب کھائے پیئے۔ اچھے اچھے مکانوں میں رہے۔ عمدہ لباس پہنے۔ بال بچے پیدا کرے اور خوب رنگ دلیاں منار کہاں سے چلتا ہے۔ نہ اس کے ظلم و ستم کی پوجہ کچھ ہو نہ قوت مار اور ہمدردیوں کی گرفت۔ پوری آزادی کے ساتھ حیرانوں کی طرح جو چاہے کرتا پھرے۔ مظلوم روئے پیشے یہاں سے چلے جائیں کوئی ان کی فتنہ دہننے والا نہ ہو۔ تو پھر اس دنیا کا مزہ و منتظم ایک عدل گزار اور انصاف پسند تو نہ ہوا۔ اس نے قیامت کا ایک دن اسی لیے دکھا ہے کہ اس دنیا میں جس نے جو کچھ کیا ہے اس کی باز پرس کے بعد ظالموں کو سزا دینے کے مظلوموں کو جزا دے۔ کیوں کہ جنت میں جگہ سے اور بدوں کو دوزخ میں ڈالے۔ جاہلات کو ان میں قیامت کے دن سے اسی لیے ڈرا لیا گیا ہے کہ لوگ ہمدردیوں سے نہیں اور اعمال صالحہ کی طرف توجہ کریں۔

موت کا فرشتہ جب سینہ پر سوار ہو کر گردن مروڑے گا تو کوئی چیز اس سے بچانے والی نہیں ہو سکتی۔ پس جب پکڑے جاؤ گے تو پھر اپنے بچاؤ کی کیا صورت ہوگی ہے؟ وہاں تو کوئی سفارش چلے گی نہ رشوت دے کو جان چھوڑے گی۔ نہ خاندان والوں کی پیچ و پکا و منید ہوگی۔ نہ یاد و نہ مددگار ہوں گے۔ اس وقت اگر خدا کے سامنے قیامت کا اقترا بھی کر دے تو کیا فائدہ۔ اگر تم یہ درخواست کرو گے کہ پھر دنیا کی طرف لوٹا دیجیے جاؤ تو یہ درخواست ہرگز منظور نہ ہوگی۔ جب دنیا ہی نہ ہے کل تو تم جاؤ گے کہاں؟ دوسرے یہ بھڑے ہو چکا کہ دنیا میں جا کر پھر تم وہی کرو گے جو زندگانی دنیا میں کرتے رہے تھے۔ جب نہیں وہاں برسوں تک کہ ہوش نہ آیا تو اب کیا آئے گا لہذا تو یہ وقت بھل گیا۔ استغفار کی گھڑی بیت گئی۔ اب تو تم ہو اور ہم کے کہتے ہوئے چلے۔ نہیں

بارہا سجا لیا، مہلت دی گئی، بدکار لوگوں کے انجام کا نقشہ تھا کہ سامنے پیش کیا گیا مگر تم نے کسی طرح ہوش میں آتے ہی نہ تھے۔ بس اب ہم سے کچھ نہ کہو اور اپنے کیے کی سزا اچھٹو۔

فَذُوقُوا بِمَا نَسِيتُمْ لِقَاءَ يَوْمِكُمْ هَٰذَا اِنَّا نَسِينَاكُمْ وَذُوقُوا عَذَابَ الْخُلْدِ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿۱۵﴾ اِنَّمَا يُؤْمِنُ بِآيَاتِنَا الَّذِينَ اِذَا ذُكِّرُوا بِهَا خَرُّوا سُجَّدًا وَسَبَّحُوا بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُونَ ﴿۱۶﴾ السَّٰدَةِ تَتَجَافَىٰ جُنُوبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَطَمَعًا ۚ وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنفِقُونَ ﴿۱۷﴾ فَلَا تَقْلُمُ نَفْسٌ مَّا أُخْفِيَ لَهُم مِّن قُرَّةِ اَعْيُنٍ ۚ جَزَاءُ بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿۱۸﴾

تم نے آج کے دن ہماری حضوری کو جھٹلا دیا تھا۔ ہم نے بھی قصداً تمہیں نظر انداز کر دیا اب اس بھولنے کا مزہ چکھو۔ دنیا میں جو کچھ تم کرتے رہے تھے (اس کی سزا میں) اب دائمی عذاب کا مزہ چکھو۔ ہماری آیات پر وہی ایمان لاتے ہیں کہ ان کو جب وہ یاد دلائی جاتی ہے تو فوراً سجدہ میں گر پڑتے ہیں اور اپنے رب کی حمد و تسبیح کرتے ہیں اور وہ بگڑ نہیں کرتے۔ اور رات کو ان کے پہلو بستروں سے آشنا نہیں ہوتے (خدا کے عذاب کے خوف سے اور اس کی رحمت کی امید پر اسے پکارتے ہیں اور جو رزق ہم نے دیا ہے اسے راہِ خدا میں خرچ کرتے ہیں۔ ان لوگوں کی کارگزاریوں کے بدلے میں کیسی کیسی انکھول کی ٹھنڈک ان کے لیے رکھی ہے اس کو تو کوئی جانتا ہی نہیں۔

اِذَا ذُكِّرُوا..... الخ یہ آیت اگرچہ بظاہر عام ہے لیکن حقیقتاً ہمارے آئمہ معصومین کی شان میں ہے۔ تفسیر صافی میں امام محمد باقر علیہ السلام سے نقل ہے کہ یہ آیت امیر المومنین علیہ السلام اور ان کے اہل بیت کی شان میں

نازل ہوئی ہے جو ان کی سیرت پر چلنے والے ہیں۔ وہ ازل شب میں سوتے ہیں اور جب دو تہائی رات یا تہی خدا کو غفلت ہو کر رہا ہے تو اس طرح اللہ کے حضور گڑگڑاتے ہیں اور اتید ویم کی حالت میں اس سے دعا کرتے ہیں۔ پس اللہ نے اپنی کتاب میں ان کا ذکر کر دیا۔

اَفَمَنْ كَانَ مُؤْمِنًا كَمَنْ كَانَ فَاسِقًا لَا يَسْتَوْنَ ۝۱۸ اَمَّا الَّذِينَ اٰمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ فَلَهُمْ جَنَّاتُ الْمَاوٰی دُنٰی ۝۱۹ وَاَمَّا الَّذِينَ فَسَقُوا فَمَأْوٰهُمُ النَّارُ كُلَّمَا اَرَادُوْا اَنْ يَخْرُجُوْا مِنْهَا اُعِيْدُوْا فِيْهَا وَقِيْلَ لَهُمْ ذُوقُوْا عَذَابَ النَّارِ الَّتِي كُنْتُمْ بِهَا تُكَذِّبُوْنَ ۝۲۰ وَلَنْذِيْقَنَّهُمْ مِّنَ الْعَذَابِ الْاَدْنٰى دُوْنَ الْعَذَابِ الْاَكْبَرِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ۝۲۱ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ ذُكِّرَ بِآيٰتِ رَبِّهٖ ثُمَّ اَعْرَضَ عَنْهَا ۚ اِنَّا مِنَ الْمُجْرِمِيْنَ مُنتَقِمُوْنَ ۝۲۲

جو شخص مومن ہو گیا وہ کسی فاسق کی مثل ہوگا دونوں برابر نہیں ہو سکتے۔ جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کیے ان کے لیے ان کے اعمال کی جزا جنت کے باغات ہیں ضیافت کا سامان ہے اور جو لوگ بدکار ہیں ان کا ٹھکانہ جہنم میں ہے جب اس سے نکلنا چاہیں گے پھر اسی میں دھانس دیئے جائیں گے اور ان سے کہا جائے گا، اس آگ کا مزہ چکھو جسے تم جھٹلایا کرتے تھے ہم انہیں (قیامت کے) عذاب اکبر سے پہلے (اس دنیا میں ہی) عذاب ادنیٰ کا مزہ چکھا دیں تاکہ وہ میری طرف رجوع کریں اور اس سے زیادہ ظالم کون ہوگا جس کو اس کے رب کی آیات یاد دلانی جائیں اور وہ ان سے منہ پھیر لے۔ ہم مجرموں سے ضرور بدلہ لینے والے ہیں۔

اَفَمَنْ كَانَ مُؤْمِنًا..... الخ کی شان نزول یہ ہے کہ ایک روز ولید بن عقبہ بن ابی معیط حضرت علی علیہ السلام سے کہنے لگا، اے علی، تم بچے ہو میں جوان ہوں۔ میں تم سے قوت اور ذہان دانی میں بھی زیادہ ہوں نیز نیزہ بازی میں بھی تم سے بہتر ہوں لشکر میں ثابت قدم ہوں۔ حضرت علیؑ نے فرمایا، تیری یہ مجال ہے کہ میرا مقابلہ کرے اور مجھ پر غصہ کرے۔ کہیں مومن و بدکار برابر ہو سکتے ہیں۔ خدا نے بھی آپؐ کی تائید فرمائی اور یہ آیت نازل فرمائی۔ اس روایت کو ابن مردودہ و طیبی و خوافی اور ابن عساکر نے ابن عباسؓ کی سند سے بیان کیا ہے۔ (کتاب الاغانی - واحدی) یہ وہی حضرت ولید ہیں جن کو حضرت عثمانؓ نے کوفہ کا گورنر مقرر فرمایا تھا اور جنہوں نے نشہ میں مسج کی چار رکعت پڑھا کر کہا تھا، اس وقت طبیعت جوش میں ہے کہہ تو اور پڑھا دوں۔

عذاب ادنیٰ وہ ہے جو اس دنیا میں نازل ہو۔ جیسے قوم عاد و ثمود و قوم فرعون پر نازل ہوا۔ اور عذاب اکبر وہ ہے جو قیامت میں نازل ہوگا۔

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوسٰى الْكِتٰبَ فَلَا تَكُنْ فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْ لِّقَآئِهٖ وَجَعَلْنٰهُ هُدًى لِّبَنِيْ اِسْرَآءِيْلَ ۝۲۳ وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ اٰيْمَةً يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوْا وَكَانُوْا بِآيٰتِنَا يُوقِنُوْنَ ۝۲۴ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ يَفْصِلُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَيَمَّا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ۝۲۵ اَوَلَمْ يَهْدِ لَهُمْ كَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنَ الْقُرُوْنِ يَمْشُوْنَ فِيْ مَسٰكِبِهِمْ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ ۚ اَفَلَا يَسْمَعُوْنَ ۝۲۶

ہم نے موسیٰ کو کتاب (توریت) عطا کی پس تم بھی اس کتاب (قرآن) کے منجانب اللہ ہونے کے واسطے میں شک میں نہ پڑو۔ ہم نے توریت کو بنی اسرائیل کے لیے ہدایت قرار دیا تھا۔ ہم نے ان میں سے بعض کو ان کے صبر کرنے کی وجہ سے امام بنایا تاکہ ہمارے حکم کے مطابق لوگوں کو ہدایت کریں اور وہ ہماری آیات پر یقین کر لے والے تھے۔ بے شک تمہارا رب روز قیامت جن باتوں

سُورَةُ الْاَحْزَابِ مَكِّيَّةٌ ۙ (۹۰)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ اتَّقِ اللَّهَ وَلَا تُطِيعِ الْكَافِرِينَ وَالْمُفْسِقِينَ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلِيمًا حَكِيمًا ۝^۱ وَاتَّبِعْ مَا يُوحَىٰ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ ۚ إِنَّ اللَّهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرًا ۝^۲ وَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ وَكَفَىٰ بِاللَّهِ مَاجِعَلُ اللَّهُ لِرَجُلٍ مِّنْ قَلْبَيْنِ فِيْ جَوْفِهِ ۖ وَمَا جَعَلَ أَزْوَاجَكُمُ الَّتِي تَظْهَرُونَ مِنْهُنَّ أُمَّهَاتِكُمْ ۚ وَمَا جَعَلَ أَدْعِيَاءَكُمْ أَبْنَاءَكُمْ ۚ ذَٰلِكُمْ قَوْلُكُمْ بِأَفْوَاهِكُمْ ۚ وَاللَّهُ يَقُولُ الْحَقَّ وَهُوَ يَهْدِي السَّبِيلَ ۝^۳ ادْعُوهُمْ لِأَبَائِهِمْ هُوَ أَقْسَطُ عِنْدَ اللَّهِ ۚ فَإِنْ لَّمْ تَعْلَمُوا آبَاءَهُمْ فَإِخْوَانُكُمْ فِي الدِّينِ وَمَوَالِيكُمْ ۚ وَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ فِيمَا أَخْطَأْتُمْ بِهِ ۚ وَلَكِنْ مَّا تَعَمَّدَتْ قُلُوبُكُمْ ۚ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَّحِيمًا ۝

اے نبی! اللہ سے ڈرو اور کافروں اور منافقوں کی اطاعت نہ کرو۔ بے شک اللہ سب کو جاننے والا ہے اور حکمت والا ہے اور تمہارے رب کی طرف سے جو تم پر وحی کی گئی ہے

اُس کی پیروی کرو۔ جو کچھ تم کرتے ہو بے شک اللہ اس سے باخبر ہے اور اللہ پر بھروسہ کرو اللہ کی وکالت تمہارے لیے کافی ہے۔ اللہ نے کسی آدمی کے سینہ میں دو دل نہیں پیدا کیے۔ اور نہ اُس نے تمہاری بی بیوں کو جن سے تم ظہار کرتے ہو تمہاری مائیں بنا دیا ہے اور نہ تمہارے لے پاگوں کو تمہارے بیٹے بنا دیا ہے یہ تو تمہاری منہ بولی بات ہے (زبانی جمع خرچ) اور اللہ تو سچی بات کہتا ہے اور سبھی راہ دکھاتا ہے۔ لے پاگوں کو ان کے اصلی باپوں کے نام سے پکارا کرو یہی خدا کے نزدیک بہت ٹھیک ہے۔ ہاں اگر تم ان کے اصلی باپوں کو نہ جانتے ہو تو وہ تمہارے دینی بھائی اور دوست ہیں اور ہاں اگر کسی وقت بھول چوک ہو جائے تو تم پر کوئی الزام نہیں۔ مگر جب تم دل سے جان بوجھ کر عمداً ایسا کرو تو ضرور گناہ ہے۔ اور خدا تو بڑا بخشنے والا مہربان ہے۔

آیت قبلہ میں بظاہر خطاب رسول سے ہے لیکن دو حقیقتیں مخاطب امت ہے۔ خدا نے کسی آدمی کے سینہ میں دو دل نہیں رکھے۔ یہ بہت بڑا ثبوت اس بات کا ہے کہ اس تمام کائنات کا مدبر و منتظم صرف ایک ہی ہے اگر وہ ہوتے تو یہ سب کا زمانہ تباہ و برباد ہو جاتا۔ جب ہم کی مختصری دنیا و دل برداشتہ نہیں کر سکتی تو بھلا یہ انتخاب عالم دو مدبروں کے تحت کیسے ممکن ہو سکتا ہے۔ اگر دو دل ہوتے تو ایک انہی طرف اور ایک باہیں طرف ہوتا۔ اگر دونوں کا کام ہر حیثیت سے ایک ہی ہوتا تو دو کی ضرورت کیا ہوتی، اگر مختلف ہوتا تو تباہی آ جاتی۔

اس سورہ کا نام احزاب اس لیے ہے کہ اس میں جنگ احزاب کا ذکر ہے۔ احزاب جمع حزب کی ہے۔ حزب کے معنی گروہ کے ہیں۔ چونکہ جنگ خندق میں قریش کے علاوہ اور بہت سے قبائل بھی شامل ہو گئے تھے اس لیے اس کا نام جنگ احزاب ہے۔

ایک سینہ میں دو دل ہونے کا یہ مطلب بھی ہے کہ ایک وقت میں ایک شخص غلن بوی و منافق، جھوٹا اور سچا، مشرک و مسلمان نہیں ہو سکتا۔ ایک دل سے تو اس کی ایک ہی حالت ظاہر ہو سکتی۔

ناذرا حیثیت میں ایک رسم تھی کہ اگر کوئی شخص عقد میں اپنی بی بی سے یہ کہہ دیتا کہ تیری پشت میری مال کی سی ہے تو پھر وہ عورت اس پر حرام ہو جاتی تھی۔ اس کو ظہار کہتے ہیں۔ خدا فرماتا ہے کہ ایسا کہنے سے بی بی، مال نہیں بن جاتی۔ مال تو وہی ہے جس نے اُسے جنا ہے۔ لہذا یہ عقیدہ فاسد ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ عرب میں یہ بھی دستور تھا کہ اپنے لے پاگ کو اپنا اصلی بیٹا سمجھتے تھے اور اس کی نیت اپنی طرف منسوب کرتے تھے اُس کے باپ کا نام نہیں لیتے تھے۔ جہاںچہ زید بن حارثہ کو جو حضور کا پروردہ تھا، لوگ زید بن محمد کہتے تھے۔ خدا فرماتا ہے کہ ایسا نہ کہو۔ لے پاگ مصلیٰ فرزند نہیں ہو سکتا۔ اُس کو اُس کے باپ کے نام سے

یہ پکار دینی ڈیڑہ بن عارضہ کہو۔ ڈیڑہ بن محمد نہیں۔ ایسی باتیں خود تہاری وضع کردہ ہیں جن کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں اگر کسی نے پاک کے باپ کا نام معلوم نہ ہو تو اسے اپنا دینی بھائی یا دینی دوست کہو۔ اگر قبول ہو کہ میں اپنی اہلیت سے پکارا تو تم صاف کر دیجیے جاؤ گے ورنہ عہد ایسا کرنا گناہ ہوگا۔

الَّذِي أُولَىٰ بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنْفُسِهِمْ وَأَزْوَاجَهُمْ وَأُولَٰئِكَ
الْأَرْحَامُ بَعْضُهُمْ أَوْلَىٰ بِبَعْضٍ فِي كِتَابِ اللَّهِ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُهَاجِرِينَ
إِلَّا أَنْ تَفْعَلُوا إِلَيَّ أُولِيَّكُمْ مَعْرُوفًا كَانَ فِلكَ فِي الْكِتَابِ
مَسْطُورًا ۖ وَإِذْ أَخَذْنَا مِنَ النَّبِيِّينَ مِيثَاقَهُمْ وَمِنْكَ وَمِنْ نُوحٍ
وَإِبْرَاهِيمَ وَمُوسَىٰ وَعِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ إِذْ أَخَذْنَا مِنْهُمُ مِيثَاقًا
عَلِيًّا ۚ لَيَسْئَلَنَّ الْمُؤْمِنِينَ عَنْ صَدَقَتِهِمْ وَاَعْدَاءَ الْكُفَرِينَ
عَذَابًا أَلِيمًا ۝

نبی تو مؤمنین سے خود ان کی جانوں سے بھی بڑھ کر حق رکھتے ہیں (کیونکہ وہ گویا امت کے مردوں کے باپ ہیں) اور ان کی بی بیایاں گویا امت کی مائیں ہیں اور مؤمنین و مہاجرین میں کچھ (لوگ باہم) قرابہ ہیں۔ کتاب خدا کی رو سے تو غیروں کی نسبت (ایک دوسرے کے ترکہ کے زیادہ حقدار ہیں لیکن اگر تم اپنے دوستوں کے ساتھ سلوک کرنا چاہو) تو دوسری بات ہے) یہ تو خدا کی کتاب میں لکھا ہوا موجود ہے۔ (وہ وقت یاد کرو) جب ہم نے پیغمبروں سے اور تم سے اور نوح و ابراہیم و موسیٰ اور مریم کے بیٹے عیسیٰ سے عہد و پیمان لیا اور ان لوگوں سے ہم نے سخت عہد لیا تھا تاکہ (قیامت کے دن) سچوں (پیغمبروں) سے ان کی سچائی (تبلیغ رسالت) کا حال دریافت کریں اور کافروں کے لیے تو

اُس روز در دناک عذاب ہے ہی۔

انے آیات میں چند باتوں پر غور کرنا ہے :

۱۔ الَّذِي أُولَىٰ بِالْمُؤْمِنِينَ مِنْ أَنْفُسِهِمْ۔ یعنی لوگوں پر ان کے نفسوں سے زیادہ نبی کی حکومت ہے۔ کسی کو یہ حق نہیں کہ نبی کے حکم کے خلاف کوئی امر کر سکے۔

یہاں اُولیٰ کے معنی اولیٰ بالتصرف ہیں۔ ان کا قول واجب الاماعت اور ان کا ہر فعل واجب العمل اور لائق تقلید ہے۔ غدیر غم کے موقع پر جو خطبہ حضورؐ نے ارشاد فرمایا تھا اس میں اپنی اولیت کا ذکر ان الفاظ میں کیا تھا اُولیٰ بکلمہ موت اُنْفُسِكُمْ۔ کیا میں تمہاری جانوں پر تم سے زیادہ حق تصرف نہیں رکھتا۔ یعنی کیا میں تم پر اللہ کی طرف سے حق حکومت نہیں رکھتا۔ ہر طرف سے آواز آئی بے شک آپؐ ہم پر حاکم ہیں جب یہ حکومت تسلیم کر لی تو فرمایا، مَنْ مَنَعَ عَنْتَهُ مَوْلَاهُ فَلَهُدَاكُلْهُ مَوْلَاهُ۔ جن کا میں مولا ہوں اس کا یہ علی بھی مولا ہے۔ ایسی صورت مولا کے معنی دوست کے لینا عربی زبان پر کتنا ظلم ہوگا۔ ایسا کہنے والا تو عربی سے واقف نہیں یا پھر اذراہ تصعب ایسا کہہ رہا ہے۔

۲۔ وَآزْوَاجَهُمْ أُمَّهَاتُهُمْ۔ نبی کی بی بیایاں امت کی مائیں ہیں۔ یعنی جب نبی امت کے لیے مثل باپ کے شفیق و مہربان ہے تو لا محالہ اس کی بی بیایاں امت کی مائیں ہوں گی۔ ان کی عزت کرنا امت کا فرض ہے۔ نبی کے بعد کوئی شخص نبی کی کسی بی بی سے نکاح نہیں کر سکتا۔

۳۔ مؤمنین اور مہاجرین کو یہ بتایا جا رہا ہے کہ جو تمہارے رشتہ دار ہوں تمہارے احسان کے وہ سب کے پہلے شریقی ہیں۔ ان کے ہوتے عزیز سے سلوک نہ کیا جائے تاکہ صلہ رحم میں خلل نہ پڑے۔

۴۔ خدا نے تمام انبیاء سے بالخصوص آنحضرتؐ سے یہ پکا عہد لیا تھا کہ وہ احکام الہی کی تبلیغ میں کوئی گنہگار نہ ہوگا۔ خود بھی عمل کریں گے اور دوسروں سے بھی عمل کروائیں گے۔ ہر حکم خدا کے نافذ کرنے میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھیں گے۔ احکام الہی کی ہماری کرنے میں کسی مصیبت کی پرواہ نہ کریں گے۔ یہ عہد یہاں اس لیے یاد دلایا جا رہا ہے کہ نبی کو چند مواقع ایسے پیش آنے والے ہیں جن سے امت کے خلاف ہونے کا خدشہ اندیشہ تھا۔ لہذا یہ بتایا جا رہا ہے کہ میں تم سے پکا عہد لے چکا ہوں پس ایسے موقعوں پر امت کی مخالفت کے خوف سے میری نافرمانی نہ کریں۔ جہاں نظر میں خدا کا خوش رکھنا ہوتا چاہیے نہ کہ امت کا۔ میں نے یہ مابعدہ صرف زبانی کر کے ہی نہیں چھوڑ دیا ہے بلکہ اس کے متعلق ہر ایک سے سوال بھی کروں گا تاکہ وہ ان سچوں کی سچائی ظاہر ہو۔

ایک نبی کی ذمہ داریاں بہت سخت ہوتی ہیں۔ پہلے یہ کہ بے کم و کاست بیان کرے۔ اپنی طرف سے ایک لفظ دھمکانے نہ بڑھائے۔ چھ وقت پر اس حکم کو پہنچائے کسی خطہ کی وجہ سے ڈکے نہیں۔ پھر خود عمل کرے دوسروں سے عمل کرائے۔ تبلیغ کا کام ہر حالت میں جاری رکھے۔ یہ معمولی باتیں نہیں۔ ان کی تبلیغ میں اس کی یاد کی باتوں پر

ہی ہائی تھی۔ قوم کی دشمنی سے جان اجڑی ہو جاتی تھی مگر وہ کسی بات کی پرواہ کیے بغیر اپنے فرائض انجام دیتے تھے اسی لیے ان کی اطاعت کو امت پر واجب کیا گیا۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اذْكُرُوا نِعْمَةَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ جَاءَتْكُمْ جُنُودٌ
فَارْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيحًا وَجُنُودًا لَّمْ تَرَوْهَا وَكَانَ اللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ
بَصِيرًا ۙ إِذْ جَاءُوكُمْ مِنْ فَوْقِكُمْ وَمِنْ أَسْفَلَ مِنْكُمْ وَإِذْ زَاغَتِ
الْأَبْصَارُ وَبَلَغَتِ الْقُلُوبُ الْحَنَاجِرَ وَتَظُنُّونَ بِاللَّهِ الظُّنُونَا ۙ
هَذَا لِكَيْ أُبَيِّنَ الْمُؤْمِنُونَ وَزَلْزَلُوا زَلْزَالًا شَدِيدًا ۙ وَإِذْ
يَقُولُ الْمُنَافِقُونَ وَالَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ مَرَضٌ مَّا وَعَدَنَا اللَّهُ وَ
رَسُولُهُ إِلَّا غُرُورًا ۙ

اے ایمان والو! اللہ کی نعمتوں کا جو تم کو ملیں ان کا ذکر کیا کرو (جنگ خندق میں) جب تم پر کافروں کا لشکر آ پڑا تو ہم نے تمہاری مدد کی، آندھی بھیجی اور (فرشتوں کا) ایسا لشکر بھیجا جسے تم نے دیکھا تک نہیں اور جو کچھ تم کہہ رہے تھے خدا اُسے دیکھ رہا تھا۔ جس وقت وہ لوگ تمہارے اوپر سے بھی آ پڑے اور تمہارے پیچھے کی طرف سے بھی اور جس وقت ان کی کثرت سے تمہاری آنکھیں غیر ہو گئی تھیں اور خوف سے تمہارے کلیجے منہ کو آ گئے تھے اور خدا کے بارے میں بُرے خیالات کرنے لگے تھے۔ یہاں پر یوں منوں کا امتحان لیا گیا تھا اور غیب اچھی طرح چھنچھوٹے گئے تھے۔ جب منافع اور جہنم کے دل میں (کفر کا) مرض ہے کہنے لگے کہ خدا نے اور اُس کے رسول نے جو وعدہ ہم سے کیے تھے وہ بالکل دھوکے کی ٹٹھی تھے۔

جُنُودًا لَّمْ تَرَوْهَا۔ مفسرین کا اس بارے میں اختلاف ہے کہ اس نظر نہ کرنے والے لشکر سے کیا مراد ہے۔ بعض نے لکھا ہے کہ اس سے مراد وہ اندرونی قوتیں ہیں جو انسان میں سچائی کی نئی دُوح پیدا کرتی ہیں۔ اور جو کچھ کام فرشتوں کے دیر سے ہوتا ہے لہذا اس کو فرشتوں کا لشکر بھی کہہ سکتے ہیں۔

بعض نے لکھا ہے کہ جس طرح جنگ بھڑیں خدا نے فرشتوں سے مدد کی یہاں بھی اسی طرح کی مدد تھی یعنی دشمنوں کو فرشتوں کی مدد سے فوجیں نظر آتی تھیں۔

بعض نے لکھا ہے کہ یہاں جنگ بدر کی طرح مسلمانوں کا اطمینان قلب مقصود ہے یعنی بڑے اطمینان سے وہ لوگ یہی دیکھ رہے تھے کہ خدا نے مدد کی مگر حقیقتاً فرشتے مدد کو آئے تھے۔ جو کچھ باطنی قوتیں بھی نظر نہیں آتیں لہذا یہ کہنا کہ تم ان کو دیکھتے نہ تھے۔

واقعہ یہ ہے کہ یہودیوں کا ایک قبیلہ جو بنی نضیر کہلاتا تھا اپنی سرکشی اور سازشی کاروائیوں کی بدولت جب مدینہ سے نکلا گیا اور شام پہنچا تو ان کی تباہ حالی دیکھ کر وہاں کے یہودیوں کے دل بھرا گئے اور ان کے شرارانی اطمینان زخمی بن اخطب اور کنانہ بن ربیع بن امر کی ایک جماعت کو لے کر مکہ میں آئے اور یونانیان وغیرہ سردارانِ قریش کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خلاف جنگ کرنے پر آمادہ کیا۔ قریش نے کہا، تم تو اہل کتاب ہو تم نے ہم سے معاملہ کو خوب تحقیق کیا ہوگا۔ بتاؤ ہمارا دین بہتر ہے یا تمہارا۔ ان کی تو عرض آدی ہوئی تھی کہنے لگے، دین تو تمہارا بہتر ہے یہودیوں سے سطیہ ہو کر قبیلہ غطفان کے پاس پہنچے، ان کو بھی آدہ کیا اور اس کے بعد اور قبائل کو بھی باز آ دھا کر انہیں خیال بنایا۔ عرض دس ہزار کا لشکر تیار ہوا اور مدینہ پر حملہ کے لیے چلا۔ جب محشر کو پہنچا تو آپ ایک ہزار سات سو آدمیوں کو لے کر مدینہ سے باہر نکلے۔ اور جبلِ سفح کے سامنے قیام فرمایا۔ دشمن کی فوجوں کی تعداد کا حال سن کر لوگوں کے دلوں میں ہراس مچا رہا۔ اگرچہ حضرت رسولی خدا نے فتح کا وعدہ بھی کیا مگر ان کو قرار نہ تھا۔ آخر صباغ سے اس بات میں مشورہ کیا۔ حضرت سلمان نے خندق کھودنے کی رائے دی۔ چنانچہ پہلے کل کر خندق کھودی حضرت رسولی خدا نے سب سے زیادہ جتھہ کھودا اس خندق کے آخر دروازے تھے جہاں سے آہا سکتے تھے۔ ان دروازوں پر پہرہ دار بٹھا دیے گئے۔

اس اثنا میں جی بن اخطب بنی قریظہ کے پاس پہنچا۔ باوجودیکہ ان سے کفار کی مدد نہ کرنے کا معاہدہ تھا مگر وہ لوگ جی بن اخطب کی باتوں میں آ گئے اور کفار کے ساتھی بن گئے۔ خندق تیار ہونے کے چار دن بعد کفار کا لشکر بھی آ گیا اور مسلمانوں کے لیے بے حسہ ہو کر آ گئے۔ کفار کا لشکر مدینہ سے کچھ میڈان میں غیر زن ہوا۔ مسلمان خندق کے قعر میں تھے اور کفار محاصرہ کیے ہوئے تھے۔ یہاں تک کہ ۲۷ روز گزر گئے اور طرفین سے پتھر اور تیر چلتے رہے اور موقع پر جھجھکیاں بھی ہوتی رہتی۔ حضرت اس کا فدیہ کرتے رہے۔ مگر جب بنی اہنہ کو پہنچی اور مسلمانوں کی وہ حالت ہوئی جس کا ذکر آیت میں ہے تو آپ نے سُنَد بن معاذ اور سُنَد بن عبادہ سے مشورہ کیا اور فرمایا، ان لوگوں کو کچھ سے دلا کر واپس کیا جائے ان دونوں نے نہایت دیر پری اور جوش کے ساتھ جواب دیا اگر اس بات میں وہی آپ بھی ہے تب تو ہمارے دم زدن نہیں ہونے ہم ہرگز اس کو پسند نہیں کرتے۔ ان کو تلوار کی کاٹ کے سوا اور کچھ نہ دیں گے۔ یہ سن کر آپ کو ان کی طرف سے اطمینان ہوا۔

اب اور کمال سینے۔ عربوں کے ہونے سے جو عرب کا نام پہلوان تھا اپنے ساتھیوں سے کہا، ہم کہاں تک محارمہ کیے رہیں گے ہم میں اب تب ضبط باقی نہیں۔ جلو خندق چھانڈ کر حملہ کریں۔ غرض چند آدمیوں کو لے کر ایک دروازہ سے اس پار پہنچا اور اپنا نیزہ گلازہ جوش جھامت میں اپنا کھنڈا اگلنے لگا۔ اور مقابل طلب کیا۔ حضرت نے اپنے اصحاب سے اس کے مقابلہ کے لیے بلانے کو کہا۔ سب نے اپنے سر جو کالیے حضرت علیؑ کے طرف ہو گئے۔ آپؑ نے فرمایا بیٹہ جاؤ۔ دوڑی باز منور لے کر یہی فرمایا، لہذا اس بار بھی سب چھپ ہوئے۔

حضرت حمزہؓ نے کہا یا رسول اللہؐ کس کو اپنی ہاں عزیز نہیں کہ اس کے مقابلہ کو جاتے۔ میں ایک دفعہ اس کے ساتھ سفر میں تھا کہ ایک سردار آدمیوں نے ہم پر حملہ کیا، یہ حال اٹھ تھا۔ اس نے ایک اونٹ کے پیچہ کو اپنی سپر بنالیا اور ایک کھجور کے درخت کو تھپتھپا کر ان پر حملہ آور ہوا اور سب کو مار کر بھاگ دیا۔ اور ان کو لوٹ بھی لیا۔ اس سے صحابہ پر ہوا اثر ہوا اس کا بہت ہی بیان ہے۔ الغرض سوائے حضرت علیؑ کے اور کوئی اس کے مقابلہ پر جانے کی بہت ہی کوشش نہ کر سکا جب حضرت علیؑ جانے کے لیے کھڑے ہوئے تو حضرت رسولؐ خدا نے فرمایا، اے علیؑ سمجھ لو کہ یہ عمرو ہے۔ فرمایا، تو میں بھی علیؑ ہوں۔ غرض تین دفعہ یہ فرمانے کے بعد حضورؐ نے اپنی درہ حضرت علیؑ کو پہنچائی اور اپنا عمامہ باندھا اپنی تلوار دی رواد کرتے وقت علیؑ کا خدا کا ہر طرف سے گہراں رہنا۔ خدایا میرے سینے بگھیاں تھے۔ عینئہ کو ٹوٹنے جگاہ میں اٹھایا۔ حمزہؓ کو امد میں لیا۔ اب یہی ایک باقی رہ گیا ہے تو ہی اس کا خلافت ہے اور چلتے وقت فرمایا، آج کل ایمان علیؑ کے مقابلہ جا رہا ہے۔

غرض جب شہر مدینہ میر علیہ السلام اس کے پاس پہنچے تو پہلے اس نے آپؑ کے مقابلہ سے انکار کیا حضرت علیؑ کے سر زلزل کرنے کے بعد وہ مقابل ہوا۔ دونوں میں حملوں کی رد و بدل ہوتی رہی۔ اس قدر غبار بلند ہوا کہ دونوں چھپ گئے۔ آخر اس نے ہتھیار اٹھ کر ایکے اور ایکے سے سب پر دو کا جس سے آپؑ کا سر مبارک زخمی ہو گیا۔ پھر آپؑ نے زخم باندھ کر ایکے اور ایکے کو اس کا پرکٹ کیا اور وہ بے قابو ہو کر زمین پر گر پڑا۔ آپؑ فرما گئے کہ سینہ پر سوار ہو گئے اور اس کا سر کاٹنے کے بعد لغزہ بھیکر بند کیا اور اس کا سر لے کر حضرت رسولؐ میں حاضر ہوئے حضورؐ نے فرمایا،

هَذَا يَوْمَ الْفَتْحِ قَدْ اخْتَلَفَ مِنْ عِبَادَةِ الْفَتَكَيْنِ اِلَى كَيْدِ الْوَقَيْبِ مَاتَ۔

(علیؑ کی ایک ضرب شیعہ کے روز دو جہاں کی عبادت سے بہتر ہے روز قیامت تک)

عمرو کے قتل ہونے کے بعد اس کے ساتھی تتر بتر ہو گئے۔ لوفل بن عبداللہ خندق میں گواہ اور اس پر مسلمانوں نے پتھروں کا بیڑہ برسا دیا۔ جناب امیرؓ کو لوگوں کو ہٹا کر خندق میں کودے اور اس سے لڑنے اور اس کو قتل کیا باقی لوگ بھاگ گئے۔

لشکر کفاروں میں چھوٹ پڑنے اور ناکام واپس لانے کا سبب یہ ہوا کہ ان لوگوں کے آنے سے تین روز قبل تیسری سرد شمع حضرت کے پاس آکر ایمان لایا اور عرض کی اگر مجھے حضرت کا حکم ہو تو اس کے لیے حاضر ہوں اور اگر اس کی اجازت نہ ہو تو ان کے درمیان چھوٹ شامل دوں۔ شوکتی ہے کہ اس سلسلہ میں کچھ نازیبا کلمات آپؑ کے متعلق میسر ہی زبان سے نکلیں اس کی مسافرت جانتا ہوں۔ فرمایا مجھے اختیار ہے۔ عرض یہ ہے ابو سفیان کے پاس آیا اور کہنے لگا،

خدا تجھ دشمن پر منحرف ہے۔ تجھے کچھ خبر بھی ہے کہ نبی قریش نے جو بد عہدی محمدؐ سے کی ہے اس پر سنت نام ہیں اور محمدؐ کو یہ کہلا سکتا ہے کہ ہم عرب لوگوں میں سے کچھ اشراف کو آپؑ کے پاس بلوایا گیا ہے، اگر ہم سے بد عہدی سرزد ہو تو آپؑ ان کو قتل کر دیں اور جو ہم آپؑ کے ساتھ ہو کر ان سب کو شہر سے نکال باہر کر دیں گے۔ پس اے ابو سفیان اس دھوکہ میں نہ آنا، ان سے کچھ لوگ طلب کرو اور انہیں بلوایاں لے کر مکہ بھیج دو تاکہ اطمینان ہو۔ ابو سفیان یہ سن کر بہت خوش ہوا اور تیس دنوں کو دعا مانگی۔

اس کے بعد تیسری قریش کے پاس آیا اور ان سے کہا، تمہیں کچھ خبر بھی ہے۔ ابو سفیان یہ کہتا ہے کہ ہم ان پر نبیؐ کی محمدؐ سے لڑائی مبادلہ کی گئی اور انہیں کو آگے کر دیں گے۔ اگر فتح ہوئی تو اور شکست ہوئی تو یہ ارباب بائیں گے۔ دیکھو جب تک تم ان کے کچھ لوگ اپنے پاس رہیں نہ کہ لوگ اپنے میں شامل نہ کرنا ورنہ دھوکہ کھاؤ گے۔

عرض یوں ایک کو دوسرے سے غیر مطمئن بنا دیا۔ یہ خیالات تو فریقین کے دماغ میں پکڑ کھائی ہوئے تھے اب ابو سفیان نے نبیؐ قریش کو بلایا تو وہی دس آدمیوں کے رہی کی شرط پیش کی۔ انہوں نے انکار کیا۔ ابو سفیان برا فتنہ ہوا اور تیس کے بیان کی اسے تصدیق ہو گئی اور دوستی مخالفت سے بدل گئی۔ یہ بائیں ہو رہی رہی تھیں کہ عدل نے ان پر کبھی بھیجی۔ جو بہت سرد اور سخت تھی جس سے بہت سے نیچے آکر کھٹے لٹنا نہیں ٹوٹ گئیں گھوڑے بھاگ گئے آٹھوں میں کوڑا کرکٹ پڑ گیا اور آگ بجھ گئی۔ کفار کے دل خوف سے دل گئے، سب کے قدم اکھڑ گئے۔ ابو سفیان بدحواس ہو کر اپنے اوٹ پر سوار ہوا اور اس کے ساتھ سب چلتے ہوئے۔ یوں مسلمانوں کو کامیابی ہوئی۔

جہاں تک تاریخی واقعہ کا تعلق تھا ہم نے مختصر نقل کر دیا۔

اب در حضرت علیؑ میرا سلام کے فضائل پر نظر فرمائیے :

۱۔ عمرو کا ایسا عجب لشکر اسلام پر بھیجا ہوا تھا کہ مسلمانوں کا خوف سے یہ حال تھا کہ ان کی آنکھیں پتھرا گئی تھیں اور ان کے دل منہ کو آہ تھے۔ یہ خوف کی انتہائی صورت ہے۔ کوئی عمرو کا مقابلہ کرنے پر تیار نہ تھا۔ عمرو کی بہادری کے افسانے سن کر مسلمانوں پر اور زیادہ ہیبت طاری کی جارہی تھی اور حضرت رسولؐ خدا کو پریشانی میں ڈالنے کی فکر تھی۔ کیا اس کو اسلامی حیثیت کہا جائے گا۔ کیا اس پر حضورؐ کی ہمدردی کا اطلاق ہوتا ہے۔

۲۔ بروایت بصری اس طرح سر جو کھائے بیٹھے تھے گویا ان کے سروں پر چڑیاں بیٹھی ہیں۔ یہ حال صرف ایک شخص کی بہادری سے خوف کھانے کا تھا۔

۳۔ حضرت رسولؐ خدا کا یہ فرمانا کہ اے علیؑ جس کے مقابلہ کو جاسے ہو یہ عمرو ہے اور علیؑ کا برابر یہ جواب دینا کہ میں بھی علیؑ ہوں اپنی بہادری پر کتنا اصرار ظاہر کرتا ہے۔

۴۔ علیؑ کو اپنے دست مبارک سے سلاخ جنگ پہنانا اس کی دلیل ہے کہ حضورؐ کو یہ یقین تھا کہ علیؑ علیہ السلام ناکام واپس نہ آئیں گے۔

۵۔ چلتے وقت آنحضرتؐ کا یہ فرمانا، نَزَّ الْوَيْهَانُ سَكَّةً اِلَى الْكُفْرِ كَلَامٌ (آج ہمارا پورا ایمان پورے پورے

کھڑے مقابل جا رہا ہے، ایمان علی کی انتہائی معراج ہے۔ گل ایمان کا لفظ سوائے حضرت علی کے اور کسی صحابی کے متعلق بھی رسول خدا کی زبان اقدس سے نہیں نکلا۔

۶۔ عرو کے قتل کرنے کے بعد اس کا اسلام اور قیمتی لباس اس کے جسم سے نہ اُتانا اور لاش پر ہند نہ کرنا بے غرض جنگ کا بہترین ثبوت ہے۔

۷۔ علی کی ایک شرب کو قیامت تک عبادت انگلیں سے بہتر قرار دیا گیا ہے۔ اگر اس روز غلام بد بے عمل قتل ہو جائے تو اسلام ختم ہو جائے اور قیامت تک اسلامی دائرہ کے اندر جو عبادت کی جاتی وہ بھی ختم ہو جاتی۔

۸۔ خدا کے متعلق مسلمانوں کا بڑے بڑے گمان کرنا اور خدا و رسول کے وعدوں کو دھوکہ قرار دینا اسلامی گمراہی کی ایک ذلزلہ خیز داستان ہے جس کے لیے مزید تشریح کی ضرورت نہیں۔

۹۔ اس فتح کا سہرا اگر علی کے سر نہ بندھتا تو مسلمان تجویز کریں کہ اور کس کے سر بندھتا۔ ہے کوئی اور سر جو اس سہرے کے بندھوانے کے لائق ہو۔

وَإِذْ قَالَتْ طَائِفَةٌ مِّنْهُمْ يَا أَهْلَ يَثْرِبَ لَا مُقَامَ لَكُمْ فَارْجُوا
وَيَسْتَأْذِنُ فَرِيقٌ مِّنْهُمُ النَّبِيَّ يَقُولُونَ إِنَّ بُيُوتَنَا عَوْرَةٌ وَمَا
هِيَ بِعَوْرَةٍ إِنَّا زُرِّيْدُونَ إِلَّا فَرَارًا ۝۱۳ وَلَوْ دُخِلَتْ عَلَيْهِمْ مِّنْ
أَقْطَارِهَا ثُمَّ سُلِوا الْفِتْنَةَ لَاتَوْهَا وَمَا تَلَبَّثُوا فِيهَا
إِلَّا يَسِيرًا ۝۱۴

ایک گروہ کہنے لگا تھا، اے مدینہ والو، اب دشمن کے مقابلہ میں تمہارا کہیں ٹھکانہ نہیں بہتر ہے کہ اب پلٹ چلو اور ان میں سے کچھ لوگ گھر لوٹ جانے کی اجازت مانگنے لگے تھے اور کہتے تھے ہمارے گھر (مدینوں سے) بالکل خالی (غیر محفوظ) پڑے ہوئے ہیں حالانکہ وہ خالی (غیر محفوظ) نہ تھے، وہ تو میں بھاگنا چاہتے ہیں۔ اور اگر ایسا ہی لشکر ان لوگوں پر مدینہ کی طرف سے آپڑے اور ان سے فساد (غارت جنگی) کی درخواست کی جائے تو یہ لوگ اس کے لیے فوراً آموجود ہوں گے

اور اپنے گھروں میں بہت کم توقف کریں گے۔ (مگر جہاد سے گریز ہے)۔

منافق تو ایسے مواقع تلاش کرتے رہتے تھے کہ کسی بہاد سے جہاد میں شریک نہ ہوں۔ جب نبی قرینہ لشکر قریش میں شامل ہو گئے تو انہیں یہ خوف ہوا کہ وہ مدینہ پر حملہ کر دیں گے۔ لہذا انہوں نے جہاد پر جانے والوں کو روکنے کے لیے یہ کہنا شروع کیا کہ اب مدینہ غیر محفوظ ہے۔ تم لوگ جاؤ اور اس آجاؤ۔ بظاہر تو ان کا یہی مطلب تھا لیکن حقیقتاً ان کی مراد یہ تھی کہ دین اسلام ترک کر دو کیونکہ اس میں جان و مال کا تحفظ نہیں۔ گئے دن کی لڑائیاں ہیں کہاں تک لڑے جاؤ گے۔ اور اپنے لیے یہ عند تراشا کہ جب سب مرد جہاد پر چلے آئے اور ہمارے گھر مردوں سے خالی ہو گئے تو دشمن ہماری عورتوں پر حملہ کر کے ہمیں تباہ و برباد کر دے گا۔ حالانکہ ان کا یہ خیال غلط تھا۔ حملہ کا کوئی خطرہ نہ تھا۔ دوسرے یہ بندوبست ضرور کے دفتر تھا جس کی مخالفت کے لیے آپ نے کچھ لوگ چھوڑ دیئے تھے۔ پھر سب سے بڑی خدا کی نگہبانی تھی۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ لوگ جنگ سے فرار کرنا چاہتے تھے۔ غارت جنگی کے لیے تو ہر وقت تیار رہتے تھے مگر باہر جانے اور راہ خدا میں قتال سے جان بچاتے تھے۔

وَلَقَدْ كَانُوا عَاهِدُوا لَِّ اللَّهِ مِنْ قَبْلُ لَا يُؤْلَوْنَ الْإِدْبَارَ وَكَانَ عَهْدُ
اللَّهِ مَسْئُولًا ۝۱۵ قُلْ لَّنْ يُفْعَلَ لَكُمُ الْفِرَارُ إِن فَرَرْتُمْ مِّنَ الْمَوْتِ أَوْ
الْقَتْلِ وَإِذَا لَمْ تَمُوتُوا إِلَّا تَمُوتُونَ إِلَّا قَلِيلًا ۝۱۶ قُلْ مَنْ ذَا الَّذِي يَعْصِمُكُمْ
مِّنَ اللَّهِ إِنْ أَرَادَ بِكُمْ سُوءًا أَوْ أَرَادَ بِكُمْ رَحْمَةً ۚ وَلَا يَجِدُونَ
لَهُمْ مِّنْ دُونِ اللَّهِ وَلِيًّا وَلَا نَصِيرًا ۝۱۷

حالانکہ ان لوگوں نے پہلے خدا سے عہد کیا تھا کہ دشمن کے مقابلہ میں ہم پیٹھ نہ پھیریں گے اور خدا کے عہد کی پوچھ گچھ تو ایک روز ہو کر ہے گی اے رسول تم ان سے کہہ دو کہ اگر موت یا قتل کے خوف سے بھاگے ہو تو یہ بھاگنا تمہارے لیے مفید نہ ہوگا۔ بس اس دنیا میں چند روز چین کر لو گے۔ تم ان سے کہو اگر خدا تم سے بُرائی کا ارادہ کرے تو تم کو اس سے کون بچائے گا اور اگر تم سے بھلائی کرنا

چاہے تو کون روک سکتا ہے اور یہ لوگ خدا کے سوا نہ کسی کو اپنا سر پرست پائیں گے اور نہ مددگار۔

مناقتوں نے جنگ بندی سے پہلے قسمیں کھائی تھیں اور اقرار کیا تھا کہ ہم اس جہاد میں ضرور شریک ہوں گے اور میدان جنگ سے ہرگز منہ نہ موڑیں گے لیکن جب لشکر دشمن کی کثرت سے تو میدان جنگ سے فرار کرنے کی شوجھی اور لگے بھاگنے کا شکر کرنے لگے۔ ان کی ہمد میں یہ بات نہ آئی کہ اگر خدا کسی کو ہلاک کرنا چاہے گا یا اس پر کوئی مصیبت نازل کرنی چاہے تو جہاں کی مجال ہے کہ اسے روک سکے۔ کیا وہ مگر میں بستر پر نہیں رہ سکتا۔ دنیا کی جس چند روزہ زندگی پر وہ مرے ہیں وہ ہے کیا، ایک ہوا کا جمونہ کا ہے، ایک بجلی کی چمک ہے۔

قَدْ يَعْلَمُ اللَّهُ الْمُعَوِّقِينَ مِنْكُمْ وَالْقَائِلِينَ لِإِخْوَانِهِمْ هَلْ هُمْ قَاتِلُونَ أَمْ يَأْتُونَ الْبَاسَ إِلَّا قَلِيلًا ۝۱۸ اَشْحَثْهُ عَلَيْكُمْ ۖ فَاِذَا جَاءَ الْخَوْفُ رَاَيْتَهُمْ يَنْظُرُونَ إِلَيْكَ تَدُورُ أَعْيُنُهُمْ كَالَّذِي يُغْتَنِي عَلَيْهِ مِنَ الْمَوْتِ ۖ فَاِذَا ذَهَبَ الْخَوْفُ سَلَقُوكُمْ بِالنِّسَةِ حِدَادٍ اَشْحَثْهُ عَلَى الْخَيْرِ ۖ اُولَٰئِكَ لَمْ يُؤْمِنُوْا فَاَحْبَطَ اللَّهُ اَعْمَالَهُمْ ۚ وَكَانَ ذَٰلِكَ عَلَى اللَّهِ يَسِيْرًا ۝۱۹

جو لوگ تم میں سے دوسروں کو جہاد سے روکتے ہیں اللہ ان کو خوب جانتا ہے اور ان کو بھی جانتا ہے جو اپنے بھائی بندوں سے کہتے ہیں ہمارے پاس چلے آؤ اور خود بھی (الزام مٹانے کو) لڑائی کے میدان میں ذرا اڑکے اور چلے آئے۔ تم دیکھتے ہو کہ جب لڑائی میں سخت موقع آ پڑا تو تہداری طرف دیکھتے ہیں اور ان کی آنکھیں اس طرح گھومتی ہیں جیسے کسی پر موت کی یہوشی چھا رہی ہو۔ جب خطرہ ہٹ جاتا ہے (اور ایمانداروں کی فتح ہوتی ہے) تو مال غنیمت پر گرنے لگتے ہیں اور تم پر اپنی تیز زبانیں طعنہ کے لیے کھولنے لگتے ہیں۔ یہ لوگ ایمان نہیں لائے۔ اللہ نے

ان کے تمام اعمال ضبط کر لیے اور یہ کام اللہ کے لیے آسان ہے۔

مناقتوں کی حالت یہ تھی کہ مشرک حضوری کو حضرت کے ساتھ چلے تو جاتے لیکن ٹوکرے ہوتی تو کسی طرح چھپ چھپا کر یہاں سے (دھڑکدھڑکے) لوگوں کو اپنے ساتھ میدان جنگ سے نکل جاتے کی طرف رجعت دلاتے۔ اگر لڑائی زور پکڑ جاتی اور دشمن کا فسادا غلبہ دیکھتے تو ان کے اوسان خطا ہو جاتے اور اس طرح آنکھیں پھلک دیکھتے جیسے مرنے والا دکھتا ہے۔ یعنی ان پر سرکرات موت کا عالم طاری ہو جاتا اور سب غلوہ ل جاتا اور سمانوں کو فتح ہو جاتی تو یعنی بھگوانے کے لیے آ جاتے اور لفظی کے کام لینے لگتے کہ ہم نے یہ کیا وہ کیا۔ بالی غنیمت سے ہیں اچھا حقہ دیکھتے۔ خدا جانتا ہے کہ یہ لوگ مومن نہیں اس لیے ان کے اعمال ضبط ہو جاتے ہیں۔

يَحْسَبُونَ الْاَحْزَابَ لَمْ يَذْهَبُوْا ۚ وَاِنْ اَيَّاتِ الْاَحْزَابِ يَوَدُّوْا لَوْ اَنَّهُمْ بَادُوْنَ فِي الْاَعْرَابِ يَسْأَلُوْنَ عَنْ اَنْبَايِكُمْ ۚ وَلَوْ كَانُوْا فِيْكُمْ مَا قَاتَلُوْا اِلَّا قَلِيْلًا ۝۲۰ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رُسُوْلِ اللّٰهِ اُسُوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ وَذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيْرًا ۝۲۱ وَلَمَّا رَاَ الْمُؤْمِنُوْنَ الْاَحْزَابَ ۙ قَالُوْا هٰذَا مَا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرُسُوْلُهُ وَصَدَقَ اللّٰهُ وَرُسُوْلُهُ ۚ وَمَا زَادَهُمْ اِلَّا اِيْمَانًا وَتَسْلِيْمًا ۝۲۲

(مدینہ کا محاصرہ کرنے والے حمل بھی بیٹھے) مگر یہ لوگ یہی سمجھ رہے ہیں کہ کافروں کے لشکر اچھی نہیں لگتے اور اگر کہیں لشکر کا لشکر پھر آ پہنچے تو یہ لوگ چاہیں گے کہ کاش وہ جنگوں میں گنواروں میں جا بیٹے اور (وہیں بیٹھے بیٹھے) سب حالات دریافت کرتے رہتے اور اگر ان کو تم میں رہ کر کہیں رہنا پڑتا تو (پھدا چھڑانے کو) ذرا دیر کہیں لڑ لیتے۔ مسلمانوں، تمہارے لیے تو خود رسول کا (خندق میں بیٹھنا) ایک اچھا نمونہ تھا مگر ان یہ اس شخص کے واسطے ہے جو خدا سے ملنے روز آخرت کی

امید رکھتا ہو اور خدا کی بکثرت یاد کرتا ہو اور جب سچے مسلمانوں نے کفار کے جھگڑوں کو دیکھا تو (بے تکلف) کہنے لگے یہی چیز تو ہے جس کا خدا اور اس کے رسول نے وعدہ کیا تھا (اور اس کے دیکھنے سے) اُن کا ایمان اور اُن کی اطاعت اور زیادہ ہو گئی۔

انصوحی آیات میں مسلمانوں کی اس افسوسناک حالت کا اظہار کیا جا رہا ہے جس کا مظاہرہ اُن سے جنگ خندق میں ہوا۔ حالت اُن کی یہ تھی کہ دشمن محاصرہ میں لپکا جا رہی تھی مگر یہ لوگ سمجھتے تھے کہ ابھی موجود ہے۔ اور اس اذادہ سے بڑھ کر بے ہمتی ہے کہ موقع ملے تو یہاں سے چل چھپت ہوں اور ہندو عربوں سے مل کر جنگوں میں اپنی ہود و شہس اختیار کر لیں تاکہ ان جہادوں کے فتنے سے نجات مل جائے اور وہیں سے مسلمانوں کی جنگ کی خبریں لوگوں سے معلوم کر سکتے رہیں۔ اور اگر میدانِ جنگ میں برہمروی انہیں رہنا پڑتا ہے تو بزدلی کا الزام مٹانے کے لیے یوں جھوٹے موٹے تلواریں قبضہ پر ہاتھ رکھ کر دشمن کا سامنا کرنے سے بے تیار ہوتے اور دوچار چوہیں کر کے پھر لشکر میں آ چھپتے۔

کاش یہ لوگ رسول کے رویہ کو اپناتے اور یہی رسول کو کمر لے دیکھتے ویسا ہی خود بھی کرتے۔ رسول نے خندق کھودنے میں سب سے زیادہ جھڑپا تھا اور سردی اور بھوک پیاس کی حالت میں مزاحمت پر ڈٹے ہوئے تھے اپنے بھانے کی کوئی تدبیر نہیں کی۔ دشمن کی کثرت دیکھ کر کبھی خوف و ہراس کو اپنے دل میں مگر نہیں دی۔ مدینہ میں لوگوں کے ہال بچوں کے بچانے کے لیے جو تدبیریں لے لی گئی تھیں وہی اپنے ہال بچوں کے بچانے کے لیے کی تھی۔ اپنے گھر کی حفاظت کا خصوصیت سے کوئی اہتمام نہ کیا تھا۔ درمیان میں اپنے بچاؤ کے لیے کوئی خاص تدبیر فرمائی تھی۔ وہ ہر حالت میں مسلمانوں کے ساتھ تھے۔

جو صاحب ایمان تھے انہوں نے تو کبھی ایسے اعتقاد منصفو بے نہیں بنائے وہ تو ذرا بھی نہیں ڈرے جب کفار کو مزاحمت پر دیکھتے تھے تو کہتے تھے یہ وہی وعدہ ہے جسے اللہ رسول سے ہم نے کیا تھا۔ یعنی اگر ہم اس جنگ میں شہید ہو جائیں گے تو اس کے صلہ میں ہم کو جنت مل جائے گی اور اگر فتح نصیب ہوگی تو اسلام کا بول بالا ہوگا۔ جب رسول فتح کی پیش گوئی کر چکے ہیں تو پھر کیا وجہ کہ ہم فتیاب نہ ہوں اور دوسرے کیسے جو خدا اور رسول کا وعدہ ہے وہ پورا ہو کر رہے گا۔ جنگ کی سختی میں اُن کا ایمان کمزور نہیں ہوا بلکہ زیادہ ہی ہوتا رہا۔ اور خدا و رسول کی اطاعت و فرمانبرداری کا جذبہ بڑھتا ہی رہا۔

مِنَ الْمُؤْمِنِينَ رِجَالٌ صَدَقُوا مَا عَاهَدُوا اللَّهَ عَلَيْهِ فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضَىٰ نَحْبَهُ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَنْتَظِرُ وَمَا بَدَلُوا مَا بَدَلُوا ۖ تَبَدُّلًا ۚ لِّيَجْزِيَ اللَّهُ

الضَّادِّقِينَ بِصِدْقِهِمْ وَيَعَذِّبُ الْمُفِيقِينَ اِنْ شَاءَ اَوْ يَتُوبَ عَلَيْهِمْ اِنَّ اللَّهَ كَانَ غَفُورًا رَّحِيمًا ۝۳۳ وَرَدَّ اللَّهُ الَّذِينَ كَفَرُوا بِغَيْظِهِمْ لَمْ يَنَالُوا خَيْرًا وَكَفَى اللَّهُ الْمُؤْمِنِينَ الْقِتَالَ ۚ وَكَانَ اللَّهُ قَوِيًّا عَزِيزًا ۝۳۴ وَ اَنْزَلَ الَّذِينَ ظَاهَرُوهُمْ مِنْ اَهْلِ الْكِتَابِ مِنْ صَيَاصِيهِمْ وَقَذَفَ فِي قُلُوبِهِمُ الرُّعْبَ فَرِيقًا تَقْتُلُونَ وَتَأْسِرُونَ فَرِيقًا ۝۳۵

اور مؤمنین میں کچھ لوگ ایسے بھی ہیں کہ خدا سے انہوں نے (فرمانبرداری کا) جو عہد کیا تھا اسے پورا کر دکھایا اور ان میں سے بعض وہ ہیں جو (مکر) اپنا وقت پورا کر گئے اور ان میں سے بعض حکمِ خدا کے منتظر بیٹھے ہیں اور ان لوگوں نے اپنی بات ذرا بھی نہیں بدلی (یہ امتحان) اس لیے تھا کہ سچا یا کاذب کو ان کی سچائی کی جزائے خیر دے اور اگر پاپے تو منافقوں کو سزا دے (اگر وہ لوگ توبہ کریں تو) خدا ان کی توبہ قبول فرمائے، بے شک خدا غفور و رحیم ہے اور خدا نے کافروں کو مدینہ سے نکال دیا (اور یہ لوگ) غصہ میں بھرے ہوئے (نکل گئے) اور انہیں کچھ فائدہ بھی نہ ہوا اور خدا نے مومنوں کو لڑنے کی نوبت نہ آنے دی اور خدا تو (بڑا) زبردست غالب ہے۔ اور اہل کتاب میں جن لوگوں (ابنی قرینہ) نے کفار کی مدد کی تھی اُن کو اُن کے قلعوں سے (بے دخل کر کے) نیچے اتار دیا اور اُن کے دلوں میں تمہارا رعب بٹھا دیا۔ تم اُن کے کچھ لوگوں کو قتل کرنے لگے اور کچھ کو قیدی بنالیا۔

مِنَ الْمُؤْمِنِينَ رِجَالٌ صَدَقُوا مَا عَاهَدُوا اللَّهَ عَلَيْهِ فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضَىٰ نَحْبَهُ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَنْتَظِرُ وَمَا بَدَلُوا مَا بَدَلُوا ۖ تَبَدُّلًا ۚ لِّيَجْزِيَ اللَّهُ
سے کیے ہوئے وعدہ کو پورا کیا اُن کے پیشوا جنابِ علیؓ علیہ السلام ہیں۔ جنہوں نے سب سے پہلے عربوں کو قتل کیا۔
نیچے کی بات اس آیت کے متعلق ہیں کہ جنگ خندق فتح کرنے کے بعد جب سلمان مدینہ واپس آئے اور انصوحی ہتھیار بھول کر ہاتھ پاؤں دھو رہے تھے تو حضرت جبریلؑ بنی قرینہ پر چڑھائی کرنے کا تاکید حکم لے کر آئے۔ آپ نے

مسلمانوں کو نہ کرنا اور نہ ہی پڑھیں گے۔ چنانچہ لشکر روانہ ہوا جبکہ ان پہنچے تو بنی قریظہ پہنچ گئے۔ ان کے سردار حمی بن اسطب نے کہا، اب دو ہی صورتیں ہیں یا تو غزوہ مسلمان ہو جائے یا اپنے بچوں اور عورتوں کو قتل کر کے دلیری سے مقابلہ کر دے۔ آج کی رات کربلا کی رات ہے۔ محمدؐ ہم سے ملے ہیں کہ عبادت کا دل ہونے کی وجہ سے ہم ان سے جنگ نہ کریں گے لہذا انی پھر بھاری مارو مگر انہوں نے اس رات کو پسند نہ کیا اور صلح کے درپے ہوئے۔ حضورؐ نے فرمایا، تم اپنے قلعوں سے باہر نکلو تب مناسب حکم دیا جائے گا۔ مگر وہ باہر نہ آئے یہاں تک کہ پچیس روز ان کو مامورہ میں گزار گئے اور سردہران کے پاس بھی ختم ہو گئی۔ تب خود ہی آتر آئے اور صاف سامنے گئے۔ حضرتؐ نے فرمایا، تم لوگوں نے معاہدہ کو توڑا اور کافروں کے ساتھ ہو کر ہاری تباہی کے درپے ہوئے۔ پھر میں نے حکم دیا تھا کہ قلعہ سے نکل آؤ، تم نے اس کو نہ کیا۔ اچھا اب تم اپنے واسطے ایک بیخ مقرر کرو اور جو وہ حکم دے وہ مانو۔ انہوں نے سنا نہ سنا کہ بیخ بنایا۔ انہوں نے فیصلہ نہ کیا کہ اگر یہ ایمان نہ لائیں تو ان کے مرد قتل کیے جائیں اور عورتیں اور بچے قید کر کے لودھی اور غلام بنائیں غرض اس حکم کی تعمیل کی گئی اور یوں بنو قریظہ کا خاتمہ ہوا۔

وَأَوْشَكُمْ أَزْهَقُهُمْ وَدِيَارَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ وَأَرْضَالَهُمْ تَطْوَاهَا
وَكَانَ اللَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرًا ۝۲۵

اور پھر خدا نے تم لوگوں کو ان کی زمین ان کے گھروں ان کے مالوں اور اس زمین (خیبر) کا تمہیں مالک بنادیا جس پر تم نے قدم تک نہیں رکھا تھا اور خدا تو ہر شے پر قادر ہے۔

خدا کسان احسانات کو دیکھنے کے بعد بھی اگر تم اس کے احکام کو نہ مانو اور اس کے رسول کے فرمانرواؤں کو نہ مانو تو تم سے زیادہ ناشکر ا کوئی ہو گا۔

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّأَزْوَاجِكَ إِن كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا
وَرِئْسَهَا فَتَعَالَيْنَ أُمَتِّعْكُنَّ وَأُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِيلًا ۝۲۸ وَإِن
كُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَالدَّارَ الْآخِرَةَ فَإِنَّ اللَّهَ أَعَدَّ
لِلْمُحْسِنَاتِ مِنكُنَّ أَجْرًا عَظِيمًا ۝۲۹ يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ مَنْ يَاتِ

مَنْكُنَّ بِفَاحِشَةٍ مُّبِينَةٍ يُضَعَّفَ لَهَا الْعَذَابُ ضِعْفَيْنِ، وَكَانَ
ذَٰلِكَ عَلَى اللَّهِ يَسِيرًا ۝۳۰

اے نبی اپنی بیویوں سے کہو اگر تم زندگانی دنیا اور اس کی آرائش و زینت کی خواستگار ہو تو آؤ میں تم کو کچھ ساز و سامان دے دوں اور بعنوان شائستہ رخصت کر دوں اور اگر تم خدا اور اس کے رسول اور دار آخرت کی خواہاں ہو تو خیال رکھو کہ تم لوگوں میں کوکار عورتوں کے لیے خدا نے یقیناً بڑا اجر و ثواب رکھا ہے۔ اے پیغمبر کی بیویو، تم میں سے جو کوئی کسی صریحی ناشائستہ حرکت کی مرتکب ہو گی تو (یاد رہے) اس کا عذاب بھی دوگنا کر دیا جائے گا اور یہ اللہ کے اوپر آسان ہے۔

ان آیات کی شان نزول یہ ہے کہ جب جنگ خندق کے بعد مال غنیمت کے ساتھ حضورؐ مدینہ واپس آئے تو حضرتؐ کی بیویوں نے کہا کہ جو کچھ آپ کو ملا ہے ہم لوگوں کو دیجئے۔ آپؐ نے فرمایا میں نے اسے حکم خدا کے مطابق مسلمانوں پر تقسیم کر دیا۔ اس پر وہ غصہ سے بولیں کہ کیا آپؐ یہ سمجھتے ہیں کہ اگر آپؐ ہم کو طلاق دیدیں گے تو ہم کو کوئی دوسرا شوہر ملے گا۔ یہ سنی کہ حضرتؐ کو بڑا دلخیز ہوا اور آپؐ ان سے کنارہ کش ہو کر ۱۹ دن تک مشغول رہے اور اب ہم میں ہے اس کے متعلق یہ آیت ہے۔

ان آیات کو پڑھ کر دل پر چوٹ لگتی ہے کہ ازواج رسولؐ اور یہ نہایت حکم۔ بات یہ ہے کہ خدا انہیں پاتا تھا کہ رسولؐ کی کوئی بی بی بھی عام عورتوں کی طرح ہی بنی رہے اور اس طرح اپنے گھر میں ساز و سامان رکھنا چاہے جس طرح عام گھروں میں ہوتا ہے۔ کیونکہ اگر رسولؐ کے گھر میں یہ چیز پائی جائے گی تو پھر امت کی عورتوں کا کیا بنے گا۔ کھل ہوئی مری باتیں جب خدا عام گھروں میں پسند نہیں کرتا تو بھلا رسولؐ کے گھر میں کیوں کر پسند کرے گا۔ اس نتیجہ کی گنجی کہ اگر ایسا ہو گا تو تم کو کوکا عذاب ملے گا۔

وَمَنْ يَفْعَلْ مِنْكُمْ خَيْرًا فَلْيَفْعَلْ سَامِعًا تَوْبَةً أَوْ جَهْرًا
مَرَّتَيْنِ ۖ وَاعْتَدْنَا لَهُمُ رِزْقًا كَرِيمًا ۝۳۱ يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ لَسْتُ مِنْ
مَنْ يَتَّبِعُ النَّسَاءَ اِنْ اَتَقَيْنَ فَاَلَّا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ الَّذِي فِي
قَلْبِهِ مَرَضٌ وَقُلْنَ قَوْلًا مَعْرُوفًا ۝۳۲ وَقُرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ
تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْاُولَى ۚ وَاقِمْنَ الصَّلَاةَ وَآتِينَ الزَّكَاةَ وَاطْعَن
اللَّهَ وَرَسُولَهُ ۚ اِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ
الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا ۝۳۳ وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلَىٰ فِي بُيُوتِكُنَّ مِنْ
اٰيَاتِ اللَّهِ وَالْحِكْمَةِ ۚ اِنَّ اللَّهَ كَانَ لَطِيفًا خَبِيرًا ۝۳۴

تم میں سے جو نبی خدا اور اس کے رسول کی تابعداری اور اچھے اچھے کام کرے گی تو ہم اس کو
دوہرہ ثواب عطا کریں گے اور ہم نے اس کے لیے جنت میں عزت کی روزی تیار رکھی ہے۔ اے
نبی کی بی بیو تم معمولی عورتوں جیسی نہیں ہو اگر تم کو پرہیزگاری منظور ہے (تو اجنبی آدمی سے) بات
کرنے میں نرم نرم (لگی لپٹی) بات نہ کرنا کہ جس کے دل میں بدگمانی کا مرض ہے وہ کچھ اور آندو تم
سے نہ کرے اور بعنوان شاکستہ بات کیا کرو اور اپنے گھروں میں قرار سے رہا کرو اور زنا نہ جاہلیت کی
طرح اپنا بناؤ سنگھار نہ دکھاتی پھرو۔ پابندی سے نماز پڑھا کرو، زکوٰۃ دیا کرو اور خدا اور اس کے
رسول کی اطاعت کرو۔ اے اہل بیت، خدا تو پس یہ چاہتا ہے کہ تم کو ہر قسم کی برائی سے پاک رکھے
اور جو پاک و پاکیزہ رکھنے کا حق ہے ویسا پاک و پاکیزہ رکھے اور تمہارے گھروں میں جو خدا کی آیتیں

اور عقل و حکمت کی باتیں پڑھی جاتی ہیں اُن کو یاد رکھو بے شک خدا بڑا باریک بین اور واقف کار ہے۔

ازواجِ محرمات کو جو کچھ تنبیہ ان آیات میں کی گئی ہے ان کے متعلق کچھ کھناگستاخی ہوگی۔ رسولؐ کے گھر کا معاملہ ہے۔ رسولؐ ماہیں اور ان کی ازواجِ ماہیں۔ کہا جاتا ہے کہ کسی گناہ کے متعلق تنبیہ نہ تھی بلکہ اُن کو بتایا جا رہا ہے کہ تم کو بحیثیتِ عمل تمام مسلمان عورتوں کے لیے نمونہ عمل بننا چاہیے۔ بے شک ہونا تو یہی چاہیے لیکن **كَذٰلِكَ يَتْلُوْنَ عَلَيْكَ آيَاتِ اللّٰهِ (الاحزاب) کا نزول اس خیال پر** نہیں دیتا۔

انے آیات کے بیچ میں جو اذواج عورت کے متعلق ہیں ہم کو آیت تطہیر بھی نظر آ رہی ہے۔ بہت کچھ غور کے بعد بھی یہ بات سمجھ میں نہیں آئی کہ آیت تطہیر کے اوپر اور اونچے جو آیات ہیں ان کو آیت تطہیر سے کیا نسبت ہے اقلہ آخر تنبیہ اور بیچ میں ان کی انتہائی نفیست کا اظہار ایک بے حوث بات ہے۔ آیت تطہیر کے اوپر بیٹنے افعال آئیں وہ سب جمع مؤنث کے معنی ہیں جیسے: **إِنِ اتَّقَىٰ ذُنُوبَهُ فَلَا تَنفَعُ مَنَّهُ**۔ **فَلَا تَنفَعُ مَنَّهُ**۔ **فَلَا تَنفَعُ مَنَّهُ**۔ **فَلَا تَنفَعُ مَنَّهُ**۔ **فَلَا تَنفَعُ مَنَّهُ**۔ اس کے بعد ایک جمع مذکر حاضر کی ضمیریں استعمال ہونے لگیں **عَلَيْكُمْ**۔ **عَلَيْكُمْ**۔ **عَلَيْكُمْ**۔ پھر جمع مؤنث کے فعل آنے لگے **وَأَذْكُرَنَّ**۔ **وَأَذْكُرَنَّ**۔ **وَأَذْكُرَنَّ**۔

اگر آپ تعلیم پر اس ازواجِ رسولؐ شامل ہوتیں تو بجائے مذکر کے اس آیت میں بھی جمع مؤنث حاضر کا ضمیر لہو تہیں۔ ایسی جے دلیل تو فصیح و بلیغ انسان کے کلام میں بھی نہیں پائی جاتی، چرچا کیجیے کتب العلم کے کلام۔ سیاق و سباق سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ آیت تعلیم کا لکھنا کہیں اور کا ہے۔ جو یہاں جامع قرآن کے مصلحتاً لاکر رکھا ہے۔ اس آیت کا مصداق تو وہ گروہ ہونا چاہیے جس میں اکثریت مردوں کی ہو۔ چنانچہ جن کی شان میں یہ آیت ہے ان میں چار مرد ہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، حضرت علی علیہ السلام، امام حسن اور امام حسینؑ اور ایک عورت بھی یعنی حضرت فاطمہؑ۔ پس بقاعدہ تعلیم یعنی مردوں کی تعداد زیادہ ہونے کی وجہ سے ضمیر جمع مذکر حاضر علم و بیطہر کلمہ میں لائی گئی۔

آیت تشبیہ کا مفہوم بتانا ہے کہ ان حضرات کو خدا نے ہر قسم کے عیب کے خواہ جسم سے متعلق ہو یا نفس و روح سے پوری طرح پاک کر دیا ہے۔ چنانچہ ان حضرات کے سوانح حیات کو پڑھنے والا ان میں شرم بھر مہیب بھی تلاش نہیں کر سکتا۔ ان کے سوا اور کسی نے معصوم ہونے کا دعویٰ نہیں کیا۔

اہل بیت کے لفظ سے یہ دھوکا ہوتا ہے کہ اس میں ازواج بھی شامل ہیں۔ لیکن واقعات بتاتے ہیں، کہ رسول نے خود اس شرک کا ازالہ فرمادیا ہے۔

بالا لفاق تمام مغربی نے لکھا ہے کہ آیت تطہیر خاندانہ اس کے میں نازل ہوئی۔ اس وقت جبکہ پیغمبر علیہ السلام ایک چادر میں مچھ گئے۔ مبارک سے پہلے۔ اور حضرت نے فرمایا تھا اللہم طہّرہ طہّرہ طہّرہ (خاندانہ پر میرے لاکھیت ہیں) غلام اس نے چادر کا ایک کونہ اٹھا کر اندر داخل ہونا چاہا۔ مگر حضور نے اُن کو یہ کہہ کر واپس سے

روک دیا آخرتِ الٰہی (تم بیکر پر ہو)۔ سحر اس معنی میں شامل نہیں ہو سکتیں۔ پس اگر ازدواج کا شمول ہوتا تو ایک نیکہ بی بی اس چادرِ تعلیم میں کیوں نہ داخل کر لی جاتی معلوم ہوا کہ اہل بیت کی کوئی صفت نیکہ سے بالآخر تعلق یعنی یہ سب منصوم تھے۔ ازدواج میں کسی کی عصمت کا کوئی کبھی نہیں گیا گیا۔

دوسرا عمل رسولؐ یہ تھا کہ اس آید تلبیہ کے نزول کے چند ماہ بعد تک جب نماز میں کھڑے ہو کر تشریف لے جاتے تو حضرت علیؓ وفاطمہؓ کے ہوا و زہر پر دست تکبیر کرتے، اَللّٰهُمَّ عَلَيْنَاکُمُ یَا اَهْلَ الْبَيْتِ - اَلصَّلٰوَةُ الْعَلَوَةُ - (تفسیر درمثور جلد ۵)۔

تیسرا عمل رسولؐ یہ تھا کہ جب مباہلہ کے لیے تشریف لے چلے تو آپؐ کے ساتھ سوائے حضرت علیؑ علیہ السلام و حضرت فاطمہؑ اور حضرت امام حسنؑ و حضرت امام حسینؑ، ازواج میں سے کوئی نہ تھا۔ معلوم ہوا، اہلبیت صرف یہی تھے۔ رسولؐ میں دو جنبہ تھے۔ ایک جنبہ بغیر تھا دوسرے جنبہ رسالت تھا۔ بلحاظ بشریت آپؐ کے اہلبیت اور تھے جن میں ازواج شامل ہیں۔ دوسرے بلحاظ رسالت آپؐ کے اہلبیت اور تھے اور یہی تھے جن کو اپنی رسالت کی تصدیق کرانے کے لیے مباہلہ میں لے کر چلے گئے۔ کیا وجہ تھی کہ عورتوں میں سوائے حضرت فاطمہؑ کے اور کسی عورت کو ساتھ نہ لیا۔ اس کی کوئی وجہ نہ بتائی نہیں جاسکتی سوائے اس کے کہ اہل کے چہرہ پر یہ افکار رسالت چمک رہے تھے۔ پس معلوم ہوا کہ انہی نے محمدؐ اور ان کے بھائی اور ان کے بیٹے رسالت اور ہیں۔ نساء محمدؐ اور ہیں نساء رسالت اور ہیں۔ نفس محمدؐ اور ہے نفس رسالت اور ہے۔

الہییت رسول کے فضائل میں بتنی آیات نازل ہوئی ہیں ان سب کو کوئی مذکورہ کوئی من گھڑت تاویل کر کے اس کی فضیلت سے ہٹانے کی کوشش کی گئی ہے مگر ایسا یہاں بھی کوئی تاویل بن نہیں پڑی کہ جو اس میں علی صورت شامل تھی۔ علمائے اسلام میں امام احمد سبیل، ابن مردودہ، قلعی، اوسیلوی وغیرہ نے تقریباً تیس حدیثیں اس مضمون کی تحریر فرمائی ہیں کہ جب آنحضرت اتم سلسلہ کے گھر میں آئے اور حضرت علی و فاطمہ اور حسن و حسین کو بچہ کو اپنے پاس بٹھایا اور پھر اپنے سمیت سب کو ایک چادر اوڑھادی اور دعا کی، خداوند یا میرے الہییت ہیں ان کو میری برائی سے دور رکھ اور ہر طرح پاک و پاکیزہ رکھ۔ یہ سن کر اتم سلسلہ نے بھی داخل ہونا چاہا تا تو روک دی گئیں اور حکم ہوا اتم الہییت میں نہیں ہو۔ لہذا رواج میں ہو۔ اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔ اس کے بعد تینوں ہر نماز کے وقت جب آنحضرت حضرت علی کے مکان کے پاس آتے تو چوکھٹ کو تھام کر فرماتے، اَللّٰهُمَّ عَلٰی کُمْ یَا اَهْلَ الْبَيْتِ۔ (تفسیر روشناسیوطی جلد ۵، مطبوعہ مصر)۔

زید بن ارقم کا قول ہے کہ انواجِ اہلبیت نہیں۔ کیونکہ آج ہیں کل ان کو سلطان ہو گئی، اگر ہوں گئیں بلکہ وہ لوگ مراد ہیں جن پر اللہ نے صدقہ حرام کیا ہے۔

حضرت رسول خدا نے حدیث نقلیں ہیں قرآن کے ساتھ اہل بیت کو کیا ہے اور اس سے پہلے حضرت زین کا لفظ بھی فرمایا ہے جس کے معنی ایک واحد کی اولاد کے ہیں۔ پس ازواجِ خاندان سے نہیں تھیں۔ دوسرے قرآن

جب تک باقی ہے اہلیت میں سے کسی ایک کا اس کے ساتھ رہنا نہیں باقی رہنا ضروری ہے۔ اس لیے ازواج اہلیت میں داخل نہیں کیونکہ وہ تو پہلی صدی ہجری ہی میں وصال فرما گئیں تھیں۔

إِنَّ الْمُسْلِمِينَ وَالْمُسْلِمَاتِ وَالْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَالْقَنِيتِينَ
وَالْقَنِيتِ وَالصَّادِقِينَ وَالصَّادِقَاتِ وَالصَّابِرِينَ وَالصَّابِرَاتِ
وَالْخَاشِعِينَ وَالْخَاشِعَاتِ وَالْمُتَصَدِّقِينَ وَالْمُتَصَدِّقَاتِ وَالصَّالِمِينَ
وَالصَّالِمَاتِ وَالْحَفِظِينَ فُرُوجَهُمْ وَالْحَافِظَاتِ وَالذَّاكِرِينَ اللَّهَ
كَثِيرًا وَالذَّاكِرَاتِ أَعَدَّ اللَّهُ لَهُمْ مَغْفِرَةً وَأَجْرًا عَظِيمًا ۝۳۵

بے شک مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں اور ایماندار مرد اور ایماندار عورتیں فرما کر مرد اور عورتیں عورتیں راست باز مرد اور راست باز عورتیں چہرہ کرنے والے مرد اور صبر کرنے والی عورتیں، فروتنی کرنے والے مرد اور فروتنی کرنے والی عورتیں، خیرات کرنے والے مرد اور خیرات کرنے والی عورتیں، روزہ رکھنے والے مرد اور روزہ رکھنے والی عورتیں، شہر گاہوں کی حفاظت کرنے والے مرد اور حفاظت کرنے والی عورتیں، خدا کو بکثرت یاد کرنے والے مرد اور بکثرت یاد کرنے والی عورتیں۔ بے شک خدا نے ان سب کے لیے مغفرت اور بڑا اجر عظیم رکھا ہے۔

تمام مومنین اور مومنات کو ان کے اعمال خیر کی طرف توجہ دلائی جا رہی ہے اور یہ بتایا جا رہا ہے کہ جو لوگ اللہ پر ایمان لائے ہیں ان کو صرف کلمہ طیبہ زبان پر جاری کرنے پر اکتفا نہ کرنی چاہیے۔ چاہے مرد ہو یا عورت، بلکہ وہ نظامِ حیات اختیار کرنا چاہیے جو اسلام کا طرہ امتیاز ہے۔ سلام نام ہے زندگی بھر عمل یک کرنے کا۔ روز قیامت اللہ ایسے لوگوں کو بہت بڑا اجر دے گا اور ایک ایک نیک کار کو اس کا ثواب دے گا۔

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَلَا مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَمْرًا أَنْ

يَكُونُوا لَهُمْ خَيْرٌ مِنْ أَمْرِهُمْ وَمَنْ يَعْصِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ
فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا مُبِينًا ۝۳۶ وَإِذْ تَقُولُ لِلَّذِي أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِ
وَأَنْعَمْتَ عَلَيْهِ أَمْسِكْ عَلَيْكَ زَوْجَكَ وَاتَّقِ اللَّهَ وَتُخْفِي فِي
نَفْسِكَ مَا اللَّهُ مُبْدِيهِ وَتَخْشَى النَّاسَ وَاللَّهُ أَحَقُّ أَنْ تَخْشَاهُ
فَلَمَّا قَضَىٰ زَيْدٌ مِنْهَا وَطَرًا زَوَّجْنَاكَهَا لِكَيْ لَا يَكُونَ عَلَى
الْمُؤْمِنِينَ حَرَجٌ فِي أَزْوَاجِ أَدْعِيَائِهِمْ إِذَا قَضَوْا مِنْهُنَّ وَ
طَرًا وَكَانَ أَمْرُ اللَّهِ مَفْعُولًا ۝۳۷ مَا كَانَ عَلَى النَّبِيِّ مِنْ حَرَجٍ
فِيمَا فَرَضَ اللَّهُ لَهُ سُنَّةَ اللَّهِ فِي الَّذِينَ خَلَوْا مِنْ قَبْلُ
وَكَانَ أَمْرُ اللَّهِ قَدَرًا مَقْدُورًا ۝۳۸

نہ کسی ایماندار کو یہ مناسب ہے نہ کسی ایماندار عورت کو کہ جب خدا اور اس کے رسول کسی امر کا حکم دیں تو ان کو اس کام کے کرنے یا نہ کرنے کا اختیار ہو۔ جو کوئی اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے گا تو وہ بظہر کمال گمراہی میں مبتلا ہو گیا۔ اے رسول وہ وقت یاد کرو جب اس شخص (زید) سے کہہ رہے تھے جس پر نہ لائے بھی احسان کیا تھا اور تم نے بھی کہ اپنی بی بی (زینب) کو اپنی زوجیت میں رہنے دے اور اللہ سے ڈر، اور تم اس بات کو اپنے دل میں چھپاتے تھے جس کو خدا ظاہر کرنے والا تھا اور تم لوگوں سے ڈرتے تھے اور اللہ اس کا زیادہ حقدار تھا کہ تم اس سے ڈرو۔ پس جب یہ اپنی ضرورت پوری کر چکا (طلاق دے دی) تو ہم نے حکم دے کر (اس عورت (زینب) کا نکاح تم

سے کر دیا تاکہ تمام مومنوں کو اپنے لے پاگوں سے نکاح کرنے میں جب اپنا مطلب ان عورتوں سے پورا کر چکیں (علاقہ سے) کسی طرح تنگی نہ رہے اور خدائی حکم کو کیا کر لیا گیا (قطعی) ہوتا ہے۔ جو حکم خدا نے پیغمبر پر فرض کر دیا اُس کے کئے میں اُس کے لیے کوئی حرج نہیں۔ جو لوگ پہلے منحرف تھے ہیں اُن کے بارے میں بھی خدا کا یہی حکم تھا (کہ نکاح میں تنگی نہ کی) اور خدا کا حکم تو خشک انداز سے کیا جتنا ہوتا ہے۔

رازمجاہلیت میں عرب قوم کے اندر کچھ ایسی رسوم باقی تھیں جن کو اسلام نے جاری نہیں رکھا۔ جو لوگ مسلمان ہو گئے تھے وہ اُن رسوم کو جاری رکھنے پر مشرعتھے اور کسی طرح چھوڑنا نہیں چاہتے تھے۔ درودت اس کی روک تھام میں حضور کو مسلمانوں کی مخالفت کا خوف رہتا تھا۔ لہذا پہلی آیت میں یہ حکم نافذ کیا گیا کہ جب کسی معاملہ کا فیصلہ خدا و رسول کر دیں تو پھر کسی مومن و مومنہ کو اس کا اختیار نہیں ہوگا کہ وہ اپنے معاملہ کو اپنی مرضی کے موافق انجام دے۔ جو لوگ انفراتی کریں گے تو وہ چھٹی گمراہی میں مبتلا ہوں گے۔ اس حکم نے حکم کھلا مخالفت سے علاوہ تو روک دیا لیکن جو لوگ منافق تھے وہ درپردہ معذرتی کرتے رہتے۔

اگلی آیت کے متعلق واقعہ یہ ہے کہ زید بن حارثہ بن شریحہ بکلی کے بیٹے تھے اور ان کی ماں بنی کے کی شاخ بنی تھی جسے قلعہ بقی تھیں۔ ایک قبائلی جنگ میں زید جھگڑا میں اس وقت آٹھ برس کا تھا قید ہو گئے اور پھر بازار عکا کا کے میدان میں فروخت کر دیئے گئے۔ حکیم بن غرام نے جو حضرت خدیجہ الکبریٰ کے چھوٹے بیٹے تھے ان کو لاکر جناب خدیجہ کی خدمت میں بطور تحفہ پیش کر دیا۔ جناب خدیجہ نے زید کو آپ کی نذر کر دیا۔ آپ نے بیٹے کی طرح زید کو بڑی محبت و محبت سے پالا یہاں تک کہ لوگ زید کو زید بن محمد کہنے لگے۔ اس وقت عرب میں یہ رسم رائج تھی کہ جس کسی کو لے پا لکھ بنالیا جاتا تھا اس کو اپنی نسبت کے تمام حقوق حاصل ہو جاتے تھے یعنی وہ ترکہ کے وارثوں میں شامل ہو جاتا تھا اور مرے کے بعد باطلاق کے بعد اُس کی بی بی اُس شخص پر حرام ہو جاتی تھی جس کا وہ لے پا لکھ لیا تھا۔ مسلمان ہونے کے بعد یہی وہ لوگ اس رسم پر شدت سے قائم تھے۔

جب زید بالغ ہوئے اور ان کے ماں باپ کو غریبی کو ان کا بیٹا آنحضرت کے پاس ہے تو زید کا باپ اور چچا حضور کی خدمت میں آکر کہنے لگے کہ ہمارا بیٹا زید آپ کے پاس ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ اس کا معاوضہ جو کچھ آپ تجویز فرمائیں وہ ادا کر کے زید کو حاصل کر لیں۔ آپ نے فرمایا میں زید کو لانا ہوں، اگر وہ تمہارا ساتھ جالے برا بھی ہو تو میں بخوشی یہ کسی معاوضہ کے ساتھ ساتھ جانے کی اجازت دے دوں گا۔ چنانچہ زید بلائے گئے۔ حضور نے اُن کی رائے معلوم کی۔ انہوں نے کہا میں یہ صورت میں بھی آپ کے قدموں سے جلا ہونا پسند نہیں کرتا۔ اُن کے باپ نے کہا مجھے تعجب ہے کہ گوا اپنے باپ اور اپنے خاندان کو چھوڑ کر ایک شخص غیر کے پاس رہنا چاہتا ہے۔ انہوں نے کہا، ہاں! جن کے پاس میں رہنا چاہتا ہوں وہ لوح انسان کی بہترین فرد ہیں۔ انہوں نے اخلاقی حسنہ کی پس طرح مجھے تعلیم دی ہے

اور جس شفقت سے مجھے رکھا ہے کسی دوسرے سے ایسا کرنے کی مجھے امید نہیں۔ آخر زید کا باپ یوسر ہو کر چلا گیا اور آپ نے زید کو آزاد کر دیا اور ایک بھر سے طے میں آپ نے زید کی آزادی کا اعلان کر دیا۔ چنانچہ زید کا قلعہ اس خاندان کو مل گیا جسے قطع ہو گیا تھا لہذا حضور نے ہاں کہہ کر اس کی شادی کر دیں تاکہ وہ بغیر اعتدالی زندگی بسر کر سکے۔

اب سوال یہ تھا کہ زید کی شادی کہاں ہو؟ عرب غلام کو اپنی بیٹی دنیا اپنی انتہائی ذلت سمجھتے تھے اور کسی کمزیر شادی کو برا سمجھتے زید کی ایک شخصی اور آپ کو چھوڑ دینے کی قرانی پر نظر رکھتے ہوئے پسند نہیں فرماتے تھے۔ لہذا آپ نے ہاں کہہ کر اپنی چھوٹی بیٹی کی لڑکی زینب بنت جحش سے زید کی شادی کر دیں۔ اس سے حضرت کا خاص مقصد یہ تھا کہ عرب کی اس رسم کو توڑ دیا جائے کہ لے پا لکھ مثل صلیبی فرزند ہوتا ہے اور زید کا مقام بلند ہو جائے اور اپنے خاندان کو چھوڑ دینے سے جو دل شکنی اس کی ہوتی ہے اس کی تلافی ہو جائے۔ نیز یہ رسم توڑ دی جائے کہ غلام کو بیٹی دنیا خاندان کے لیے بنانی کا باعث ہوتا ہے۔

مگر حقیقت یہ تھی کہ زینب اور ان کے قریبی رشتہ دار اس شریک کی طرح راضی نہ تھے اور کہتے تھے کہ ہم عالی نسب ہیں ہماری لڑکی ایک غلام سے نہیں بیاہی جاسکتی۔ لیکن جب یہ آیت نازل ہوئی تو اللہ و رسول جو فیصلہ فرمادیں کسی مومن و مومنہ کو اس کے خلاف کرنے کی اجازت نہیں ہوگی۔ ورنہ درودت انفراتی وہ سخت گمراہی میں مبتلا ہو جائیں گے۔ تب وہ راضی ہو گئے اور حضرت زید کا عقد زینب سے ساتھ پڑھا دیا گیا۔

زینب نے حضور کے حکم کے مطابق زید کو اپنا شوہر بنانا گوارا کر لیا مگر کسی وجہ سے زید کے ساتھ ان کے تعلقات خوشگوار نہ رہے۔ اول تو یہ کہ زینب معدومہ جو عیسٰی تھیں اور زید معمولی شکل و صورت کے تھے۔ دوسرے قریش کی عورتیں ہر جمع میں طعنہ زنی کرتی تھیں اور کہتی تھیں حضرت نے تمہاری اہر و خاک میں ملا دی۔ تیسرے زید اور ان کے مزاج میں بھی فرق تھا جس کی شکایت اکثر اوقات وہ رسول سے کیا کرتی تھیں۔ عرض ان وجوہ کی بنا پر زید نے ان کو طلاق دے دی۔

اب زینب کی دوسری شادی کا معاملہ بہت زیادہ سخت ہو گیا۔ اول تو وہ ایک غلام کی مطلقہ تھیں۔ کوئی اچھے خاندان والا ان سے رشتہ کرنے پر آمادہ نہ ہوتا تھا۔ دوسرے وہ زید کے رشتہ سے بہت دل شکستہ ہو چکی تھیں۔ تیسرے حضور اس کمزور کا انسداد چاہتے تھے کہ لے پا لکھ مثل صلیبی فرزند ہوتا ہے، علاقہ کے بعد لے پا لکھ جانے والا اس کی بی بی سے نکاح نہیں کر سکتا۔ ان تمام باتوں پر نظر رکھ کر آپ نے زینب کو اپنی زوجیت میں لے لیا۔ اس سے دو فائدے ہوئے، ایک تو یہ کہ زینب کی دل شکنی معدوم ہوئی اور عورتوں میں ہونے والا گمراہی کا گمراہی تھا اس کی تلافی ہو گئی۔ دوسرے ایک رسم بد کا خاتمہ ہو گیا۔

نافقوں اور یہودیوں نے اس کو خوب اچھالا اور حضرت پر عوب طعنہ زنی کی۔ جس سے حضور کو یہ خوف پیدا ہوا کہ کچھ لوگ دائرہ اسلام سے خارج نہ ہو جائیں۔ خدائے اس کے متعلق رسول کو تسلی دی کہ تم لوگوں سے کیوں ڈرتے ہو۔ خدا تو خدا سے چاہتے ہو کہ اُن دشمنان دیں سے جو خدا کی مصلحتوں کو نہیں سمجھتے۔ جو طریقہ خدا راجح کو ماننا ہوتا ہے رسول کا

فرز ہے کہ اس کو پوتا کرے۔

انہی آیات نے چند مسائل پر روشنی ڈالی ہے:

- ۱۔ مسلمان مسلمان کا کفر ہے۔ مولا و آزاد۔ آقا و غلام سب برابر ہیں۔ حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے رشتہ کی ایک لڑکی کا عقد زید سے کر کے یہ ثابت کر دیا۔
- ۲۔ لے پاگ مسرزند صلیبی فرزند کی طرح نہیں ہوتا۔ میراث میں اس کا کوئی حصہ نہیں۔
- ۳۔ لے پاگ کی مطلقہ بی بی سے اس کا نہ بولا باپ عقد کر سکتا ہے۔
- ۴۔ غلام سے عقد کے بعد کسی عورت کی عائداتی پولیس میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔
- ۵۔ کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کا خیال کیے بغیر ہر امر حق ہو اس کو بھالانا چاہیے اور طعنہ زلوں کی طعنہ زنی سے خوف نہ کرنا چاہیے۔

۶۔ عیسائیوں آریوں اور یہودیوں نے اس سلسلہ میں بہت کچھ حضرت کو مورد الزام قرار دینے کی مذموم کوشش کی ہے انہوں نے یہ پروپیگنڈا کیا کہ چونکہ حضرت زینبؓ نہایت حسین تھیں اس لیے حضرت اُن سے عقد کرنا چاہتے تھے۔ اور عیسائیوں نے تو یہ بے پری کی آرائی محض کر کے ایک دینی زینبؓ کو نہاتے ہوئے دیکھ لیا وہ بس اس روز سے اُن پر عاشق ہو گئے۔ چاہتے تھے کہ جب زید طلاق سے لے تو میں زینب سے شادی کر لوں۔ جب زید نے طلاق دینے کا ارادہ کیا تو بظاہر آپؐ نے منع کیا لیکن حقیقتاً آپؐ یہی چاہتے تھے چنانچہ آپؐ کا یہ حصہ شخص نے فی کفیلک مالا اللہ متبذنیہ اس کا موید ہے یعنی آپؐ عقد کرنے کا خیال چھپاتے ہوئے تھے اللہ نے اسے ظاہر کر دیا۔ (استعظاظہ نقل کفر، کفر نہ باشد)۔ رسولؐ کی بشریت کو اپنی بشریت جیسا سمجھنا ضعف عقل و بعیرت ہے۔

۷۔ ایسے اعتراضات محض برہنہ ثلثہ تعصب استحضرت کی عداوت میں کیے جاتے ہیں۔ ان دشمنان عقل سے کوئی یہ گوجھے کہ زینبؓ کوئی غیر تھیں جنہیں بھی دیکھا نہ تھا۔ اپنے غمناکان کی لڑکی تھیں بار بار دیکھا ہوگا۔ اگر آپؐ چاہتے تو ان سے پہلے ہی شادی کر سکتے تھے۔ جس عورت پر کسی کا دل ریکھا ہوگا وہ کیسے گمراہ کرے گا کہ اس کی شادی کسی دوسرے سے کر لے۔ راد دل میں چھپانے کا معاملہ تو خدا نے زید کے طلاق دینے کے بعد آپؐ کو حکم دیا تھا کہ زینبؓ سے شادی کر لو۔ مگر آپؐ اس حکم کو دل میں اس لیے چھپاتے ہوئے تھے کہ منافقوں اور دشمنان اسلام کے سطون کر کے کا اندیشہ تھا۔ کیونکہ لے پاگ کی مطلقہ بی بی سے عقد کرنا خلافِ رحم تھا۔ پس خدا نے ظاہر کر دیا اور اپنے حکم کی تعمیل کا حکم دے دیا۔ اور فرما دیا کہ سوائے خدا کے کسی سے نہ ڈرو اور جو امر حق ہے اسے ظاہر کرتے رہو۔

الَّذِينَ يَلْعَنُونَ رِسَالَاتِ اللَّهِ وَيَخْشَوْنَهَا وَلَا يَخْشَوْنَ أَحَدًا إِلَّا اللَّهَ

وَكُفِيَ بِاللَّهِ حَسِيبًا ۝۳۹ مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ وَلَا لَكِن رَّسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ ۚ وَكَانَ اللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا ۝۴۰

جو لوگ خدا کے احکام لوگوں تک پہنچاتے تھے وہ خدا سے ڈرتے تھے اور اس کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے تھے (پھر تم کیوں ڈرتے ہو) اور اللہ حساب کے لیے کافی ہے۔ محمدؐ تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں بلکہ اللہ کے رسول ہیں اور رسولوں کی فہرہیں ان پر نبوت ختم ہوئی ہے (اور خدا تو ہر شے سے خوب واقف ہے۔

عرب کا یہ دستور تھا کہ جب ان کی مرقہ رسوم کے خلاف کوئی عمل ہوتا تھا تو وہ بڑی سختی سے اس کا مواخذہ کرتے تھے، اسے سطون کرتے تھے۔ اس کا بایکٹ کرتے تھے۔ بعض اوقات اس کو اپنے قبیلہ سے خارج کر دیتے تھے۔ لہذا جب حضورؐ نے اپنے لے پاگ زید کی مطلقہ بی بی سے عقد کیا اور لوگوں نے اس کے خلاف شور مچا، تو حضرت اس بات سے ڈرے کہ ان لوگوں کے غلط پروپیگنڈے کا سلاسل پر جو بھی بہت تھوڑی تعداد میں ہیں، بڑا اثر پڑے گا تو خدا اُن کی تسلی کے لیے فرماتے ہیں کہ تم ان سے ڈرو نہیں (یہ امر اللہ کی سنت ہے اُن لوگوں کیلئے) جو اللہ کے پناہات پہنچاتے ہیں اور اس سے ڈرتے ہیں اور اللہ کے سوا اور کسی سے نہیں ڈرتے اور محاسبہ کرنے والا تو اللہ ہے۔ جب کسی زیمہ کا انداد منظور ہوتا ہے تو انبیاء اس کی ابتدا اپنے گھر سے ہی کرتے ہیں لوگ زید کو ابی محمدؐ کہہ کر پکارتے تھے۔ لہذا خدا نے اس کی روک تھام کے لیے فرمایا کہ ہمارے رسولؐ بھی ات میں سے کسی کے باپ نہیں اور تم زید کو ابی رسولؐ کہہ کر پکادو۔ وہ تو حسن و حسین کے باپ ہیں۔ حضرت رسولؐ خدا نے فرمایا ہے اِنَّ اللَّهَ جَعَلَ ذُرِّيَّتَهُ خَلْقًا مُّطَهَّرًا وَجَعَلَ ذُرِّيَّتِي فِي مِصْرَ عِصْيٰى اِنِّىْ اَتْلُبُ (اللہ نے میری جی کی اولاد اُس کے صلب میں قرار دی ہے اور میری اولاد صلب علی سے ہے) "ارجع المطالب" آیت اُبتکما کا علی نقیہ میں اپنے نام سے اور امین کو ساتھ لے جا کر ثابت کیا کہ میرے بیٹے یہ ہیں۔ اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اُخت میں کسی کوئی نسبی تعلق رسولؐ سے نہیں سوائے حسینؑ علیہا السلام کے۔ یہی کسی نہ لطیف بات ہے کہ حضرت ابراہیمؑ کی دونوں شاخوں میں جو آخری آدمی ہوئے ہیں اُن کا نسبی سلسلہ عورت سے نکلا گیا ہے۔ حضرت اسماعیلؑ کے سلسلہ کی آخری لڑکی حضرت عیسیٰؑ بھی جو ذریت ابراہیمؑ ہیں ماں کی طرف سے شامل ہوئے یعنی آخری محبت حضرت مریمؑ کے بیٹے ہوئے۔ اس طرح اسماعیلی سلسلہ کے آخری آدمی حضرت فاطمہؑ کی اولاد میں حضرت امام مہدیؑ علیہ السلام ہوئے۔

یہاں ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ بیان تو اس بات کا ہوتا تھا کہ محمدؐ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمہارے مردوں کیلئے

کسی کے باپ نہیں۔ اس کے بعد لیکن دُشمنی اللہ و خاتم النبیین کا کیا تعلق ہے۔ بات یہ ہے کہ دوسروں کا خاتم کیا جا رہا ہے اور لوگ مخالفت ہیں۔ ان سے کہا جا رہا ہے کہ ہم خدا پر مخلص نہیں بننا رہا ہے۔ وہ معمولی آدمی نہیں اٹھ کر اُصول ہے۔ اور جو کچھ وہ خاتم انبیاء ہے۔ اس کے بعد کوئی نبی آنے والا نہیں کہلدا وہ اپنے سامنے تمام جہلانہ رسول کو ختم کر کے ہائے گستاخ بد میں کسی نبی کے آنے کی ضرورت ہی نہ رہے۔ چنانچہ حضور نے اپنے عہد میں عرب کی تمام جاہلانہ رسول کا خاتمہ کر دیا۔

نام نہاد مسلمانوں کا ایک گروہ بجائے خاتم النبیین کے خاتم النبیین پڑھتا ہے جس کے معنی ہوتے آپ نبیوں کے ختم کرنے والے ہیں۔ حالانکہ یہ صفت خدا کی ہے خدا ختم کرنے والا ہے نہ کہ نبی آخر الزمان۔ آپ تو خاتم ہیں یعنی وہ ذات جن پر نبوت ختم کی گئی ہے۔ یعنی ماتم۔

حضور کی حدیث جو تمام علمائے اسلام نے لکھی ہے کہ آپ نے حضرت علی سے فرمایا یَا عَلٰی اَنْتَ وَتَنی بِمَنْزِلَةِ هٰذِهِ مَنْ قَوْمِیْ اِلَّا اَنْتَ لَا یَسْبِقُ بَعْدَیْ (اے علی تمہاری منزلت میرے نزدیک وہی ہے جو اہل ان کی منزلت رسول کے نزدیک تھی مگر یہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا)۔

اب ایک اور طریقہ سے سمجھئے۔ تمام انبیاء احکام اخلاقی کی تعلیم کے لیے بھیجے گئے تھے کہ معاشرہ کے میں نظام کا تعلق اور دینی و دنیوی مناسبات کا انحصار اسی تعلیم پر ہے۔ حضور نے فرمایا ہے اِنِّیْ فِیْکُمْ مَّکْرَمٌ اَخْلَاقَ (میں اس لیے بھیجا گیا ہوں کہ احکام اخلاقی کو مکمل کروں)۔ معلوم ہوا کہ نبوت انبیاء کی یہ غرض ہے۔ نبوت رسول سے پہلے تک یہ تعلیم پوری ہوئی تھی۔ اس کی تکمیل کے لیے حضور کو بھیجا گیا۔ جب حضور نے اس کو مکمل کر دیا تو رسالت کے آخری دور میں آیہ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ کی سند حاصل ہوئی جب دین کامل ہو گیا تو پھر اور کسی نبی کے آنے کی ضرورت کیا باقی رہی بشریت محمدی میں چھوٹی چھوٹی چیز کا بھی ذکر کر دیا گیا ہے۔ رفتار گفتار کھالے پیٹے کے اور اٹھنے بیٹھنے کے طریقے۔ مسواک کر کے کا طریقہ، پاخانہ میں جانے اور بالوں میں لٹکھنی کر کے کے آداب جب بتا دیئے گئے تو اب کیا چیز باقی رہ گئی جس کے بیان کرنے کے لیے کسی نبی کو بھیجا جائے۔ ظاہر یا۔ نبی اسلام کی کوئی اصطلاح نہیں بنی ظلال اللہ میں خدا کا سایہ ہوتا ہے۔ پھر سایہ کا سایہ کیسی؟ نبی نے اپنے بعد اپنی شریعت کی تبلیغ اور دین الہی کی ترویج کے لیے اپنے خاتم مقام بارہ مقرر کر دیئے ہیں جو سب معصوم ہوتے۔ ان کے ہوتے کسی مرزا یا پیغمبر کی تعلیم کی کوئی ضرورت باقی نہیں رہتی۔ ایک جماعتی نظام کو الہی نظام سے کیا تعلق؟

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ذَكِّرُوْا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيْرًا ۝۷۱ وَسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاٰصِيْلًا ۝۷۲ ۝۷۳ هُوَ الَّذِیْ یُصَلِّیْ عَلَیْکُمْ وَمَلَائِکَتُهٗ لَیْخُرُجْنَ مِّنْ

الظُّلُمٰتِ اِلَی التُّوْرِ وَكَانَ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَحِيْمًا ۝۷۴ تَحِيَّتُهُمْ یَوْمَ یَلْقَوْنَهٗ سَلَامٌ وَّاَعَدَّ لَهُمْ اَجْرًا کَرِيْمًا ۝۷۵ یٰۤاَيُّهَا النَّبِیُّ اِنَّا اَرْسَلْنَاکَ شَٰهَدًا وَّمُبَشِّرًا وَنَذِيْرًا ۝۷۶ وَدَاعِیَا اِلَی اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِیْرًا ۝۷۷ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِیْنَ بِاَنَّ لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ فَضْلًا کَبِيْرًا ۝۷۸ وَلَا تَطْغٰی الْکٰفِرِیْنَ وَالْمُنٰفِقِیْنَ وَدَعِ اٰذِیْهُمْ وَتَوَّکَّلْ عَلَی اللّٰهِ وَکَفَّ بِاللّٰهِ وَکِیْلًا ۝۷۹

اے ایمان والو! اللہ کا بہت زیادہ ذکر کیا کرو اور صبح و شام اس کی تسبیح کیا کرو۔ وہ وہ ہے جو تم پر اپنی رحمت بھیجتا ہے اور اس کے ملائکہ بھی تاکر تمہیں تاریکی سے نکال کر نور کی طرف لے جائے اور وہ ایمان داروں پر بڑا مہربان ہے جس دن اُس کے حضور میں حاضر ہوں گے اُس دن ان کی مدارات اس کی طرف سے ہر قسم کی سلامتی ہوگی اور خدا نے ان کے لیے بہت اچھا بدلہ (جنت میں) تیار کر رکھا ہے۔ اے نبی ہم نے تم کو گواہی دینے والا، خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا اور خدا کی طرف اُسی کے حکم سے بلانے والا اور روشن چراغ بنا کر بھیجا ہے۔ اور (اے رسول) مومنوں کو بشارت دو کہ ان کے لیے خدا کی طرف سے بڑی مہربانی اور بخشش ہے اور کافروں اور منافقوں کی اعانت نہ کرنا اور ان کی ایذا رسانی کا خیال چھوڑ دو اور اللہ پر بھروسہ کرو اور اللہ کی حمایت تمہارے لیے کافی ہے۔

صلوٰۃ کے معنی رحمت کے ہیں۔ جب مومنین درود بھیجیں تو اس کے معنی طلب رحمت کے ہیں۔ ملائکہ کا درود مومنین کے لیے طلبِ شرف ہے اور اللہ کا درود نزول رحمت ہے۔

یٰۤاَيُّهَا النَّبِیُّ۔ یہاں رسالت پر نبوت کو مقدم کر کے خطاب کیا ہے۔ سب سے پہلا جو عہدہ انحضرت کو

بارگاہِ ایزدی سے عطا ہوا تھا وہ عہدہ نبوت تھا۔ جیسا کہ حضور نے فرمایا ہے کُنْتُ نَبِيًّا وَادَمُ بَيْنَ الْمَآوِ وَالطَّبَنِي (میں اس وقت بھی نبی تھا جب آدم اب وگل میں تھے۔

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّ آيَةَ حُضُورِ سِرِّكَ وَدَوِّعَالَمِ كِي شَانِ فِي اِيك بيهت بڑا قصيدہ ہے۔ اب اس کے الفاظ پر غور كجئے۔

إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ - نبوت رسالت سے پہلے ہوتی ہے۔ کہا جا رہا ہے کہ اے ہاے نبی کہ جس کی نبوت سے پہلے ہے ہم تم کو رسول بنا کر ان اوصاف کے ساتھ بھیجتے ہیں۔

شاهد ۱ - تم گواہ ہو ہماری ترمید کے۔ اور ہماری طرف سے لوگوں پر بھی گواہ ہو جیسا کہ سورۃ منزل میں ہے إِنَّا أَرْسَلْنَا إِلَيْكُمْ رَسُولًا شَاهِدًا عَلَيْكُمْ كَمَا أَرْسَلْنَا إِلَىٰ فِرْعَوْنَ رَسُولًا (ہم نے تمہاری طرف ایک نبی کو بھیجا جو تم پر گواہ ہو گا جیسے ہم نے فرعون کی طرف رسول بھیجا تھا)۔ یعنی تم ہماری وحدانیت کے بھی گواہ ہو اور لوگوں کے اعمال کے بھی۔

مُبَشِّرًا وَنَذِيرًا - یعنی تم ان لوگوں کو جو اعمال نیک کرنے والے ہیں بہشت کی خوشخبری دینے والے ہو اور بد اعمالوں کو ہمارے عذاب سے ڈرانے والے بھی۔

وَدَاعِيًا إِلَى اللَّهِ بِآذَانِهِ - اور خدا کے حکم سے خدا کی طرف لوگوں کو بلائے والے بھی ہو یہ رہے ان لوگوں کی ترغیب کا جو کہتے تھے کہ معاذ اللہ حضور سچے نہیں۔ حضور کی دعوتِ بعیرت کے ساتھ عقلی یعنی یوں ہی ائمہ و محدثوں کو اسلام میں داخل نہیں کرتے تھے بلکہ بعیرت کی روشنی میں مسلمان بناتے تھے جیسا کہ اس آیت سے واضح ہوتا ہے قُلْ هَذِهِ سَبِيلُ اللَّهِ لَعَلَّكُمْ تُفْهَمُونَ (۸۸) (یوسف) (۸۸) میں لوگوں کو خدا کی طرف عقل کی روشنی میں بلاتا ہوں، میں بھی اور جو میرا اتباع کریں وہ بھی)۔ اس سے یہ امر واضح ہوا کہ اسلام فطری اور عقلی دین ہے جیسا کہ حدیث میں ہے كُلُّمَا حَكَمَ بِهِ الْعَقْلُ حَكَمَ بِهِ الشُّرْعُ - یعنی جو حکم عقل ہے وہ حکم شرع ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جہاں عقل انسان کا ساتھ چھوڑ دیتی ہے شریعت بھی ساتھ چھوڑ دیتی ہے۔ چنانچہ نابالغ انسان جس کی عقل پختہ نہیں اور مومنوں سے تکلیف شرعی ساقط ہوتی ہے۔

وَسَيُجَنَّبُ عَنْهُ الْمُنَافِقُونَ - یعنی ہم نے تم کو روشن چراغ بنایا۔ تمام روشنیوں میں چراغ ہی ایک ایسی روشنی ہے جو امیر و مغرب سب کے گھر وں کو روشن کرتا ہے جو کہ حضور کی رسالت کا تلقین امیر و مغرب سب کے گھر وں میں فرمایا گیا ہے۔

اب خود كجئے ایک رسول کے لیے عقلی صفات درکار ہوتی ہیں اور اس کی عظمت و جلالت کا پتہ دیتی ہیں وہ سب ان چند الفاظ میں بیان کر دی گئیں۔ کسی نبی کی تعریف اس شان سے نہیں کی گئی۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نَكَحْتُمُ الْمُؤْمِنَاتِ ثُمَّ طَلَقْتُمُوهُنَّ مِنْ

قَبْلَ أَنْ تَمْسُوهُنَّ فَمَا لَكُمْ عَلَيْهِنَّ مِنْ عِدَةٍ تَعْتَدُ وَنَهَاءٍ فَمَتَّعُوهُنَّ وَسَرَّحُوهُنَّ سَرَاحًا جَمِيلًا ④ يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَحْلَلْنَا لَكَ أَزْوَاجَكَ الَّتِي أَتَيْتَ أَجُورَهُنَّ وَمَا مَلَكَتْ يَمِينُكَ مِمَّا أَفَاءَ اللَّهُ عَلَيْكَ وَبَنَاتِ عَمِّكَ وَبَنَاتِ عَمَّتِكَ وَبَنَاتِ خَالَكَ وَبَنَاتِ خَلَّتِكَ الَّتِي هَاجَرْنَ مَعَكَ وَامْرَأَةً مُؤْمِنَةً إِنْ وَهَبَتْ نَفْسَهَا لِلنَّبِيِّ إِنْ أَرَادَ النَّبِيُّ أَنْ يَسْتَنْكِحَهَا خَالِصَةً لَكَ مِنْ دُونِ الْمُؤْمِنِينَ ⑤ قَدْ عَلِمْنَا مَا فَرَضْنَا عَلَيْهِمْ فِي أَزْوَاجِهِمْ وَمَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ لِكَيْلَا يَكُونَ عَلَيْكَ حَرَجٌ ⑥ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَحِيمًا ⑦ لُرَجِي مِنْ تَشَاءُ مِنْهُنَّ وَتَوٰى إِلَيْكَ مِنْ تَشَاءُ ⑧ وَمِنْ ابْتِغَيْتَ مَقَنَ عَزَلْتَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكَ ⑨ ذَٰلِكَ أَذْنُ أَنْ تَقْرَأَ عَيْنُهَا وَلَا يَحْزَنَ ⑩ وَيَرْضَيْنَ بِمَا آتَيْنَهُنَّ كُلُّهُنَّ ⑪ وَاللَّهُ يَعْلَمُ مَا فِي قُلُوبِكُمْ ⑫ وَكَانَ اللَّهُ عَلِيمًا حَلِيمًا ⑬

اے ایمان والو! اگر تم مؤمنہ عورتوں سے (بغیر مہر مقرر کیے) نکاح کر لو، اس کے بعد ان کو اپنے لگانے سے پہلے طلاق دے دو تو پھر تم کو ان پر کوئی حق نہیں کہ ان سے عہد پورا کر دو۔ ان کو کچھ (کپڑے یا روپے دے کر) عزاں شائستہ سے رخصت کر دو۔ اے نبی! ہم نے تمہارے واسطے تمہاری

ان بی بیوں کو حلال کر دیا ہے جن کو تم ہرے چکے ہو اور تمہاری ان لونڈیوں کو بھی جو خدا نے (بیغریضے بھڑے) مال غنیمت میں عطا کی ہیں اور تمہارے چچا کی بیٹیاں اور تمہاری بھوپھیوں کی بیٹیاں اور تمہارے ماموں کی بیٹیاں اور تمہاری خالائوں کی بیٹیاں جو تمہارے ساتھ ہجرت کر کے آئی ہیں (حلال کر دیں) اور ہر وہ ایماندار عورت بھی (حلال کر دی) جو اپنے کو بغیر مہر نبی کو شے سے اگر نبی بھی اس سے نکاح کرنا چاہتے ہوں۔ اسے رسول یہ حکم خاص تمہارے ہی لیے ہے مومنین کے لیے نہیں اور ہم نے جو (مہر) قیمت) عام مومنین پر ان کی بی بیوں اور ان کی لونڈیوں کے بارے میں مقرر کر دیا ہے ہم خوب جانتے ہیں (اور تمہاری رعایت اس لیے ہے) کہ تم کو بی بیوں کی طرف سے کوئی نہ ہو اور خدا تو بڑا بخشنے والا مہربان ہے۔ ان میں سے جس کو جب چاہو الگ کر دو، جس کو (جب تک) چاہو رکھو اور جن عورتوں کو تم نے الگ کر دیا تھا اگر پھر ان کے خواہاں ہو تو بھی تم پر کوئی گناہ نہیں یہ (اختیار جو تم کو دیا گیا ہے) ضرور اس لیے ہے کہ تمہاری بی بیوں کی آنکھیں ٹھنڈی رہیں اور آرزو وہ خاطر نہ ہوں اور جو کچھ تم انہیں دے دو سب کی سب اس پر راضی رہیں اور جو کچھ تمہارے دلوں میں ہے خدا اسے خوب جانتا ہے اور خدا تو بڑا واقف کار بردار ہے۔

ان آیات میں نکاح کے متعلق چند مسائل بیان کیے گئے ہیں۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ اگر کوئی شخص کسی بی بی سے عقد کرے اور وہ اس کو پسند نہ آئے پس اگر خلوت سے قبل وہ اس کو طلاق دے دے تو ایسی صورت میں عادت پر عادت لازم نہیں بلکہ بعد طلاق جس سے چاہے عقد کر سکتی ہے۔ لیکن اس صورت میں لازم ہے کہ مرد اس عورت کو کچھ دیو یا بوجہ شادی کا جوڑا وغیرہ اسے دے دے اور اسے عزت و اکبر کے ساتھ رخصت کر دے اور اس کے متعلق دوسروں سے کوئی عیب اس کا بیان نہ کرے تاکہ دوسرے لوگ اس سے عقد کر سکیں۔ آگے چل کر ان عورتوں کا ذکر کیا گیا ہے جن سے نکاح کرنا حضور کے لیے ہائز تھا۔ حضور نے جناب خدا کے بعد جناب سودے سے نکاح کیا۔ قبل ہجرت حضرت عائشہؓ سے رخصتی ان کی سہیلیوں میں ہوئی سہیلیوں میں حضرت حفصہؓ سے پھر سکہ میں حضرت آمنہؓ سے نکاح کیا اور ان سب کے جہاد ا کیے۔ منافقین یہ اعتراض کرتے تھے کہ اس کی کیا وجہ ہے کہ عام مسلمانوں کو تو بیک وقت چار بی بیوں رکھنے کی اجازت ہو اور حضور کو کوئی بی بی رکھنے کی اجازت نہ دی گئی۔ چونکہ نبی کی ناسبیت امت پر فرض ہے لہذا اس بنا پر امت کے ہر فرد کو کوئی بی بی رکھنے کی اجازت ہونی چاہیے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ آنحضرت کی کچھ خصوصیات ہیں۔ امت کو ان میں کوئی دخل نہ تھا۔ ان خصوصیات کا عطا کرنے والا خدا تھا اور اسے اختیار ہے کہ اپنے بھائی کے لیے کچھ ایسے احکام مخصوص کرے جن کا تعلق اور لوگوں

سے نہ ہو مثلاً نماز تہجد حضرت پر واجب تھی امت کے لیے فعل تھی۔ صدقہ آپ پر اور آپ کے اہمیت پر لازم تھا۔ امت کے لیے ایسا نہ تھا۔ ستر بہہ آپ پر حلال تھا امت کے لیے نہ تھا۔ آپ کے وصال یا طلاق دینے کے بعد امت کے کسی فرد کے لیے حلال نہ تھا کہ آپ کی کسی بی بی سے نکاح کر سکے پس نبی کے تمام معاملات میں امت کا مساوی ہونا لازمی نہیں۔ دور احزاب میں یہ کہ حضور کو کوئی بی بی رکھنے کی اجازت کیوں دی گئی۔ اس سے معلوم ہوا کہ (نورہ باللہ) آپ کی خواہش نفسانی زیادہ تھی۔

اس کا جواب چند طریقے سے ہے:

۱۔ حضرت کی پہلی شادی حضرت خدیجہؓ سے ہوئی جبکہ آپ کی عمر ۲۵ سال تھی۔ یہ شباب کا زمانہ تھا اس وقت تک کہ ۵ سال کی عمر تک آپ نے کوئی دوسری شادی نہیں کی۔ اگر سرکارِ رسالت کو ہوس رانی مقصود ہوتی تو یہ زمانہ چند شادیاں کرنے کے لیے زیادہ موزوں تھا۔ حضرت خدیجہؓ کے بعد آپ نے حضرت سوزہؓ سے عقد کیا جو ایک کنوینٹ خاتون تھیں۔ ان کے بعد حضرت عائشہؓ سے عقد کیا۔ جو خواتین آپ کی زوجیت میں آئیں وہ سب سن رسیدہ اور بیوہ تھیں ایک عیش پرست انسان ایسی عورتوں سے عقد کرنا پسند نہیں کر سکتا۔

۲۔ آپ کے دشمن کا تعلق جس طرح مردوں سے تھا اسی طرح عورتوں سے بھی تھا اور قبائل عرب میں مختلف تہذیبیں پائی جاتی تھیں لہذا ضرورت تھی کہ مختلف قبائل کی عورتوں سے عقد کر کے ان کے ذریعہ سے اسلامی تہذیب پھیلائی جائے۔ مختلف قبائل کی عورتیں حضور کی ازواجِ محترمات سے نودۃ عمل حاصل کریں۔

۳۔ مختلف قبائل عرب کی خواتین سے رشتہ کرنے میں ایک خاص فائدہ یہ تھا کہ قبائل کی کرشمی کا سبب اب کر کے ان کا ہمدردی حاصل کی جائے۔

۴۔ مسلمانوں کو چار بی بیوں رکھنے کی اجازت اس صورت میں دی گئی ہے جبکہ وہ چاروں کے درمیان عدل و انصاف سے کام لے سکیں۔ ورنہ پھر ایک ہی کی اجازت ہے۔ لوگ چار بی بیوں کر لیتے تھے لیکن ان کے درمیان انصاف نہیں کہتے تھے اور یہ ملحد پیش کرتے تھے کہ انصاف ممکن ہی نہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عملاً دکھایا تھا کہ آدمی اگر چاہے تو چار کوئی بی بیوں کے درمیان بھی انصاف کر سکتا ہے۔

۵۔ تعداد ازواج کے ساتھ امت کو یہ سن بھی دیا گیا ہے کہ باوجود بی بیوں کی کثرت کے آپ دینی اور دنیوی امور کے انجام دینے میں کسی وقت بے خبر نہیں ہوتے۔ جہاد بھی فرماتے تھے معاشرہ کی درستی پر بھی نظر تھی مسلمانوں کی فلاح و بہبود بھی پیش نظر تھی۔ امر و نہی کی طرف توجہ دلا بھی مقصود تھا۔ آپ کی یہی وہ خصوصیات تھیں جنہوں نے لوگوں کو اسلام کی طرف اس طرح کھینچا جیسے تنہا پس سوتی کو کھینچتا ہے۔

اس کے بعد ان رشتہ داروں کی ایک فہرست بیان کی گئی ہے جن کی لڑکیوں سے عقد کرنا جائز ہے۔ یہ بی بیوں اور بی بیوں میں یہ دستور تھا کہ سات پشت تک رشتہ داری کے تعلقات مانع مقدر رہتے تھے۔ اس کے معنی یہ تھے کہ خاندان کے اندر کوئی رشتہ ہمہی نہیں سکتا تھا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان کے کسی تعلقات منقطع ہوتے تھے۔ اور کسی کو کسی سے ہمدردی باقی نہ رہی۔ اسلام نے اس کو ناپسند کیا کہ لڑکیوں کو چھوڑ کر بیویوں سے ملا جلا کر لیا جائے۔

نکاح کی ایک اور صورت بھی رسول سے مخصوص کی گئی وہ یہ کہ اگر کوئی عورت بغیر ہر کے اپنے نفس کو رسول کی زوجیت میں دینا چاہے اور رسول بھی اس سے عقد کرنا چاہے تو کر لیں۔ اس کو نکاح بہر کہتے ہیں۔ اس کا واقعہ یہ ہے:

ماہ رمضان ۳۳ھ میں تیلہ بنی اسد کی ایک عورت جس کا نام ام شریک بنت جابر تھا، نفیس بوڑھا بچہ اور ہر قسم کی فریفت سے آراستہ ہو کر جبکہ حضرت صفحہ کے گھر میں تھے آپ کے پاس آکر کھنے لگی، میں ایک کنواری عورت ہوں کسی مرد نے مجھے ہاتھ نہیں لگایا اگر آپ مجھے تبویٰ فرمائیں تو میں اپنے نفس کو بخشتی ہوں۔ حضرت نے اُسے دُعا دی اور فرمایا اے انصار کی بہن! خدا تجھے جزائے خیر دے۔ تھلے سے مردوں نے میری نصرت کی اور عورتوں نے رغبت کی۔ میں ابی کعبہ نہیں کہہ سکتا جو خدا کا حکم ہوگا وہ میرے پاس پہنچے گا۔ حضرت صفحہ نے کہا اے عورت تو کس قدر بے حیا اور دلیر ہے کہ مردوں پر گری بڑی ہے۔ حضرت نے اُن سے فرمایا، یہ تجھ سے بہتر ہے کہ اُس نے خدا کے رسول کی طرف رغبت کی ہے اور تو ہے کہ اُس سے نصرت کرتی ہے اور حضرت نے اس عورت سے فرمایا کہ اس رغبت کی وجہ سے خدا نے بہشت کو تیرے اوپر واجب کیا۔ غرض یہ آیت نازل ہوئی تو آپ نے اسے قبول فرمایا۔ وہ بے جا چار چاندہ زندہ رہ کر رہی جنت ہوئی۔

زیادہ ازواج کی اجازت حضور کو یوں بھی دی گئی کہ حضرت ازواج کی طرف سے غفلت نہ ہوں۔ اگر ان میں سے بعض نافرمانی پر کرنا نہیں تو دیگر ازواج سے حضرت کی دوستی باقی رہے اور حضرت کو یہ اختیار دیا گیا کہ جس کو چاہیں الگ کر دیں اور جس کو چاہیں رکھیں اور جس کو الگ کر دیا ہے اُن کو پھر اپنے تصرف میں لے سکتے ہیں تاکہ وہ خوش ہوں اور بی بیوں کو یہ ہدایت کی گئی کہ جو کچھ رسول معلم دیں اس پر امتزاس نہ کریں بلکہ خوشی اُسے مان لیں۔

لَا يَجِلُّ لَكَ النِّسَاءُ مِنْ بَعْدُ وَلَا أَنْ تَبْدَلَ بِهِنَ مِنْ أَزْوَاجٍ وَلَوْ
أَعْجَبَكَ حُسْنُهُنَّ إِلَّا مَا مَلَكَتْ يَمِينُكَ وَكَانَ اللَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ
رَقِيبًا ۝ لَا يَأْتِيهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَدْخُلُوا بُيُوتَ النَّبِيِّ إِلَّا أَنْ يُؤْذَنَ
لَكُمْ إِلَى طَعَامٍ غَيْرِ نَبِظِينَ إِنَّهُ وَلَكِنْ إِذَا دُعِيتُمْ فَادْخُلُوا فَإِذَا
طَعِمْتُمْ فَانْتَشِرُوا وَلَا مُسْتَأْنِسِينَ لِحَدِيثٍ ۚ إِنَّ ذَلِكُمْ كَانَ يُؤْذَى
النَّبِيَّ فَيَسْتَحْيِ مِنْكُمْ وَاللَّهُ لَا يَسْتَحْيِ مِنَ الْحَقِّ ۚ وَإِذَا سَأَلْتُمُوهُنَّ

مَتَاعًا فَسَلُّوهُنَ مِنْ وَرَاءِ حِجَابٍ ذَلِكُمْ أَطْهَرُ لِقُلُوبِكُمْ وَقُلُوبِهِنَّ
وَمَا كَانَ لَكُمْ أَنْ تُؤْذُوا رَسُولَ اللَّهِ وَلَا أَنْ تَنْكِحُوا أَزْوَاجَهُ مِنْ
بَعْدِهِ أَبَدًا ۚ إِنَّ ذَلِكُمْ كَانَ عِنْدَ اللَّهِ عَظِيمًا ۝

اب ان (نوبی بیوں) کے بعد اور بی بیوں کے لیے حلال نہیں اور نہ یہ جائز ہے کہ ان میں سے کسی کو چھوڑ کر ان کے بدلے اور کسی کو کر لیا جائے اُن کا حسن تم کو کیسا ہی بھلا کیوں نہ معلوم ہو مگر تمہاری ٹوٹیاں (اس کے بعد بھی تمہارے لیے جائز ہیں) اور خدا تو ہر چیز کا نگہبان ہے۔ اے ایمان والو! تم لوگ پیغمبر کے گھروں میں نہ جایا کرو مگر جب تم کو کھانے کے لیے (اندازے کی) اجازت دی جائے مگر اس کے پچنے کا انتظار (نبی کے گھر میں بیٹھ کر) نہ کرو۔ جب تم کو بلایا جائے تو ٹھیک وقت پر جاؤ اور جب کھا چکو تو (خدا اپنی اپنی جگہ) چلے جایا کرو اور باتوں میں نہ لگ جایا کرو کیونکہ اس سے پیغمبر کو اذیت ہوتی ہے۔ وہ تمہارا لحاظ کرتے ہیں (اور تم سے چلے جانے کو نہیں کہتے) اور خدا تو ٹھیک بات کہنے میں نہیں شرمانا اور جب پیغمبر کی بی بیوں سے کچھ مانگنا ہو تو پردہ کے باہر سے مانگا کرو۔ یہ تمہارے دلوں اور اُن کے دلوں کے لیے بڑی صفائی کی بات ہے۔ تمہارے واسطے یہ جائز نہیں کہ رسول کو کسی طرح کی اذیت دو اور نہ یہ جائز ہے کہ تم اس کے بعد بھی اس کی بی بیوں سے نکاح کرو یہ خدا کے نزدیک ایک بڑا گناہ ہے

رسول کے لیے یہ حکم تھا کہ جو نوبی بیوں آپ کے تصرف میں ہیں اور حضرت کے ساتھ دینی فلاح پر نظر کر کے اپنی زندگی بسر کر رہی ہیں ان ہی کو رہنے دیں۔ یہ جائز نہیں کہ انہیں طلاق دے کر ان کی جگہ دوسری بی بیوں کو لایا جائے کیونکہ اس میں بدنامی کی صورتیں پیدا ہو جائیں گی۔ ان نو کے علاوہ جو کنیز ہیں ان سے تصرف کر سکتے ہو لیکن ان کی تعداد بھی متوڑی ہوئی چاہیے ورنہ منافقین میاخی کا اڑام عاید کریں گے۔ بعض مسلمان ایسے بے تکلف تھے کہ رسول کے گھر میں بے ستماشا بغیر اجازت لیے گھس جاتے تھے یہ قدر بدتریزی کی بات تھی۔ خدا نے حکم دیا کہ جب گھر کے اندر جانا چاہو چاہے کسی بی بی کے کمرے میں داخل نہ ہو پہلے دروازہ پر کھڑے ہو کر اجازت حاصل کرو۔ اگر وہ بلا نہیں تو اندر جاؤ ورنہ واپس لوٹ جاؤ۔ بدعرب تہذیب کی تشنگی سے کوسوں دور مسلمان تو ہو گئے تھے مگر جو پرانی عادات تعین ان پر عمل کے چلے

ہاتے تھے۔ اس پر بار بار ان کو کڑا کھانا تھا اور ان کو اسلامی تہذیب کے درس دیتے جاتے تھے۔ ایک بار کافرانہ طور پر جب حضرت زین العابدینؑ بہشت جہنم سے نکاح فرمایا تو بہت سے لوگوں کو دعوت دے دی۔ سب سب لوگ کھا کر چلے گئے تو وہیں آدمی آپس میں باتیں کرنے لگے اور کہے ہی چلے بارہ تھے۔ حضرت اس انتظار میں تھے کہ یہ لوگ اٹھیں لیکن تہذیب و عبادت دینی ہی کی راہ سے کہیں کہیں لوگ باہر ہاڑ۔ جب بہت دیر ہو گئی تو آپؑ غصے ہوئے ازدواج کے گھر والے کا طرف چلے گئے وہاں سے واپس ہوئے تو وہیں ان لوگوں کو یہ دستور باتیں کرتے پایا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

اسی طرح جب کسی کو کوئی چیز ازدواج رسولؐ سے مانگی ہوئی تھی تو گھر کے اندر جا کر مانگنا تھا۔ حکم ہوا کہ دروازہ کے باہر مانگو۔ اس میں نہ کوئی چیز ازدواج کے لیے ہے نہ سلاخوں کے لیے۔

ایک بار حضورؐ حضرت عائشہؓ کے ساتھ بیٹھے کھانا کھا رہے تھے کہ حضرت عمرؓ آگئے۔ آپؐ نے حضرت عمرؓ سے کھانے کے لیے کہا تو بیٹھ گئے۔ اتفاقاً حضرت عمرؓ کی انگلی حضرت عائشہؓ کی انگلی سے لک گئی تو حضورؐ کو لگاوار ہوا۔ اسی وقت آیت حجاب نازل ہوئی۔ (تفسیر درمختور سورہ بقرہ جلد ۵)

بعض بدتمیز ایمان سے ماری لوگ کہا کرتے تھے کہ حضورؐ کے وصال کے بعد ہم حضرت عائشہؓ کو اپنی زوجیت میں لے لیں گے۔ خدا نے یہ حکم بھیجا کہ رسولؐ کی کسی بیوی سے ان کے وصال کے بعد کوئی شخص نکاح نہیں کر سکتا۔ خدا کے نزدیک یہ سب سے بڑا گناہ ہے۔

وہی بادیہا ہوں کہ مملکت کے کسی کچھ آدمی اب ہونے ہیں جن کی خلاف ورزی کرنے والے سخت سزا کے مستحق ہوتے ہیں۔ ان کی مملکت کے دروازہ پر پہرہ دار بیٹھے ہوتے ہیں اور کسی کی کیا مجال کہ ڈیوڑھی کے اندر ایک قدم تو بے اجازت رکھے یا شاہی بیگمات کی طرف آنکھ اٹھا کر تو دیکھ لے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بادشاہ دین و دنیا تھے وہ اگرچہ عائشان مملکت میں تو نہ رہتے تھے نہ کوئی درباری یا چوکیدار دروازہ پر بیٹھا ہوتا تھا بلکہ وہ عام لوگوں کی سی سادہ زندگی بسر کرتے تھے لیکن نبوت کا ادب و لحاظ رکھنا ہر مسلمان کے لیے ضروری تھا ورنہ تو یہی نبوت تھی۔ اس لیے کچھ قواعد میں کیے گئے تاکہ عام آدمیوں سے پیغمبر کو امتیاز حاصل ہو۔ ان میں سے چند ای کیات میں مذکور ہیں۔

- ۱۔ جو چیز مانگے ہو باہر سے آواز نہ کرے کہ مانگو۔
- ۲۔ بے اجازت رسولؐ کے گھر میں داخل نہ ہو۔
- ۳۔ جب رسولؐ کھانے پر بلائیں تو کھانے کے بعد فوراً وہاں سے چل دو۔
- ۴۔ حضورؐ کی کسی بیوی کے چاہے کتنے ہی قریبی رشتہ دار کیوں نہ ہو۔ مگر اس کے بدن کو مس نہ کرو۔
- ۵۔ کسی بیوی سے بے تکلف بات نہ کرو۔
- ۶۔ حضورؐ سے زیادہ دیر بات چیت میں نہ لگے رہو۔
- ۷۔ ان کے وصال کے بعد ان کی کسی بیوی سے نکاح کا ارادہ نہیں کر سکتا۔

اِنْ تَبْدُوْا شَيْئًا اَوْ تَخْشَوْهُ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا ۝۵۱ لَا جُنَاحَ عَلَيْنَ فِىْ اَبَآئِهِمْ وَلَا اَبْنَاؤِهِمْ وَلَا اِخْوَانِهِمْ وَلَا اَبْنَآءِ اِخْوَانِهِمْ وَلَا اَبْنَآءِ اَخَوَاتِهِمْ وَلَا نِسَآئِهِمْ وَلَا مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ وَالَّذِيْنَ

اللّٰهُ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدًا ۝۵۲

تم کسی چیز کو ظاہر کرو یا چھپاؤ اللہ ہر چیز سے بخبری آگاہ ہے عورتوں کو نہ اپنے باپ داداؤں کے سامنے ہونے میں گناہ ہے نہ اپنے بیٹوں کے نہ اپنے بھائیوں کے نہ اپنے بھتیجیوں کے نہ اپنے بھانجیوں کے اور نہ اپنی قسم کی عورتوں سے اور نہ اپنی لونڈیوں کے سامنے ہونے میں گناہ ہے (اے پیغمبر کی بیویو!) تم خدا سے ڈرتی رہو اس میں شک نہیں کہ (جو اعمال تم بحالاتی ہو) خدا ہر چیز سے آگاہ ہے۔

اس سلسلہ میں وہ تمام رشتہ دار آجاتے ہیں جن سے نکاح حرام ہے۔ خواہ نسبی ہوں یا رضاعی۔ چچا اور ماموں کا ذکر اس لیے نہیں کیا گیا کہ وہ بمنزل باپ کے ہیں یا پھر اس لیے ذکر نہیں کیا گیا کہ سب بیٹے اور بھائیوں سے پردہ نہ ہوا تو ان کے باپ سے قریب درجہ اولیٰ نہ ہوگا۔

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلَآئِكَتُهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّؐ یَاٰیہَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا ۝۵۱ اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِى الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ وَاَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّہِیْنًا ۝۵۲ وَالَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ بِغَیْرِ مَا اٰكْتَسَبُوْا فَقَدْ احْتَمَلُوْا بُہْتَانًا وَّ اِثْمًا مُّبِیْنًا ۝۵۳ یَاٰیہَا النَّبِیُّؐ قُلْ لَا زَواجَکَ وَبَنَتُکَ وَنِسَآءُ الْمُؤْمِنِیْنَ بِیْدَیْنِیْنَ عَلَیْہُمْ مِنْ جَلَدٍ بَیْنَهُمْ ۚ ذٰلَکَ اَدْنٰی

بین حضور سرکارِ دو عالم کی۔ جیسا کہ حضورؐ نے فرمایا ہے، ہر نبی کی اولاد اس کے منصبِ قرار باقی اور میری اولاد منصبِ علیؑ میں وہیبت ہوتی۔ (ارجح المطالب)۔

پس جب یہ اولا علیؑ اور ابوہریرہؓ پہنچے تو رسول اللہؐ نے انہیں کہیں نہ فرمایا کہ کیا ہاتھ غافلہ تو بیٹھی ہیں۔ وہ بے علیؑ تو آئیے سنا رہے ہیں کہ رسول اللہؐ ہیں پس وہ یوں داخل صلوٰۃ ہو گئے۔

آل دال لک ہی چڑیں جیسا کہ اس آیت سے واضح ہوتا ہے۔ جناب مولیٰ کی یہی نے کہا، ہلا اڈو کھو
 عکلی آفیل بیٹیت یفکھو نڈہ کھنہر متعمر کیا میں ایہ اخا خانڈ بنا دوں جو اس لڑکے کو حقیقت و محبت سے پالے۔
 یہاں خانہ دانی موسوی مراد ہے نہ کہ تہا بیہ اسرائیل۔

اسی طرح جب فرشتے جناب ابراہیم کے پاس آئے اور انہوں نے حضرت اسحاق کی پیدائش کی خوشخبری دی تو نبی بنی سارہ کو اس پر تعجب ہوا تو فرشتہ نے کہا، اَنْجَبِيْنَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ وَرَحِمَتْ اللّٰهُ وَبَرَكَاتُهُ عَلَیْكَ كَوْنُ اَهْلِ بَيْتِیْ (۱) اے (ابن بیت کی ام) اس امر سے تعجب کرتی ہو حالانکہ اہل بیت تم پر اللہ کی برکت ہمیشہ نازل ہوتی رہی یہاں اہل بیت سے مراد خاندانی رسالت ہے نہ کہ پیر و ان جناب ابراہیم علیہ السلام -

اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰ اٰدَمَ وَ نُوحًا وَّ اٰلَ اِبْرٰهٖمَ وَّ اٰلَ اِمْعٰنَ (۱۱۱) میں کیا تمام پیرو ابراہیم و عمران مراد ہیں۔ کیا سب کے سب چھوٹے بڑے اچھے بُرے انتخاب ہی میں آگئے تھے۔ کیا کوئی عقل اس واسطے پر صادر کر سکتی ہے۔

پس یہ کہنا بالکل غلط ہے کہ جہاں کسی حدیث میں محمد و آل محمد ہے وہاں آل محمد سے مراد پیروان محمد ہیں جس کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ جملہ امت محمدیہ جس میں ہر قسم کے فاسق و فاجر بھی شامل ہیں اللہ اور ملائکہ کے درود کے مستحق ہیں دراصل اس پر اوردود کیجئے کہ **یَا قَاتِلَ الْفَاسِقِ الْمُنْكَرِ** یعنی اے قاتلِ فاسق و منکر! میں مومن آلِ فرعون جس کی شان میں یہ آیت ہے فرعون کا چچا زاد بھائی تھا یعنی اس کے خاندان سے تھا۔ یہ کہنا بالکل غلط ہے کہ وہ پیروانِ فرعون میں سے تھا۔ وہ فرعون کا بزرگ و پروردہ تھا بلکہ موسیٰ پر ایمان لانے والوں میں سے تھا۔ لہذا ماننا بڑے لاکڑ جہاں کہیں احادیث میں محسوس کے ساتھ آلِ محمد ہے وہاں مراد اہلبیت رسول ہی ہیں۔

اس درود میں اشرار اور ظالم کو بھی چونک مومنین کے ساتھ شامل ہیں لہذا ہر ایک کے لحاظ سے درود کے معنی الگ ہوں گے۔ مومنین کا درود طلبِ رحمت ہے مگر ظالم کا طلبِ مغفرت اور خدا کا نزولِ رحمت۔ پس ملاکر جو بھی مصوم ہستیاں کیا تمام پیر و ان رسول کے لیے جن میں ہر قسم کے لوگ شامل ہیں طلبِ مغفرت کر سکتی ہیں، ہرگز نہیں۔ بلکہ تو صرف انہی کے لیے طلبِ مغفرت کریں گے جو مصوم ہوں اور شریکِ کارِ رسالت ہوں۔

دروود کے ساتھ سلام بھیجنے کا یہی حکم ہے مسلمان سلام ملے گا کہ ایسا ہی کرے گا ایسا ہی کرے گا یہی سلام ہو
ایسا کہ اولاد پر تعجب کی بات ہے کہ ایسا ہی کی اولاد تو اتنی پیاری کی کہ ان پر سلام بھیجنے میں کوئی تکلف نہیں لیکن اپنے
بہن کی اولاد سے آخری دشمن کو اپنی درود نہ سلام
ایک مفسر صاحب نے لکھا ہے کہ یہاں احادیث میں اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِ مُحَمَّدٍ ہے

ان آلِ سمراتِ نابین رسول ہیں۔ ان سے عرض ہے کہ عداوتِ یحییٰ بناو واجب ہے کیونکہ سکھوں و مسکھوں دو قوم کے صیغے ہیں جو جوہر پر دلالت کرتے ہیں۔ تو اگر نابین سے مراد عام نابین ہیں تو ان کا مرتبہ آنحضرتؐ کے برابر تسلیم کرنا شرط ہے گا۔ کیونکہ جب ہم کہیں اَللّٰھُمَّ عَلِّیْ وَ سَلِّمْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَ اٰلِیْ مُحَمَّدٍؑ تو ایسی ہی فعل کے تحت دونوں داخل ہوں گے اور یہ تو رسالت کی نقل تو ہیں کہے کہ امت کے تمام لوگوں کو اس ہمزائی شای ہیں رسول کے برابر مہمبائے ۔

صلوات محمد وآل محمد کے لیے ایک اعزازی شان ہے۔ کفار و مشرکین آپ کو اپنی ذلیل مغفولوں سے دیکھتے تھے۔ اس آیت نے بتایا کہ خدا کے نزدیک اور فرشتوں کے نزدیک ان کا یہ مرتبہ ہے کہ قیام قیامت تک اللہ اُن پر نزولی رحمت کرتا رہے گا اور فرشتے بھی ان کے لیے طلب مغفرت کرتے رہیں گے۔ محمد وآل محمد علیہم السلام رحمت الہی کا بے باہر خزانہ ہیں۔ مومنین کے لیے طلبِ رحمت کی درخواست پر جو رحمت نازل ہوتی ہے وہ اس خزانہ میں جھٹ ہوتی ہے اور وہیں سے اُن مومنوں پر تقسیم ہوتی ہے جو ان پر درود و سلام بھیجتے ہیں۔

امام شافعی نے اپنے اشار میں جو ہم پہلے لکھ آئے ہیں یہ ظاہر فرمایا ہے کہ اسے آل محمد تنہا ہی محبت کو دلانے واجب کیا ہے کیا اہلبیت رسول کے سوا مسلمانوں میں کوئی اور گروہ ایسا ہے جس کی محبت واجب ہو۔ اگر ایسا نہیں ہے تو ان پر درود و سلام عیناً واجب نہ ہوگا۔

ان آیات کی آخری آیت نمبر ۱۵ میں فرمایا گیا ہے، لئے رسول! اپنی ازواج و بنات و قسام زمینیں سے کہہ دو کہ وہ اپنی جائیداد کو اپنے مرد اور گردن پر ڈال لیا کریں۔ اس میں لفظ بنات سے یہ استدلال کیا جاتا ہے کہ اگر حضرت کہ حرف ایک ہی صاحبزادی جبنا فاطمہ، تو بنات بصورت جمع دلایا جاتا۔ اس سے معلوم ہوا کہ کئی لوگ بنات تھیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اگر بنات سے مراد صرف لوگائیں ہی لی جائیں تو اس کے معنی یہ ہوں گے کہ نو سائیں اور بہنیاں اس پردہ کے حکم سے خارج ہیں، حالانکہ ایسا نہیں۔ پڑتیاں اور نو سائیں چونکہ اولاد ہی میں داخل ہیں لہذا ان کے لحاظ سے بنات بصورت جمع لایا گیا ہے۔ اس سلسلہ کی آیت ۵۵ ملاحظہ ہو جہاں یہ بتایا گیا ہے کہ عورتوں کو کس کس سے پردہ مکنزنا چاہیے۔ انہیں بیتیجہ اور ہاجتے میں شامل ہیں کیسے چچا اور ماموں کا ذکر نہیں اس لیے کہ وہ مثل باپ کے ہوتے ہیں۔ اس لیے اسی طرح باپ میں پرنسپل اور نو سوں کا ذکر چھوڑ دیا گیا ہے کیونکہ وہ بنات میں داخل ہیں ورنہ بصورت استخفا ان کے لیے پردہ کا حکم ثابت کیا جاتے۔

آخری آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ آریہ سماج کا نازل ہونے سے پہلے کی ہے۔ اس وقت صورت یہ تھی کہ کشتہ فام کی صورتیں جب پیشاب یا پاخانہ کے لیے گھر سے باہر جاتیں تو شریہ لوگ نوڈیان سمجھ کر پھیرتے۔ اس لیے ان کے لیے یہ شناخت رکھنی گئی کہ وہ اپنا نام اور ہر چھپا کر لکھیں۔ چنانچہ ایسا کرنے کے بعد لوگ احتیاط سے کام لینے لگے۔

لَئِنْ لَمْ يَنْتَهِ الْمُنْفِقُونَ وَالَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ مَقْرَصٌ وَالْمَرْحِفُونَ فِي

الْمَدِينَةَ لَنُغَرِّبَنَّكَ بِهِمْ ثُمَّ لَا يُجَاوِرُونَكَ فِيهَا إِلَّا قَلِيلًا ۝ مَلْعُونِينَ
إِنَّمَا تُقْمَقُوا أَخْذُوا وَقِتلُوا اقْتَتِلُوا ۝ سُنَّةَ اللَّهِ فِي الَّذِينَ خَلَوْا مِنْ
قَبْلُ وَلَن تَجِدَ لِسُنَّةِ اللَّهِ تَبْدِيلًا ۝

(اے رسول) منافقین اور وہ لوگ جن کے دلوں میں (کفر کا) مرض ہے اور جو لوگ مدینہ میں بری خبریں
اُڑایا کرتے ہیں اگر یہ لوگ (اپنی شرارتوں سے) باز نہ آئیں گے تو ہم تم کو ان پر مسلط کر دیں گے۔ پھر وہ
تمہارے پڑوس میں چند روز کے سوا ٹھہرنے نہ پائیں گے۔ یہ لعنت کے واسطے جہاں کہیں جتھے چڑھے پڑھے
گئے اور پھر بری طرح قتل کیے گئے۔ جو لوگ پہلے گزر گئے ان کے بار میں خدا کی یہی عادت جاری رہی ہے
اور یہ کہ خدا کی عادت میں تم ہرگز تبدیلی نہ پاؤ گے۔

منافقین اس کوشش میں رہتے تھے کہ کسی طرح اسلام کی ترقی کو روک دیں اور مسلمانوں کو سب کا روئے عالم کا مخالف بنا
دیں۔ مسلمان ان کی شرارتوں کے ایک شرارت پر بھی تکی نہ کر سکتے تھے۔ باہر مانتے تو یہ جھوٹی خبریں اُڑاتے شروع
کر دیتے تاکہ جو لوگ مدینہ میں ہیں وہ مخالف ہو جائیں اور جو مہاجر اپنے مال بچوں کو چھوڑ کر گئے ہیں ان کے اہل و عیال میں ایک
اضطرابی صورت پیدا ہو جائے اور وہ مسلمان ہو کر پھٹ جائیں۔ کبھی یہ خبر اُڑاتے کہ فلاں فلاں شخص مارے گئے۔ کبھی یہ
مشہور کرتے کہ دشمن کی فوج بے پناہ ہے اور کبھی کہتے مغرب مدینہ پر حملہ ہونے والا ہے۔ خدا مسلمانوں کی تسکین کے
لیے فرما رہا ہے کہ یہ یمنوں لوگ ہیں یہ تمہارے ساتھ زیادہ نہیں رہ سکیں گے۔ ان کا جراثیم ہوگا، پڑوسے جاؤں گے، ہمارے
جاؤں گے۔ پہلے نالوں میں بھی ایسا ہوتا رہا ہے اور ہم ان لوگوں کو دلیل و حجت کرتے رہے ہیں۔ خدا کی سنت یہی تھی اب
بھی ویسا ہی ہوگا۔ یہ بک کر جانتے تھے یہ مشرور و اطمینان لوگ بظاہر اپنے کو مسلمان کہتے تھے لیکن ان کے دلوں میں کفر و کوسا
برائیاں اور فحش کی آڑیں شکار کھینچتے تھے۔ مسلمانوں کو بہکا رہے تھے۔

يَسْأَلُ النَّاسُ عَنِ السَّاعَةِ ۚ قُلْ إِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللَّهِ وَمَا يُدْرِيكَ
لَعَلَّ السَّاعَةَ تَكُونُ قَرِيبًا ۝ إِنَّ اللَّهَ لَكَنَّ الْكَافِرِينَ وَاعَدَ لَهُمْ سَعِيرًا ۝
خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا لَا يَجِدُونَ وَلِيًّا وَلَا نَصِيرًا ۝ يَوْمَ تَغْلِبُ وَجُوهُهُمْ

فِي النَّارِ يَقُولُونَ لَوْلَا أَطَعْنَا اللَّهَ وَأَطَعْنَا الرَّسُولَ ۝ وَقَالُوا رَبَّنَا إِنَّا
أَطَعْنَا سَادَتَنَا وَكِبَرَاءَنَا فَأَضَلُّونَا السَّبِيلًا ۝ رَبَّنَا إِنَّمَا هُمْ ضَعُفٌ مِنَ
الْعَذَابِ وَالْعَنُومُ لَعْنًا كَبِيرًا ۝ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ
أَذَا مَوْسَىٰ فَبَرَأَهُ اللَّهُ مِمَّا قَالُوا وَكَانَ عِنْدَ اللَّهِ وَجِيهًا ۝

(اے رسول) لوگ تم سے قیامت کے بار میں پوچھا کرتے ہیں۔ تم ان سے کہو کہ اس کا علم خدا کے
پاس ہے اور تم کیا جانو شاید قیامت قریب ہی ہو خدا نے تو کافروں پر لعنت کی ہے اور ان کے لیے
جہنم کو تیار کر رکھا ہے جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے اور وہاں نہ کسی کو اپنا سرپرست پائیں گے اور نہ کوئی
مددگار۔ اس دن ان کے منہ جہنم کی طرف پھیر دیئے جائیں گے تب وہ کہیں گے کاش ہم نے اللہ
کی اطاعت کی ہوتی اور رسول کی اطاعت کی ہوتی اور یہ بھی کہیں گے، ہم نے اُسے ہمارے پڑوس کا
اپنے سرداروں اور اپنے بزرگوں کا کہنا مانا تو انہوں نے ہمیں گمراہ کر دیا۔ اُسے ہمارے پڑوس کا
لوگوں پر دہرا عذاب نازل کر اور ان لوگوں پر بڑی سے بڑی لعنت کر۔ اُسے ایمان والو! تم لوگ
ان جیسے نہ ہو جانا جہنم نے موسیٰ کو اذیت دی تو خدا نے اُن کی تہمتوں سے موسیٰ کو بری کر دیا اور
موسیٰ خدا کے نزدیک ایک وجیہ شخص تھے۔

کفار و مشرکین اور منافقین اکثر حضرت سے انرا و تسو سوال کرتے تھے کہ ہاں صاحب تو قیامت کب آئے گی
کوئی دن اس کا مقرر تو کیجئے۔ یوں غالی دھمکی سے کیا فائدہ۔ ان کا یہ مقصد نہیں تھا کہ قیامت کا وقت معلوم کر سکیں
کہ طرف مال ہوں بلکہ حضورؐ سے مذاق کرنا تھا۔ خدا نے فرمایا: اے رسول! تم کہہ دو کہ اس کا علم تو خدا کے پاس ہے لیکن اگر
میں کہوں کہ وہ قریب ہے تو تم کیا نیک اعمال کرنے پر آمادہ ہو جاؤ گے (ہرگز نہیں) پھر کہیں اس سے کیا بحث ہے
جب آئی ہوگی آجائے گی۔

مگر یہ سمجھ لو کہ جو لوگ قیامت سے انکار کرنے والے ہیں ان کا شکاک جہنم ہوگا جہاں وہ ہمیشہ اس حال میں
رہیں گے کہ کوئی ان کا بچانے والا نہ ہوگا۔

دنیا میں وہ بھی سزاوارق اور امیروں کے بہکانے میں مادی عمر بسر کرتے تھے قیامت میں پیش خدا اُس پر
خمس کرتے نظر آئیں گے لیکن اس نعمت سے ہوگا کیا۔ اب پتہ چلتا ہے کہ موت سے جو بہتر ہاں پہلے نہیں تھیں۔

ہذا آیت میں حضرت موسیٰ کے متعلق جس اذیت کا ذکر کیا گیا ہے وہ قادی کا اہتمام نہ تھا۔ اس نے ایک عورت کو بہت سی دولت دے کر اس پر آمادہ کیا تھا کہ جب موسیٰ بھری مجلس میں ہوں تو زنا پر دھکا دے ہوں، کہہ دینا اپنے مجھ سے دیکھا ہے۔ لیکن وہ ایسا نہ کر سکی اور قادی کی اس مکاری کا اظہار نہ کیا جو موسیٰ کو ہذا نام کر کے لے لے اس نے سچی حق۔ خدا نے موسیٰ کو اس الزام سے بری کر دیا۔

مسلمانوں سے کہا جا رہا ہے کہ تم ہمارے رسول کو ہرگز ایسی آخر پر دھاری کر کے اذیت نہ دینا۔ غالباً یہ اشارہ ہے منافقوں کی ایسی طعنہ زنی پر جو ذہیب بنت جحش سے عقد کے بعد انہوں نے شروع کر رکھی تھی۔ اول یہ کہ اپنے لیے ایک بیٹے کی طلاق سے نکاح کر لیا۔ دوسرے ذی کو طلاق دینے پر مجبور کیا۔ تیسرے آنحضرتؐ زینبؓ پر عاشق تھے۔ یہ واقعہ پہلے گور چکا ہے تفصیل وہاں دیکھئے۔

جہی لوگوں نے انہیں یاد پر جھوٹے الزام لگائے وہ خود دلیل ہوئے اور اللہ نے انہیں ایمان الزاموں سے بری ثابت کیا۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَقُولُوا قَوْلًا سَدِيدًا ۝ يُصْلِحْ لَكُمْ أَعْمَالَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ ۚ وَمَنْ يُطِيعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيمًا ۝ اِنَّا عَرَضْنَا الْأَمَانَةَ عَلَى السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَالْجِبَالِ فَأَبَيْنَ أَنْ يَحْمِلْنَهَا وَأَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْإِنْسَانُ ۚ إِنَّهُ كَانَ ظَلُومًا جَهُولًا ۝ لَيُعَذِّبَ اللَّهُ الْمُنَافِقِينَ وَالْمُنَافِقَاتِ وَالْمُشْرِكِينَ وَالْمُشْرِكَاتِ وَيَتُوبُ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ ۚ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَحِيمًا ۝

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور درست بات بولا کرو تو خدا تمہارے اعمال کو درست کر دے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا۔ اور جس نے اللہ و رسول کی اطاعت کی وہ اپنی مراد کو اچھی طرح

پہنچ گیا۔ بے شک ہم نے اپنی امانت آسمانوں، زمین اور پہاڑوں کو پیش کی انہوں نے اس کے اٹھانے سے انکار کیا اور اس سے ڈر گئے۔ انسان نے اس کو اٹھا لیا اس لیے کہ وہ اپنے حق میں ظالم اور نادان ہے۔ (اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ خدا منافق مردوں اور منافق عورتوں اور شرک مردوں اور شرک عورتوں کو) ان کے کیے کی سزا دے گا اور ایمان دار مردوں اور ایمان دار عورتوں کی (تقصیر امانت کی) توبہ قبول فرمائے گا اور خدا تو برا بھلا سے والا مہربان ہے۔

اس آیت کے متعلق چار سوالات پر غور کرنا ہے:

۱۔ وہ کیا امانت تھی جس کو خدا نے آسمان و زمین اور پہاڑوں کو پیش کیا۔ اکثر مفسرین کا اس پر اتفاق ہے کہ امانت سے مراد نیابت الیہ ہے۔ یہ عقدہ چند شرائط کے ساتھ کسی کے سپرد کرنا تھا۔ اپنی تمام کائنات کو اس شخص کے سپرد کرنا تھا جو اس امانت کا امین ہوگا۔ اس کو افعال میں مختار بنایا جائے گا۔ وقتاً فوقتاً اس کا امتحان بھی لیا جائے گا۔ افعال بد کی سزا دی جائے گی اور افعال نیک کی جزا۔ ذرہ بھر نیکی کی ہوگی تو اور ذرہ بھر بدی کی ہوگی تو، سب کا حساب لیا جائے گا۔ غور کیجئے کتنی سخت ذمہ داریاں اس امین پر عاید ہوتی ہیں۔ یہ ذمہ داریاں بتا رہی ہیں کہ اُسے چھوٹک بچھوٹک کر قدم نہ رکھنا ہوگا۔ راہ اعتدال پر قائم رہنا ہے کہ در صورت نافرمانی اس کو جہنم کا ایسا حصہ بنایا جائے گا جہاں وہ ہمیشہ رہے گا۔

یہ امانت روز ازل پیش کی گئی اور وہیں اس کا فیصلہ کیا گیا۔

۲۔ آسمان و زمین اور پہاڑوں پر اس امانت کو کیوں پیش کیا گیا جبکہ خلافت راسخ کے فرائض انجام دینے کی ان میں اہلیت نہ تھی۔ اکثر مفسرین نے کہا ہے کہ آسمان سے مراد اہل آسمان یعنی فرشتے اور زمین سے مراد اہل زمین یعنی انسان و دیگر مخلوق ہے اور اہل جبال سے مراد قوم حق ہے جن کو خدا نے پہاڑوں پر آباد کیا ہے۔ چونکہ یہ سب ذی عقل ذی شعور ہیں۔ لہذا تمام جماعت کے لیے ان تینوں گروہوں کے سامنے امانت الیہ کو پیش کیا گیا۔

۳۔ مذکورہ بالا شرائط پر نظر رکھتے ہوئے اہل آسمان و اہل جبال نے کائنات پر ہاتھ رکھ کر انکار کر دیا اور وہ ڈر گئے۔ کہ ایسے بل سے ہانک اور تولا کی دھار سے زیادہ تیز دانت پر کون چلے گا۔ ہماری توبہ ہے ہمارے بس کا یہ روگ نہیں۔ آزادی سے اپنی زندگی بسر کر رہے ہیں۔ یہ تاج اپنے سر پر رکھ کر کون بے شام و صیتری میں اپنے کو بچائے۔

اب حضرت انسان کی سننے اس امانت کے اندر حکومت کی چمک دیکھ کر رال ٹپک گئی اور جھٹکا فرار کر لیا کہ اس بار کو اٹھا لوں گا۔ ایسا کیوں کیا اس لیے کہ قوت شہری کی بنا پر جابل تھا اور قوت نصیبی کی بنا پر ظالم نے فوراً ہاتھ ڈال دیا اور یہ امانت کا تاج اپنے سر پر رکھ لیا۔

حقیقت یہ ہے کہ اس کام کو اس کے سوا اور کو بھی نہیں سکتا تھا۔ ظالم اور جابل ضرور تھا لیکن اس کے ساتھ عقل کا بیٹا بھی تھا۔ اس کی سرکش قوتوں کا لگاؤ تھا جس جانتا تھا۔ گرے پر آئے تو قیدیوں سے ہڑت ہو جائے۔ ابھر نے پر آئے تو قوت شہری سے روٹھا جائے۔ نیک و بد دونوں راستوں کو سمجھنے والا بھی ہے، صاحب اختیار بھی ہے۔ جس

راست کو چاہے اختیار کر لے۔ جو لوگ خود دشمن سے کام نہیں لیتے ان کی تو بلا جانے۔ رہے نہ نازل حیات پر سوچ سمجھ کر چلنے والے تو وہ جانتے ہیں کہ انسان کیسے خطرناک موز پر کھڑا کیا گیا ہے۔ اس کے ایک طرف بددلوں کا انبار ہے اور دوسری طرف خوشبوؤں کا ذخیرہ۔ اس کو بیچ میں کھڑا کر دیا گیا ہے اور اختیار دیا گیا ہے کہ ان میں سے جس طرف کی چیز پسند ہو اٹھتا ہوا زندگی کی آخری منزل تک پہنچ جائے۔ اس کا دامن دل دونوں طرف کھینچ رہا ہے۔ اب اپنے اختیار کو صحیح طریقہ سے صرف کرنا اس کی فلاح کا باعث ہوگا ورنہ ذرا سی ٹھک میں جہنم رسید۔

بعض مفسرین نے کھانا کھانے کے امانت سے مراد معرفت الہی ہے یہ انسان کے سوا کسی دوسری مخلوق کو اس مقام تک نہیں پہنچا سکتی جس سے بالاتر کوئی مقام معرفت نہیں۔ انسان سے کوئی حیوان ہے اس کا معرفت سے کوئی تعلق نہیں اس لیے وہ کلفت نہیں۔ اس کے اندر شوق معرفت کا بھی فتنہ لہ رہا ہے۔ انسان سے بالاتر ملائکہ ہیں ان کی معرفت محدود ہے جو جس مقام پر ہے قیامت تک اسی جگہ رہے گا جو قیام میں ہے وہ قیام ہی میں ہے کہ جو رکوع میں ہے وہ رکوع میں ہی رہے گا جو سجدہ میں ہے وہ سجدہ میں ہی رہے گا۔ معرفت میں کوئی ترقی اس کے لیے نہیں۔ ان دونوں کے بیچ میں انسان ہے، جو اگر شوق معرفت نہیں رکھتا تو حیرانوں سے جاملتا ہے اور کلفت ہرنے کے باوجود وہ قلاوٹ تکلیف اپنی گردن سے لکال دیتا ہے۔ اور اگر شوق معرفت ہے تو ترقی کرتا کرتا کئی فیکوں کی دولت پالیتا ہے اور فرشتے اس کی منزل معرفت کو کھتے رہ جاتے ہیں۔

ایک اہم سوال یہ ہے کہ یہاں تک مفسرین نے جو کچھ بیان کیا ہے وہ نوع انسان سے من حیث الانسان متعلق ہے۔ لیکن امانت یا خلافت الہیہ کا تعلق تو انبیاء و مرسلین سے ہوتا ہے اور آیت میں ظلم و جہول کا لفظ ہے۔ انبیاء میں یہ عیب ہوتا ہے نہیں پھر امانت کا تعلق ان سے کیسے ہوگا۔

تفہیم جملہ کا لفظ نوع انسانی کی فطرت و جبلت کی بنا پر کہا گیا ہے یعنی قوت غضبی اور شہوی کے لحاظ سے اور یہ دونوں قوتیں ہر نبی و رسول میں ہوتی ہیں۔ اگر یہ دونوں قوتیں نہ ہوں تو وہ حکومت الہیہ کے فرائض انجام دے ہی نہیں سکتا۔ پھر ان کو جو مرجع ہوتی دی جاتی ہے اس سے وہ ان قوتوں پر اس طرح کنٹرول کرتے ہیں کہ ان کا ایک قدم جاوہ امتداد سے نہیں ہٹتا۔ وہ ان دونوں قوتوں سے کام لیتے ہیں مگر بہت سوچ سمجھ کر۔ اگر ان میں قوت غضبی نہ ہوتی تو کفار و مشرکین سے جنگ نہ کر سکتے اور اگر شہوی نہ ہوتی تو ان کے اولاد نہ ہوتی اور کھانے پینے کی طرف فتنہ نہ ہوتا بہر حال آیت میں الانفسان سے مراد تمام انسان نہیں بلکہ انفس لامعینہ کی بنا پر وہ انسان مراد ہوگا جو انتخاب الہی میں آچکا ہوگا۔ عام انسانوں میں تو فاسق و فاجر ہر قسم کے لوگ ہوتے ہیں۔ وہ امانت و خلافت الہیہ کے امین کیسے ہو سکتے ہیں۔

سُورَةُ سَبَا مَكِّيَّةٌ ۵۸

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي لَهُ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ وَلَهُ الْحَمْدُ فِي الْآخِرَةِ، وَهُوَ الْحَكِيمُ الْخَبِيرُ ① يَعْلَمُ مَا يَلِجُ فِي الْأَرْضِ وَمَا يَخْرُجُ مِنْهَا وَمَا يَنْزِلُ مِنَ السَّمَاءِ وَمَا يَعْرُجُ فِيهَا، وَهُوَ الرَّحِيمُ الْغَفُورُ ② وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لَا تَأْتِينَا السَّاعَةُ قُلْ بَلَىٰ وَرَبِّي لَتَأْتِيَنَّكُمْ لَا عِلْمَ الْغَيْبِ لَا يَعْزُبُ عَنْهُ مِثْقَالُ ذَرَّةٍ فِي السَّمَوَاتِ وَلَا فِي الْأَرْضِ وَلَا أَصْغَرَ مِنْ ذَلِكَ وَلَا أَكْبَرَ إِلَّا فِي كِتَابٍ مُبِينٍ ③ لِيَجْزِيَ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ أُولَٰئِكَ لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَرِزْقٌ كَرِيمٌ ④

حمد صرف اسی اللہ کے لیے ہے کہ آسمان و زمین میں جو کچھ ہے اسی کا ہے اور آخرت میں حمد اسی کے لیے ہے اور وہ صاحب حکمت اور واقف کار ہے۔ جو چیز زمین میں داخل ہوتی ہے اُسے بھی جانتا ہے اور جو اس سے نکلتی ہے اُسے بھی اور جو آسمان سے برستا ہے اُسے بھی اور جو چیز اس پر چڑھتی ہے (بجارات، فرشتے وغیرہ) اُسے بھی جانتا ہے اور وہ بڑا رحم کرنے والا اور بخشنے والا ہے۔ کافر لوگ کہتے ہیں ہم پر تو قیامت آئے گی ہی نہیں۔ اے رسول تم کدو قسم ہے اپنے رب کی وہ تم پر ضرور آئے گی۔ وہ غیب کا عالم ہے۔ آسمانوں میں یا زمین میں کوئی چیز ذرہ برابر بھی اُس

پچھی ہوئی نہیں کوئی چیز ذرہ سے بھی چھوٹی ہو یا بڑی وہ روشن کتاب کے اندر رکھی ہوئی ہے تاکہ جو لوگ ایمان والے ہیں اور جنہوں نے نیک کام کیے ہیں ان کو اجر دے یہی وہ لوگ ہیں جن کے لیے بخشش ہے اور اچھا ذوق ہے۔

جو گناہگار لوگ چھپ کر گناہ کرتے ہیں اور اس پر غور نہیں کرتے ہیں کہ یہ کسی نے دیکھا نہیں اس آیت سے ان کو عبرت حاصل کرنی چاہیے۔ ایک گناہ بندوں سے تو چھپ سکتا ہے لیکن وہ خدا سے کیسے چھپ سکتا ہے۔ اگر ایک بال بھی کسی کا چرایا ہے اور کسی نے دیکھا نہیں تو خدا نے اس کو دیکھ لیا ہے اور روز قیامت نامہ اعمال میں وہ بھی درج ہوگا اور اس کا حساب بھی دینا ہوگا۔

وَالَّذِينَ سَعَوْا لِئَلَّا يَعْرِفُوا أُولَٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مِّن رَّجْزٍ أَلِيمٍ ۝
وَيَرْسِلُ إِلَيْهِم مِّن رَّبِّهِمْ آيَاتٍ فَهُمْ لَا يَخْشَوْنَ ۝
وَيَهْدِي إِلَى صِرَاطٍ مُّبِينٍ ۝
وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا هَلْ نَدُلُّكُمْ عَلَىٰ رَجُلٍ يُنْبِئُكُمْ إِذَا مَرَفْتُمْ كُلَّ مُمْرِقٍ ۚ إِنَّكُمْ لَفِي خَلْقٍ جَدِيدٍ ۝
أَفَتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ كَذِبًا أَمْ بِهِ جِنَّةٌ ۚ بَلِ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ فِي الْعَذَابِ وَالضَّلَالِ الْبَعِيدِ ۝

جن لوگوں نے ہماری آیتوں کی تحقیق کی کوشش کی ہے ان ہی کے لیے دردناک عذاب کی سزا ہوگی۔ اے رسول جن لوگوں کو ہماری بارگاہ سے علم عطا کیا گیا ہے وہ جانتے ہیں کہ جو قرآن تمہارے پروردگار کی طرف سے تم پر نازل ہوا ہے وہ بالکل شیک ہے اور سزاوارحمد و ثنا غالبیہ کی راہ دکھاتا ہے۔ کفار (انرا و مسخر باہم) کہتے ہیں کہ کہہ دو ہم تمہیں ایسا آدمی (محمد) بتا دیں جو تم سے بیان کرے گا کہ جب تم (مکرر) ریزہ ریزہ ہو جاؤ گے تو تم لوگ ایک نئے جنم میں آؤ گے کیا اس شخص (محمد)

نہ خدا پر جھوٹ طوفان باندھا ہے یا اسے جنوں ہو گیا ہے (نہ محمد مجبوتا ہے نہ اسے جنوں ہے) بلکہ وہ خود جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے عذاب اور پرلے درجہ کی گمراہی میں پڑے ہوئے ہیں۔

عہد رسالت میں بہت سے لوگ اس کوشش میں لگے رہتے تھے کہ کسی طرح کسی آیت کے مضمون کو جھوٹا ثابت کر دیں مگر یہ تو ان کے بس کی بات نہ تھی۔ اپنی کوششوں میں ناکام رہتے تھے۔ جن لوگوں کو خدا کی طرف سے علم دیا گیا تھا وہ کہتے تھے جو کچھ خدا کی طرف سے نازل ہوا ہے وہ بالکل شیک ہے اس میں چون و چرا کی گنجائش نہیں ایسے لوگ جن کو خدا کی طرف سے علم دیا گیا ہے یا قرآن نازل ہوتا ہے یا اہلبیت طاہرین۔ ان کی خصوصیت یہ ہوتی ہے کہ کسی وقت ان کے دل میں احکام الہی کے متعلق کبھی کوئی شبہ بھی پیدا نہیں ہوتا۔ برخلاف اس کے جن کو دنیا والوں سے علم حاصل ہوتا ہے ان کے دلوں میں چھوٹے بڑے بہت سے شہجے پیدا ہوتے رہتے ہیں۔

ساتویں آیت میں یہ بتا جا رہا ہے کہ کافر لوگ حضرت رسول خدا کو ٹھٹھالنے میں تو کامیاب نہ ہوتے تھے، کیونکہ مشرکین نے حضرت کو صادق اور امین تسلیم کر چکے تھے۔ البتہ قیامت کے سبب میں ان کو دنیا کی اڑائی کا موقع ملے گا۔ آپس میں کہتے تھے یہ شخص کہتا ہے کہ جب ہم مکرر گلے نہ جاتیں گے، ریزہ ریزہ ہو جائیں گے تو قیامت میں ہمیں پھر ایک نیا جنم دے کر اٹھایا جائے گا۔ جہاں یہ بھی کوئی عقل میں آنے والی بات ہے۔ پس یا تو شخص اندر پر اقتدار دہاڑی کرتا ہے یا اسے جنوں ہو گیا ہے۔ غرض اس طرح حضرت کی بات اکھاڑنا چاہتے تھے لیکن کس کی طاقت تھی کہ خدا کی ہدایت کا دروازہ بند کر سکتا۔

أَفَلَمْ يَرَوْا إِلَىٰ مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ مِّنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ ۚ
إِن نَّشَاءُ نَحْطِفْ بِهِمُ الْأَرْضَ أَوْ نُسْقِطَ عَلَيْهِم كِسَفًا مِّنَ السَّمَاءِ
إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً لِّكُلِّ عَبْدٍ مَُّنِيبٍ ۝

کیا ان لوگوں نے زمین و آسمان میں جو کچھ ان کے آگے پیچھے ہے کبھی غور سے نہیں دیکھا اگر ہم چاہیں تو زمین میں ان کو دھنسا دیں یا آسمان کا کوئی ٹکڑا اسی ان پر گرا دیں۔ پھر خدا کی طرف رجوع کرنے والے ہر بندے کے لیے اس میں خدا کی نشانیاں ہیں۔

ناظرانِ بندے کبھی اس پر غور نہیں کرتے کہ خدا باوجود ان کی انفرانی کے ان کو مہلت دے رہا ہے اگر وہ جانتا تو

بات کہتے ان کو ہلاک کر دیتا۔ بہت سے لوگ ہیں کہ کبھی اس پر غور نہیں کرتے کہ خدا نے ان پر کیا کیا احسان کیے ہیں کیا ان کا یہی بدلہ ہے کہ اُس پر ایمان نہ لایا جائے اور اس کے احکام کی تعمیل میں سرکشی سے کام لیا جائے۔

وَلَقَدْ آتَيْنَا دَاوُدَ مِنَّا فَضْلًا ۖ يٰحِبَّالِ اَوْبِيْ مَعَهُ وَالطَّيْرُ ۚ وَ
التَّالٰهُ الْحَدِيْدَ ۝۱۱ اِنْ اَعْمَلَ سَبْعًا وَقَدَّرَ فِي السَّرْدِ وَاَعْمَلُوْا
صَالِحًا ۚ اِنِّيْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ۝۱۲ وَسَلٰمٌ مِّنَ الرِّيْحِ عُدُوْهَا
شَهْرٌ وَّرَوَاحُهَا شَهْرٌ ۚ وَاَسَلْنَا لَهٗ عَيْنَ الْقَطْرِ ۚ وَمِنَ الْجِنِّ مَن
يَّقْمَلُ بَيْنَ يَدَيْهِ بِاَذْنِ رَبِّهٖ ۚ وَمَنْ يَزِيْغْ مِنْهُمْ عَنْ اَمْرِنَا نُذِقْهُ
مِّنْ عَذَابِ السَّعِيْرِ ۝۱۳ يَّعْمَلُوْنَ لَهٗ مَا يَشَآءُ مِنْ مَّحَارِيْبٍ وَّ
مَسَآئِلَ وَجَفَانَ كَالْجَوَابِ وَقُدُوْرٌ رَّسِيْتٌ ۚ اَعْمَلُوْا اِلٰ دَاوُدَ
شُكْرًا ۚ وَقَلِيْلٌ مِّنْ عِبَادِي الشُّكُوْرُ ۝۱۴

اور ہم نے داؤد کو اپنی بارگاہ سے بزرگی عطا کی (اور پہاڑوں کو حکم دیا) اسے پہاڑوں پر سیج کرنے میں اُن کا ساتھ دو اور پرند کو اس کا تابع کر دیا اور ان کے لیے لوہے کو نرم کر دیا کہ فراخ و کشادہ درہیں بناؤ اور (کڑیوں کے) جوڑنے میں اندازہ کا خیال رکھو اور تم سب اچھے اچھے کام کرو جو کچھ تم کرتے ہو میں اس کو دیکھ رہا ہوں۔ اور ہوا کو سیمیان کا نائب بنا دیا۔ اس کی صبح کی رفتار ایک مہینہ کی راہ تھی اور شام کی بھی ایک ماہ کی مسافت اور ہم نے اس کے لیے تاجے کو گھٹلا کر چشمہ جاری کر دیا تھا اور جنابست کو ان کا تابع کر دیا تھا کہ ان میں سے کچھ جن ان کے پروردگار کے حکم سے ان کا کام کاج کرتے تھے ان میں سے جس نے ہمارے حکم سے انحراف کیا اسے ہم جہنم کے عذاب کا مزہ چکھائیں گے۔ غرض

سیمیان کو جو کچھ نرانا منظور ہوتا یہ جنات ان کے لیے بناتے تھے۔ مسجدیں۔ محل۔ قلعے اور (فرشتوں اور انبیاء کی) تصویریں اور محضوں کے برابر پہاڑے اور بڑی بڑی دیگیں ایک جگہ گڑھی ہوئی۔ اسے اولاد داؤد اللہ کا شکر کرتے رہو۔ میرے بندوں میں شکر کرنے والے بہت کم ہیں۔

انہی آیات میں چند باتوں پر روشنی ڈالنا ضروری ہے۔
۱۔ حضرت داؤد ایک غریب آدمی کے بیٹے تھے اور پتے سے جسم والے تھے لیکن جب حالات کے لشکر میں شامل ہو کر انہوں نے اپنی کوچوں سے ایک پتھر مار کر حالات جیسے گراؤ دلی دشمن کو قتل کر دیا تو ان کا وقار بہت بلند ہو گیا۔ حالات کے مرنے کے بعد ایک چھوٹی سی سلطنت کے مالک ہوئے اس کے بعد تمام بنی اسرائیل پر ان کی حکومت قائم ہو گئی۔

۲۔ حضرت داؤد پر زبور نازل ہوئی۔ جو مناجات کا مجموعہ تھی۔ جب یسعی سے باہر ماکر کھلے میدان میں نہایت خوش الحانی سے تلاوت کرتے تھے تو پرندے ان کے گرد جمع ہو جاتے تھے اور نہایت شوق سے ان کی تلاوت سنتے تھے۔ ان کی تسبیح کے ساتھ پہاڑوں سے بھی تسبیح کی آواز آتی تھی۔ یہاں یہ اعتراف کیا جاتا ہے کہ پہاڑ بے زبان ہیں ان کا تسبیح کے ساتھ کیا تعلق۔ اگر بطور صدا سے بارگشت کوئی آواز آتی ہوگی تو وہ پہاڑوں کی تسبیح نہیں کہی جاسکتی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اگر یہ صدا سے بارگشت ہوتی تو خدا اس کو اپنے ان احسانات کی فہرست میں درج نہ کرتا جو اُس نے داؤد پر کیے تھے۔ اگرچہ ہمارے نزدیک پہاڑ قابل تسبیح نہیں لیکن ان کے خالق نے تو ان کو قابل تسبیح بنایا ہے۔ جیسا کہ قرآن ہے اُن کوئی شے ایسی نہیں جو خدا کی تسبیح نہ کرے ہو لیکن تم اس کی تسبیح کو سمجھتے نہیں۔ (سورہ رجن میں حضرت داؤد کے لیے پہاڑوں کی تسبیح کا ذکر ہے۔ سورہ انبیاء میں بھی یہ ذکر ہے۔ اگر پہاڑ ان کے ساتھ تسبیح نہ کرتے ہوتے تو بار بار اس کا ذکر کیوں ہوتا۔

۳۔ ہم نے ان کے لیے لوہے کو نرم بنا دیا۔ یہ حضرت داؤد علیہ السلام کا خاص معجزہ تھا کہ لوہا ان کے ہاتھ میں آتے ہی موم کی طرح نرم ہو جاتا تھا اور وہ اس سے تار بنا کر ذرہ کی کڑیاں بناتے تھے اور اس میں چھوٹے چھوٹے سٹکے ہونے کی وجہ سے حضرت داؤد کی ذرہ بہترین ذرہ بھی جاتی تھی۔ لوگ اس کو بڑی خوشی سے خریدتے تھے۔ حضرت داؤد ذرہ کی قیمت میں سے بقدر قوت لایوت اپنے پاس رکھتے تھے باقی رو خدا میں دے دیتے تھے۔
حضرت داؤد علیہ السلام کو خدا نے ایسی خوش الحانی عطا کی تھی کہ جب آپ زبور پڑھتے تھے تو جنگل کے پرندے پرندے اور درندے سب اکل آتے تھے اور آپ کے گرد جمع ہو جاتے تھے اور سننے میں ایسے محو ہو جاتے تھے کہ ایک دوسرے کی خبر نہ پتہ تھی۔ درندے کسی پرندہ نہ کرتے تھے۔

ایک بار حضرت داؤد علیہ السلام کو یہ شوق ہوا کہ میں ایسی جگہ خدا کی تسبیح کروں جہاں میرے سوا کوئی عبادت کرنے والا نہ ہو۔ بڑی تلاش کے بعد ایک قنوق صحرائیں ایک تالاب کے کنارے معلیٰ بچھا اور ذکر الہی میں مشغول ہوئے۔ تالاب کے ایک مینڈک کے قرائے کی آواز آئی۔ آپ نے فرمایا: اے مخلوق خدا غامض ہو جا مجھے ذکر خدا

کرنے سے۔ اس نے کہا، اے نبی اللہ! کیا آپ یہ سمجھتے ہیں کہ یہاں حرف آپ ہی ذکر خدا کر رہے ہیں۔ اس تالاب میں نہارا مخلوق خدا یا خدا میں مصروف ہے۔ ان میں سے ایک میں بھی ہوں۔ یہ سن کر حضرت داؤدؑ سجدہ میں گر گئے اور عرض کی کہ اے میرے رب! کس کی طاقت ہے کہ تیری حمد کر سکے۔

۴۔ حضرت سلیمانؑ حضرت داؤدؑ کے بیٹے تھے۔ خدا نے ان کے لیے ہوا کو مسخر کر دیا تھا۔ ہوا آپ کے بسا ہو وقت صبح ایک ماہ تک اڑا کر لے جاتی تھی اور ایک ماہ کی راہ مستقیم کو۔

اس بارہ میں مفسرین کا اختلاف ہے کہ ایک ماہ کی راہ لیجائے سے کیا مراد ہے۔ سورۃ نمل میں اس کے متعلق ہم کچھ لکھ چکے ہیں۔ بعض مفسرین نے کہا ہے کہ حضرت سلیمانؑ کی سلطنت اتنی وسیع تھی کہ ہوا آپ کے بسا ہو اپنی پوری رفتار کے مطابق ایک ماہ میں جتنی مسافت طے کرتی ہے وہ صبح سے شام تک طے کر لیتی ہے۔ ہوا کی رفتار اتنی تیز ہوتی ہے اس سے ان کی وسعت سلطنت کا اندازہ ہوتا ہے۔ انہی ہی مسافت وہ شام کو طے کرتی تھی۔

بعض نے کہا ہے کہ ایک تیز رفتار سے تیز رفتار سواری ایک مہینہ میں یہاں تک پہنچ سکتی ہے وہاں تک ہوا وقت صبح بسا سلیمانؑ کو لے جاتی تھی اور اس طرح شام کو۔ یعنی صبح کو اپنی سلطنت کے مشرقی حصہ کو دیکھتے تھے اور شام کو مغربی حصہ۔ اس سے مراد نہیں کہ آپ ہر روز ایسا کرتے تھے بلکہ جب آپ کا ارادہ ہوتا تب یہ صورت اختیار کرتے۔

۵۔ ہم نے ان کے لیے تانبے کا چشہ لگا لیا۔ اس کے دو منہ مفسرین نے لکھے ہیں بعض کے نزدیک پچھلے ہوئے تانبے کا ایک چشہ چھوڑا۔ بعض کے نزدیک آپ کی سلطنت میں بکثرت تانبہ پایا جاتا تھا جس کو چھلکا کر ٹری گری میں بنایا جاتی تھیں۔

۶۔ اس تانبے سے جنات ان کے لیے بڑے بڑے ظروف بناتے تھے۔ ایک ایک دیگ انہی بڑی ہوتی تھی کہ ایک چار آدمیوں کے لیے اس میں سالی پک سکے۔ چو کو آپ کا لشکر روایت سے سو کوں تک پہنچا ہوا تھا۔ ۲۵ کوں تک آدمی تھے ۲۵ کوں تک۔ ہر ۲۵ کوں تک پرندے اور ۲۵ کوں تک چوپائے۔ لہذا ۲۵ کوں تک پچھلے ہوئے آدمیوں کے لیے کھا، انہی ہی بڑی دیگوں میں پکنا چاہیے تھا۔

۷۔ خدا نے جنات کو حضرت سلیمانؑ کا تابع بنا دیا تھا۔ اس میں مفسرین کا اختلاف ہے کہ جنات سے کیا مراد ہے بعض نے کہا ہے کہ قوی پیکل کرشرا و فتنہ و انسان مراد ہیں جو کسی کے قابو میں نہیں آتے تھے لیکن یہ قول صحیح نہیں۔ اگر جنات عیالہ سے کوئی قوم نہیں ہے تو خدا نے ان کو قبیح انسانی سے الگ کر کے کیوں بیان کیا ہے۔ جنات کی خلقت آگ سے کیوں بیان کی ہے وہ انسانوں میں شامل ہوتے تو ان کی خلقت عام انسانوں کی طرح مٹی سے ہونی چاہیے تھی۔ الغرض جن جنات کو جناب سلیمانؑ کی تغیر میں دیا تھا وہ ضرور نوع انسانی سے الگ نوع تھی۔ سورۃ النحل کی تلاوت سے معلوم ہوتا ہے کہ انسانوں سے الگ ایک مخلوق ہے۔

۸۔ جنات سے جو کام حضرت سلیمانؑ لیتے تھے ان میں بڑی بڑی مسجدیں بنوا بھی شال تھا اور انبیاء کے مجسمے بھی ان کی یاد دلانے کے لیے بنواتے تھے۔

تفصیل کے متنی میں بھی مفسرین کا اختلاف ہے۔ بعض نے تصاویر مراد لی ہے۔ بعض نے مجسمے کہا جاتا ہے کہ جب دونوں چیزیں بنانا اسلام میں ناجائز نہیں تو حضرت سلیمانؑ ہی جو کہ ایسا کیوں کرتے تھے۔ پس پہلے قرآن طے

ہونا چاہیے کہ تفصیل سے مراد تصاویر ہیں یا مجسمے۔

سورۃ النبیاء (۷۱/۵۷) میں ہے کہ حضرت ابراہیمؑ نے اپنے منبر پر بپ اور اپنی قوم سے کہا مَا هَذَا النَّاسِ الشَّيْءِ أَتَشْكُرُ لَهَا عِبَادَتُكَ (یہ کیسی صورتیں ہیں جنہیں تم گھبرے بیٹھے ہو)۔ اس سے معلوم ہوا کہ تمثال مجسمہ کو کہتے ہیں۔ حضرت سلیمانؑ کا انبیاء کے مجسمے بنوا اس لیے نہ تھا کہ ان کی پرستش کی جائے بلکہ بڑے تذکر اور یادگار تھا۔ مقام ابراہیمؑ جس پر حضرت ابراہیمؑ کے قدم کا نشان ہے آج تک بطور تذکرہ خانہ کعبہ میں موجود ہے اور وہاں دو رکعت نماز پڑھنا ارکان حج میں شامل ہے۔ ممکن ہے کہ اس وقت ہوا کی کوئی صورت لکھتی ہو لیکن بدین یہ دیکھتے ہوئے کہ لوگ ان صورتوں کو پوجتے گئے ہیں ان کا بناو ام مسترد رہا گیا ہو۔

۹۔ بڑے بڑے پالے حوضوں کے برابر اس لیے بنوائے گئے کہ دعوت کے وقت ان میں سالن رکھ کر کھلایا جائے اور بڑی دیکھیں جو زمین میں گولی دیتی تھیں اسی مقصد کو پیش نظر رکھ کر بنوائی جاتی تھیں۔

۱۰۔ یہ روایت صحیح نہیں گنتی کہ حضرت سلیمانؑ کے تخت پر چھ ہزار سونے چاندی کی کرسیاں رکھی جاتی تھیں۔ جن پر ان کے درباری بیٹھتے تھے۔ ایک آرائشی دربار بادشاہان دنیا کو تزیین دینا ہے لیکن انبیاء کے درباروں کا اس طرح سجایا جانا قرین عقل نہیں۔ وہ تو خرافات دنیا سے لوگوں کا دل ہٹانے آتے تھے نہ کہ اس لیے کہ لوگوں کی بھائی لگا ہی سونے چاندی کی کرسیوں پر بیٹھیں اور انہیں عیش پرستی کی طرف راغب کریں۔ اگر دنیاوی شان و شوکت اللہ کے پیاروں کو دنیا ہوتی تو امیر المؤمنین حضرت علیؑ مسجد کے ننگے فرش پر جو رکھ کر بیٹھ جاتے۔ ایک نبی کا گھر

۱۱۔ یہ روایت بھی غلط ہے کہ حضرت سلیمانؑ کی تین سو بی بی تھیں اور ان کے لیے تین سو محل تھے۔ ایک نبی کا گھر کیا ہو کہ ان بی بیوں کی چھاؤنی بن گیا۔ ایک سو دو خدا نے اتنی بی بیوں کی اہانت کیسے دے دی۔

فَلَمَّا قَضَيْنَا عَلَيْهِ الْمَوْتَ مَا دَلِمُ عَلَى مَوْتِهِمُ إِلَّا دَابَّةُ الْأَرْضِ تَأْكُلُ مِنْسَأَتِهِمْ فَلَمَّا خَرَّ تَبَيَّنَتِ الْجِنَّ أَنْ لَوْكَافُوا يَعْلَمُونَ الْغَيْبَ مَا لَبِثُوا فِي الْعَذَابِ الْمُهِينِ ﴿٢٥﴾

جب ہم نے سلیمان پر موت کا حکم جاری کیا تو وہ مر گئے مگر کوئی کے سہارے کھڑے نہ تھے اور جنات کو کسی نے ان کے مرنے کا پتہ نہ بتایا مگر زمین کی دیگ نے کہ وہ سلیمان کے عصا کو کھا رہی تھی پھر جب کھوکھلا ہو کر ٹوٹ گیا اور سلیمان کی لاش گری تب جنات نے جانا۔ اگر وہ غیب دان ہوتے تو (اس) ذلیل کر دیتی

(کام کرنے کی) مصیبت میں مبتلا نہ رہتے۔ (فوراً الگ ہو جاتے۔)

حضرت سلیمان جنات کے برابر کام میں لگاتے رہتے تھے اور جو سرکشی کرتا تھا اسے ذخیروں میں جکڑ کر دیا میں ڈال دیتے تھے۔ بیت المقدس کی مسجد بھی انہی سے بنوائی۔ اس کی ابتداء حضرت داؤدؑ نے کی تھی لیکن جب قد آدمؑ اس کی دیواریں بلند ہو گئیں اور ان کی عمر ۱۲۰ سال کی ہوئی تو حکم خدا ہوا کہ اب اس کی تعمیر بند کر دو۔ چنانچہ اسی سال ان کا انتقال ہو گیا اور حضرت سلیمان ۱۳ سال کی عمر میں ان کے جانشین ہوئے۔ آپ نے قیمتی پتھر لگا کر اسے مزین کیا۔ بخت النصر اس کے جوار ہر گھنٹہ کے عراق لے گیا اور خدا کا کھربانہ و بر باد کر گیا۔ جو عمارت اب ہے یہ بعد کی بنوائی ہوئی ہے۔ مسجد بیت المقدس اس ہی زیر تعمیر تھی کہ حضرت سلیمان نے ارکان سلطنت سے فرمایا: خدا نے مجھے اتنی بڑی سلطنت عطا فرمائی لیکن میں ایک دن آرام سے بیٹھا۔ آج فلاں محل میں جا تا ہوں میرے پاس کوئی نہ آئے۔ غرض آپ محل کے بالائے پر گئے۔ اطراف و جوار آپ کا نظارہ کر رہے تھے اور عصا پر سہارا دے کھڑے تھے کہ ملک الموت نے اسی حالت میں آپ کی روح قبض کر لی اور آپ اسی طرح کھڑے تھے۔ جنات اس خیال سے کہ آپ زندہ ہیں اور کھڑے کھڑے دیکھ رہے ہیں، اپنے اپنے کام میں مشغول تھے۔ جب ایک رات گزر گئی اور مسجد بھی مکمل ہو گئی تب دیکھ لے آپ کے عصا کو کھاکھوکھا کر دیا اور آپ کی لاش گر پڑی۔ جنات کو جب پتہ چلا تو وہ اُسی وقت توبہ سے آزاد ہو کر چلتے بنے۔

جنات کے متعلق لوگوں کا یہ خیال اس وقت بھی تھا اور اب بھی ہے کہ یہ لوگ غیبیہ ان ہوتے ہیں بلکہ اس واقعہ سے ثابت ہو گیا کہ انہیں غیب کا علم نہیں ہوتا۔ درج حضرت سلیمانؑ کی موت کا علم ہوتے ہی وہ بھاگ کھڑے ہوتے اور مسجد بیت المقدس کی تعمیر کو ناتمام چھوڑ دیتے۔

لَقَدْ كَانَ لِسَبَإٍ فِي مَسْكِهُمْ آيَةٌ ۖ جَنَّتِ ثَلَاثُ مِائِينَ ۖ وَشِمَالُهُ كُلُوا مِن رِّزْقِ رَبِّكُمْ وَاشْكُرُوا لِلَّهِ ۚ بَلَدَهُ طَيِّبَةٌ ۖ وَرَبِّ غَفُورٌ ۝۱۵ ۖ فَاعْرَضُوا ۖ فَأَرْسَلْنَا عَلَيْهِم سَيْلَ الْعَرِمِ ۖ وَبَلَّ لَهُمُ بَحَّتِيهُمُ جَلَّتِ ذَوَاتُهُ ۖ أُكُلِ خَمْطٍ وَأَثْلٍ وَشَيْءٍ مِّن سِدْرٍ قَلِيلٍ ۝۱۶ ۖ ذَٰلِكَ جَزَيْنَهُم بِمَا كَفَرُوا ۖ وَهَلْ نُجِزِي إِلَّا الْكَافِرِينَ ۝۱۷ ۖ وَجَعَلْنَا بَيْنَهُم وَبَيْنَ الْقُرَىٰ الَّتِي بَرَكْنَا فِيهَا قُرًى ظَاهِرَةً ۖ وَقَدَرْنَا فِيهَا السَّيْرَ ۖ سِيرُوا فِيهَا

لَيْلٍ وَأَيَّامٍ ۖ امْنِينَ ۝۱۸ ۖ فَقَالُوا رَبَّنَا بَعْدَ بَيْنِ أَسْفَارِنَا وَظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ ۖ فَجَعَلْنَاهُمْ أَحَادِيثَ وَمَزَقْنَاهُمْ كُلَّ مُمَزَّقٍ ۖ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُورٍ ۝۱۹

سبا والوں کے لیے ان کے مساکن میں ہماری (قدرت کی) نشانی تھی۔ دہانتے بائیں دو (ہرے بھرے) باغ تھے (ہمارا حکم تھا) اپنے رب کے رزق کو کھاؤ اور خدا کا شکر ادا کرو۔ (دنیا میں) پاک صاف شہر دیا ہے اور (آخرت میں) خدا جیسا بخشنے والا (جنت میں گھر دے گا) پس انہوں نے (بہنیروں کے کہنے سے) منہ پھیر لیا (جس کی سزا میں) ہم نے بڑے زور کا سیلاب بھیجا اور ہم نے ان کے دلوں باغوں کو ایسے دو باغوں میں تبدیل کر دیا جن کے پھل کڑے تھے اور ان میں جھاڑے درخت تھے اور تھوڑی سی بیریاں تھیں یہ ہم نے ان کی ناشکری کی سزا دی اور ہم تو بڑے ناشکروں ہی کو سزا دیا کرتے ہیں۔ اور ہم نے اہل سبا اور شام کی بستیوں کے درمیان جن کو ہم نے برکت عطا کی تھی، چند بستیاں (برساں) تھیں جو باہم نمایاں تھیں اور ہم نے ان میں آمد و رفت کی راہ مقرر کر دی تھی کہ رات اور دن میں جب چاہو اس کے ساتھ چلو پھرو۔ وہ لوگ کہنے لگے کہ پروردگار! (قریب کے سفر میں لطف نہیں) تو ہمارے سفروں میں دوری پیدا کرنے اور ان لوگوں نے خود اپنے آپ پر ظلم کیا تو ہم نے بھی ان کو (نابحر کے) افسانے بنا دیا اور (ان کی جھجیاں اڑا کر) تفرقہ پڑھ کر دیا۔ اس میں بے شک ہر صبر و شکر کرنے والے کے لیے بڑی عبرتیں ہیں۔

یہ شہر سبا ہی ہے جہاں مقدس کی حکومت تھی۔ یمن سے شام کے بستیوں کا ایک سلسلہ چلا گیا تھا۔ شہر سبا کی علاقہ تھا نہایت سرسبز و شاداب و پہاڑوں کے درمیان واقع تھا۔ شہر کے دونوں طرف ایسے گنجان باغ تھے کہ سافر وہاں ذری مسافت کے حساب میں چلا جاتا تھا۔ ایک دریا سے پانی لیتے تھے اور اس کا مضبوط بند بندھا ہوا تھا۔ یہ بند ملک مقدس نے تعمیر کیا تھا۔ ایک عرصہ دراز کے بعد ان لوگوں نے یہ عہدوں کو جھٹلا کر شروع کیا اور خدا کے احکام کا منکر اڑانے لگے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اس دریا کا بند ٹوٹ گیا اور سخت سیلاب آیا کہ تمام امانات تباہ ہو گئیں اور باغوں کی جگہ جنگلی درخت اُگل آئے۔ ان لوگوں کی یہ خواہش کہ لمبے سفروں کے رستے بن جائیں۔ یا تو اس بنا پر ہو گی کہ مابین گنجان آبادی کی وجہ سے غلہ کی قلت ہوئی ہو گی یا انہیں کے جھگڑوں کی وجہ سے دور دور رہنا چاہتے ہوں گے۔ غرض سیلاب آنے کے بعد جب ان

کی سببیاں تباہ ہوئیں تو وہ لوگ متفرق ہو کر دور دور جا بیسے اور جو اکام ان کو کیمائی میں حاصل تھا وہ ختم ہو گیا۔ حقیقت یہ ہے کہ انسان جب خدا کی نعمتوں کی قدر نہیں کرتا تو اسے ایسی ہی تباہی و بربادی کا سامنا ہوتا ہے۔ زوالِ نعمت کے بعد پہچاننے سے کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔

وَلَقَدْ صَدَقَ عَلَيْهِمْ اِبْلَاسُ ظَنَّهُ فَاتَّبَعُوهُ اِلَّا فَرِيقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِينَ ۝۱۰
وَمَا كَانَ لَهُ عَلَيْهِمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ اِلَّا لِنَعْلَمَ مَن يُّؤْمِنُ بِالْآخِرَةِ مِمَّنْ هُوَ مِنهَا فِى شَكٍّ ۚ وَرَبُّكَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ حَفِيظٌ ۝۱۱

شیطان نے اپنے خیال کو جو ان کے بارے میں کیا تھا سچ کر دکھایا۔ ان لوگوں نے اس کی پیروی کی مگر ایمانداروں کا ایک گروہ نہ بھٹکا اور شیطان کا ان لوگوں پر کچھ قابو تو تھا نہیں مگر یہ (مطلب تھا) کہ ہم ان لوگوں کو جو آخرت پر یقین رکھتے ہیں اور ان کو جو اس کے بارے میں شک میں پڑے ہوئے ہیں جان لیں اور تیرا رب ہر شے کا نگہبان ہے۔

پانچ سو سال قبل مسیح خیرسبا میں دو قسم کے لوگ بستے تھے۔ ایک جو خدا پرست تھے اور بت پرستی کو برا جانتے تھے۔ دوسرا گروہ وہ تھا جن پر شیطان نے قابو پا کر ان کو گمراہ کر دیا تھا۔ اور خدا فرماتا ہے۔ شیطان جبراً تو کسی کو گمراہ کرتا نہیں۔ اس کا کام تو یہ ہے کہ ان کے دلوں میں دوسرے ڈال دے یا اپنے جیلوں چانٹوں میں سے ایسے لوگوں کو ان کے پیچھے لگا دے جو ان کو مسیح عقیدے سے شادیں۔ اس کے ایسا کرنے کے بعد خدا فرماتا ہے، ہمیں پتہ چل جاتا ہے کہ کون کون ہے اور کون کون شک میں پڑا ہوا ہے۔

قُلْ اَدْعُوا اِلَیْہِ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُونِ اللّٰہِ لَا یَمْلِکُوْنَ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ فِی السَّمٰوٰتِ وَلَا فِی الْاَرْضِ وَمَا لَہُمْ فِیْہَا مِنْ شَرِّکٍ ۚ وَمَا لَہُمْ مِنْہُمْ مِّنْ ظٰہِرٍ ۝۱۲ وَلَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ عِنْدَہٗ اِلَّا لِمَنۢ اِذِنَ لَہٗ ۚ حَتّٰی اِذَا فُزِعَ عَنْ قُلُوْبِہِمْ قَالُوْا مَاذَا قَالَ رَبُّکُمْ ۚ فَسَالُوْا اَلْحَقَّ

وَهُوَ الْعَلِیُّ الْکَبِیْرُ ۝۱۳ قُلْ مَن یَّرِزْقُکُمْ مِّنَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ قُلْ اللّٰہُ ۚ وَاِنَّا اَوْ اٰتَاکُمْ لَعَلَّ لَہْدٰی اَوْ فِی ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ۝۱۴

(اے رسول) تم ان سے کہدو کہ جن لوگوں کو تم خدا کے سوا معبود سمجھتے ہو انہیں پکارو تو معلوم ہو جائے گا کہ وہ ذرہ برابر نہ تو آسمانوں میں اختیار رکھتے ہیں نہ زمین میں اور نہ ان کی ان دونوں میں شرکت ہے اور نہ ان میں سے کوئی خدا کا مددگار ہے اور خدا کی بارگاہ میں کسی کی شفاعت فائدہ نہ دے گی مگر جس کو خدا چاہے عطا فرمائے (اس کے دربار کی ہیبت) یہاں تک ہے کہ جب شفاعت کا ذکر ہو گا تو گھبرا جائیں گے۔ جب گھبراہٹ دور ہوگی تو وہ سفارش کرنے والوں سے پوچھیں گے کہ تمہارے رب نے کیا جواب دیا وہ کہیں گے ٹھیک جواب دیا ہے اور وہ بزرگ و برتر ہے۔ اے رسول ان سے کہو کہ تمہیں آسمانوں اور زمین سے کون روزی دیتا ہے (وہ کیا کہیں گے) تم کہدو خدا دیتا ہے۔ ہم اور تم دونوں میں سے ایک تو ضرور راہِ راست پر ہے دوسرا کھلی گمراہی میں پڑا ہے۔

مشرکین حضرت کے پاس اگر کافر بھٹیاں کیا کرتے تھے اور اپنے بتوں کی تشریفوں کے بل باندھا کرتے تھے۔ خدا کہتا ہے اے رسول! ذرا تم ان سے یہ تو پوچھو کہ ان کے معبودوں کی زمین یا آسمان میں کہیں ذرہ برابر بھی ملکیت ہے۔ پھر یہ عبادت میں خدا کے شریک کیسے ہو گئے اور نہ یہ مدد دینے والوں میں سے ہیں۔ جب تک خدا اجازت نہ دے کوئی کسی کی شفاعت نہیں کر سکتے گا۔ وہاں ہیبت کا یہ عالم ہو گا کہ لوگ گھبرا سہے ہوئے ہوں گے۔ یہ لوگ جو بت پرستی کر رہے ہیں ان سے پوچھو کہ آج تمہیں رزق کون دے رہا ہے۔ آسمان سے میٹر کون برساتا ہے اور نہ ہی سے غلہ کون اگاتا ہے۔

اے رسول! تم ان سے کہو کہ میں تم سے متقول بات کہتا ہوں تو تم سے اس کا جواب تک نہیں بن پڑتا تو بتاؤ کہ ہم دونوں میں کون ہدایت یافتہ ہے اور کون گمراہ ہے۔ دونوں تو حق پر ہو نہیں سکتے نہ باطل پر۔ ضرور ایک حق پر ہو گا، ایک باطل پر۔ میری بات کا تو متقول جواب دو ورنہ یہ مانو کہ تم باطل پر ہو۔ جس پر اٹھنے سے مقصد حاصل نہیں ہوتا۔

قُلْ لَا تَسْأَلُوْنَ عَمَّا اَجْرُنَا وَلَا تَسْأَلُ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ۝۱۵ قُلْ یَجْمَعُ بَیْنَنَا رَبُّنَا ثُمَّ یَفْتَحُ بَیْنَنَا بِالْحَقِّ ۚ وَهُوَ الْفَتّٰحُ الْعَلِیْمُ ۝۱۶ قُلْ

أَرْوَى الَّذِينَ أَحَقُّهُمْ بِهِ شُرَكَاءَ كَلَّا بَلْ هُوَ اللَّهُ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۝
وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا كَافَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيرًا وَنَذِيرًا وَلَئِنَّ أَكْثَرَ
النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ۝۲۸

ان سے کہہ دو نہ ہمارے گناہوں کی تم سے پوچھ گچھ ہوگی نہ تمہارے گناہوں کی ہم سے۔ اے رسول ان سے یہ بھی کہہ دو کہ قیامت کے دن ہمارا پروردگار سب کو اکٹھا کرے گا پھر ہمارے درمیان ٹھیک ٹھیک فیصلہ کرے گا اور وہ تو بڑا ٹھیک ٹھیک فیصلہ کرنے والا واقف کار ہے۔ اے رسول تم کہہ دو کہ جن کو تم (خدا کا شریک بنا کر) خدا کے ساتھ ملاتے ہو انہیں مجھے بھی تو دکھا دو۔ (ہرگز کوئی اس کا شریک نہیں) بلکہ وہی غالب و ستم والا ہے۔ اے رسول ہم نے تم کو دنیا کے لوگوں کے لیے بشارت دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔

تمام انبیاء میں جن کی تعداد بروایت ایک لاکھ چوبیس ہزار ہے کوئی ایک ہی نبی ایسا نہیں جس کو تمام لوگوں پر بشیر و نذیر بنا کر بھیجا گیا ہو۔ آپ سے پہلے جتنے انبیاء و مرسلین آئے ان کا حلقہ تبلیغ و ہدایت محدود تھا صرف سرکارِ رسالت ہی ایسے رسول ہیں جن کی امت میں قیامت تک تمام لوگ شامل ہیں۔ خواہ وہ کسی خطہ زمین پر کسی ملک میں رہتے ہوں کسی قوم سے تعلق رکھتے ہوں۔ کالے ہوں یا گورے۔ آپ کی ہدایت کسی نہ کسی طرح سے ان تک پہنچ چکی ہے اور جہاں نہیں پہنچی وہاں پہنچ کر رہے گی۔

وَيَقُولُونَ مَتَى هَٰذَا الْوَعْدُ إِن كُنْتُمْ صَادِقِينَ ۝۲۹ قُلْ لَّكُمْ مَبِيعَاتُ يَوْمٍ
لَّا تَسْتَخِرُونَ عَنْهُ سَاعَةً وَلَا تَسْتَقْدِمُونَ ۝۳۰ وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لَن
تُؤْمِنَ بِهَٰذَا الْقُرْآنِ وَلَٰكِنَّا نَظُنُّكَ إِذْ يَتْلُوهُ إِذْ يَظْهَرُ
مَوْقُوفُونَ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْجَعُ بَعْضُهُمْ إِلَىٰ بَعْضٍ الْقَوْلُ يَقُولُ

۲۵۷

الَّذِينَ اسْتَضَعُوا لِلَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا وَلَا أَنْتُمْ لَكُمْ مُؤْمِنِينَ ۝۳۱

اور یہ لوگ کہتے ہیں اگر تم سچے ہو تو بتاؤ (قیامت) کا دن کب آئے گا۔ تم ان سے کہہ دو کہ تم لوگوں کے لیے ایک خاص دن مقرر ہے جسے ایک گھڑی نہ تم پیچھے ہٹا سکو گے نہ آگے بڑھا سکو گے۔ جن لوگوں نے کفر اختیار کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ ہم اس قرآن پر ہرگز ایمان نہ لائیں گے اور نہ اس کتاب پر جو اس سے پہلے آچکی ہے۔ اے رسول، کاش تم ان غالموں کو دیکھتے جب وہ اپنے رب کی بارگاہ میں (ذلیل و خوار) کھڑے ہوں گے اور ایک دوسرے پر الزام لگائیں گے۔ کمزور بڑبستوں سے کہیں گے اگر تم ہمیں نہ بھکاتے تو ہم ایمان والے ہوتے۔

یہ سوال بار بار لوگ کرتے تھے کہ قیامت کب آئے گی۔ مسلمانوں سے کہتے تھے اگر تم سچے ہو تو اس کا دن اور وقت بتاؤ۔ خدا نے ان کو بتایا نہیں بلکہ یہ کہہ دیا کہ وہ آئے گی ضرور۔ پھر ایک منٹ آگے ہو گا نہ پیچھے، ٹھیک وقت پر آجائے گی۔ بالفرض انہیں وقت بتا بھی دیا جاتا تو یہ نہ کہ ان کو یقین نہ تھا لہذا سوال سے انکار کرتے اور کیا کرتے۔ کفار نے یہودیوں سے پوچھا، تمہاری تورات میں قیامت کے متعلق کیا لکھا ہے۔ انہوں نے کہا محمد کا یہ کہنا تو سچا ہے قیامت آئے گی اور ضرور آئے گی۔ ہماری کتاب میں تو محمد کی تعریف بھی لکھی ہے۔ یہ سن کر ابرہہ نے جھلک کر کہا تو ہم تمہاری کتاب کو کب مانتے ہیں، دونوں جھوٹی ہیں۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

آگے ان کفر و کفر کی گفتگو کا ذکر ہے جن کو ان کی قوم کے سرداروں نے بہکا یا تھا۔ وہ کہیں گے یہ مصیبت ہمارے اوپر تمہاری وجہ سے نازل ہوئی۔ اگر تم نہ بھکاتے تو آج قیامت کے دن ہم خدا کے سامنے مومن بن کر آتے۔

قَالَ الَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا لِلَّذِينَ اسْتَضَعُوا اغْنُ صَدَدُكُمْ عَنِ الْهُدَى
بَعْدَ إِذْ جَاءَكُمْ بَلْ كُنْتُمْ مُجْرِمِينَ ۝۳۲ وَقَالَ الَّذِينَ اسْتَضَعُوا لِلَّذِينَ
اسْتَكْبَرُوا بَلْ مَكْرُ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ إِذْ تَأْمُرُونَنَا أَنْ نَكْفُرَ بِاللَّهِ وَ
نَجْعَلَ لَهُ أَندَادًا وَأَسْرُوا التَّدَامَةَ لَمَّا رَأَوُا الْعَذَابَ وَجَعَلْنَا

الْأَغْلَافِ أَغْنَاكَ الَّذِينَ كَفَرُوا هَلْ يُجْزَوْنَ إِلَّا مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿۳۳﴾

زبردست کمزوروں سے کہیں گے کیا تمہارے پاس ہدایت آنے کے بعد ہم نے تم کو ہدایت قبول کرنے سے روکا تھا۔ بلکہ تم خود ہی مجرم بنے۔ کمزور زبردستوں سے کہیں گے بلکہ تمہاری رات دن کی فریب ہی نے ہم کو گمراہ کیا۔ تم ہم کو خدا کے زمانے اور اس کا شریک بنانے کے لیے برابر حکم دیتے رہے (تو ہم دیکھا ہی کرتے رہے) جب یہ لوگ عذاب کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں گے تو دل ہی دل میں پچھتائیں گے اور جو لوگ کافر تھے ہم ان کی گردلوں میں طوق ڈال دیں گے۔ جو کائناتیاں یہ لوگ دنیا میں کر سکتے ہیں اس کے مطابق تو ان کو سزا ضرور دی جائے گی۔

جب قوم کے کمزور صاحبان باہ و اقتدار پر الزام لگائیں گے کہ تم نے ہمیں لے جا کر کافر بنایا تو وہ جواب میں کہیں گے، احمق تو ہم نے کیا تمہارے گلے پر چھری دیکھی تھی کہ کافر بن جاؤ۔ اگر تم سوچنا چاہتے تو ہم بجز تمہارا دل پیر کر اس میں کمزور کو نہیں بھر سکتے تھے۔ تم نے ہماری مخالفت کیوں نہ کی۔ تم زیادہ تھے ہم کم۔ اگر تم ہمارا گھیراؤ کرتے اگر تم ہم سے لڑتے پر کادہ ہو جاتے تو تمہاری کثرت پر ہماری قلت کیسے غالب آجاتی۔ ہم لوگوں سے جو فائدے تم کو پہنچتے تھے تم ان کے لالچ میں آگئے اور جیسا ہم کہتے تھے تم کرتے گئے پھر ہم پر الزام کیوں لگاتے ہو۔ جب تمہارے پاس پیغمبر آئے تو تم نے انہیں کیوں جھٹلایا، تم نے ان کو کیوں ستایا۔ تم ہمارے تابع فرائض ہماری دولت کے لالچ میں بیٹھ رہے۔ اب یہاں کیا مسئلہ کر سکتے ہو۔ جو ہم پر پڑے گی ہم جکھنیں گے جو تم پر پڑے تم جکھن۔

وَمَا أَرْسَلْنَا فِي قَرْيَةٍ مِّنْ نَّذِيرٍ إِلَّا قَالَ مُتْرَفُوهَا إِنَّا بِمَا أُرْسِلْتُمْ بِهِ كَافِرُونَ ﴿۳۴﴾ وَقَالُوا نَحْنُ أَكْثَرُ أَمْوَالًا وَأَوْلَادًا وَمَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِينَ ﴿۳۵﴾ قُلْ إِن رَّبِّي يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَشَاءُ وَيَقْدِرُ وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ﴿۳۶﴾ وَمَا أَمْوَالُكُمْ وَلَا أَوْلَادُكُمْ بِالَّتِي تُفَرِّبُكُمْ عِندَنَا

زُلْفَىٰ إِلَّا مَنَ أَمِنَ وَعَمِلَ صَالِحًا زَاوَالِيكَ لَهُمْ جَزَاءُ الضَّعْفِ بِمَا عَمِلُوا وَهُمْ فِي الْغُرُفَاتِ آمِنُونَ ﴿۳۷﴾

ہم نے کسی بستی میں کوئی ڈر لے والا نہیں بھیجا مگر وہاں کے بڑے لوگ کہنے لگے جو احکام دے کر تم بھیجے گئے ہو ہم ان کو نہیں مانتے اور یہ بھی کہنے لگے کہ ہم تو (ایمانداروں سے) مال و اولاد میں کہیں زیادہ ہیں اور ہم پر آخرت میں عذاب نہیں کیا جائے گا۔ لے رسول کہہ دو جسے شک میرا رب جس کا رزق چاہتا ہے زیادہ کر دیتا ہے اور جس کا چاہتا ہے کم کر دیتا ہے لیکن اکثر لوگ جانتے نہیں۔ اور تمہارے اموال و اولاد کی یہ بستی نہیں کہ تم کو تمہارے نزدیک مقرب بنا دیں مگر (ہاں) جس نے ایمان قبول کیا اور اعمال صالحہ بجالایا۔ ان لوگوں کے لیے تو ان کی کارگزاریوں کی دوسری جزا ہے اور وہ بہشت کے بھروں میں آرام سے رہیں گے۔

کسی بستی میں سب سے پہلے پیغمبروں کے مقابل کرکشی دکھانے والے مالدار لوگ ہوتے تھے جس کی وجہ یہ تھی کہ وہ مال دولت کے غرور میں کسی پیغمبر کی اطاعت قبول کرنا اپنی قویں سمجھتے تھے۔ دوسرے ان کے داغوں میں یہ غلط سلک ہوتا تھا کہ اگر ہم خدا کو پیارے نہ ہوتے تو ہمیں مالدار کیوں بنانا۔ ہماری مال و اولاد میں زیادتی اس کا ثبوت ہے کہ قیامت میں ہم پر کوئی عذاب نہ ہو گا۔ ان کے جواب میں خدا فرماتا ہے کہ کسی کا رزق بڑھانا یا گھٹانا خدا کی مصلحت پر موقوف تھا۔ اگر مال و اولاد کی زیادتی خدا کی محبت کا ثبوت ہوتی تو مشرک و بت پرست تو صلیک مانگتے پھرتے اور خدا کے نیک بندے سیدھے ساہوکار بننے نظر آتے حالانکہ ایسا نہیں ہے۔ جو لوگ ایماندار و عمل صالح کرنے والے ہیں وہ فاقوں میں گزار دیئے اور بد اعمال بڑے اکڑے پھرتے ہیں۔ خدا کی محبت کا سمیلا مال و اولاد کی زیادتی نہیں بلکہ اعمال صالحہ ہیں۔

اب رہے یہ ستر کہ بد اعمال کو اس نے فارغ البال کیوں بنایا ہے تو ان پر محبت تمام کرنے کے لیے کہ ہم نے تم کو سب کچھ دیا مگر اس پر تم نے ہم کو نہ پہچانا۔ لہذا قیامت میں اس کی سزا جگہتی ہوگی۔ مال و دولت کی زیادتی خدا سے قربت کو دلانے والی نہ ہوگی۔ ہاں اگر ان کے ذریعے سے تم اپنے ایمان پر قائم رہے ہو اور اعمال صالحہ بجالائے ہو تو ضرور تم خدا کے مقرب بندوں میں سے ہو جاؤ گے۔ اور وہاں نہیں اپنے اعمال صالحہ کا اچھا خاصہ بدلہ ملے گا۔

وَالَّذِينَ يَسْعَوْنَ فِي آيَاتِنَا مُعْجِزِينَ أُولَٰئِكَ فِي الْعَذَابِ مُحْضَرُونَ ﴿۳۸﴾

قُلْ إِنَّ رَبِّي يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ وَيَقْدِرُ لَهُ وَمَا أَنْفَقْتُمْ مِنْ شَيْءٍ فَهُوَ يُخْلِفُهُ وَهُوَ خَيْرُ الرَّازِقِينَ ﴿۳۹﴾ وَيَوْمَ يُحْشَرُهُمْ جَمِيعًا يَقُولُ لِلْمَلَكَةِ أَهْلُؤَلَاءِ أَيَاكُمْ كَانُوا يَعْبُدُونَ ﴿۴۰﴾ قَالُوا سُبْحَانَكَ أَنْتَ وَلِيِّنَا مِنْ دُونِهِمْ بَلْ كَانُوا يَعْبُدُونَ الْجِنَّ أَكْثَرُهُمْ بِهِمْ مُؤْمِنُونَ ﴿۴۱﴾

جو لوگ ہماری آیات کو بے اثر بنانے کے لیے دوڑھوپ کرتے ہیں وہ جہنم کی آگ میں جمودک دیئے جائیں گے۔ اے رسول کہہ دو کہ میرا رب اپنے بندوں میں سے جس کا رزق چاہتا ہے کشادہ کر دیتا ہے جس کے لیے چاہتا ہے تنگ کر دیتا ہے۔ جو کچھ بھی تم اس کی راہ میں خرچ کرتے ہو وہ اس کا عوض ہے گا اور وہ سب بہتر ملحق دینے والا ہے۔ جس دن وہ سب لوگوں کو اکٹھا کرے گا، پھر لاشک سے کہے گا کیا یہی لوگ تمہاری پرستش کرتے تھے۔ وہ عرض کریں گے، ہاں الہا، تو ہر عیب سے پاک ہے یہ لوگ ہماری نہیں بلکہ جنات (جہنم پرست) کی پرستش کرتے تھے ان میں سے اکثر ان پر ایمان رکھتے تھے۔

دُنیا میں ایسا ہمیشہ ہوتا رہا ہے اور اب بھی ہے کہ لوگ جہنموں اور جہنمیوں سے بہت ڈرتے ہیں بالخصوص عورتیں۔ ان کے عقیدہ میں وہ سب پرکھتی ہیں۔ خواہوں میں ان کو ڈراتی ہیں۔ بلکہ جہنم ہو کر ان کے سامنے آجاتی ہیں۔ حالانکہ ان چیزوں کا کوئی وجود نہیں۔ جنس وہم و خیال مجھے بنا کر ان کے سامنے لاکھڑا کرتا ہے۔ اس کا تجربہ جب چاہے کر سکتے۔ ایک نئے مکان میں آنے والوں سے یہ کہہ دیجئے کہ اس میں جہنم پرست رہتے ہیں بس اسی روز سے اس میں جہنم نظر آنے لگیں گے۔ حالانکہ اس سے پہلے بھی نظر نہ آئے تھے۔ قوت واپس کو ایسی چیزیں بنانے میں بڑا دخل ہے۔ کسی مرنے والے کی روح عالم برزخ میں یوں آزاد نہیں چھوڑ دی جاتی کہ چلا چاہے آزاد کی کے ساتھ گھومے پھرے اور جو شکل چاہے اختیار کرے۔ دماغ جتنا کمزور ہوگا قوت واپس آتی ہی قوی ہوگی۔ البتہ جنات کا وجود ہے۔ ان میں دو قسم کے جن ہوتے ہیں۔ نیک اور بد۔ جو بد ہوتے ہیں وہ لوگوں کو مختلف

مورتوں میں اگر سستے ہیں۔ اگر انہی کا نام جہنم، چڑیل اور پری ہے تو ٹھیک ہے۔ قیامت میں مشرقتوں سے یہ پوچھا جانا کہ کیا یہ لوگ تمہاری عبادت کرتے تھے اور ان کا یہ جواب دینا کہ ہماری نہیں بلکہ جنات کی پوجا کرتے تھے۔ اس بات کو ظاہر کرنا ہے کہ جو فحشاں مجھے لوگوں نے بنا کر دیے کیے ہیں، جیسے کالی دیوی، مہادیو۔ یہ جنوں کی صورتیں دیکھ کر انہوں نے بنائے ہیں۔ فرشتوں کی صورتیں تو وہ دیکھ نہ سکتے تھے۔ پھر ان کی مورتیاں کیسے بناتے۔

فَالْيَوْمَ لَا يَمْلِكُ بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ نَفَعًا وَلَا ضَرًّا وَنَقُولُ لِلَّذِينَ ظَلَمُوا ذُوقُوا عَذَابَ النَّارِ الَّتِي كُنْتُمْ بِهَا تُكَذِّبُونَ ﴿۳۹﴾ وَإِذَا تُتْلَىٰ عَلَيْهِمْ آيَاتُنَا بَيِّنَاتٍ قَالُوا مَا هَذَا إِلَّا رَجُلٌ يُرِيدُ أَنْ يَصِدَّكُمْ عَمَّا كَانُوا يَعْبُدُ آبَاءَكُمْ وَقَالُوا مَا هَذَا إِلَّا آفَاكُ مُفْتَرًى وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِلْحَقِّ لَمَّا جَاءَهُمْ لَا هَذَا إِلَّا سِحْرٌ مُبِينٌ ﴿۴۰﴾ وَمَا آتَيْنَاهُمْ مِنْ كِتَابٍ يَدْرُسُونَهَا وَمَا أَرْسَلْنَا إِلَيْهِمْ قَبْلَكَ مِنْ نَذِيرٍ ﴿۴۱﴾ وَكَذَّبَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَمَا بَلَّغُوا مَعْشَارَ مَا آتَيْنَاهُمْ فَكَذَّبُوا رُسُلِي فَكَيْفَ كَانَ نَكِيرٌ ﴿۴۲﴾

تب خدا فرمائے گا آج تم میں سے کوئی نہ کسی کو فائدہ پہنچانے کا اختیار رکھتا ہے نہ نقصان کا اور ہم سرکشوں سے کہیں گے آج اس عذاب کا مزہ چکھو جسے تم دُنیا میں جھٹلایا کرتے تھے۔ جب ان کے سامنے ہماری روشن آیات پڑھی جاتی ہیں تو کہتے ہیں شیخ ہم ہی جیسا ہے یہ چاہتا ہے کہ ہم چیزوں کو تمہارا باپ دادا پوجتے تھے ان سے تم کو روک دے اور یہ بھی کہتے تھے کہ قرآن تو زرا جھوٹ ہے۔ اپنے

دل سے گزلیا ہے اور جو لوگ کافر ہیں جب ان کے پاس حق بات آئی تو اس کے پاس کہنے لگے یہ تو میں غلام ہوا جاؤ وہ اور ہم نے تو ان کو نہ آسمانی کتابیں عطا کیں جنہیں پڑھتے اور نہ تم سے پہلے ان لوگوں کے پاس کوئی پیغمبر ڈالنے والا بھیجا۔ جو لوگ ان سے پہلے گزر گئے انہوں نے بھی پیغمبروں کو جھٹلایا تھا حالانکہ جتنا ہم نے ان کو دیا تھا اس کے سوا کچھ وہ نہیں پہنچے اس پر بھی ان لوگوں نے میرے پیغمبروں کو جھٹلایا تو تم نے دیکھا میرا عذاب ان پر کیسا سخت تھا۔

ہر زمانہ میں ایسا ہی ہوتا رہا ہے کہ جب قوموں کے پاس انبیاء آئے تو ان کی بات سننے سے اس لیے انکار کر دیا کہ جب یہ ہم پر بھیجے لوگ ہیں تو خدا نے ان کو زیادہ رسول بنا کر بھیجا۔ یہ ہم سے آخر اس بات میں زیادہ ہیں کہ ہم کو نصیحت کرنے آئے ہیں۔ ان کا منشا اس کے سوا اور کچھ نہیں کہ ہمارے باپ ادا جی نبیوں کی پرستش کرتے چلے آئے ہیں ہم ان کی ٹیچا پاٹ سے روک دیا اور ان کے ہاتھ ٹوٹے اس خدا کی عبادت کو نہ لگیں جس کو نہ کبھی دیکھا نہ سنا۔ اہی سب جھوٹ ہے اور دل سے گھوٹی ہوئی باتیں ہیں جس کو یہ لوگ خدا کی طرف منسوب کر کے ہیں ملایا کرتے ہیں۔ کاہر لوگ تصاف کر دیتے تھے کہ وہ تو ان پر مٹا ہے ہیں وہ غلام ہوا وہ ہے جس کے ذریعہ سے یہ ہمارے اور حکومت کرنا چاہتے ہیں۔ خدا فرماتا ہے، ان کے پاس نہ تو کوئی کتاب ملی آئی ہے جسے پڑھتے۔ نہ لے رسول تم سے پہلے کوئی نبی ان کے پاس ایسا آیا ہے جس نے ان کو یہ بتایا ہو کہ خدا کے سوا اور چیزوں کی تم پرستش کرتے ہو وہ میرے نہیں ہے۔ پھر یہ بت پرستی کی گندگی انہیں کہاں سے آکر لپٹ گئی۔ تو خدا نے ان سے کہا کہ میرے سوا کسی دوسرے کی پرستش کرو اور ان نبیوں نے ان ہی سے کہا کہ ہماری پرستش کرو۔ پھر یہ قلمی انہوں نے کس سے حاصل کی۔

مگر کہ یہ شریکی تو ہیں کیا ان سے پہلے بڑی بڑی طاقت والی قومیں گزر چکی ہیں۔ ان کے پاس دولت زیادہ تھی ان کے قد بھی لمبے تھے ہوتے تھے۔ اولاد بھی زیادہ تھی، سامان زندگی بھی زیادہ تھا۔ رشتے زمین پر بادشاہت کرتے تھے۔ جب انہوں نے پیغمبروں کو جھٹلایا اور ہم سے سرکشی کی تو عذاب کا کیا سزا دیکھا۔ تباہ و برباد ہوئے۔ بھلا ان کے مقابلہ میں ہماری تو حقیقت ہی کیا ہے۔ مگر تم سے کسی خشکی و ناراضی کے ہیں۔ چو کہ خدا کی ناراضی باعث عذاب ہوتی ہے۔ لہذا اس کا ترجمہ عذاب کیا گیا۔

قُلْ إِنَّمَا أَعِظُكُمْ بِوَاحِدَةٍ ۖ أَنْ تَقُومُوا لِلَّهِ مِثْلَ خِزْيِ الْفَرَادَىٰ ثُمَّ تَتَفَكَّرُوا ۚ مَا بِصَاحِبِكُمْ مِنْ جِنَّةٍ ۚ إِنْ هُوَ إِلَّا نَذِيرٌ لَّكُمْ بَيْنَ يَدَيِ عَذَابٍ شَدِيدٍ ﴿۳۷﴾

اے رسول ان سے کہو میں تم کو نصیحت کے لیے ایک بات کہتا ہوں وہ یہ ہے کہ تم محض خدا کے واسطے ایک ایک

دو دو اٹھ کھڑے ہو اور اچھی طرح غور کرو تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ تمہارے رفیق (محمد) کو کسی طرح کا جنون نہیں ہے وہ تو تمہیں ایک سخت آنے والے عذاب سے ڈالنے والے ہیں۔

غلام اس نصیحت کا یہ ہے کہ اسے کفار و کڈ، تم مجھے جنون کہتے ہو لیکن تم یہ نہیں بتاتے کہ آخر جنون کی کیا علامت مجھ میں پائی جاتی ہے۔ تم فرماؤ خدا بھی اس پر غور کرو اور کسی نبی آدمی سر جوڑ کے اس امر پر غور کرنے کے لیے بیٹھو کہ آخر میرے اندر کچھ ایسی بات نظر آ رہی ہے کہ مجھے دیوانہ سمجھ لیں۔ ہو یہی کوئی اعلیٰ نہیں میں تم ہی میں پلا رہا ہوں، تم ہی میں رہا ہوں، تم مجھے ہمیشہ صادق این کہتے رہے ہو۔ اہم معاملات میں مجھ سے رائے لیٹ لیتے۔ چہرہ ب کیا بات میرے اندر ایسی پیدا ہو گئی کہ تم نے مجھے جنون کہنا شروع کر دیا کیا تم نے کوئی خلاف عقل بات مجھ سے کہی۔ کیا تم نے مجھے کوئی ایسا مل کر کہنا جس سے میرا جنون ہونا تم پر ثابت ہو جائے ذرا عقل سے کام لو۔ میں نہ جنون نہ کم عقل۔ اللہ نے مجھے تمہارے پاس اپنا رسول بنا کر بھیجا ہے۔ میں جو کچھ کہتا ہوں تمہارے خاندان کے لیے کہتا ہوں۔ تمہیں خدا کے عذاب سے بچانا چاہتا ہوں۔

قُلْ مَا سَأَلْتُكُمْ مِنْ أَجْرٍ فَهُوَ لَكُمْ ۚ إِنْ أَجْرِيَ إِلَّا عَلَى اللَّهِ ۚ وَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ ﴿۳۸﴾ قُلْ إِنْ رَبِّي يَقْذِفُ بِالْحَقِّ ۖ عَلَٰمُ الْغُيُوبِ ﴿۳۹﴾ قُلْ جَاءَ الْحَقُّ وَمَا يُبْدِيُ الْبَاطِلُ ۖ وَمَا يُعِيدُ ﴿۴۰﴾ قُلْ إِنْ ضَلَلْتُ فَإِنَّمَا أَضِلُّ عَلَىٰ نَفْسِي ۚ وَإِنِ اهْتَدَيْتُ فَبِمَا يُوحِي إِلَيَّ رَبِّي ۚ إِنَّهُ سَمِيعٌ قَرِيبٌ ﴿۴۱﴾ وَلَوْ تَرَىٰ إِذْ فِرْعَوْنُ أَفْلَوْتُ وَآخِذُوا مِنْ مَّكَانٍ قَرِيبٍ ﴿۴۲﴾ وَقَالُوا آمَنَّا بِهِ ۚ وَإِنَّا لَهُمُ الدَّانُوشُ مِنْ مَّكَانٍ بَعِيدٍ ﴿۴۳﴾ وَقَدْ كَفَرُوا ۚ بِهِ مِنْ قَبْلُ ۚ وَيَقْذِفُونَ بِالْغَيْبِ مِنْ مَّكَانٍ بَعِيدٍ ﴿۴۴﴾ وَحِيلَ بَيْنَهُمْ وَبَيْنَ مَا يَشْتَهُونَ ۚ كَمَا فُعِلَ بِأَشْيَاعِهِمْ مِنْ قَبْلُ ۚ إِنَّهُمْ كَانُوا فِي شَكٍّ مُرِيبٍ ﴿۴۵﴾

اے رسول تم ان سے کہو کہ تبلیغ رسالت کی میں نے تم سے کوئی اجرت مانگی ہو تو وہ تھا سہی فائدہ کے لیے ہوگی میرا اجر تو اللہ کے اوپر ہے اور وہ ہر شے پر گواہ ہے۔ تم یہ بھی کہہ دو کہ میرا رب جس بات کو میرے دل میں آتا ہے وہ غیبی کی تمام باتوں کا جاننے والا ہے۔ کہہ دیجئے کہ حق آگیا (تم اتنا تو سمجھو) کہ باطل مبنیہ و مشروع میں کوئی چیز پیدا کر سکتا ہے نہ مرنے کے بعد نہ کر سکتا ہے۔ اگر میں گمراہ ہوں تو اپنے نفس کے لیے اور اگر میں ہدایت یافتہ ہوں تو مطابق اس وحی کے ہوں جو میری طرف کی گئی ہے میرا رب سب سے زیادہ سنے والا قریب ہے۔ کاش تم دیکھتے توب وہ گھبرائے ہوتے ہوں گے اور پاس ہی سے وہ گرفتار کر لیے جاتیں گے اس وقت کہیں گے ہم اس پر ایمان لے گئے لیکن اب دور کی ہوئی چیز کہاں آتا آسکتی ہے اس سے پہلے لوگ بھی اس سے منکر ہو چکے تھے اور (دنیا میں ظلم و ستم دیکھ بھلے اٹھل کے) سمجھ کر بڑی دور سے چلاتے تھے اور اب تو ان کے اور ان کی مثالوں کے درمیان اس طرح پردہ ڈال دیا گیا ہے جس طرح ان سے پہلے ان کے ہم رنگ لوگوں کے ساتھ یہی برتاؤ کیا جا چکا ہے۔ بے شک وہ لوگ بڑے بے چین کر لے والے شک میں پڑے ہوئے تھے۔

کسی رسول کی تبلیغ کا اجر اس کی امت نہیں دے سکتی کیونکہ اس میں نبی کے نفس کو بڑی بڑی امتیں اٹھا پڑتی ہیں خصوصاً حضرت رسول خدا کو تمام انبیاء سے زیادہ تکلیفیں برداشت کرنا پڑیں۔ جیسا کہ حضور نے فرمایا ہے مَا أَذَى نَبِيٍّ مِثْلَ مَا أَذَى نَبِيٍّ كَوْنِي فِي مِثْلِ مِيرَةِ أَذِيَّتِهِمْ دَالِيًا ۚ پس جب لوگوں نے آپ کو اجر دینے کی خواہش کی تو آپ نے فرمایا میرا جو تو اللہ پر ہے لیکن میری رسالت کا جو اجر ہے اس کا فائدہ تم ہی کو پہنچے گا۔ حضور کی رسالت کا جو فائدہ ہے میں نے فرمایا وہ آپ کے ذوی القربی سے محبت ہے قُلْ لَا اسْتِغْنَاكُمْ عَلَيْهِمْ أَجْرًا إِلَّا الصَّوْفَةُ فِي الْقُرْبَى (سورہ شوریٰ ۲۲) اہلے رسول کہہ دیں تم سے سوا اپنے دشمن و اعداؤں کی محبت کے اور کوئی اجر نہیں چاہتا۔ کفار و مشرکین سے کہا جا رہا ہے کہ اگر رسول گمراہی پر ہیں تو اس سے وہ اپنے ہی نفس کو نقصان پہنچائیں گے۔ لیکن کوئی شخص نہ ایسا کیوں کر لے گا اور اگر وہ مسیح راستہ پر ہیں تو سمجھو کہ وہی ان کو خدا کی طرف سے آتی ہے کیونکہ دنیا کے کسی آدمی سے انہوں نے نہ ہدایت نہیں پائی۔

اے رسول! اس دنیا میں ان کفار و مشرکین کو چھین کر لینے دو۔ وہ وقت آ رہا ہے کہ قیامت میں یہ لوگ گھبرائے ہوئے ہوں گے اور کہیں ان کو فرار کا ستر نہ ملا ہوگا۔ جہاں کہ جائیں گے کہاں۔ پھرتے والوں کو کسانوں سے اس طرح پکڑنے کا گواہ وہ ان کے پاس ہی رکھا تھا۔ اس وقت وہ کہیں گے ہم رسول پر ایمان لے سکتے تھے لیکن اب تو یہ موقع ہاتھ سے نکل چکا اب وہ ان کے ہاتھ کیسے آسکتا ہے؟ دنیا میں تو یہ کار خیز ہے اور بڑی دور کی باتیں اٹھل چوڑی بیان کرتے ہیں۔ گویا یہ قیامت کے متعلق سب کچھ جانتے تھے۔ اب تو ان کے اعداؤں کی خواہشوں کے درمیان وہی عمل کیا جائے گا جو ان سے پہلے ان کے ہم خیال و ہم مشرب لوگوں کے ساتھ جو کچھ شی قیام کیا جا چکا ہے۔

۳۵ سُورَةُ فَاطِرٍ مَكِّيَّةٌ ۝۳۳

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الْحَمْدُ لِلَّهِ فَاطِرِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ جَاعِلِ الْمَلِكَةِ رُسُلًا أُولَىٰ أَجْنَحَةٍ
مَّثْنًى وَثُلَاثَ وَرُبْعٍ ۚ يَزِيدُ فِي الْخَلْقِ مَا يَشَاءُ ۚ إِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ①
مَا يَفْتَحِ اللَّهُ لِلنَّاسِ مِنْ رَحْمَةٍ فَلَا مُمْسِكَ لَهَا ۚ وَمَا يُمْسِكْ فَلَا مُرْسِلَ
لَهُ مِنْ بَعْدِهِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ② يَا أَيُّهَا النَّاسُ اذْكُرُوا نِعْمَتَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ
هَلْ مِنْ خَالِقٍ غَيْرِ اللَّهِ يَرْزُقُكُمْ مِنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ ۚ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ فَاتَّقُوا
تَوْفُكُونَ ③ وَإِنْ يَكْذِبُوكَ فَقَدْ كَذَّبَتْ رُسُلٌ مِنْ قَبْلِكَ ۚ وَاللَّهُ
تَرْجِعُ الْأُمُورَ ④

حمد ہے اُس خدا کے لیے جو آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا ہے جس نے دو تین اور چار بار اذو و لے ملا کر کو اپنا پیغام رساں بنایا اور اپنی مخلوق میں جو چاہتا ہے زیادہ کر دیتا ہے بے شک اللہ ہر شے پر قادر ہے۔ اللہ اپنی رحمت کا دروازہ بس پر کھول دے کوئی اسے بند نہیں کر سکتا اور جو چیز بند کرے اُس کے بعد اسے کوئی جاری نہیں کر سکتا۔ وہ بڑا غالب ہے اللہ ہے۔ اے لوگو! اللہ نے جو نعمتیں تمہیں دے رکھی ہیں ان کو یاد کرو کیا اللہ کے سوا کوئی اور خالق ہے جو تمہیں آسمان و زمین سے رزق پہنچاتا ہے اس کے سوا کوئی مسموم نہیں اور تم کہاں بیٹھے جانتے ہو۔ اے رسول اگر یہ لوگ تمہیں جھٹلاتے ہیں تو تم سے پہلے رسول بھی جھٹلائے جا چکے ہیں اور تمام امور کی بازگشت اللہ ہی کی طرف ہے۔

اللہ کی بیشمار مخلوق میں ایک گروہ ملا کر کا بھی ہے۔ ان کی طاقتیں مختلف ہیں جن کو دو تین تین اور چار بار اذو و لے سے تعبیر کیا گیا ہے ان کے کام بھی مختلف ہیں۔ بعض رسولوں کے پاس خدا کے احکام لے کر آتے تھے۔ بعض نظام عالم سے ہمارے متعلق

ہیں اس کو انجام دیتے ہیں بعض موت پر تین ہیں۔ یہ سب کچھ خدا کے پابند ہیں۔ یہ باعتبار خود کوئی خدمت انجام نہیں دے سکتے۔ اس دنیا میں بہت سے لوگ ایسے بھی ہیں جو خدا کو چھوڑ کر اس نادیدہ مخلوق کو اپنا خدا بناتے ہوئے ہیں اور اپنی تمام امتیازات اپنی سے وابستہ رکھتے ہیں۔ یہ عقل کے اندھے ملائکہ کو خدا کی لڑکیاں کہتے ہیں۔ یہی دیوی اور دیوتا کی شکل میں ان کے پاس آتے ہیں اور ان کی مشکلات کو حل کرتے ہیں۔ ان کے مجھے بنکر انہوں نے مردوں میں بکھریے ہیں۔ ان کا عقیدہ ہے کہ کار ساز عالم ہی ہیں۔ انہیں سب کچھ انہی سے ملتا ہے۔ ان لوگوں کے عقیدہ کے اہل کی ترویج میں خدا فرماتا ہے کہ دینے والا خدا ہے۔ وہ مجھے دینا چاہے کوئی اسے روک نہیں سکتا اور مجھے دینا چاہے کوئی شے نہیں سکتا۔ دیوی دیوتاؤں کے اندر کوئی قوت نہیں وہ برسی کو قوت رکھتے ہیں مینے کی نروکے کی۔ جو نعمتیں بنی کو ملتی ہیں سب اسی کی طرف سے ہیں اس کے سوا کوئی مبدؤ نہیں سب کو رزق دہی دیتا ہے۔ وہی آسمان سے مینہ برساتا ہے اور وہی زمین سے غذا اگاتا ہے۔

يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ فَلَا تَغُرَّكُمْ الْحَيَاةُ الدُّنْيَا وَلا يَغُرَّكُمْ بِاللَّهِ الْغُرُورُ ۝ إِنَّ الشَّيْطَانَ لَكُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوهُ عَدُوًّا إِنَّمَا يَدْعُوا حِزْبَهُ لِيَكُونُوا مِنْ أَصْحَابِ السَّعِيرِ ۝

اے لوگو! اللہ کا وعدہ سچا ہے تو کہیں تمہیں دنیا کی زندگی فریب نہ دے اور (ایسا نہ ہو کہ شیطان) تمہیں خدا کے ارادے میں دھوکا دے۔ بلکہ تمہیں شیطان تمہارا دشمن ہے تو تم بھی اسے اپنا دشمن بناتے رہو۔ وہ تو اپنے گروہ کو اس لیے بلاتا ہے کہ لوگ سب کے سب جہنم میں جائے والے بن جائیں۔

شیطان انسان کے پیچھے شرع سے ہی لگا ہوتا ہے۔ انسانوں کی گردن چلانے کے لیے اس کے پاس مختلف قسم کے جال ہیں۔ ان کے دل میں یہ دوسرے ڈانڈے ہیں کہ جو کچھ ہے یہ دنیا ہی ہے یہاں خوب کھاؤ پیڑا اور مزے آؤ، کوئی تو پیچھے والا نہیں۔ کبھی کہتا ہے خدا کا کوئی چور نہیں ہے تو دنیا ہمیشہ سے ایسی ہی ملتی آتی ہے اور ایسی ہی ملتی ہے گی۔ کبھی کہتا ہے، انبیاء و مرسلین سب ٹوٹے ہیں۔ اپنا اقتدار خاتم کر کے کیے خدا کی نمائندہ بنے پھرتے ہیں۔ غرض سوطرح کے فریب میں لاکر انسان کو جہنمی بنا دیتا ہے۔ جو امتحان ہیں وہ بہت جلد اس کے ہال میں پھنس جاتے ہیں۔

الَّذِينَ كَفَرُوا لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيدٌ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَأَجْرٌ كَبِيرٌ ۝

اللَّهُ يُضِلُّ مَنْ يَشَاءُ وَيَهْدِي مَنْ يَشَاءُ ۚ فَلَا تَذْهَبْ نَفْسُكَ عَلَيْهِمْ حَسْرَةً إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ بِمَا يَصْنَعُونَ ۝ وَاللَّهُ الَّذِي أَرْسَلَ الرِّيحَ فَتُثِيرُ سَحَابًا فُتَقْنَا لَهُ أَلْهَ بَلَدٍ مَيِّتٍ فَاحْيِنَا بِهِ الْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ۚ كَذَلِكَ النُّشُورُ ۝

جو لوگ کافر بن بیٹھے ہیں ان کے لیے سخت عذاب ہے اور جو ایمان والے اور عمل صالح والے ہیں ان کے لیے بخشش ہے اور بڑا اجر ہے کیا وہ شخص جس کے بڑے کاموں کو (شیطان نے) اچھا کر دکھایا ہے اور وہ اُسے اچھا سمجھتا ہے (اموں کے برابر ہو سکتا ہے) اللہ جسے چاہتا ہے گمراہی میں چھوڑ دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے سزاؤں میں ایک پہنچا دیتا ہے پس اے رسول کہیں بد بختوں پر افسوس کر کے تمہارا دم نہ بکھل جائے۔ جو کچھ وہ کرے ہے ہیں خدا غیب جانتا ہے۔ اللہ وہ ہے جس نے ہوائوں کو بھیجا اور وہ بادلوں کو اُٹائے اُٹائے پھرتی ہیں ایک مردہ ٹھہر کر میرا ب کرتی ہیں میرا پانی سے ہم زمین کو مردہ ہو جانے کے بعد دوبارہ زندہ کرتے ہیں۔ یہی تو قیامت میں لوگوں کو (قرول سے) اُٹھانے جانے کی صورت ہوگی۔

شیطان کی یہ خاص کارستانی ہے کہ وہ لوگوں کے اعمال بد کو ان کی نظر میں اچھا کر کے دکھاتا ہے اور ان کے دل میں گمراہی پھیلاتا ہے جس سے وہ اس بدی کو نیکی سمجھنے لگتے ہیں مثلاً بچہ رچوری کرتا ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ فعل بد ہے لیکن شیطان اس سے کہتا ہے کہ دولت کسی کے پاس کی جائے نہیں کیا یہ انصاف ہے کہ ایک کے گھر میں تو ہزار بار دیر پیچھڑی میں بیکار پڑتا ہے اور دوسرا شخص روٹی کپڑے کو مٹاتا ہے کیوں نہ اس کی دولت کا ایک حصہ غریب آدمی اپنے تصرف میں لائے۔ پس جب عقل انسان کی چمک ماری جاتی ہے تو انسان بڑی باتوں کو اچھا سمجھنے لگتا ہے ایسی صورت میں خدا اپنی توفیق کو اس سے سلب کر لیتا ہے۔ اس کو گمراہی میں چھوڑ دیتا ہے۔ اور جو لوگ ہدی کر کے شرتے ہیں اللہ ان کی مدد کرتا ہے اور انہیں صحیح راستہ پر لگا دیتا ہے۔

موت سے زمین پر جہاں نظام حیات پایا جاتا ہے ہوا کو اس میں بڑا دخل ہے۔ اگر یہ نہ ہو تو سارا کارخانہ ٹھپ ہو کر رہ جاتا ہے ہوا اہل بناتی اور ان کو سرفراز آتی ہے۔ بادلوں سے جب زمینی پرمین برساتا ہے تو سبھی زمین جہاں سبزہ کا نام نہ تھا ایک لہلہا ہوا شقی ہے۔ کھیتوں میں پودے جھونٹے لگتے ہیں پس ہی طریقہ جو کایا میں مردوں کے زمین سے کیے کا قدرت نے ایک جھوٹی مثال سے کتنے بڑے مسئلوں کو سمجھا دیا۔

غور کرے ایک اند کو ہاتھ پر رکھ کر دیکھو کیا اس کے اندر کوئی پردہ اچھا ہوا نظر آتا ہے۔ ہر گز نہیں۔ زمین میں دامن کے لیے

جب اس پر مزید برستا ہے تو وہ چھوٹا سا دام اپنے اندر سے ہی پرواز کا شروع کرتا ہے جس کا وہ دائرہ متناہز جہاں جہاں اس کے اچر اٹھنے سمٹ سمٹ کر اٹھنے اور رفتہ رفتہ وہ پروا دی کر کھڑا ہو گیا۔ پہلے دھڑکے کے اچر اس کا وہ دائرہ متناہز خانے کہاں بکھرے پڑے تھے جو پھر اٹھنے ہو گئے۔ اس کا مسکن اندھوہاں کے اچر اٹھنے اعلیٰ چھپے ہوئے تھے انہوں نے اپنے اچر اٹھنے کے لیے کراچی طرف مکیج کیا۔ اسی طرح جب انسان کی موت واقع ہوتی ہے تو اس کے اچر اٹھنے اعلیٰ اس کے جسم سے مکیج لیے جاتے ہیں۔ اچر اٹھنے کے لیے قبر میں گل ڈکڑا کر ہوا جاتے ہیں قیامت میں جب خیر از قدرت سے نکال کر اس کے اچر اٹھنے اعلیٰ رکھ دیئے جائیں گے تو اس کے اچر اٹھنے کے لیے اس سے بل کر دی جائے گی پھر کر دیں گے، جو سرتے وقت تھی۔ یہی تو خدا کی قدرت کا کمال ہے۔

مَنْ كَانَ يُرِيدُ الْعِزَّةَ فَلِلَّهِ الْعِزَّةُ جَمِيعًا إِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ يَرْفَعُهُ وَالَّذِينَ يَمْكُرُونَ السَّيِّئَاتِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيدٌ وَمَكْرُ أُولَٰئِكَ هُوَ يُبْشَرُ ⑩

جو کوئی عزت چاہتا ہے (وہ خدا سے مانگے) کیونکہ ہر قسم کی عزت تو خدا ہی کے لیے ہے۔ پاک کلمات اس کی طرف چڑھتے ہیں اور عمل صالح اس کو بلند کرتے ہیں۔ جو لوگ بری تدبیر کرتے رہے ہیں۔ ان کے لیے سخت عذاب ہے اور یہی لوگ ہلاک ہونے والے ہیں۔

خدا کی بارگاہ میں صرف اسی بات کی تقدیر ہوتی ہے جو کچھ ہو کر وہ فریبے پاک ہو۔ اچھی بات کا بلند ہونا اور خدا تک پہنچنا بھی اس پر موقوف ہے کہ عمل نیک بھی اس کے ساتھ ہو ورنہ صرف کہنے سے کام نہیں چلتا۔ اسلام میں دوسری چیزوں کی تقدیر ہے اور اس پر عمل صالح دینی و دنیا موقوف ہے۔ اول صادق قول دوسرے عمل صالح جو لوگ اس دنیا میں کروہ فریب کی دے تو ترقی حاصل کرتے ہیں وہ کئی ترقی نہیں بلکہ ان کے لئے تو آخرت میں اس کی سخت سزا دی جائے گی اور دنیا میں بھی کسی روز ان کو سخت ذلت نصیب ہوگی اور قید و بند کی تکلیف اٹھانا پڑے گی۔

وَاللَّهُ خَلَقَكُمْ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُطْفَةٍ ثُمَّ جَعَلَكُمْ أَزْوَاجًا وَمَا تَحْمِلُ مِنْ أُنْثَىٰ وَلَا تَضَعُ إِلَّا بِعِلْمِهِ وَمَا يُعْصِرُ مِنْ مُعْصِرٍ وَلَا يَمُوتُ مِنْ عُمْرٍ إِلَّا فِي كِتَابٍ إِنَّ ذَٰلِكَ عَلَى اللَّهِ يَسِيرٌ ⑪ وَمَا يَسْتَوِي الْبَحْرَانِ ⑫

هَذَا عَذَابٌ مُرْتَبِعٌ لِّأُولَٰئِكَ هَذَا جَزَاءُ أُولَٰئِكَ بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ ⑬ وَمِنْ كُلِّ تَاجِرٍ جَمِيعٌ ⑭ وَمِنْ كُلِّ تَاجِرٍ جَمِيعٌ ⑮ وَمِنْ كُلِّ تَاجِرٍ جَمِيعٌ ⑯

اللہ نے تم کو مٹی سے پیدا کیا پھر نطفہ سے پھر تم کو جوڑا (زوجہ و ماہ) بنایا اور پھر اس کے علم کے مذکور کوئی عورت حاملہ ہوتی ہے اور مذکور کوئی عورت جنبتی ہے اور کسی کی عمر میں کوئی زیادتی یا کمی نہیں ہوتی مگر یہ کہ وہ کتاب (مصحف محفوظ) میں لکھی ہوئی ضرور ہوتی ہے اور یہ سب اللہ کے لیے آسان ہے اور (یہ اس کی قدرت دیکھو) دوسمندر باوجود ایک ساتھ بننے کے کیساں نہیں ہو جاتے۔ یہ میٹھا خوش ذائقہ ہے اور اس کا پینا لذت بخشا ہے۔ دوسرا اگلیں کرنا (مگر آپس میں ملتے نہیں پھر اسی پانی سے) تم آواز گوشت مچھلیوں کا کھاتے ہو اور اپنے لیے زیور نکالتے ہو جسے تم پہنتے ہو اور اسی پانی میں تم کشتیوں کو دیکھتے ہو کہ چیرتی بھاگتی چلی جاتی ہیں، تاکہ تم اپنی روزی تلاش کرو۔ اور اللہ کے شکر گزار بندے بنو۔

انسان کو اس کی خلقت کی طرف کئی جگہ توجہ دلائی گئی ہے تاکہ وہ اس پر غور کرے کہ اس کی بنیاد ایک قطرہ شمس سے تھی خدا نے کیا سے کیا بنایا (اشرف المخلوقات) پھر اس نطفہ سے مرد و عورت بنائے جن کی صورتیں بھی مختلف ہیں اور عادات بھی مختلف۔ اور بھی کفر افسوس بھی جدا گانہ ہیں اور عقل و فہم بھی الگ الگ۔ لیکن انسان اس پر غور نہیں کرتا اور دنیا کی رنگت میں ایسا مست ہوتا ہے کہ احکام خدا کے خلاف کر لے میں اسے مزہ آئے لگتا ہے۔ حدیث قدسی میں ہے کہ میں نے باغی چیزیں باغی بنائیں میں دیکھی ہیں مگر لوگ انہیں دوسری جگہ دھنڈلتے ہیں، پھر وہ انہیں کیونکر پا سکتے ہیں۔ میں نے عزت و فراں شرابی میں دیکھی ہے۔ اور لوگ اسے بادشاہوں کے دروازوں پر دھنڈلتے ہیں۔ میں نے علم و حکمت کو بھوک میں دکھا ہے، لوگ اسے سیری میں تلاش کرتے ہیں۔ راحت و آرام کو میں نے بہشت میں دکھا ہے، لوگ دنیا میں تلاش کرتے ہیں۔ تو کھوئی کو میں نے قناعت میں دکھا ہے لوگ اسے اعلاست نفس میں ڈھونڈتے ہیں۔ پھر کیسے ملے گی۔

علاوہ اس کی خلقت کے سب سے بڑا رازوں کے اس کی فکر کے کم و بیش کرنے کا اعتبار بھی ہم ہی کو ہے۔ اس کی طاقت نہیں کہ اپنی عمر میں ایک دن بڑھائے۔ پھر وہ باتوں میں سفر کرتا پھر تپا ہے۔ ایک جگہ پانی میں ایسی دو دھاریں ملی ہوئی نظر آتی ہیں کہ ایک طرف کامانی پیش خدمت مگر ہر تپا ہے، دوسری طرف کا کارہی بد ذائقہ۔ ان کے درمیان کوئی روک نہیں ہوتی۔ محاسن کی قدرت کا کمال دیکھو، وہ دھاریں آپس میں گڈ بڑ نہیں ہو سکتیں۔ پھر خدا اس پر غور کرے کہ ان سمندر میں جو مچھلیاں پیدا ہوتی ہیں ان کے گوشت میں کوئی ذوق نہیں ہوتا۔ دونوں کو تم مزہ سے کھاتے ہو۔ پھر یہ بھی سمجھ کر وہ پانی میں مٹی پیدا کرتا ہے۔ صدف ایک حافہ ہوتا ہے اس کے

وہ بازو ہوتے ہیں جو سب کھلاتے ہیں۔ وہ منہ کی تہ میں چٹائی پرانی زندگی بسر کرتے ہیں۔ اس کا خالق وہی اس کو مرقی پہنچاتا ہے۔ جب ابرہہ نے ان کو چاہا تو اس کی آواز سنتے ہی وہ اپنی چٹائی پر سے حرکت کرتا ہے اور اسے آب پراگرا اپنا منہ کھول دیتا ہے۔ تاکہ اس کی رحمت کا ایک قطرہ اس کے اندر آجائے۔ جیسے ہی وہ قطرہ اس میں گرتا ہے اپنا منہ بند کر کے پھر منہ کی تہ میں چلا جاتا ہے جیسے غلط رحم ہادی میں جا کر رفتہ رفتہ بچہ نہ جاتا ہے اسی طرح یہ قطرہ صدف میں جا کر رفتہ رفتہ موتی بننا شروع ہو جاتا ہے۔ پہلے پانی کا قطرہ سمندر ہوتا ہے پھر اس میں مٹی آجاتی ہے پھر چمک پیدا ہوتی ہے۔ یہ سب کام ایک سال کے اندر ہوتا ہے کسی انسان کی طاقت ہے کہ ایسا موتی بنا سکے۔ انسان بھی موتی بناتا تو ہے مگر قدرتی موتی اور انسان کے بنائے ہوئے موتی میں زمین و آسمان کا فرق ہوتا ہے قدرتی موتی کی چمک ہی اور ہوتی ہے اس کی مضبوطی ہی اور ہوتی ہے۔ خدا اور انسان کے بنائے ہوئے بیکار کیسے ہو سکتے ہیں۔ یہ خدا لے انسان کے لیے اس کی زینت کا سامان بنایا ہے۔

يُولِجُ اللَّيْلُ فِي النَّهَارِ وَيُؤَلِّجُ النَّهَارُ فِي اللَّيْلِ ۚ وَسَخَّرَ الشَّمْسُ
وَالْقَمَرَ كُلٌّ يَجْرِي لِأَجَلٍ مُّسَمًّى ۚ ذَٰلِكُمُ اللَّهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ
وَالَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ مَا يَمْلِكُونَ مِنْ قِطْمِيرٍ ۚ ۱۳ اِنْ تَدْعُوهُمْ
لَا يَسْمَعُوا دَعَاءَكُمْ ۚ وَلَوْ سَمِعُوا مَا اسْتَجَابُوا لَكُمْ ۚ وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ
يَكْفُرُونَ بِشِرْكِكُمْ ۚ وَلَا يُنَبِّئُكَ مِثْلُ خَبِيرٍ ۚ ۱۴ يَا أَيُّهَا النَّاسُ
انْتُمْ الْفُقَرَاءُ إِلَى اللَّهِ ۚ وَاللَّهُ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيدُ ۚ ۱۵ اِنْ يَشَاءْ يُدْهِبْكُمْ
وَيَأْتِ بِخَلْقٍ جَدِيدٍ ۚ ۱۶ وَمَا ذَٰلِكَ عَلَى اللَّهِ بِعَزِيزٍ ۚ ۱۷

اس کی قدرت کا یہ کمال بھی دیکھو کہ رات کو دن سے اور دن کو رات سے ملا کر بعد یعنی دن کی روشنی آہستہ آہستہ گھٹتی اور تاریکی بڑھتی جاتی جتنی طرعات کا خری تھوڑی سی بھی روشنی کو اور تاریکی کو اور نہ تو دن کی تاریکی سے سورج اور چاند کو تا بعد از بنا دیا ہے کہ ہر ایک اپنے اپنے وقت مقررہ پر چلا کرتا ہے۔ وہی خدا تھا اور رب ہے (تمام عالموں پر) اس کی عظمت ہے۔ جو لوگ اس کے سوا دوسروں کو پکارتے ہیں وہ تو جھوٹے کی گھنٹی کی جھلکی پر بھی قدرت نہیں رکھتے۔

اگر تم ان کو پکارو تو وہ تمہاری دعائیں سنتے نہیں اور اگر (بفرض محال) تمہیں بھی تو تمہاری کوئی دعا قبول نہیں کرتی اور قیامت کے دن وہ تمہارے شرک سے انکار کر دیتیں گے اور اوقات کا شخص کے سوا کوئی دوسرا تمہیں ان کی پوری حالت نہیں بتا سکتا۔ لوگو! تم اللہ کی طرف محتاج ہو اور وہ غنی اور قابلِ حمد ہے اگر چاہے تو تمہیں یہاں سے لے جائے اور تمہاری بجائے ایک نئی مخلوق لے آئے اور اللہ پر یہ کوئی دشوار امر نہیں۔

جو لوگ جن کی پرورش کرتے ہیں وہ اس بات پر کیوں غور نہیں کرتے کہ ان کے اندر کوئی ایسی طاقت ہے جس سے مرعوب ہو کر ان کو اپنا مہربوسہ کر لیا ہے۔ ان کے قبضہ میں جب ایک شے کا بھی نہیں۔ جب وہ کسی کی بات سنتے ہی نہیں، جب وہ کسی کی بات کا جواب بھی نہیں دیتے تو پھر کیا وجہ ہے کہ ان کے سامنے حاضر ہو کر سجدے کیے جاتیں۔ کیا ان کی طرف سے کسی نافرمانی کچھ ایسے لوگ آئے تھے جو ان کے احکام و لوگوں تک پہنچانے کے ذمہ دار تھے۔ کیا انہوں نے کوئی کتاب ایسی بھی کس میں اپنے رسولوں کو کچھ ہدایت کی ہو۔ اگر یہ کچھ بھی نہیں تو اس خدا کو کیوں نہیں مانتے جس کی قدرت کی بے شمار نشانیاں ان کے اندر گہری ہوئی ہیں جیسے رات جو کہ زمین کی موری گردش کے بموجب بدلتی ہے۔

وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَىٰ ۚ وَإِنْ تَدْعُ مُثْقَلَةٌ إِلَىٰ جِهْلَاهَا لَا يُحْمَلْ
مِنْهُ شَيْءٌ وَلَوْ كَانَ ذَا قُرْبَىٰ ۚ إِنَّمَا تُنذِرُ الَّذِينَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُم بِالْغَيْبِ
وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ ۚ وَمَنْ تَزَكَّىٰ فَإِنَّمَا يَتَزَكَّىٰ لِنَفْسِهِ ۚ وَإِلَى اللَّهِ الْمَصِيرُ ۚ ۱۸
وَمَا يَسْتَوِي الْأَعْمَىٰ وَالْبَصِيرُ ۚ ۱۹ وَلَا الظُّلُمَاتُ وَلَا النُّورُ ۚ وَلَا الظُّلُمُ
وَلَا الْحُرُورُ ۚ ۲۰ وَمَا يَسْتَوِي الْأَحْيَاءُ وَلَا الْأَمْوَاتُ ۚ إِنَّ اللَّهَ يُسْمِعُ
مَنْ يُشَاءُ ۚ وَمَا أَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَنْ فِي الْقُبُورِ ۚ ۲۱ اِنْ أَنْتَ إِلَّا
نَذِيرٌ ۚ ۲۲

(یہ یاد رہے کہ) قیامت میں کوئی کسی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔ اگر کوئی اپنا بوجھ اٹھانے کے لیے کسی کو بلائے گا تو اس کے بوجھ سے کچھ بھی نہ اٹھایا جائے گا۔ چاہے کوئی کسی کا قرابت داری کیوں نہ ہو تم تو

صرف اپنی لوگوں کو ڈرا سکتے ہو جو بے دیکھے بھالے اپنے رب سے ڈرتے ہیں اور پابندی سے نماز پڑھتے ہیں۔ جو شخص اپنے کو پاک صاف رکھتا ہے وہ اپنے ہی فائدہ کے لیے پاک رکھتا ہے اور آخر کار سب کو خدا کی طرف ہی لپٹ کر لے گا۔ انھوں اور انھوں والا (کافر و مومن) انھیں (کافر) اور اہل (ایمان) اور شام (بہشت) اور دھوپ (دوزخ) کیسے برابر ہو سکتے ہیں اور یہ زندہ (مومنین) اور مردہ (کافر) کیسے برابر ہو سکتے ہیں۔ خدا جسے چاہتا ہے اسی طرح مٹا سکتا ہے (ایسا) دیتا ہے (اے رسول) جو کفار مردوں جیسے قبروں میں ہیں انہیں تم اپنی باتیں نہیں سمجھا سکتے۔ تم تو (عذاب سے) ڈرانے والے ہو۔

مگر میں ہر لوگ مسلمان ہوتے تھے کفار کہ جہاں ان کو پاتے طرح طرح سے ستاتے تھے۔ ایک چال یہ بھی چلتے تھے کہ ان سے دو سناہ انداز میں یہ بھی کہتے تھے کہ تم ترک اسلام کر کے اپنے سابق دین کی طرف لوٹ آؤ۔ تہا عے جتنے گناہ ہوں گے ان سب کا بار ہم اپنے اوپر لیے لیتے ہیں۔ ان کے اس قریب کا پردہ پاک کرنے کے لیے خدا فرماتا ہے کہ قیامت میں کوئی کسی گناہ کا بار اپنے اوپر نہ لے گا۔ وہاں پر ہر شخص اپنے گناہ کا خود ذمہ دار ہو گا۔ اے رسول تمہارے عذاب سے ڈرانے کا اثر صرف وہی لوگ لے سکتے ہیں جن کے نفس میں پاکیزگی ہے۔ جو کفر و شرک کے رنگ میں رنگے ہوئے ہیں ان پر قہارے سمجھانے کا کوئی اثر نہیں ہو سکتا۔ بھلا کافر ادا ایمان والا، شرک کی تادیب میں پیشا ہوا اور توحید کی نوافی فضا میں ہونے والا، بہشت کا عذاب گارا اور دوزخ کا متحق کیسے برابر ہو سکتے ہیں، ہرگز نہیں۔ تم ان کو تو مٹا سکتے ہو جو سننے کی اہلیت رکھتے ہیں اور جن کے ضمیر مردہ ہو چکے ہیں انہیں تم کیا سناؤ گے اور وہ تمہاری کیا سنیں گے۔

إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ بِالْحَقِّ بَشِيرًا وَنَذِيرًا وَإِنْ مِنْ أُمَّةٍ إِلَّا خَلَا فِيهَا نَذِيرٌ ۝۳۶
وَإِنْ يَكْذِبُوكَ فَقَدْ كَذَّبَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ جَاءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ
بِالْبَيِّنَاتِ وَبِالزُّبُرِ وَبِالْكِتَابِ الْمُنِيرِ ۝۳۷ ثُمَّ أَخَذْتُ الَّذِينَ كَفَرُوا
فَكَيْفَ كَانَ نَكِيرِ ۝۳۸

اے رسول ہم نے تم کو حق کے ساتھ بشارت دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے۔ کوئی امت ایسی نہیں

جس میں کوئی ڈرانے والا نہ آیا ہو۔ اگر یہ تمہیں جھٹلاتا ہے ہیں تو ان لوگوں نے جو تم سے پہلے ہو کر گئے ہیں ان رسولوں کو بھی جھٹلاتا تھا جو ان کے پاس معجزات صحیفے اور آسمانی کتابیں لے کر آتے تھے۔ پھر ہم نے کفر کرنے والوں کو لے ڈالا اور ہمارا عذاب کیسا سخت تھا۔

ہر زمانہ کے لوگ اپنے اپنے رسولوں کو جھٹلاتے رہے حالانکہ وہ معجزات لے کر بھی آتے تھے۔ صحیفے اور کتابیں بھی پیش کرتے تھے مگر ان کے دلوں پر کفر کی تاریکی ایسی چھائی ہوئی تھی کہ ہدایت کی روشنی کی چمک ان کے دلوں پر پڑتی ہی نہ تھی۔ آخر نتیجہ کیا ہوا ہمیشہ کے لیے اپنے واسطے عذاب خرید لیا۔

الْقُرْآنَ الَّذِي أَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَخَرَجْنَا بِهِ ثَمَرَاتٍ مُخْتَلِفًا
أَلْوَانُهَا وَمِنَ الْجِبَالِ جُدَدٌ بَيَضٌ وَحُمْرٌ مُخْتَلِفٌ أَلْوَانُهَا وَعَرَبِيٌّ
سُودٌ ۝۳۵ وَمِنَ النَّاسِ وَالْذَوَابِّ وَالْأَنْعَامِ مُخْتَلِفٌ أَلْوَانُهُ كَذَلِكَ
إِنَّمَا يَخْشَى اللَّهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ إِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ غَفُورٌ ۝۳۶
الَّذِينَ يَتْلُونَ كِتَابَ اللَّهِ وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوْا زَكَاةً
سِرًّا وَعَلَانِيَةً يَرْجُونَ تِجَارَةً لَّنْ تَبُورَ ۝۳۷ لِيُؤْفِقَهُمْ أَجُورَهُمْ
وَيَزِيدَهُمْ مِنْ فَضْلِهِ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ شَكُورٌ ۝۳۸ وَالَّذِي أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ
مِنَ الْكِتَابِ هُوَ الْحَقُّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ إِنَّ اللَّهَ بِعِبَادِهِ
لَخَبِيرٌ بَصِيرٌ ۝۳۹

کیا تم نے اس پر غور نہیں کیا کہ اللہ نے آسمان سے پانی برسا دیا۔ پھر ہم نے اس سے مختلف رنگ کے پھل پیدا کیے

اور پہاڑوں میں لکھائیاں (بکثرت راستے) ہیں جن کے رنگ مختلف ہیں۔ کچھ تو سفید بڑا قیچہ لال اور کچھ بالکل کالے ہیں اور آدمیوں، جانوروں اور چوپاؤں کی رنگتیں بھی طرح طرح کی ہیں اُس نے پیدا کیے ہیں۔ خدا کا خوف کرنے والے تو علماء ہیں۔ بے شک خدا سب پر غالب اور بخشنے والا ہے بے شک جو لوگ خدا کی کتاب پڑھتے ہیں اور پابندی سے نماز پڑھتے ہیں اور جو رزق ہم نے انہیں عطا کیا ہے اس کو چھپا کر اور دکھا کر خدا کی راہ میں دیتے ہیں، وہ ایک ایسی تجارت کرتے ہیں جس میں کبھی گھٹانا نہ ہو گا خدا انہیں اُن کی مزدوریاں بھر پور عطا کرے گا اور اپنے فضل و کرم سے کچھ اور بڑھائے گا۔ وہ بڑا بخشنے والا بڑا قدر دان ہے اور جو کتاب ہم نے تمہارے پاس وحی کے ذریعہ بھیجی ہے وہ بالکل مشکوک ہے اور جو کتابیں اس سے پہلے آچکی ہیں اُن کی تصدیق کرتی ہے۔ بیشک اللہ اپنے بندوں کے حالات سے خبردار اور واقف کار ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کی نشانیاں بیان کر رہا ہے:

۱۔ زمینوں سے مختلف رنگ اور مختلف ذائقے اور مختلف قد و قامت کے پھل پیدا کرتا ہے۔

۲۔ پہاڑوں پر مختلف رنگ کے پتھر پیدا کرتا ہے۔

۳۔ زمینی پر مختلف قسم کے جانور چلتے پھرتے پیدا کرتا ہے۔ ان میں اُس کی قدرت کے ہزار ہا حالات پوشیدہ ہیں جن کو کچھ عقل راسخانہ جانتے ہیں۔

۲۸ ویں آیت میں فرمایا ہے، اللہ سے ڈرنے والے اس کے بندوں میں علماء ہیں۔ یہ کون لوگ ہیں اس کے متعلق مفسرین میں اختلاف ہے تفسیر میں ہے اس سے مراد آنحضرت کی امت کے وہ صحابہ تابعین اور تبع تابعین ہیں جو قیامت تک کتاب خدا کے سچے وارث اور اس کے مطابق ہادی ہوں گے اور جن کو خدا نے شہداء علی الناس فرمایا ہے۔

لوامع القرآن میں ہے کہ علماء سے مراد خدا کی حیثیت اور خلق خدا کے گواہ حضرت علی علیہ السلام اور ان کی اولاد ہیں۔ اس کی تائید حافظ ابوبکر مروی ہے بھی کہ اس سے مراد اوصاف کھلے کر آیت حضرت علی کی شان میں ہے۔ ابی جبر کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ اس سے مراد حضرت علی کے واسطے سے سلف و قبلہ و فلاح و ہدایت کا دعویٰ نہیں کیا۔ اگر آیت کتاب خدا کے عالم نہ ہوتے تو یہ دعویٰ نہ کرتے۔ یوں تو دنیا میں کتاب خدا کے بیشمار عالم ہر زمانہ میں موجود ہے جس میں کوئی ایک شخص بھی ایسا تو نہیں بتایا جاسکتا جو خود ہی کتاب کی ہر حقیقت کا عالم ہو اور جو اس کی تشریح و تادیل کے تمام تعلقات کو جانتا ہو۔ خدا سے حقیق منسلک ڈرنے والے وہ لوگ ہوسکتے ہیں جو ہر حکم الہی پر پوری طرح عمل کرنے والے ہوں اور جنہوں نے اس الہی کے خلاف کوئی قدم نہ اٹھایا ہو۔ ایسے لوگ مصروفین کے سوا دوسرے ہر ہی نہیں سکتے۔

ثُمَّ أَوْرَثْنَا الْكِتَابَ الَّذِينَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهِ ۖ وَمِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ ۖ وَمِنْهُمْ سَابِقٌ بِالْخَيْرَاتِ ۖ إِنَّ اللَّهَ ذَا لِكِ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِيرُ ﴿۳۱﴾

پھر ہم نے کتاب کا وارث ان لوگوں کو بنایا جنہیں ہم نے اپنے بندوں میں سے منتخب کیا ہے (ہمارے بننے تین قسم کے ہیں) بعض ان میں سے (مافوقانی کی وجہ سے) اپنے نفس پر ظلم کرنے والے ہیں، بعض میاندو ہیں، اور بعض ان میں نیکی کی طرف باذن خدا دوڑ لگانے والے ہیں۔ سب سے بڑا فضل خدا کا یہی ہے۔

سب سے پہلے یہ سمجھنا چاہیے کہ وراثت سے کیا مراد ہے۔ یہ مراد نہیں کہ قرآن کا ایک نسخہ کسی کتب خانہ میں محفوظ ہے کہ اسے گھر میں رکھ لیا اور یہ مراد ہے کہ روزِ ازل کی تلاوت کرتے ہوئے یہ مراد ہے کہ اُسے گھر میں لٹکا دیتے ہیں۔ یہ مراد ہے کہ اُسے خوش الحانی سے تلاوت کر کے قاری کہلانے لگے۔ بکر وراثت کتاب کا یہ مطلب ہے کہ کتاب خدا سے ایسا مکمل مسلم حاصل ہو کہ ہر مسئلہ کا جواب قرآن سے مل جاسکے۔ اس کے تمام احکام پر پورا پورا عمل ہو۔ ہر گواہ کو کتاب خدا کی رو سے ہدایت ہو سکے۔ اب ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ وراثت کتاب اللہ رسول کے بعد کون ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کتاب کا علم ان کے سینہ میں تھا لہذا ان کے بعد جو وراثت کتاب ہیں وہ بھی ان ہی جیسا ہو گا یعنی پوری کتاب کا علم اس کے جیسے سینہ میں ہو گا چاہے مفسرین نے اس کے کتب میں بہت کچھ اختلاف کیا ہے۔ کوئی کہتا ہے وراثت کتاب وہ ہیں جو نماز پڑھتے، روزہ رکھتے اور زکوٰۃ دیتے اور حج کرنے میں عام لوگوں پر فوقیت رکھتے ہیں۔ لیکن ایسی وراثت کا قرآن میں کہیں ذکر نہیں۔ خدا اور رسول کی طرف سے کوئی نص نہیں۔ یہاں ملتی ہوئی کا ذکر نہیں بلکہ وراثت کتاب ہونے کا ذکر ہے۔ ایک صاحب کہتے ہیں وراثت کتاب علمائے دین ہیں لیکن یہ بھی صحیح نہیں۔ جبکہ ان کے درمیان تنزیل و تاول قرآن میں شدید اختلاف ہے تو ان میں سے کسی وراثت کتاب قرار دیا جائے۔ اگر سب وراثت کتاب ہیں تو کس کی بات فوقیت دی جائے۔

ایک صاحب کتاب کا بیان بھی سن لیجئے جو بڑے پائے کے عالم سمجھے جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کی تین قسمیں کی ہیں، اول وہ جو ظالم لنفسہ ہیں یعنی کتاب خدا کو پڑھتے ہیں مگر اس پر عمل نہیں کرتے ہیں۔ یہ جرم تو نہیں مگر کافر نہیں لہذا کتاب خدا کے وارثوں میں یہ بھی ہیں۔ دوسرے میاندو ہیں یعنی کتاب خدا پڑھتے ہیں عمل بھی کرتے ہیں مگر پورا نہیں سمجھتے اور بعض احکام بھلا دیتے ہیں یعنی وراثت کتاب ہیں، کیونکہ گناہ گار تو وہی مگر باطن نہیں۔ مومن ہیں کافر نہیں۔ اب دیکھیں یہ قسم تیسری وہ لوگ جو خود ہی سرگرمی سے احکام خدا کی تعمیل کرتے ہیں۔ ان کا مرتبہ سب سے بلند ہے۔ حقیقی وراثت کتاب اللہ ہی لوگ ہوسکتے ہیں۔ جب بھی کتاب اللہ کے وارث ہیں پھر ان میں انتخاب کیا۔ ان عالم صاحب نے کسی کمزوریات کی ہے، جب بھی کتاب اللہ کے وارث ہیں پھر ان میں انتخاب کیا۔

کچھ نہیں) بلکہ یہ عالم ایک دوسرے سے دھوکا اور فریب ہی کا وعدہ کرتے ہیں۔

بعض مفسروں نے یہ مدعی ہے کہ اس نے تمام انسانوں کو اپنا غلیل بنا کر بیجا ہے لیکن یہ تو کھلی غلطی ہے بھلا کافر و مشرک، غلام کار و بدکار، ظالم اور غارت گرد خدا کے غلیل کیسے کہہ جاسکتے ہیں۔ خدا کا غلیل تو ہی وہام کے سوا دوسرا ہو ہی نہیں سکتا۔ پس صریح معنی یہ ہیں کہ کھوکھلوں کا باطنیں بنایا جو تم سے پہلے گزر چکے ہیں مگر ان کے ہاں تم کو ان کے بعد پیدا کیا گیا۔ اگر پیدا کرتا تو تم کیا کرتے۔ دوسری آیت کا مطلب یہ ہے کہ جو لوگ کافر ہو بیٹھے ہیں وہ خدا کا کیا بگاڑتے ہیں اپنا ہی نقصان کر رہے ہیں۔ کفر میں جتنے دن آگے بڑھتے جاتیں گے گناہوں کا بوجھ ان پر اور زیادہ لگنا چلا جائے گا اور جس قدر گناہ بڑھتے جائیں گے اتنا ہی خدا کا قصہ ان پر زیادہ ہوتا جائے گا۔

پھر مشرکوں سے پوچھا جا رہا ہے یہ بتاؤ جس چیزوں کو تم نے خدا کا شریک بنا کر قابل عبادت سمجھا ہے، انہوں نے زمین میں یا آسمان میں کوئی ایک چیز بھی پیدل ہے اگر کی ہو تو دکھا دو۔ اگر ایسا نہیں تو ان کو خدا کا شریک بنا کر تمہاری حماقت ہے۔ کیا خدا نے ان پر کوئی صحیفہ یا کتاب نازل کی ہے جس سے ثابت ہوتا ہو کہ وہ خدا کی خدائی میں شریک ہیں۔ جیسا یا سبھی نہیں پھر یہ کھلی باطل برتی ہے یا نہیں۔ جنت پرستی کے ابطال میں ایسی مضبوط دلیلیں ہیں کہ کوئی مشرک ان کی تردید نہیں کر سکتا۔ جب ان دلائل کو آنحضرتؐ نے پیش کیا تو کسی مشرک کی مجال نہ تھی کہ خلاف کہہ سکتا۔ لیکن کر چاہا وہاں سے چل بیٹھے تھے۔ آپؐ میں کہتے تھے بھلا کیسے ممکن ہے کہ جو کل ہمارے باپ و ادا کرتے چلے آئے ہیں محمدؐ کے کہنے سے ہم اس کو چھوڑ دیں۔ کیا ہمارے سب بزرگ احمق تھے بس ایک عقلمند ہی شخص پیدا ہوا ہے۔ اسی طرح ایک دوسرے کو دھوکہ میں ڈالے رکھتا تھا۔

إِنَّ اللَّهَ يُمْسِكُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ أَنْ تَزُولَا وَلَئِنْ زَالَتَا إِنْ أَمْسَكَهُمَا مِنْ أَحَدٍ مِنْ بَعْدِهِ إِنَّهُ كَانَ حَلِيمًا غَفُورًا ۝۳۱ وَأَقْسَمُوا بِاللَّهِ جَهْدَ أَيْمَانِهِمْ لَئِنْ جَاءَهُمْ نَذِيرٌ لَيَكُونُنَّ أَهْدَىٰ مِنْ أَحَدٍ ۚ أَلَمْ يَكُنْ لَهُمْ آيَاتٌ أَنْ جَاءَهُمْ نَذِيرٌ مَّا زَادَهُمْ إِلَّا فَضُورًا ۝۳۲ اسْتَكْبَارًا فِي الْأَرْضِ وَمَكْرُ السَّيِّئِ ۚ وَلَا يَحِيقُ الْمَكْرُ السَّيِّئِ إِلَّا بِأَهْلِهِ ۚ فَهَلْ يَنْظُرُونَ إِلَّا سُنَّتَ الْأَوَّلِينَ ۚ فَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللَّهِ تَبْدِيلًا وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ

اللَّهُ تَحْوِيلًا ۝۳۳

یہ شک اللہ آسمان و زمین کو اپنی جگہ سے ہٹنے سے روکے ہوئے ہے۔ اگر (بالفرض) یہ اپنی جگہ سے ہٹ جائے تو پھر خدا کے سوا کوئی انہیں روک نہیں سکتا وہ بڑا بڑا بار اور بھینٹ والا ہے۔ یہ لوگ خدا کی بڑی بڑی قسمیں کھا کر کہتے تھے کہ اگر ان کے پاس کوئی ڈالنے والا (پیغمبر) آئے گا تو ہر امت سے زیادہ وہ ہدایت کے طلبگار ہوں گے لیکن جب ان کے پاس کوئی ڈالنے والا پیغمبر آیا تو اس کے آنے سے ان کی سرکشی اور برمی بڑی تدریجوں کے ساتھ ان کی نفرت کو اور ترقی ہوتی ہی گئی اور بڑی تدریج کی بڑائی تو بڑائی کرنے والے ہی پر پڑتی ہے (مسلم ہوتا ہے) یہ لوگ اگلے ہی لوگوں کے ہتھوڑے کے غلط ہیں (اچھائیوں ہی ہی) تم خدا کے دستور میں کوئی تبدیلی نہ پاؤ گے اور نہ خدا کی عادت میں کوئی تغیر دیکھو گے۔

پچھلے دلائل تو میرے بعد اب ایک اور دلیل پیش کی جا رہی ہے وہ یہ ہے کہ خدا کے سوا کون ہے جو آسمان و زمین کو اپنے مقام پر روکے ہوئے ہے۔ انھوں نے برس اس کا غارت کو یوں ہی چلتے ہوئے گور گئے۔ جن قواعد و قانون کے تحت وہ چل رہے ہیں۔ ان کو کوئی بگاڑ نہیں سکتا۔ یہ مشرک جمعہ قسمنے کھا کر کہتے تھے کہ اب کوئی پیغمبر نہ آئے گا تو ہم اس کا کٹنا مانیں گے۔ لیکن جب کوئی ہمارا پیغمبر آیا تو یہ پھر اولا گئے اور اسے سانے کی تدریج کر گئے۔ یہ نہیں سمجھے کہ اس فریب کا وبال پڑے گا اس پر؟ انہی پر تو پڑے گا وہ بچ کر کہاں جا سکتے ہیں۔ جو حشر ان سے پہلے ان لوگوں کا ہوا وہی ان کا ہوا۔ خدا کا طریقہ کار بدلنے والا نہیں۔

أَوَلَمْ يَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَيَنْظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَكُنُوا أَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً ۚ وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُعْجِزَهُ مِنْ شَيْءٍ فِي السَّمَوَاتِ وَلَا فِي الْأَرْضِ إِنَّهُ كَانَ عَلِيمًا قَدِيرًا ۝۳۴ وَلَوْ يُوَاخِذُ اللَّهُ النَّاسَ بِمَا كَسَبُوا مَا تَرَكَ عَلَى ظُهُرِهِمْ مِنْ ذَاتِهِ وَلَٰكِنْ يُؤَخِّرُهُمْ إِلَىٰ أَجَلٍ مُّسَمًّى ۚ فَإِذَا جَاءَهُمْ فَأَنَّهُمْ قَالُوا اللَّهُ كَانَ بِعِبَادِهِمُ بصِيرًا ۝۳۵

تو کیا ان لوگوں نے زمین پر چل پھر کر نہیں دیکھا کہ ان لوگوں کا انجام نظر کے سامنے آئے جو ان سے پہلے ہو چکے ہیں

اور جو ان سے وقت میں بھی زیادہ تھے۔ خدا ایسا نہیں کر آسمانوں یا زمین میں سے کوئی چیز اسے عاجز کر سکے۔ وہ جاننے والا اور قدرت رکھنے والا ہے۔ لوگوں نے جو کچھ کیا ہے اگر اس پر انہیں دھڑکڑاہٹ تو پھر زمین پر کوئی ایک چلنے والا باقی رہے گا۔ لیکن خدا نے ایک وقت میں تک انہیں دھکیل دے رکھی ہے (جو کڑا ہو کر لو) جب ان کا وقت آجائے گا تو (جتنے گاہنیں) خدا بالیقین اپنے بندوں کا حال دیکھ رہا ہے۔ (پس جو جیسا کرے گا ویسا ہی بدلہ پائے گا)۔

جن لوگوں پر خدا پس انداز کر چکا ہے ان کے نشانات دسے زمین پر اب بھی موجود ہیں۔ پس یہ کفار و مشرکین ذرا صل پھر کر انہیں دیکھتے کیوں نہیں تاکہ انہیں پتہ چل جائے کہ خدا سے کس جی کرنے والوں کو خدا کیسی کسی سنت میں دیکھتا ہے کس کی طاقت ہے کہ خدا کو عاجز بنا سکے۔ خدا نے اپنے گناہگار بندوں کو جہالت دے رکھی ہے۔ اگر وہ پڑنا چاہے تو دسے زمین پر اس کے مواخذہ سے ایک ہی نہ بچ سکے گا۔ جب وہ وقت آجائے گا تو پھر کہاں پناہ لے گی۔ جس نے جیسا کیا ہو گا اس کی سزا پائے بغیر رہ نہ سکے گا۔

سُورَةُ لَيْسَ مَشْكُوتٌ ۳۱

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

لَيْسَ ۱ وَالْقُرْآنَ الْحَكِيمَ ۲ إِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِينَ ۳ عَلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ۴ تَنْزِيلَ الْعَزِيزِ الرَّحِيمِ ۵ لَتَنْذِرَ قَوْمًا مَّا أُنْذِرَ آبَاؤَهُمْ فَهُمْ غَفُورُونَ ۶ لَقَدْ حَقَّ الْقَوْلُ عَلَىٰ أَكْثَرِهِمْ فَهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ ۷ إِنَّا جَعَلْنَا فِي آعْنَاقِهِمْ أَغْلَالًا فَهِيَ إِلَى الْأَذْقَانِ فَهُمْ مُقْمَحُونَ ۸ وَجَعَلْنَا مِنْ بَيْنِ أَيْدِيهِمْ سَدًّا وَمِنْ خَلْفِهِمْ سَدًّا فَأَغْشَيْنَاهُمْ فَهُمْ لَا يُبْصِرُونَ ۹ وَسَوَاءٌ عَلَيْهِمْ ءَأَنذَرْتَهُمْ أَمْ

لَتَنْذِرَهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ ۱۰ إِنَّمَا تُنذِرُ مَنِ اتَّبَعَ الذِّكْرَ وَخَشِيَ الرَّحْمَنَ الْعَلِيمَ ۱۱ فَبَشِّرْهُ بِمَغْفِرَةٍ وَأَجْرٍ كَرِيمٍ ۱۲

لیس۔ اس پر حکمت قرآن کی قسم (اے رسول) بے شک تم پیغمبروں میں سے اور (دین کے) سیدھے راستہ پر (ثابت قدم) ہو جو دسے مہربان غالب خدا کا نازل کیا ہوا ہے تاکہ تم ان کو ڈراؤ، جن کے باپ و ادا تم سے پہلے (کسی پیغمبر سے) ڈراتے نہیں گئے اور وہ (دین سے بالکل) بے خبر ہیں اور ان میں سے اکثر پر تو عذاب کی باتیں) بالکل خبیث پوری آتیں۔ یہ لوگ تو ایمان لائیں گے نہیں۔ ہم نے ان کی گردنوں میں (جھاری) طوق ڈال دیئے ہیں جو ان کی ٹھڈیوں تک پہنچے ہوئے ہیں کہ وہ گردنیں اٹھائے ہوئے ہیں (مشرکوں کا نہیں سکتے) ہم نے ان کے آگے ایک دیوار بنا دی ہے اور ایک دیوار ان کے پیچھے پھر اوپر سے ان کو دھماک دیا ہے جس سے وہ کچھ دیکھ نہیں سکتے۔ (اے رسول) ان کے لیے برابر ہے چاہے انہیں ڈراؤ یا نہ ڈراؤ وہ ایمان نہیں لائیں گے۔ تم تو اس شخص کو ڈرا سکتے ہو جو نصرت ملنے اور بے دیکھے بھالے خدا کا خوف رکھے تو تم ان کو کتاہوں کی صفائی اور اچھے اجر کی خوشخبری دے دو۔

لیس۔ تفسیر صافی اور تفسیر فیہ میں ہے کہ لیس اس معجزت علیٰ اشر علیہ وسلم کے ناموں میں سے ایک نام ہے۔ کفار و مشرکین جو کہ آپ کو کھینچتا رہتے تھے لہذا اس سورہ میں سب سے پہلے حضور کی رسالت کی تصدیق کی گئی اور یہ بھی بتایا گیا کہ آپ جس دین کو پیش فرماتے ہیں وہ صحیح راستہ ہے اقی سب غلط راستے ہیں جو گمراہی کی طرف لے جانے والے ہیں۔ اس کے بعد یہ بھی بتا دیا کہ تمہارا یہ خیالی بھی غلط ہے کہ قرآن کو انحضرت نے خود گڑھا لیا ہے بلکہ یہ نالیک حکیم خدا کی طرف سے نازل کیا ہوا ہے۔ ہم نے ایک مقصد خاص کے لیے اپنے رسول کو بھیجا ہے کہ حضرت علی کی بد سے کوئی رسول نہیں آیا۔ لہذا اس ناز میں کفار و مشرکین کے باپ و ادا کو چند سو سال کے اندر عذاب خدا سے ڈرایا نہیں گیا۔ پس ان کے باپ اور اہل غفلت میں پڑے ہیں اور بھلے خدا کے تئیں کوڑے جتنے ہیں۔ اُن کی دیکھا دیکھی یہ لوگ بھی وہی کوڑے ہیں۔ لیکن کفر و شرک ان کے اندر ایسا راسخ ہے کہ یہ ایمان لانے والے نہیں۔ لیکن لوگوں کو یہ سمجھ لینا چاہیے کہ ہم نے ان مشرکوں کی گردنوں میں ایسے جھاری طوق ڈال دیئے ہیں کہ یہ مراد پر کو نہیں اٹھا سکتے۔ ہم نے ان کے آگے اور پیچھے دو دیواریں بکھری کر دی ہیں جن کی وجہ سے یہ جنت والوں کو نظر اٹھا کر بھی نہیں دیکھ سکتے۔ اے رسول! تم ان مشرکوں کو ڈراؤ یا نہ ڈراؤ یہ تو ایمان لانے والے ہیں نہیں۔ ایسے لوگوں کو ڈرانے سے کیا فائدہ۔ ان کے ضمیر مردہ ہو چکے ہیں ان کی عقلیں ماری گئی ہیں۔ ڈرانے تو ان کے لیے ہی مفید ہو سکتا ہے جو بے دیکھے بھالے خدا سے ڈرنے والے ہوں۔

إِنَّا نَحْنُ نُحْيِي الْمَوْتَىٰ وَنَكْتُبُ مَا قَدَّمُوا وَآثَارَهُمْ وَوَلَدْنَا نَحْنُ الْأَوَّلِينَ ۝۱۴

ہم ہی مردوں کو زندہ کرتے ہیں اور جو عمل انہوں نے کیا ہے اور دنیا میں جو آثار چھوڑے ہیں وہ سب ہم لکھ لیتے ہیں اور امام مبین میں گھیر دیا ہے۔

نشانات جو کھاتے ہیں ان کی دو صورتیں ہیں، اول یہ کہ کوئی شخص ایسی عملات بنو گا کہ جس میں عمل خیر ہوتا ہے جیسے مسجد، مدرسہ، امام بارگاہ، مدرسے، کرائی، وغیرہ جب تک یہ چیزیں باقی رہیں گی اور ان سے لوگ فائدہ اٹھائیں گے، مرنے والے کو اس کا ثواب ملے گا۔ دوسرے وہ آثار ہیں جن کا تعلق نفوس انسانی سے ہے مثلاً اولاد کی تربیت اور لوگوں کو اچھی تعلیم دینا تو جب تک اس تعلیم کا اثر ہے کا ثواب ملے گا اور اگر بڑی تعلیم دی ہے لوگوں کو گمراہ کیا ہے تو سختی عذاب ہوتا ہے گا۔

امام مبین سے مفسرین نے لوح محفوظہ مراد لی ہے۔

علائے شیعہ نے لکھا ہے کہ امام مبین سے مراد حضرت علیؑ ہیں۔ ایک روایت میں ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو اس وقت آنحضرتؐ کے پاس حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ بیٹھے تھے۔ دونوں نے پوچھا، امام مبین سے مراد قریت ہے؟ فرمایا: نہیں۔ پھر پوچھا، کیا انجیل مرد ہے؟ فرمایا: نہیں۔ پھر پوچھا، کیا قرآن ہے؟ فرمایا: نہیں۔ اتنے میں حضرت علیؑ سامنے سے خود ادا ہوئے۔ حضورؐ نے فرمایا: یہ ہیں امام مبین۔ اس کی موبہ میں وہ روایت ہے جو بحال الدیکھا ہوئی ہے میان کی ہے کہ بعد بن حمید ابن جریر اور ابن خاتم نے اس آیت کے بارے میں روایت کی کہ ہر چیز کا ایک پیشوا ہے جو خدا کے نزدیک محفوظ ہے اور وہ علیؑ ہیں۔ (تفسیر مشکوٰۃ ص ۱۰۱)۔ تفسیر حاشیٰ اور تفسیر قمی میں ہے کہ جناب امیر علیہ السلام نے فرمایا: خدا کی قسم وہ امام مبین میں ہیں۔ میں حق و باطل کو صاف صاف بیان کرتا ہوں اور میں نے یہ عہدہ حضرت رسولؐ خدا سے واپس لیا ہے اور میں نے اسے اچھا طریق میں ہے کہ حضرت رسولؐ خدا نے فرمایا، لوگو! کوئی علم ایسا نہیں کہ جس سے خدا نے مجھے تعلیم نہ فرمایا ہو اور میں نے علم کو سکھایا ہو۔ جو علم مجھ کے لئے مجھ میں احصا فرمایا ہے میں نے اس کو امام مبین علیؑ میں احصا کر دیا ہے۔

علامہ ہروی اعلیٰ اللہ تعالیٰ نے "مواضع حسنہ" میں بیان فرمایا ہے کہ عربی زبان میں شمار کرنے کے لیے دو لفظ ہیں ایک لفظ عدد ہے دوسرا احصاء ہے۔ عدد زبانی شمار کہتے ہیں اور احصاء عملی شمار کہہ نصابہ عربی میں لکھ کر کہتے ہیں۔ عرب کا قاعدہ تھا کہ جب شمار میں جوتے کا اندیشہ ہوتا تو ٹکڑوں پر شمار کرتے۔ اس کو احصاء کہتے تھے۔ پس آیت کے معنی یہ ہونے کہ علمائے شیعہ کا احصاء ہم نے امام مبین سے کیا ہے۔ قرآن میں علماء احصاء کی چیزیں تھیں۔ لہذا قرآن مراد نہیں بلکہ وہ شخص مراد ہے جس کے اندر تعلیم قرآن کی صفاتیں باقی ہوں۔ یعنی وہ بتا سکتا ہے کہ کونسا عمل صالح یا جزا ہے اور کونسا قابلِ سزا۔ قرآن میں علمائے امام ہے اور امام مبین اس کی عملی تفسیر ہے۔ اگر امام مبین اس کی عملی صورت بتائے والا نہ ہو تو قرآن سے عملی صورت

۳۶ - یسر

کیے لی ہائے گی مثلاً قرآن ناز کا حکم دیتا ہے لیکن یہیں بتا کر اس کی عملی صورت کیا ہوگی یا امام مبین بتائے گا۔

وَاضْرِبْ لَهُم مَّثَلًا أَصْحَابَ الْقَرْيَةِ ۖ مَرَّادُ جَاءَهَا الْمُرْسَلُونَ ۝۱۵ إِذْ أَرْسَلْنَا إِلَيْهِمُ اثْنَيْنِ فَكَذَّبُوهُمَا فَعَزَّزْنَا بِثَالِثٍ فَقَالُوا إِنَّا إِلَهُكُم مُّرْسَلُونَ ۝۱۶ قَالُوا مَا أَنْتُمْ إِلَّا بَشَرٌ مِثْلُنَا وَمَا أَنْزَلَ الرَّحْمَنُ مِنْ شَيْءٍ ۖ إِنْ أَنْتُمْ إِلَّا تَكْذِبُونَ ۝۱۷ قَالُوا رَبَّنَا عَلِّمْنَا لَنَا الْيَكْمَ لِمُرْسَلُونَ ۝۱۸ وَمَا عَلَيْنَا إِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِينُ ۝۱۹ قَالُوا إِنَّا تَطَيَّرْنَا بِكُمْ ۖ لَئِنْ لَمْ تَنْتَهُوا لَرَجَعْنَا إِلَى الْمَرْجَمِ ۖ لَوْلَا أَنْتُمْ لَكُنَّا قَالُوا طَائِفُكُمْ مَعَكُمْ ۖ إِنِ الذِّكْرُ لَكُمْ ۖ بَلْ أَنْتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُونَ ۝۲۰ جَاءَ مِنْ أَقْصَا الْمَدِينَةِ رَجُلٌ يَسْعَىٰ قَالَ لِقَوْمٍ اتَّبَعُوا الْمُرْسَلِينَ ۝۲۱ اتَّبِعُوا مَنْ لَا يَسْأَلُكُمْ أَجْرًا وَهُمْ مُّهْتَدُونَ ۝۲۲

لے رسول تم ان سے ایک گانوں کا قصہ بیان کرو کہ جب ان ہمارے پیغمبر کے اس طرح کہ جب ہم نے ان کے پاس دو پیغمبر (یوحنا اور یونس) بھیجے تو انہوں نے دونوں کو جھٹلایا۔ تب ہم نے ایک تیسرے پیغمبر سے (عزرا) ان کو مدد دی تو ان تینوں نے کہا کہ ہم تمہارے پاس خدا کے بھیجے ہوئے آئے ہیں۔ وہ کہنے لگے تم تو ہم ہی جیسے آدمی ہو، خدا نے کچھ (تم پر) نازل نہیں کیا ہے، تم سب کے سب جھوٹے ہو۔ تب ان پیغمبروں نے کہا ہمارا پروردگار بتاتا ہے کہ ہم یقیناً اسی کے بھیجے ہوئے ہیں اور (تم مانو یا نہ مانو) ہمارا فرض تو حکم کھلا احکام کا پیچھا کرنا ہے وہ کہنے لگے ہم نے تم لوگوں کو بہت خوش پایا (تمہارے آتے ہی قحط میں مبتلا ہوئے) اگر تم اپنی

باتوں سے باز آؤ گے تو تم تمہیں ضرور سنگسار کر دیں گے اور تم کو یقیناً ہمارا دردناک عذاب پہنچے گا۔ پیغمبروں نے کہا تمہاری کوئی تہمت اساتہ ہے کیا جب نصیحت کی جاتی ہے تو تم اُسے فالی بد کہتے ہو۔ تم خود اپنی حد سے بڑھ گئے ہو ایک شخص شہر کے اُس سر سے ڈنڈا ہٹوا آیا، اُس نے کہا اے قوم ان پیغمبروں کا کہا مانو ان لوگوں کا ضرور کہنا مانو جو تم سے پہلچ رسالت کی کوئی مزدوری نہیں مانگتے اور وہ لوگ ہدایت یافتہ بھی ہیں۔

یہ آیات ایک دفعہ کے متعلق ہیں جب انطاکیہ والوں کی گمراہی حد سے بڑھ گئی تو حضرت عیسیٰ نے حضرت یحییٰ اور یونس کو اپنے دین کی ہدایت کے لیے بھیجا۔ جب یہ دونوں شہر کے قریب پہنچے تو ایک بوڑھے آدمی حبیب الہام کو دیکھا اسے سلام کیا۔ اُس نے سلام کا جواب دے کر پوچھا تم لوگ کون ہو اور یہاں کیسے آئے ہو۔ انہوں نے کہا ہم شہر والوں کو خدا کی عبادت کی طرف متوجہ کرنے اور بتوں کی پرستش سے روکنے کے لیے آئے ہیں۔ وہ بولا تمہارے پاس کوئی دلیل ہے کہ تم خدا کے فرستادہ ہو انہوں نے کہا ہم خدا سے دعا کر کے پیارا کچا کویتہ ہیں اُس نے کہا میرے لڑکے کو جو عرصہ سے بیمار ہے اور تمام اطباء اس کے علاج سے عاجز آ گئے ہیں اگر اچھا کر دو تو جالوں۔ انہوں نے کہا، اُسے لے آؤ۔ وہ دوڑا ہوا گیا اور لے آیا۔ جب وہ اچھا ہو گیا تو وہ ایساں لے آیا۔ اُس کے بعد دروں پیغمبر شہر میں داخل ہوئے اور بادشاہ کے پاس پہنچے۔ اس سے بھی اسی قسم کی باتیں ہوئیں۔ اُس نے کہا، اچھی تم لوگ شہرو میں اس بار میں غور کروں گا۔ اس کے بعد یہ لگ اور لوگوں کی ہدایت میں مشغول ہوئے۔ ایک دن بادشاہ کی سواری چارابی قبی کو ان حضرات نے تجسیر کی آواز بلند کی۔ بادشاہ کو برا معلوم ہوا، اس نے ان دونوں کو بتخانہ میں قید کر دیا۔ جب پیغمبر حضرت عیسیٰ کو معلوم ہوئی تو آپ نے حضرت شمعون کو جو آپ کے صیغہ تھے ان کی مدد کے لیے روانہ کیا۔ جب یہ وہاں پہنچے تو شہر پناہ کے دروازہ کے پاس ان کے کہا تم کون ہو اور کیسے آئے ہو؟ انہوں نے کہا میں اس لیے یہاں آیا ہوں کہ خدا کی عبادت کروں۔ غرض یہ داخل شہر ہو گئے۔ جب بادشاہ کے پاس پہنچے تو اُن نے ان کو اسی بتخانہ میں عبادت کرنے کا حکم دیا۔ جہاں یحییٰ و یونس قید تھے۔ اس کے بعد برابر بادشاہ کے پاس ہاتھ رہے۔ بادشاہ کو ان سے محبت ہو گئی اور وہ ان سے مودت میں مشغول رہے۔ ایک دن موقع پا کر کہنے لگے ان بتخانوں میں دعا مانگی آدمی کون ہیں؟ بادشاہ نے کہا، وہ دونوں ایک نئے دین کا پیغام لے کر آئے تھے اس لیے میں نے ان کو قید کر دیا ہے۔ آپ نے فرمایا، انہیں بڑا کر پوچھنا تو چاہیے کہ وہ کہتے کیا ہیں۔ اُن سے پہلے ہی کہہ آئے تھے کہ جب میں بڑا ہوں تو تم وہاں میری شناسائی کا ذکر نہ کرنا اور بالکل اجنبی بنے رہنا۔ غرض ایک روز دونوں کو لایا گیا۔ حضرت شمعون نے کہا، آپ لوگ یہاں کیوں آئے ہیں۔ انہوں نے کہا ہم بتخانہ میں عبادت کر رہے ہیں۔ چنانچہ ایک ایسے اندھے کو لایا گیا جس کی آنکھوں کے نشان بھی نہ تھے۔ حضرت شمعون نے کہا اے بیٹا خود۔ انہوں نے دعا کی تو آنکھوں میں شگاف ہو گیا۔ پھر مرنے کے دو ڈھیلے ان میں رکھے تو وہ سیکھ رہ گئے۔ حضرت شمعون نے پوچھا تمہارے خدا میں اور کیا قدرت ہے؟ وہ بولے ہم وہ کو زندہ کر سکتا ہے۔ فرمایا، بادشاہ کے بیٹے کو جسے ہم نے عمر ہو گیا ہے زندہ کر سکتے ہو؟ انہوں نے کہا ضرور غرض وہ دونوں اس کی قبر پر گئے اور دعا کی وہ زندہ ہو کر قبر سے نکل آیا اور کہنے لگا، میں فلاں محلہ کے لوگوں کی دُعا سے زندہ ہوا ہوں۔ پھر اُس نے دونوں کو چھان بھی لیا۔ تین دن وہ دونوں بڑی عزت کی نظر سے دیکھے جانے لگے اور روائت بادشاہ

ایساں لے آیا مگر اور لوگوں نے ان کی ہدایت پر عمل نہ کیا اور اپنے کفر پر جمے رہے اور ان حضرات کو سنا شروع کر دیا تو حبیب الہام نے اُن کو سنا کرش کی۔ اس پر ان لوگوں نے اُسے اتنا مارا کہ وہ بے چارہ راہی جنت ہوا۔

اس فقرہ میں یہ بتایا گیا ہے کہ طریق ہدایت ذرا سادہ مل جانے میں کس طرح بات بگڑ جاتی ہے۔ اگر حضرت یحییٰ اور یونس اس تہمت کے تحت آتش اداوار سے بھڑکے ہوتے اور ان کو قید کر کے حضرت شمعون نے مرنے تک تہمیر سے کام لیا تو مقصد ہدایت گویا ہو گیا۔ یہ حبیب الہامی ہے کہ صدیق تین ہیں۔ اول آل فرعون جس نے موسیٰ کی تصدیق کی دوسرے حبیب الہام جس نے حضرت عیسیٰ کی تصدیق کی تیسرے ان نبیوں میں حضرت علی کی تصدیق کام ترے سے زیادہ ہے۔ کیونکہ انہوں نے اول عمر سے آخر عمر اس کی تصدیق کی۔

وَمَا لِي لَا أَعْبُدُ الَّذِي فَطَرَنِي وَالَّذِي تُرْجَعُونَ ۚ (۳۶) مَا أَتَاكُمْ
 مِنْ دُونِهِ إِلَهَةٌ إِنْ يُرِيدُنِ الرَّحْمَنُ بِضُرٍّ لَا تُغْنِي عَنْكُمْ شَفَاعَتُهُمْ
 شَيْئًا وَلَا يُنْقِذُونِ ۚ (۳۷) إِنْ أَرَادَ الْإِلَهَ ضَلِيلٌ مُبِينٌ ۚ (۳۸) إِنْ أَمِنْتُ بِرَبِّكُمْ
 فَاسْمَعُونَ ۚ (۳۹) قِيلَ ادْخُلِ الْجَنَّةَ ۚ قَالَ لِلَّيْلِ قَوْمِي يَعْلَمُونَ ۚ (۴۰)
 بِمَا عَصَيْتُ رَبِّي وَجَعَلَنِي مِنَ الْمَكْرُمِينَ ۚ (۴۱) وَمَا أَنْزَلْنَا عَلَى قَوْمِهِ
 مِنْ بَعْدِهِ مِنْ جُنْدٍ مِنَ السَّمَاءِ وَمَا كُنَّا مُنْزِلِينَ ۚ (۴۲) إِنْ كَانَتْ إِلَّا
 صَيْحَةٌ وَاحِدَةٌ فَإِذَا هُمْ تَمُودُونَ ۚ (۴۳) يُحْسِرُ عَلَى الْعِبَادَةِ مَا يَأْتِيهِمْ
 مِنْ رَسُولٍ إِلَّا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِئُونَ ۚ (۴۴)

اور مجھے کیا (خط) ہوا ہے کہ جس نے مجھے پیدا کیا ہے اُس کی عبادت نہ کروں۔ حالانکہ تم سب اسی کی طرف
 لوٹ کر جاؤ گے کیا میں اُسے چھوڑ کر دوسروں کو معبود بنالوں۔ اگر خدا مجھے کوئی تکلیف پہنچا، چاہے تو نہ اُن کی
 سنارش میرے کچھ کام آئے گی اور نہ یہ لوگ مجھے (اس مصیبت سے) چھڑای سکیں گے (اگر ایسا کروں) تو اس وقت میری صوفی
 گمراہی میں ہوں گا۔ میں تو تھا کہ پھر وہ گمراہی یا ان لاپرواہی تو میری اتنا اور انو مگر اُن لوگوں نے اسے سنگسار کر ڈالا
 (تب اسے) خدا کا حکم ہوا کہ جنت میں جا (اُس وقت بھی اُسے قوم کا خیال آیا تو کہا) کاش میری قوم ہاں لیتی کہ میرے
 خدا نے مجھے بخش دیا اور مجھے عزت دار لوگوں میں شامل کیا۔ ہم نے اس کے مرنے کے بعد اس کی قوم پر (تاہی
 کے لیے) نہ تو کوئی آسمان سے شکر آرا اور نہ ہم (اتنی سی بات کے لیے شکر) آرا نے والے تھے وہ تو صرف
 چنگھاڑتی تھیں جس کے بعد وہ (پورا عمر کی طرح) خاموش ہو کر رہ گئے۔ اُسے افسوس ان لوگوں کے حال پر کہ
 جب اُن کے پاس کوئی رسول آیا تو انہوں نے اس کے ساتھ سخریاں ضرور کیا۔

یہ یقیناً ذکر ہے اس حبیب اللہ کا جو حضرت مرثیٰ کی رسالت پر حضرت موسیٰ کی معرفت ایمان لے آیا تھا۔ اس کی قوم نے جب اسے قتل کرنا چاہا تو اس سے کہا اگر تم اس دیں سے پلٹ کر میری پستی اختیار کرو تو تم نہیں چھوڑیں گے۔ اس وقت اس بندہ مومن نے جو کچھ اپنی قوم سے کہا قرآن اس کی حکایت یوں کرتا ہے، میں اس مذکورہ عبادت پر دل میں نے جو کوئی کیا ہے اور جس کی طرف سب لوگ رہے والے ہو گئے ہیں ایسے ناکارہوں کی عبادت پر کرنے لگوں کہ اگر میرا خدا مجھے کوئی نقصان پہنچانا چاہے تو وہ ان کی سفارش کام سے کی نہ دے مجھے اس مصیبت سے بچا سکتے ہیں۔ میں اس رب پر ایمان لایا ہوں جو میری رب نہیں ہے بلکہ تم سب کا ہی رب ہے پس جو میں کہتا ہوں اسے کان لگا کر سنو جب فرشتوں نے اسے جنت میں جانے کی بشارت دی تو اس نے بطور نصیحت کہا کاش میری قوم اس بات کو سمجھ لیتی کہ خدا نے میری صفاتیں بخش کر مجھے جنت میں جانے کی بشارت دے میری عزت کتنی بڑھادی۔

قوم نے اس کی بات نہ سنی اور اندر دھجک بکھنے لگی تیرے خدا کا جس قدر شکوہ ہے خدا کو کسے گا تو ہم اس سے ٹریں گے خدا فرماتا ہے یہ کون سا بڑا معاملہ تھا کہ تم کوئی لشکر آسمان سے ان کے ہلاک کرنے کے لیے آتے آیت یح کی آواز ہی نے ان سب کا کام تمام کر دیا۔

الَّذِينَ كَفَرُوا كُفِّرُوا كَمَا أَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِنَ الْقُرُونِ أَنَّهُمْ إِلَيْهِمْ لَا يَرْجُونَ ۝ وَإِنْ كُلٌّ لَّمَّا جَمِيعٌ لَدَيْنَا مُحْضَرُونَ ۝ ۳۲ ۝ وَآيَةٌ لَهُمُ الْأَرْضُ الْمَيِّتَةُ ۖ أَحْيَيْنَاهَا وَأَخْرَجْنَا مِنْهَا حَبًّا فَمِنْهُ يَأْكُلُونَ ۝ ۳۳ ۝ وَجَعَلْنَا فِيهَا جَنَّاتٍ مِنْ نَخِيلٍ وَأَعْنَابٍ وَفَجَّرْنَا فِيهَا مِنَ الْعُيُونِ ۖ لِيَأْكُلُوا مِنْ ثَمَرِهِمْ وَمَا عَمِلَتْهُ أَيْدِيهِمْ ۖ أَفَلَا يَشْكُرُونَ ۝ ۳۴

کیا ان لوگوں نے اس پر غور نہیں کیا کہ ہم نے ان سے پہلے کتنی امتوں کو ہلاک کر ڈالا اور وہ لوگ ان کے پاس ہرگز پلٹ کر نہیں آ سکتے۔ اگر تم سب اکٹھے ہو کر ہماری بارگاہ میں حاضر کیے جاؤ گے۔ ہماری قدرت کی ایک نشانی یہ ہے کہ مرنے والے زمین کو ہم (پانی برسا کر) زندہ کر دیتے ہیں اور ہم ہی نے اس میں سے دانہ نکالا جسے لوگ کھاتے ہیں اور ہم ہی نے زمین میں مچھوڑ اور انگوٹوں کے باغ لگائے اور ہم ہی نے اس میں پانی کے چشمے جاری کیے تاکہ لوگ اس

چل جائیں۔ ان کے ہاتھوں نے اس میں سے کچھ نہیں کیا۔ تو کیا اس پر بھی شکر نہیں کرتے۔

سُبْحَنَ الَّذِي خَلَقَ الْأَزْوَاجَ كُلَّهَا مِمَّا تُثْبِتُ الْأَرْضُ وَمِنْ أَنْفُسِهِمْ وَمِمَّا لَا يَعْلَمُونَ ۝ ۳۵ ۝ وَآيَةٌ لَهُمُ اللَّيْلُ ۖ نَسْلَخُ مِنْهُ النَّهَارَ فَاذَاهُمْ مَظْلُمُونَ ۝ ۳۶ ۝ وَالشَّمْسُ تَجْرِي لِمُسْتَقَرٍّ لَهَا ۚ ذَٰلِكَ تَقْدِيرُ الْعَزِيزِ الْعَلِيمِ ۝ ۳۷ ۝ وَالْقَمَرَ قَدَرْنَا مَنَازِلَ حَتَّىٰ عَادَ كَالْعُرْجُونِ الْقَدِيمِ ۝ ۳۸ ۝ لَا الشَّمْسُ يَنْبَغِي لَهَا أَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ وَلَا اللَّيْلُ سَابِقُ النَّهَارِ ۚ وَكُلٌّ فِي فَلَكٍ يَسْبَحُونَ ۝ ۳۹ ۝ وَآيَةٌ لَهُمْ أَنَّا حَمَلْنَا ذُرِّيَّتَهُمْ فِي الْفُلْكِ الْمَشْحُونِ ۖ وَخَلَقْنَا لَهُمْ مِنْ مِثْلِهِ مَا يَرْكَبُونَ ۝ ۴۰ ۝ وَإِنْ نَشَأْ نُغْرِقْهُمْ فَلَا صَرِيخَ لَهُمْ وَلَا هُمْ يُنْقَذُونَ ۖ إِلَّا رَحْمَةً مِنَّا وَمَتَاعًا إِلَىٰ حِينٍ ۝ ۴۱

ہر عیب سے پاک ہے وہ ذات جس نے ہر قسم کے بوز سے پیدا کیے، خواہ وہ زمین کی نباتات سے ہوں یا خود ان کے ہم نفس ہوں (انسان) یا ان چیزوں سے جن کو وہ جانتے نہیں اور میری (قدرت کی) ایک نشانی رات ہے جس سے ہم دن کو کھینچ کر نکال لیتے ہیں۔ اس وقت یہ لوگ اندھیرے میں رہ جاتے ہیں اور ایک نشانی آفتاب ہے جو اپنے ایک ٹکڑے پر چل رہا ہے۔ یہ غالب اور واقف کار خدا کا ہاتھ تھا جو اندازہ ہے اور ہم نے ہاتھ کے لینے نہیں مقرر کر دی ہیں یہاں تک کہ (آخر ماہ میں) کھجور کی پرانی ٹہنی جیسا (پتلا ٹیڑھا) ہو جاتا ہے۔ تو آفتاب ہی سے یہ بن پڑتا ہے کہ وہ چاند کو چا پکڑے اور نہ رات ہی دن کے آگے بڑھ سکتی ہے (چاند سورج سے آگے)

ہر ایک اپنے اپنے فلک میں پھرتا رہا ہے ہیں اور ان کے لیے (میری قدرت کی) ایک نشانی یہ ہے کہ ہم نے ان کی نسل کو بھری ہوئی کشتی میں سوار کر دیا پھر اس کشتی کی شکل ان کے لیے اور وہ چیزیں (کشتیاں) پیدا کر دیں جن پر یہ لوگ سوار ہوا کرتے ہیں۔ اگر ہم چاہیں تو ان سب کو ڈبو دیں، پھر کوئی ان کا فریاد کس ہوگا اور نہ وہ چھٹکارا ہی پاسکتے ہیں۔ مگر ہماری ہر مافی سے وقت خاص تک چھپی کرنے کے لیے ایسا ہوتا ہے۔

بعض مفسرین نے پہلی آیت کا یہ ترجمہ کیا ہے کہ پاک ہے وہ ذات جس نے تمام انسانوں کے جوڑے تین چیزوں سے پیدا کیے بعض اس چیز سے جو زمین سے آگتی ہے جیسے گھاس پات پھل پھلاری اور ترکاری۔ ان چیزوں سے انسان کا مادی جسم بنتا ہے۔ دوسری چیز نفس ہے اور تیسری چیز وہ ہے جس کو لوگ نہیں دیکھ سکتے وہ روح ہے۔ انسان کے لیے تین ہی عالم ہیں، عالم مادی، جہاں موت کے بعد جسم رہتا ہے۔ یہیں سے پیدا ہوتا ہے یہیں چھوٹ جاتا ہے۔ دوسرا عالم برزخ ہے۔ نفس انسانی جو کہ برزخی مادہ سے بنتا ہے لہذا اس کے بعد میں روح کے عالم برزخ میں پہنچ جاتا ہے۔ تیسرا عالم حیات یعنی آخری عالم روح ہے وہاں کی ہر لذت روح کو کیف بخشتی ہے۔ اگرچہ اس کے ساتھ جسم و نفس بھی ہوں گے لیکن کیفیت اسی کو مائل ہوگا۔ ان تین میں سے ہر ایک کی ایک خدا ہے۔ دنیوی جسم کی غذا مادی چیزیں ہیں، نفس کی غذا تقویٰ ہے اور روح کی غذا معرفت ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کی نشانیاں بیان فرماتا ہے ان میں سے پہلی چیز ہے کہ زردادہ بنائے۔ ان کے اجسام کی ساخت میں فرق پیدا کیا۔ ان کی شکل و ہائیت ان کے رنگ ان کے حالات و خصائل میں اختلاف پیدا کیا۔ ہر جسم پر نفس و روح کے تصرفات پیدا ہیں۔ ارادوں میں فرق سمجھتے ہیں فرق محبت و غیرت میں فرق۔ گویا ایک ایک بیکر کو لاکھ لاکھ طریقے سے سمایا ہے۔

دوسری نشانی ذات میں سے دل کو نکالنا ہے اور ذات کو دل میں سے نکال دینا اور ہر آدمی کو دل پر اس طرح مارے گری کے موسم آتے جلتے رہیں۔ دل کی روشنی کے بعد اس طرح رات کی تاریکی رفتہ رفتہ چھائی چلی جاتی ہے۔

تیسری نشانی سورج کا قدرت کے مقرر کیے ہوئے اندازہ کے مطابق ہر روز چلتے رہنا۔ کیا محال کہ منٹ اور سیکنڈ کا فرق توڑ دیا جائے۔ جس راستے سے جانا معین کر دیا جائے اسی راستے سے جاتا ہے۔

چوتھی نشانی چاند ہے۔ یہ سورج کی طرح ایک حالت پر نہیں رہتا۔ گھٹا بڑھتا رہتا ہے۔ سورج کی روشنی تیز ہوتی ہے، اس کی ٹھنڈی۔ مہینے کے آخر میں پھر کی روشنی ہوتی چھٹی کی طرح پتلا اور عیدہ ہوجاتا ہے۔ یہی طریقہ اس کے لیے معین کر دیا گیا ہے کوئی طاقت اس کے خلاف کر کے نہیں دیکھا سکتی۔

کسی کی وجہ بات ہے کہ ایک سال میں ایک سورج کے قائم مقام بارہ چاند ہوتے ہیں۔ نہ اس سے کم نہ زیادہ۔ پھر سب کی صورتیں اقل سے اکثر تک ایک ہی رہتی ہیں۔ تین دن تک اس کی روشنی کم رہتی ہے۔ چوتھی نشانی میں اگر روشنی بڑھ جاتی ہے پھر وہیں منزل پر چڑی طرح روشن ہوجاتا ہے۔ آخر میں جا کر تین دن غائب ہوتا ہے۔ پہلی کو پھر رجعت کرتا ہے۔ عبادت کے اوقات کا معین چاند ہی سے متعلق کر دیا گیا ہے۔ عید ہو، بقیہ عید ہو، رمضان ہو، غار ہو، ذکا ہو، جس ہو، حج ہو سب چاند ہی کے حساب سے ہوتے ہیں۔ جسے چاند کی معرفت نہیں اس کی عبادت مقبول نہیں ہو سکتی۔ مثلاً ایک شخص کو چاند کی تائید سے مسیح علم نہیں اور وہ حج کے کام کے خلاف حج کرنے تو اس کا حج باطل ہوگا۔ اسی طرح دیگر عبادات کا حال ہے۔

پانچویں نشانی یہ ہے کہ اس نے فوج کی بھری ہوئی کشتی کو ڈوبنے سے بچایا جو پانی کی اتنی بلندی پر جا رہی تھی کہ بہاؤ بھی اس کی لہروں میں چھب گئے تھے پھر کشتی کے علاوہ اور بھی بہت سی سواریاں غرق ہو گئیں۔ لوگ سوار ہو کر دھڑکھڑکے جاتے ہیں اور اپنی وزنی مائل کرتے ہیں۔ پیچھے بڑے بڑے جہاز۔ آئیر۔ اگر خدا چاہے تو ان سب کو ڈبو دے اور پھر ڈوبنے والوں کی فریاد کو کوئی سننے والا نہ ہوگا اور کوئی ڈوبنے سے بچالے والا۔ مگر اس نے دنیا کی زندگی کے چند دن آرام سے بسر کرنے کے لیے چھوٹ دیتے ہیں اگر اوجہ قدرت کی ان تمام نشانیوں کو دیکھ کر بھی انسان اس کو نہ پہچانتے تو پھر اس کا ٹھکانہ جہنم ہے اور کہاں ہوگا۔

وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ اتَّقُوا مَا بَيْنَ أَيْدِيكُمْ وَمَا خَلْفَكُمْ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ ﴿۲۹﴾

وَمَا تَأْتِيهِمْ مِنْ آيَةٍ مِنْ آيَاتِ رَبِّهِمْ إِلَّا كَانُوا عَنْهَا مُعْرِضِينَ ﴿۳۰﴾

وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ اتَّقُوا مَا رَزَقَكُمْ اللَّهُ ۖ قَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِلَّذِينَ

آمَنُوا ۖ أَنْطَعُونَ لَوِ شَاءَ اللَّهُ ۖ أَطَعَمَهُ ۖ إِنَّ أَنْتُمْ إِلَّا فِي ضَلَالٍ

مُبِينٍ ﴿۳۱﴾

جب ان کافروں سے کہا جاتا ہے کہ (اس عذاب سے) ڈرو، جو تمہارے پیچھے بھی ہے اور تمہارے سامنے بھی۔ اگر تم پر جسم کیا جائے (تو پروا نہیں کرتے) اور ان کے ب کی نشانیں میں سے، جب کوئی نشانی آتی ہے تو فوراً اس سے منہ پھیر لیتے ہیں اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ جو رزق تمہیں اللہ نے دیا ہے اس میں سے کچھ راہِ خدا میں بھی دو تو کافروں کا ایمان والوں سے کہتے ہیں کیا ہم ان لوگوں کو کھلائیں (جنہیں تمہارے خیال کے مطابق) خود خدا کھلاتا ہے۔ تم لوگ بس صریحی مگر ای میں پڑے ہوئے ہو۔

خدا اپنی توحید اور بنی نوع انسان پر اپنے احسانات بتانے کے بعد فرماتا ہے کہ جب ان کافروں کو اس عذاب سے ڈرایا جاتا ہے جو ان کے آگے پیچھے لگا رہتا ہے تو اس کی بھی پروا نہیں کرتے اور ہم اپنی قدرت کی کسی نشانی کی طرف جب متوجہ نہ ہوتے ہیں تو اس سے منہ پھیر لیتے ہیں، سمجھنے کی کوشش کرتے ہی نہیں۔ جو رزق ان کو اللہ نے دیا ہے اگر اس میں سے کچھ راہِ خدا میں خرچ کرنے کو کہا جاتا ہے تو غریب و غنوں سے کہتے ہیں ہم سے کیوں مانگتے ہو، تمہارا اعتقاد یہ ہے کہ سب کو خدا ہی رزق دیتا ہے پھر اس سے کیوں نہیں مانگتے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کفر و مشرک بننے ان کے روحانی فساد کی

بھی ان سے چھین لیے۔ انسانی اخلاق کا تقاضا یہ تھا کہ اگر کسی محتاج کو کھانا دیکھتے تو اس کی مدد کرے۔ مگر وہ تو ایسے سنگدل بن گئے ہیں کہ کسی مصیبت زدہ پر کرم کھانا ہانتے ہی نہیں۔

وَيَقُولُونَ مَتَىٰ هَٰذَا الْوَعْدُ إِن كُنْتُمْ صَادِقِينَ ﴿۳۸﴾ مَا يَنْظُرُونَ إِلَّا صَيْحَةً وَاحِدَةً تَأْخُذُهُمْ وَهُمْ يَخِصِّمُونَ ﴿۳۹﴾ فَلَا يَسْتَطِيعُونَ تَوْصِيَةً وَلَا إِلَىٰ أَهْلِهِمْ يَرْجِعُونَ ﴿۴۰﴾ وَنُفِخَ فِي الصُّورِ فَاذْهَبَ أَهْمُ مِنَ الْأَجْدَاثِ إِلَىٰ رَبِّهِمْ يَنْسِلُونَ ﴿۴۱﴾ قَالُوا يَا بُولِيسَ إِنَّا مُتْرَقُونَ ﴿۴۲﴾ هَٰذَا مَاعِدَ الْوَعْدِ الرَّحْمَنُ وَصَدَقَ الْمُرْسَلُونَ ﴿۴۳﴾ إِنْ كُنْتَ إِلَّا صَيْحَةً وَاحِدَةً فَاذْهَبْ جَمِيعًا لَّدَيْنَا مُحْضَرُونَ ﴿۴۴﴾

(اور مسلمانوں سے اذراہِ مسخر) کہتے ہیں اگر تم سچے ہو تو ذرا یہ تو بتاؤ قیامت کا وعدہ کب پورا ہوگا۔ (اے رسول) یہ لوگ ایک سخت چنگھاڑ (صود) کے منتظر ہیں، انہیں ایسے وقت لے ڈالے گا جب یہ لوگ باہم جھگڑ رہے ہوں گے اور پھر یہ لوگ ذوقِ مصیبت ہی کر لے جائیں گے اور نہ اپنے گھر والوں کی طرف پلٹ کر ہی آسکیں گے۔ اور جب دوبارہ صور پھولے گا تو اس وقت یہ سب اپنی اپنی قبروں سے نکل کر اپنے پروردگار کی بارگاہ کی طرف چل پڑیں گے اور کہیں گے ہائے یہ ہیں کس نے قبروں سے اٹھا کر لیا (اُن سے کہا جائے گا) یہ وہی (قیامت کا) دن ہے جس کا خدا نے وعدہ کیا تھا اور پیغمبروں نے بھی سچ کہا تھا (قیامت تو) بس ایک سخت چنگھاڑ ہوگی پھر یہ سب کے سب (ایکایک) ہمارے حضور میں حاضر کیے جائیں گے۔

گھبراہٹ میں مسلمانوں سے ہمیشہ قیامت کے منتظر پھرتے چھڑا کرتے تھے۔ جب انہیں قیامت سے ڈرایا جاتا تھا تو اذراہِ مسخر کہتے کہ اگر تم سچے ہو تو یہ بتاؤ وہ آئے گی کب؟ خدا فرما رہا ہے، مگر اوقاتِ اجاب کب آئے گی تو کیا کب

آپ سے کسی نہیں تو اس لیے کاٹتے ہی نہ ملے گا۔ ایک سچ میں سب کا قہر قائم ہو جائے گا۔ دوسرا مور بچکتے ہی تم سب قبروں سے نکل پڑو گے، تب پتہ چلے گا کہ جس قیامت کا انکار کرتے ہیں وہ کب کا دن ہے۔ بتاؤ اُس وقت کیا کر گے۔ خدا کی گرفت سے بچ کر کہاں جاؤ گے۔

فَالْيَوْمَ لَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئًا وَلَا تُجْزَوْنَ إِلَّا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿۴۵﴾ إِنَّ أَصْحَابَ الْجَنَّةِ الْيَوْمَ فِي شُغْلٍ فَاكِهِونَ ﴿۴۶﴾ هُمْ وَأَزْوَاجُهُمْ فِي ظِلِّ عَلَى الْأَرْيَافِ مُتْكِوْنَ ﴿۴۷﴾ لَهُمْ فِيهَا فَاكِهَةٌ وَلَهُمْ مَّا يَدْعُونَ ﴿۴۸﴾ سَلَامٌ قَوْلًا مِنْ رَبِّ رَحِيمٍ ﴿۴۹﴾ وَأَمَّا زَوْجَ الْيَوْمَ أَيْهَا الْمُجْرِمُونَ ﴿۵۰﴾

آج (روزِ قیامت) کسی نفس پر کوئی ظلم نہ کیا جائے گا اور جو کچھ عمل کر چکے ہو اسی کا بدلہ تم کو دیا جائے گا۔ آج جنت والے ایک ایک (دلیپس) مشغلہ میں جی بہلا رہے ہیں۔ وہ اور ان کی بی بیوں اور خواتین کے سایہ میں تھنوں پر تکیہ لگائے بیٹھے ہیں۔ ان کے لیے میوے ہیں اور جس چیز کو ان کا دل چاہے گا وہ حاضر ہوگی۔ مہربان پروردگار کی طرف سے سلام کا یہ پیغام آئے گا۔ ملے گئے گا رو با تم ان سے الگ ہو جاؤ۔

جو لوگ دنیا میں ہمیشہ نیکیاں کرتے رہے ہوں گے اور جن کے اعمال نامہ پر نیکو کاریوں کے دیتے نہیں گے انہیں زیادہ دیر روکا نہ جائے گا اور وہ جلد جنت میں داخل کر دیے جائیں گے۔ اور ان کے گنہگار ساتھی جو ان کے ساتھ کھڑے ہونگے ان کو ان سے جدا کر دیا جائے گا۔ گویا انہیں جو تعلقات ان کے درمیان تھے آج وہ سب قطع ہو جائیں گے۔ گنہگار جنت میں جانے والوں کو حسرت سے دیکھتے رہ جائیں گے۔

الْمَاعِدِ الْيَوْمَ لِيَبْنِيَ آدَمَ أَنْ لَا تَعْبُدُوا الشَّيْطَانَ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُبِينٌ ﴿۱﴾ وَإِنْ أَعْبَدُونِي هَٰذَا صِرَاطٌ مُسْتَقِيمٌ ﴿۲﴾ وَلَقَدْ أَضَلَّ مِنْكُمْ جِبَلًا كَثِيرًا أَفَلَمْ تَكُونُوا تَعْقِلُونَ ﴿۳﴾ هَٰذِهِ جَهَنَّمُ الَّتِي كُنْتُمْ

تَوَعَّدُونَ ﴿۳۶﴾ اِصْلَوْهَا الْيَوْمَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُونَ ﴿۳۷﴾ الْيَوْمَ نَخْتِمُ عَلَىٰ
افْوَاهِهِمْ وَتُكَلِّمُنَا اَيْدِيهِمْ وَتَشْهَدُ اَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ ﴿۳۸﴾
وَلَوْ نَشَاءُ لَطَمَسْنَا عَلَىٰ اَعْيُنِهِمْ فَاسْتَبَقُوا الصِّرَاطَ فَلَا يَبْصُرُونَ ﴿۳۹﴾
وَلَوْ نَشَاءُ لَمَسَخْنَاهُمْ عَلَىٰ مَكَانَتِهِمْ فَمَا اسْتَطَاعُوا مُضِيًّا وَلَا يَرْجِعُونَ ﴿۴۰﴾
وَمَنْ لَّعَمْرَهُ نُنَاكِسُهُ فِي الْخَلْقِ ۚ اَفَلَا يَعْقِلُونَ ﴿۴۱﴾

اے بنی آدم کیا میں نے تم سے یہ عہد نہیں لیا تھا کہ شیطان کی عبادت نہ کرو اور تمہارا اٹھلا دشمن ہے اور یہ
کو میری عبادت کرو یہی سیدھا راستہ ہے۔ اس (شیطان) نے تم میں بہت سوں کو گمراہ کر چھوڑا تو کیا تم اتنا
بھی نہیں سمجھتے تھے۔ یہ وہی جہنم ہے جس کا تم سے وعدہ کیا گیا تھا۔ تو اب چونکہ تم کفر کرتے تھے لہذا اب تم
جہنم میں چلے جاؤ۔ آج ہم ان کے مونہوں پر تھیل لگا دیں گے اور جو کارستانیاں وہ دُنیا میں کیا کرتے تھے
ان کے ہاتھ ہم کو بتا دیں گے اور ان کے پاؤں گواہی دیں گے۔ اگر ہم چاہیں تو ان کی آنکھوں کو موند دیں تو
یہ لوگ راہ کو پٹے چکر لگا کے ڈھونڈتے پھریں گے مگر کہاں دیکھ پائیں گے اور اگر ہم چاہیں تو جہاں یہ ہیں
ان کی صورتیں بدل کر (پتھر، مٹی کی) بنا دیں۔ پھر نہ تو ان کو آگے جانے کا قابو ہے نہ گانہ گانہ کو ٹوٹ سکیں پھر
ہم جس کو زیادہ عمر دیتے ہیں اس کی ساخت کو ہم الٹ دیتے ہیں۔ تو کیا یہ اتنی سمجھ بھی نہیں رکھتے۔

خدا اپنے بندوں کو روزِ اُکث کا عہد یاد دل رہا ہے۔ جب ہم نے کہا تھا اَلْاَنَسْتُ بِرُؤُوسِكُمْ (اور ہواؤں) تو کیا
تم سب نے جلی (ہاں) نہیں کہا تھا، یعنی ہماری ربوبیت کا اقرار نہیں کیا تھا؟ کیا ہم نے تم کو یہ نہیں بتا دیا تھا کہ شیطان کی
عبادت نہ کرو نا بلکہ میری عبادت کرنا۔ یہی تمہارے لیے سیدھا راستہ ہے۔ مگر تم دُنیا میں جا کر اپنا یہ عہد بھول گئے اور بجائے
میرے شیطان کی پوجا کرنے لگے۔ ہمارے پیغمبروں نے تمہیں بار بار تم کو مکرّم نہانے۔ تمہیں کتنا عذاب جہنم سے ڈرایا مگر تمہارے
کان پر چون تک رہی۔ تو اب جہنم کی آگ کا مزہ چکھو۔

آج ہم تمہاری جھوٹی زبان سے تمہارے اعمال کی گواہی دلوانا نہیں چاہتے بلکہ تمہاری گواہی کی زبان سے تمہارا
گنہگار ہونا ثابت کر دیتے ہیں۔ دیکھو یہ تمہارے ہاتھ آج بول رہے ہیں اور تمہارے پس کمرے ان سے کیا کیا بدکاریاں کی تھیں۔

یہ تمہارے پاؤں بول رہے ہیں کہ تم ان سے کہاں کہاں گناہ کرنے کے لیے جایا کرتے تھے۔ یہ ہمارے ہاوس تھے
جو تمہارے لوگ ایک کام کو دیکھتے رہتے تھے۔ کیا تم انہیں جھٹلا سکتے ہو۔ ہم یہ بھی کر سکتے تھے کہ جب تم گناہ کرنے
کے لیے چلتے تو تمہاری آنکھوں پر پردہ ڈال دیتے اور تم اندر سے بن کر راستہ ٹھوٹے پھرتے۔ اگر ہم چاہتے تو تمہاری
ساخت بگاڑ کر رکھ دیتے تو تم نہ آگے بڑھ سکتے تھے نہ پیچھے ہٹ سکتے تھے۔ کیا تم نے اس پر نظر کی کہ تم جب بچے
تھے تو کتنے کمزور تھے نہ بول سکتے تھے نہ چل پھر سکتے تھے۔ پھر تم کو جان بنایا۔ پھر تمہیں زیادہ عرش کر دوارہ پہلی حالت
کی طرف لوٹا دیا۔ تم پھر بچوں کی طرح بن گئے نہ بولنے کی طاقت ہی نہ چلنے پھرنے کی۔ تمہاری عقل خستہ ہو گئی تمہارا
عذاباں مہر گئے۔ تم ایک منہ گشت بن کر رہ گئے۔ ہم سب کچھ کر سکتے تھے مگر تمہیں ہمت دیتے ہیں کہ کثید
سمجھاؤ۔ اور ہمیں اپنا خدا سمجھ کر عبادت کرنے لگو مگر تم ایسے کہاں تھے کہ ان باتوں پر غور کرتے۔ پھر تمہارا
کے حال میں بچنے ہے۔ پس اب تمہارا کوئی عذر قابلِ قبول نہیں۔ اب اپنے اعمال کی سزا تمہیں سنبھلنا ہوگی جہنم
کے سوا اب کس تمہارا ٹھکانہ نہیں۔

وَمَا عَلَّمْنَاهُ الشِّعْرَ وَمَا يَنْبَغِي لَهُ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ وَقُرْآنٌ
مَّبِينٌ ﴿۴۲﴾ لِّيُنذِرَ مَنْ كَانَ حَيًّا وَيَحِقَّ الْقَوْلُ عَلَى الْكَافِرِينَ ﴿۴۳﴾
اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّا خَلَقْنَاهُمْ مِّمَّا عَمِلَتْ اَيْدِيْنَا اَنْعَامًا فَهُمْ
لَهَا مَلِكُونَ ﴿۴۴﴾ وَذَلَّلْنَاهَا لَهُمْ فَمِنْهَا رَكُوبُهُمْ وَمِنْهَا
يَاْكُلُونَ ﴿۴۵﴾ وَلَهُمْ فِيهَا مَنَافِعُ وَمَشَارِبُ ۚ اَفَلَا يَشْكُرُونَ ﴿۴۶﴾
وَاتَّخَذُوا مِنْ دُونِ اللّٰهِ اِلٰهَةً لَّعَلَّهُمْ يُنصَرُونَ ﴿۴۷﴾ لَا
يَسْتَطِيعُونَ نَصْرَهُمْ وَهُمْ لَهُمْ جُذُءٌ مُّحْضَرُونَ ﴿۴۸﴾ فَلَا
يَحْزَنُكَ قَوْلُهُمْ اِنَّا نَعْلَمُ مَا يُسِرُّونَ وَمَا يُعْلِنُونَ ﴿۴۹﴾

ہم نے اس (پیغمبر) کو نہ شعر کی تعلیم دی ہے اور نہ شاعری اس کی شان کے لائق ہے۔

یہ (کتاب) تو بڑی نصیحت ہے اور صاف صاف قرآن ہے تاکہ جو زندہ دل ہوں ان کو عذاب سے ڈھایا جائے اور کافروں پر (عذاب کا) قول ثابت ہو جائے۔ (اور حجت باقی نہ رہے) کیا ان لوگوں نے اس پر غور نہیں کیا کہ ہم نے ان کے فائدے کے لیے جو پائے اس چیز سے پیدا کیے جسے ہماری قدرت نے بنایا تو یہ لوگ (غوا غوا) مالک بن بیٹھے۔ پھر ہم نے جو پاؤں کو ان کا طبع بنایا۔ ان میں سے بعض ان کی سواریاں ہیں بعض کو کھاتے ہیں اور جو پایوں میں ان کے لیے بہت سے فائدے ہیں اور پینے کی چیز ہے (دودھ)۔ تو کیا یہ لوگ اس پر بھی شکر نہیں کرتے۔ اور انہوں نے خدا کو چھوڑ کر (فرضی) معبود بنالیا ہے تاکہ ان سے انہیں کچھ مدد ملے حالانکہ وہ ان کی کچھ بھی مدد نہیں کر سکتے۔ اور یہ کفار ان معبودوں کے لشکر میں اور قیامت میں ان سب کی حاضری لی جائے گی۔ اے رسول، تم ان کی باتوں سے رنجیدہ نہ ہو، جو کچھ یہ لوگ چھپا کر کرتے ہیں اور جو حکم نکالا کرتے ہیں ہم سب جانتے ہیں۔

کفار معبودوں کو دو عالم پر الزام لگاتے تھے کہ آپ شاعر ہیں اور قرآن میں جو کچھ ہے سب شاعری ہے آنت کے متعلق سب باتیں شاعرانہ خیالات ہیں جن کا تعلق سے کوئی تعلق نہیں۔ خدا فرماتا ہے کہ ہم نے ان کو شعر کہنے کی تعلیم ہی نہیں دی وہ شعر کہتے ہی نہیں اور نہ شاعری ان کو زیب آتی ہے۔ اگر معبود شکر کہتے ہوتے تب تو یہ الزام کسی حد تک ٹھیک ہوتا لیکن جب انہوں نے عمر بھر شعر کہا ہی نہیں تو پھر یہ الزام کیسا؟ فتنہ آن شاعری نہیں ہے بلکہ یہ تو سرنا یا نصیحت ہے۔ ہم نے اس کو اس لیے نازل کیا ہے کہ جن لوگوں کے ضمیر مردہ نہیں ہوتے جن کی عقلوں پر پردہ نہیں پڑا ہمارا رسول ان کو عذاب آخرت سے ڈرائے۔ کیا غضب کی بات ہے کہ یہ لوگ خدا کے ان احسانات کو بالکل بھولے ہوئے ہیں جن سے ان کو نرا فائدہ پہنچ رہا ہے۔ کیا یہ جو پائے جن کے یہ مالک بنے بیٹھے ہیں انہوں نے خود بنائے ہیں۔ ان کو تو ہم نے اپنی قدرت کا ملہ سے بنایا ہے اور ہم نے ہی ان کو ان لوگوں کا نابعدار بنا دیا ہے، ورنہ یہ ان پر قابو حاصل نہ کرنے کی صورت میں کیسے فائدہ اٹھاتے۔ وہ ان پر سواری بھی کرتے ہیں ان کا گوشت بھی کھاتے ہیں، ان کا دودھ بھی پیتے ہیں۔ کیا ان سب منافق کے پیش نظر ان کو خدا کا شکر گزار نہ ہونا چاہیے اور بھلے خدا کی عبادت کرنے کے انہوں نے اور بہت سے فرضی معبود بنالیے۔ تاکہ وہ بوقت صیبت ان کی مدد کریں وہ کیا ان کی مدد کر سکتے ہیں، ان میں کوئی طاقت ہی نہیں۔ ابھی تو یہ غفلت میں پڑے ہوئے ہیں۔ پتہ تو اس وقت چلے گا جب ان کے معبود اور یہ سب اڑ گا وہ خدا میں حاضر ہوں گے۔ ان کی سرکشی کا بدلہ وہاں دیا جائے گا۔ ہم ان کی سب کا دوا نہیں کرتے ہیں۔ چاہے چھپ کر کریں یا ظاہر نظر آئے۔

أَوَلَمْ يَرِ الْإِنْسَانُ أَنَّا خَلَقْنَاهُ مِنْ نُطْفَةٍ فَإِذَا هُوَ خَصِيمٌ مُّبِينٌ ۝ وَضَرَبَ لَنَا مَثَلًا وَنَسِيَ خَلْقَهُ قَالَ مَنْ يُحْيِي الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيمٌ ۝ قُلْ يُحْيِيهَا الَّذِي أَنشَأَهَا أَوَّلَ مَرَّةٍ ۚ وَهُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِيمٌ ۙ

کیا انسان نے اس پر بھی غور نہیں کیا کہ ہم نے اس کو نطفہ (ایسی حقیر چیز) سے پیدا کیا۔ پھر وہ ہمارا ہی حکم تلاو دشمن بن بیٹھا اور ہماری نسبت باتیں بنائے لگا اور اپنی خلقت کو بھول گیا۔ کہنے لگا، ان بوسیدہ ہڈیوں کو کون زندہ کرے گا۔ اے رسول (ان سے) کہ دو، وہی انہیں زندہ کرے گا جس نے پہلی بار انہیں پیدا کیا تھا۔ اور وہ ہر چیز کی پیدائش سے خوب واقف ہے۔

آئی بن غلف ایک روز ایک بوسیدہ ہڈی ہاتھ میں لیے اسخترت کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس وقت قوش کے بڑے بڑے لوگ بھی بیٹھے ہوئے تھے۔ اس نے ہڈی کو چوم کر کہے تو ایں اٹھا اور گستاخا انداز میں کہنے لگا بھلا کون ہے جو ان ریزوں کو جمع کر کے پھر زندہ کرے۔ آپ نے فرمایا، خدا زندہ کرے گا اور تجھے واصل جہنم ہوے گا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

ہر زمانہ کے لوگ انبیاء سے اس میں جھگڑا کرتے رہے کہ بدلہ جب ہر شخص گل کر کر مٹی ہو جائے تو پھر اس کا زندہ ہونا کیسا؟ خدا فرماتا ہے، ان کی جگہ میں یہ بات کیوں نہیں آتی جھگڑو آئے دن یہ دیکھتے رہتے ہیں کہ نطفہ سے ایک آدمی کا بچہ رحم مادر میں کیسے بن جاتا ہے لہذا تو انہیں ایک قطرہ آب تھا۔ اس کھوکھی کی شکل کس نے دی۔ اس کے اندر غوی، گوشت، ہڈی، احصاب وغیرہ کس نے بنائے۔ ہوا بتداء میں ایسا کر سکتا ہے وہ انتہا میں کیوں نہیں کر سکتا۔

الَّذِي جَعَلَ لَكُم مِّنَ الشَّجَرِ الْأَخْضَرِ نَارًا فَإِذَا أَنْتُمْ مِّنْهُ تُوقِدُونَ ۝ أَوَلَيْسَ الَّذِي خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ بِقَدِيرٍ عَلَىٰ

أَنْ يَخْلُقَ مِثْلَهُمْ بَلَىٰ وَهُوَ الْخَلْقُ الْعَلِيمُ ﴿۸۱﴾ إِنَّمَا أَمْرُهُ إِذَا أَرَادَ شَيْئًا أَنْ يَقُولَ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ ﴿۸۲﴾ فَسُبْحَنَ الَّذِي بِيَدِهِ مَلَكُوتُ كُلِّ شَيْءٍ وَرَأْيِهِ تَرْجِعُونَ ﴿۸۳﴾

خدا وہ ہے جس نے ہرے بھرے درخت سے آگ کو پیدا کیا، جس سے تم پھر اور آگ بھلا لیتے ہو۔ کیا وہ خدا جس نے تمام آسمان اور زمین کو پیدا کیا اس پر قدرت نہیں رکھتا کہ ان کی مثل اور لوگ پیدا کرے۔ ہاں (وہ قدرت رکھتا ہے) وہ بڑا پیدا کرنے والا اور بڑا جاننے والا ہے۔ جب وہ کسی چیز کے پیدا کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو اس سے کہتا ہے ہو جا بس وہ ہو جاتی ہے۔ پاک پاکیزہ ہے وہ ذات جس کے یہ قدرت میں ہر چیز پر حکومت ہے اور تم سب اسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہو۔

پچھلی آیات میں بار بار ان نعمات کا سلسلہ چلا آ رہا ہے جو خدا نے اپنے بندوں کو عطا کیا ہیں اور اس کی قدرت کی حیرت انگیز نشانی ہیں۔ اس بار طرف توجہ دلائی جا رہی ہے کہ اس نے ہر سے دوسری قوم کی طرح آگ پیدا کی ہے۔ ہر شے کو دیکھ کر کوئی کہتا ہے کہ ان کے اندر آگ کے شعلے چلے پھرتے ہیں۔ گئے ہو گئے ہیں جب یہی ہر شے میں ایک دوسرے سے ملتی ہیں تو ان سے شعلہ نکلا سا ہے۔ ان میں آگ لگا دینا ہے۔ اگر یہ چیز نہ ہوتی تو ہمیں آگ ڈھونڈنے دینی۔ یہ کڑیاں جلا کر ہم کھانا پکاتے ہیں، نور گرم کرتے ہیں، جمشیدوں کو روشن کرتے ہیں۔

پھر یہ بتا رہا ہے کہ آسمان اور زمین کا خالق ہے۔ ایک قوم کے بعد دوسری قوم کے پیدا کرنے پر اسے پوری قدرت ہے۔ آغاز آفرینش سے یہی ہو رہا ہے۔ ایک قوم مرنے سے اور دوسری قوم اس کی جگہ پر آ جاتی ہے۔ اس کے خلق کرنے کی دوسری قوم میں اول یہ کہ اسباب و وسائل کے سلسلہ سے چیزوں کو پیدا کرتا ہے۔ مثلاً زمین و مروجہ بستر ہوں، ان کے لٹنے عورت کے رحم میں قرار پکڑیں، پھر لطف سے ملنے بنے، ملتے سے صغیر بنے، پھر بڑی بنے، پھر بڑی پرورش پڑے، پھر روح داخل ہو تب انسان کا بچہ بنے۔ اگر یہ وسائل نہ ہوں تو کوئی بچہ پیدا نہیں ہو سکتا۔ اس کو عالم خلق کہتے ہیں۔ دوسرا عالم امر ہے جہاں ان اسباب و وسائل کا خلق نہیں۔ صرف اس کا حکم ہوتا ہے فقط کئی کہا اور وہ چیز ہو گئی۔ جیسے حضرت عیسیٰ کا مکمل جسم مادر میں بغیر شہر قرار پایا۔ یا باذن الہی حضرت عیسیٰ نے مٹی کی چڑیا بنا کر ڈالی۔

خدا کے لیے لفظ کہنے کہنا معنی ہمارے سمجھانے کے لیے ہے ورنہ وہ اس طرح الفاظ مزے نہیں نکالتا جیسے ہم نکالتے ہیں۔ صرف اس کا ارادہ ملتا اس شے کے لیے کافی ہوتا ہے۔ الفاظ کا انکار زبان سے نکل رہا ہے اور زبان میں نہیں

کے نہیں ہوتی، اور خدا کا ان چیزوں سے کوئی تعلق نہیں۔

عالم ملکوت کی سرشت اس کے انہیں ہے۔ اس کے مٹی یہ ہیں کہ وہ طاقت ہو کسی چیز میں حرکت پیدا کرتی ہے یا اس کو رہتی ہے یا ان پر حکومت کا اہتمام کرتی ہے وہ سب اس کا اختیار ہیں۔ دوسرے مٹی میں یوں سمجھئے کہ ہر شے کا نظام حیات اس کے قبضہ میں ہے۔ اس کے حکم کے بغیر کوئی چیز اپنی جگہ سے حرکت نہیں کر سکتی۔ اس کائنات میں اس کی بے شمار مخلوق آباد ہے۔ ہر ایک کا نظام حیات مختلف ہے، ایک دوسرے سے ملتا نہیں۔ وہ سب کسی علم و قدرت کے تحت ہو رہے ہیں۔ یعنی بلاشبہ ایک بہت بڑی شے ہے۔ جس میں لاکھوں پرزے کام کر رہے ہیں۔ ہر پرزہ کو اس نے اپنی مصلحت کے مطابق کوئی کام سپرد کیا ہے، وہ بھی اس کام سے غافل نہیں ہوتا۔ ورنہ نظام کائنات متزلزل ہو جائے۔ کس کی طاقت ہے کہ اس نظام کو جو سکے۔ جو مخلوق عالم امر کی ہے اس کی غفلت صرف ارادہ کے ہونے ہی ہو جاتی ہے۔

سُورَةُ الصَّفَاتِ مَكِّيَّةٌ ﴿۵۶﴾

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

وَالصَّفَاتِ صَفًا ۝۱ فَالزَّجْرَاتِ زَجْرًا ۝۲ فَالْتِّلَاتِ ذِكْرًا ۝۳ إِنَّ إِلَهُكُمْ لَوَاحِدٌ ۝۴ رَبُّ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا وَرَبُّ الْمَشَارِقِ ۝۵ إِنَّا زَيْنَا السَّمَاءَ الدُّنْيَا بِزِينَةٍ الْكَوَاكِبِ ۝۶ وَحِفْظًا مِّنْ كُلِّ شَيْطَانٍ مَّارِدٍ ۝۷ لَا يَسْمَعُونَ إِلَى الْمَلَأِ أَعْلَىٰ وَيُقَذِّفُونَ مِنْ كُلِّ جَانِبٍ ۝۸ دُحُورًا وَلَهُمْ عَذَابٌ وَاصِبٌ ۝۹ إِلَّا مَنْ خُطِفَ الْخُطْفَةَ فَاتَّبَعَهُ شَهَابٌ ثَاقِبٌ ۝۱۰ فَاسْتَفْتِمُ أُمَمًا شَدَّ خَلْقًا أَمْ مِّنْ خَلْقٍ أَوْ إِنَّا خَلَقْنَاهُمْ مِنْ طِينٍ لَّازِبٍ ۝۱۱

(عبادت یا جہاد میں) پراباندھنے والوں کی قسم (برائی سے) ڈانٹنے والوں کی قسم (شران کے) پڑھنے والوں کی قسم، تمہارا مبدوء ایک ہی ہے جو آسمانوں اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے، (سب کا) ہمدردگار ہے اور پابند سورج شام کے طلوع (وغروب) کے مقامات کا بھی مالک ہے ہم نے آسمان دنیا کو ستاروں کی طرح کیا اور ہم سرکش شیطان سے حفاظت کے لیے بھی پیدا کیا) کہ اس شیطان عالم بالائی طرف کان بھی نہیں لگا سکتے۔ ان کے کھڑکھڑنے کے لیے شہاب پھینکے جاتے ہیں اور ان کے لیے پائدار عذاب ہے مگر جو (شیطان شاذ و نادر فرشتوں کی) کوئی بات اپک لے جاتا ہے تو آگ کا دھکتا ہوا تیراں کا بیچھا کرتا ہے تو (اے رسول) تم ان سے پوچھو تو ان کا پیدا کرنا زیادہ دشوار ہے یا اُن (مذکورہ) چیزوں کا جن کو ہم نے پیدا کیا۔ ہم نے تو ان کو نفسِ ارمی سے پیدا کیا ہے۔

تین قسمیں جو بیان کی گئی ہیں بعض نے ان سے مراد فرشتوں کی صفیں لی ہیں صفیں باندھنے سے یہ مراد ہے کہ جو کام نظام کائنات کے سلسلہ میں ان سے متعلق ہیں وہ ان کو صفیں ہانہ کر بجا لاتے تھے اور زاجرات سے مراد وہ فرشتے ہیں جو ہر کاروں کو ڈانٹتے اور پٹھکاتے ہیں۔ اگرچہ لوگ ان کی آواز نہ سنتے تھے اور آیات سے مراد وہ فرشتے ہیں جو درجہ ابرحق کی طرف لوگوں کو لے جاتے ہیں۔

وللشافق اس لیے لکھا گیا ہے کہ سورج ہر روز ایک ہی مطلع سے نہیں نکلتا بلکہ سرکل داویر بدلتا رہتا ہے مشارق کے بعد مغارب خود بخود میں آجاتے ہیں لہذا اس کو ترک کیا گیا۔

حضرت عیسیٰ کے رفع سے پہلے شیاطین آسمانوں پر جاتے تھے اور فرشتوں کی باتیں سن کر کانٹوں سے بیان کرتے تھے۔ حضرت عیسیٰ کے رفع کے بعد ان کا آسمان پر آمد اور اس کے اوپر تک جانا ممنوع قرار دیا گیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیش کش کے وقت تمام آسمانوں پر باندھ دیا گیا۔ اگرچہ پھر بھی کوئی بات نہیں لیتا ہے تو اس کو شہابِ ثاقب سے مارا جاتا ہے۔ اس کا مفصل بیان سورۃ الجبر میں دیکھئے۔

آخر میں خدا فرماتا ہے کہ اے رسول! ان کفار و مشرکین سے بڑھو، آسمان و زمین اور ان کے درمیان کی چیزوں کی بناؤ ستاروں سے آسمانوں کو مزین کرنا زیادہ دشوار ہے یا ان انسانوں کا بنانا جو نفسِ ارمی سے بنائے گئے ہیں۔ جب تک یہ کلمہ ان مخلوق اس نے بنادی تو قیامت میں دوبارہ ان کو زندہ کر کے دکھانا خدا کے نزدیک کوئی بڑی چیز ہے۔

بَلْ عَجَبْتَ وَيَسْخَرُونَ ۝ وَإِذَا دُكِرُوا لَا يَدْكُرُونَ ۝ وَإِذَا رَأَوْا آيَةً يَسْتَسْخَرُونَ ۝ وَقَالُوا إِنَّ هَذَا إِلَّا سِحْرٌ مُّبِينٌ ۝ عِزَّادِ امْنَا

وَكُنَّا ثُرَابًا وَعِظَامًا ۖ إِنَّا لَمَبْعُوثُونَ ۝ أَوَابَاؤُنَا الْأَوَّلُونَ ۝ قُلْ نَعْمَ وَأَنْتُمْ دَاخِرُونَ ۝ فَإِنَّمَا هِيَ زَجْرَةٌ وَاحِدَةٌ فَإِذَا هُمْ يَنْظُرُونَ ۝ وَقَالُوا يُبْلِنَا هَذَا يَوْمُ الدِّينِ ۝ هَذَا يَوْمُ الْفَصْلِ الَّذِي كُنْتُمْ بِهِ تُكَذِّبُونَ ۝

(اے رسول) تم ان کے حال پر تعجب کرتے ہو اور وہ تم سے مسخر اپن کرتے ہیں جب کوئی معجزہ دیکھتے ہیں تو مذاق اڑانے لگتے ہیں اور کہنے لگتے ہیں یہ تو کھلا جادو ہے (کہتے ہیں) کیا جب ہم مر جائیں گے اور مٹی اور ہڈی بن جائیں گے تو ہم پھر زندہ ہو کر اٹھیں گے اور ہمارے اگلے باپ و دادا بھی (پھر زندہ ہوں گے) اے رسول کہو (ہاں ایسا ہی ہوگا) اور تم ذلیل ہو گے اور وہ قیامت تو ایک لاکھ ہوگی پھر تو وہ اٹھیں (بھلا پھاڑ کر) دیکھنے لگیں گے اور کہنے لگیں گے ہائے ہائے یہ قیامت کدن ہے (جواب ملے گا) یہ وہی فیصلہ کا دن ہے جسے تم (دنیا میں) جھٹلاتا کرتے تھے۔

کفار و مشرکین قیامت کے آنے پر کسی طرح تیار نہ ہوتے تھے۔ ان کی سمجھ میں یہ بات نہ آتی تھی کہ مرنے کے بعد پھر زندہ ہونا کیسا؟ ہر زمانہ میں انہیں قیامت کے متعلق مختلف قسم کے سوالات ہوتے رہے۔ وہ سمجھتے تھے کہ بس جو کچھ ہوتا ہے اسی دنیا میں ہو رہا ہے۔ قیامت کی باز پرس سے ان کے دل بگڑتے تھے اس لیے وہ اس اعتقاد کو پاس ہی نہ آتے تھے لیکن ان کے انکار سے قیامت ٹل تو نہیں سکتی۔ آخر وہ دن آئے گا اور جب وہ بگڑے جائیں گے تب ہائے وائے کریں گے۔

أَحْشَرُوا الَّذِينَ ظَلَمُوا وَأَزْوَاجَهُمْ وَمَا كَانُوا يَعْبُدُونَ ۝ مَنْ دُونِ اللَّهِ فَاهْدُوهُمْ إِلَى صِرَاطِ الْجَحِيمِ ۝ وَقِفُوهُمْ إِنَّهُمْ مَسْئُولُونَ ۝ مَا لَكُمْ لَا تَنْصَرُونَ ۝

(فرشتوں کو حکم ہوگا) اکٹھا کرو ان لوگوں کو جو کشتی کرتے تھے اور ان کے ساتھیوں کو اور ان کو بھی جن کی عبادت یہ خدا کو چھوڑ کر کیا کرتے تھے اور انہیں جہنم کی راہ دکھاؤ (اور ہاں ذرا) ان کو ٹھہراؤ تو ان سے کچھ پوچھنا ہے (اسے کم بختو) اب تمہیں کیا ہو گیا کہ ایک دوسرے کی مدد نہیں کرتے۔

آخر آیت کے متعلق علامہ محمد عثمانی نے لکھا ہے کہ ابی عباس نے ابوسیدہ عذری سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا کہ علیؑ ایمانی طالب کی ولایت کا اہل عشرے سے سوال کیا جائے گا اور یہ امر واضح ہے کہ وہ اہرام پوش اہلبیت و نبوت کے پوچھا جائے گا۔ فقط محبت نہیں ہو سکتی بلکہ وہ ولایت ہے جس کے متعلق سوال ہوگا۔ حدیث ثعلبیین وغیرہ میں اس راہ ہے اسی لئے قرآن کے ساتھ اہلبیت کو کیا ہے اور اس کی مؤید علامہ واحدی کی وہ عبارت ہے جو اس آیت کے تحت میں ہے۔ کہتے ہیں، روایت ہے کہ حضرت علیؑ اور اہل بیت کے بار میں سوال کیا جائے گا کہ کیا خدا نے اپنے رسول کو یہ حکم دیا تھا کہ خلق خدا کو یہ بتا دو کہ میں اپنی رسالت کی جیلنج کی ہجرت اپنے اہل بیت کی قنوت کے سوا کچھ نہیں چاہتا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ان سے قیامت میں پوچھا جائے گا کہ نبی کی وصیت کے مطابق تم نے ان کی ولایت کو بھی کچھ چھوڑ دیا تھا۔ مشرکین خدا کو تو مانتے تھے مگر اس کی تعریف کا ذریعہ تو ان کو سمجھتے تھے اور انہوں کو شریک عبادت کرتے تھے۔ لہذا ان کی یہ معرفت قابل قبول نہ تھی۔ اس لیے کہ ذریعہ معرفت غلط تھا۔ صحیح ذریعہ معرفت رسول تھے پس جس طرح توحید باری کا صحیح عقیدہ رکھنے کے لیے رسول کی معرفت ضروری تھی اور اس کو ذریعہ معرفت بنانا لازم تھا۔ اسی طرح رسول کی معرفت کے لیے بھی ایک ذریعہ ہونا چاہیے۔ ورنہ غلط ذریعہ سے معرفت رسول ناقص رہے گی اور وہ صحیح ذریعہ علی علیہ السلام ہیں۔ امت کو یہ حق نہیں کہ وہ ذریعہ غور نہ لے کر اپنی کوئی بات جس کو خدا نے بتایا ہو۔ آپ (ص) اِنَّمَا وَلِيَّكُمْ اللّٰهُ (۱) اور اِنَّمَا اللّٰهُ يَبْدَأُ الدِّينَ (۲) میں جس کی ولایت رسول کی طرح ہو اور آپ (ص) اَطِيعُوا اللّٰهَ وَاطِيعُوا الرَّسُولَ وَاولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ (۳) (۱) اور اِنَّمَا اللّٰهُ يَبْدَأُ الدِّينَ (۲) میں جس کی اطاعت رسول کی اطاعت کی طرح فرض ہو وہی معرفت رسول کا ذریعہ ہو سکتا ہے۔ اگر معرفت رسول کی ولایت و اطاعت کافی ہوتی تو تیسرے شخص کو شامل کرنے کی ضرورت ہی نہ تھی۔ پس قیامت میں جس طرح رسول کی معرفت کے متعلق سوال ہوگا اس ذریعہ کے متعلق بھی سوال ہوگا جس سے معرفت رسول حاصل کرنا ضروری تھا۔ تمام حساب کتاب کے بعد اس لیے کچھ لوگوں کو رد و کاہائے گا کہ حضرت علیؑ کی ولایت کے متعلق سوال کیا جائے۔

فسرمانہ ہے، کہ ان ظہر نے والوں سے کچھ پوچھا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ دنیا میں کوئی سوال امت کے سامنے رکھا گیا تھا اور وہ یہی تھا۔ قُلْ لَا اسْتِغْنٰكُمْ تَعَالٰی جَدًّا اِلَّا الْمَلُوْدَةُ فِي الْقُرْآنِ (۱) (۲) (۳) (۴) (۵) (۶) (۷) (۸) (۹) (۱۰) (۱۱) (۱۲) (۱۳) (۱۴) (۱۵) (۱۶) (۱۷) (۱۸) (۱۹) (۲۰) (۲۱) (۲۲) (۲۳) (۲۴) (۲۵) (۲۶) (۲۷) (۲۸) (۲۹) (۳۰) (۳۱) (۳۲) (۳۳) (۳۴) (۳۵) (۳۶) (۳۷) (۳۸) (۳۹) (۴۰) (۴۱) (۴۲) (۴۳) (۴۴) (۴۵) (۴۶) (۴۷) (۴۸) (۴۹) (۵۰) (۵۱) (۵۲) (۵۳) (۵۴) (۵۵) (۵۶) (۵۷) (۵۸) (۵۹) (۶۰) (۶۱) (۶۲) (۶۳) (۶۴) (۶۵) (۶۶) (۶۷) (۶۸) (۶۹) (۷۰) (۷۱) (۷۲) (۷۳) (۷۴) (۷۵) (۷۶) (۷۷) (۷۸) (۷۹) (۸۰) (۸۱) (۸۲) (۸۳) (۸۴) (۸۵) (۸۶) (۸۷) (۸۸) (۸۹) (۹۰) (۹۱) (۹۲) (۹۳) (۹۴) (۹۵) (۹۶) (۹۷) (۹۸) (۹۹) (۱۰۰) (۱۰۱) (۱۰۲) (۱۰۳) (۱۰۴) (۱۰۵) (۱۰۶) (۱۰۷) (۱۰۸) (۱۰۹) (۱۱۰) (۱۱۱) (۱۱۲) (۱۱۳) (۱۱۴) (۱۱۵) (۱۱۶) (۱۱۷) (۱۱۸) (۱۱۹) (۱۲۰) (۱۲۱) (۱۲۲) (۱۲۳) (۱۲۴) (۱۲۵) (۱۲۶) (۱۲۷) (۱۲۸) (۱۲۹) (۱۳۰) (۱۳۱) (۱۳۲) (۱۳۳) (۱۳۴) (۱۳۵) (۱۳۶) (۱۳۷) (۱۳۸) (۱۳۹) (۱۴۰) (۱۴۱) (۱۴۲) (۱۴۳) (۱۴۴) (۱۴۵) (۱۴۶) (۱۴۷) (۱۴۸) (۱۴۹) (۱۵۰) (۱۵۱) (۱۵۲) (۱۵۳) (۱۵۴) (۱۵۵) (۱۵۶) (۱۵۷) (۱۵۸) (۱۵۹) (۱۶۰) (۱۶۱) (۱۶۲) (۱۶۳) (۱۶۴) (۱۶۵) (۱۶۶) (۱۶۷) (۱۶۸) (۱۶۹) (۱۷۰) (۱۷۱) (۱۷۲) (۱۷۳) (۱۷۴) (۱۷۵) (۱۷۶) (۱۷۷) (۱۷۸) (۱۷۹) (۱۸۰) (۱۸۱) (۱۸۲) (۱۸۳) (۱۸۴) (۱۸۵) (۱۸۶) (۱۸۷) (۱۸۸) (۱۸۹) (۱۹۰) (۱۹۱) (۱۹۲) (۱۹۳) (۱۹۴) (۱۹۵) (۱۹۶) (۱۹۷) (۱۹۸) (۱۹۹) (۲۰۰) (۲۰۱) (۲۰۲) (۲۰۳) (۲۰۴) (۲۰۵) (۲۰۶) (۲۰۷) (۲۰۸) (۲۰۹) (۲۱۰) (۲۱۱) (۲۱۲) (۲۱۳) (۲۱۴) (۲۱۵) (۲۱۶) (۲۱۷) (۲۱۸) (۲۱۹) (۲۲۰) (۲۲۱) (۲۲۲) (۲۲۳) (۲۲۴) (۲۲۵) (۲۲۶) (۲۲۷) (۲۲۸) (۲۲۹) (۲۳۰) (۲۳۱) (۲۳۲) (۲۳۳) (۲۳۴) (۲۳۵) (۲۳۶) (۲۳۷) (۲۳۸) (۲۳۹) (۲۴۰) (۲۴۱) (۲۴۲) (۲۴۳) (۲۴۴) (۲۴۵) (۲۴۶) (۲۴۷) (۲۴۸) (۲۴۹) (۲۵۰) (۲۵۱) (۲۵۲) (۲۵۳) (۲۵۴) (۲۵۵) (۲۵۶) (۲۵۷) (۲۵۸) (۲۵۹) (۲۶۰) (۲۶۱) (۲۶۲) (۲۶۳) (۲۶۴) (۲۶۵) (۲۶۶) (۲۶۷) (۲۶۸) (۲۶۹) (۲۷۰) (۲۷۱) (۲۷۲) (۲۷۳) (۲۷۴) (۲۷۵) (۲۷۶) (۲۷۷) (۲۷۸) (۲۷۹) (۲۸۰) (۲۸۱) (۲۸۲) (۲۸۳) (۲۸۴) (۲۸۵) (۲۸۶) (۲۸۷) (۲۸۸) (۲۸۹) (۲۹۰) (۲۹۱) (۲۹۲) (۲۹۳) (۲۹۴) (۲۹۵) (۲۹۶) (۲۹۷) (۲۹۸) (۲۹۹) (۳۰۰) (۳۰۱) (۳۰۲) (۳۰۳) (۳۰۴) (۳۰۵) (۳۰۶) (۳۰۷) (۳۰۸) (۳۰۹) (۳۱۰) (۳۱۱) (۳۱۲) (۳۱۳) (۳۱۴) (۳۱۵) (۳۱۶) (۳۱۷) (۳۱۸) (۳۱۹) (۳۲۰) (۳۲۱) (۳۲۲) (۳۲۳) (۳۲۴) (۳۲۵) (۳۲۶) (۳۲۷) (۳۲۸) (۳۲۹) (۳۳۰) (۳۳۱) (۳۳۲) (۳۳۳) (۳۳۴) (۳۳۵) (۳۳۶) (۳۳۷) (۳۳۸) (۳۳۹) (۳۴۰) (۳۴۱) (۳۴۲) (۳۴۳) (۳۴۴) (۳۴۵) (۳۴۶) (۳۴۷) (۳۴۸) (۳۴۹) (۳۵۰) (۳۵۱) (۳۵۲) (۳۵۳) (۳۵۴) (۳۵۵) (۳۵۶) (۳۵۷) (۳۵۸) (۳۵۹) (۳۶۰) (۳۶۱) (۳۶۲) (۳۶۳) (۳۶۴) (۳۶۵) (۳۶۶) (۳۶۷) (۳۶۸) (۳۶۹) (۳۷۰) (۳۷۱) (۳۷۲) (۳۷۳) (۳۷۴) (۳۷۵) (۳۷۶) (۳۷۷) (۳۷۸) (۳۷۹) (۳۸۰) (۳۸۱) (۳۸۲) (۳۸۳) (۳۸۴) (۳۸۵) (۳۸۶) (۳۸۷) (۳۸۸) (۳۸۹) (۳۹۰) (۳۹۱) (۳۹۲) (۳۹۳) (۳۹۴) (۳۹۵) (۳۹۶) (۳۹۷) (۳۹۸) (۳۹۹) (۴۰۰) (۴۰۱) (۴۰۲) (۴۰۳) (۴۰۴) (۴۰۵) (۴۰۶) (۴۰۷) (۴۰۸) (۴۰۹) (۴۱۰) (۴۱۱) (۴۱۲) (۴۱۳) (۴۱۴) (۴۱۵) (۴۱۶) (۴۱۷) (۴۱۸) (۴۱۹) (۴۲۰) (۴۲۱) (۴۲۲) (۴۲۳) (۴۲۴) (۴۲۵) (۴۲۶) (۴۲۷) (۴۲۸) (۴۲۹) (۴۳۰) (۴۳۱) (۴۳۲) (۴۳۳) (۴۳۴) (۴۳۵) (۴۳۶) (۴۳۷) (۴۳۸) (۴۳۹) (۴۴۰) (۴۴۱) (۴۴۲) (۴۴۳) (۴۴۴) (۴۴۵) (۴۴۶) (۴۴۷) (۴۴۸) (۴۴۹) (۴۵۰) (۴۵۱) (۴۵۲) (۴۵۳) (۴۵۴) (۴۵۵) (۴۵۶) (۴۵۷) (۴۵۸) (۴۵۹) (۴۶۰) (۴۶۱) (۴۶۲) (۴۶۳) (۴۶۴) (۴۶۵) (۴۶۶) (۴۶۷) (۴۶۸) (۴۶۹) (۴۷۰) (۴۷۱) (۴۷۲) (۴۷۳) (۴۷۴) (۴۷۵) (۴۷۶) (۴۷۷) (۴۷۸) (۴۷۹) (۴۸۰) (۴۸۱) (۴۸۲) (۴۸۳) (۴۸۴) (۴۸۵) (۴۸۶) (۴۸۷) (۴۸۸) (۴۸۹) (۴۹۰) (۴۹۱) (۴۹۲) (۴۹۳) (۴۹۴) (۴۹۵) (۴۹۶) (۴۹۷) (۴۹۸) (۴۹۹) (۵۰۰) (۵۰۱) (۵۰۲) (۵۰۳) (۵۰۴) (۵۰۵) (۵۰۶) (۵۰۷) (۵۰۸) (۵۰۹) (۵۱۰) (۵۱۱) (۵۱۲) (۵۱۳) (۵۱۴) (۵۱۵) (۵۱۶) (۵۱۷) (۵۱۸) (۵۱۹) (۵۲۰) (۵۲۱) (۵۲۲) (۵۲۳) (۵۲۴) (۵۲۵) (۵۲۶) (۵۲۷) (۵۲۸) (۵۲۹) (۵۳۰) (۵۳۱) (۵۳۲) (۵۳۳) (۵۳۴) (۵۳۵) (۵۳۶) (۵۳۷) (۵۳۸) (۵۳۹) (۵۴۰) (۵۴۱) (۵۴۲) (۵۴۳) (۵۴۴) (۵۴۵) (۵۴۶) (۵۴۷) (۵۴۸) (۵۴۹) (۵۵۰) (۵۵۱) (۵۵۲) (۵۵۳) (۵۵۴) (۵۵۵) (۵۵۶) (۵۵۷) (۵۵۸) (۵۵۹) (۵۶۰) (۵۶۱) (۵۶۲) (۵۶۳) (۵۶۴) (۵۶۵) (۵۶۶) (۵۶۷) (۵۶۸) (۵۶۹) (۵۷۰) (۵۷۱) (۵۷۲) (۵۷۳) (۵۷۴) (۵۷۵) (۵۷۶) (۵۷۷) (۵۷۸) (۵۷۹) (۵۸۰) (۵۸۱) (۵۸۲) (۵۸۳) (۵۸۴) (۵۸۵) (۵۸۶) (۵۸۷) (۵۸۸) (۵۸۹) (۵۹۰) (۵۹۱) (۵۹۲) (۵۹۳) (۵۹۴) (۵۹۵) (۵۹۶) (۵۹۷) (۵۹۸) (۵۹۹) (۶۰۰) (۶۰۱) (۶۰۲) (۶۰۳) (۶۰۴) (۶۰۵) (۶۰۶) (۶۰۷) (۶۰۸) (۶۰۹) (۶۱۰) (۶۱۱) (۶۱۲) (۶۱۳) (۶۱۴) (۶۱۵) (۶۱۶) (۶۱۷) (۶۱۸) (۶۱۹) (۶۲۰) (۶۲۱) (۶۲۲) (۶۲۳) (۶۲۴) (۶۲۵) (۶۲۶) (۶۲۷) (۶۲۸) (۶۲۹) (۶۳۰) (۶۳۱) (۶۳۲) (۶۳۳) (۶۳۴) (۶۳۵) (۶۳۶) (۶۳۷) (۶۳۸) (۶۳۹) (۶۴۰) (۶۴۱) (۶۴۲) (۶۴۳) (۶۴۴) (۶۴۵) (۶۴۶) (۶۴۷) (۶۴۸) (۶۴۹) (۶۵۰) (۶۵۱) (۶۵۲) (۶۵۳) (۶۵۴) (۶۵۵) (۶۵۶) (۶۵۷) (۶۵۸) (۶۵۹) (۶۶۰) (۶۶۱) (۶۶۲) (۶۶۳) (۶۶۴) (۶۶۵) (۶۶۶) (۶۶۷) (۶۶۸) (۶۶۹) (۶۷۰) (۶۷۱) (۶۷۲) (۶۷۳) (۶۷۴) (۶۷۵) (۶۷۶) (۶۷۷) (۶۷۸) (۶۷۹) (۶۸۰) (۶۸۱) (۶۸۲) (۶۸۳) (۶۸۴) (۶۸۵) (۶۸۶) (۶۸۷) (۶۸۸) (۶۸۹) (۶۹۰) (۶۹۱) (۶۹۲) (۶۹۳) (۶۹۴) (۶۹۵) (۶۹۶) (۶۹۷) (۶۹۸) (۶۹۹) (۷۰۰) (۷۰۱) (۷۰۲) (۷۰۳) (۷۰۴) (۷۰۵) (۷۰۶) (۷۰۷) (۷۰۸) (۷۰۹) (۷۱۰) (۷۱۱) (۷۱۲) (۷۱۳) (۷۱۴) (۷۱۵) (۷۱۶) (۷۱۷) (۷۱۸) (۷۱۹) (۷۲۰) (۷۲۱) (۷۲۲) (۷۲۳) (۷۲۴) (۷۲۵) (۷۲۶) (۷۲۷) (۷۲۸) (۷۲۹) (۷۳۰) (۷۳۱) (۷۳۲) (۷۳۳) (۷۳۴) (۷۳۵) (۷۳۶) (۷۳۷) (۷۳۸) (۷۳۹) (۷۴۰) (۷۴۱) (۷۴۲) (۷۴۳) (۷۴۴) (۷۴۵) (۷۴۶) (۷۴۷) (۷۴۸) (۷۴۹) (۷۵۰) (۷۵۱) (۷۵۲) (۷۵۳) (۷۵۴) (۷۵۵) (۷۵۶) (۷۵۷) (۷۵۸) (۷۵۹) (۷۶۰) (۷۶۱) (۷۶۲) (۷۶۳) (۷۶۴) (۷۶۵) (۷۶۶) (۷۶۷) (۷۶۸) (۷۶۹) (۷۷۰) (۷۷۱) (۷۷۲) (۷۷۳) (۷۷۴) (۷۷۵) (۷۷۶) (۷۷۷) (۷۷۸) (۷۷۹) (۷۸۰) (۷۸۱) (۷۸۲) (۷۸۳) (۷۸۴) (۷۸۵) (۷۸۶) (۷۸۷) (۷۸۸) (۷۸۹) (۷۹۰) (۷۹۱) (۷۹۲) (۷۹۳) (۷۹۴) (۷۹۵) (۷۹۶) (۷۹۷) (۷۹۸) (۷۹۹) (۸۰۰) (۸۰۱) (۸۰۲) (۸۰۳) (۸۰۴) (۸۰۵) (۸۰۶) (۸۰۷) (۸۰۸) (۸۰۹) (۸۱۰) (۸۱۱) (۸۱۲) (۸۱۳) (۸۱۴) (۸۱۵) (۸۱۶) (۸۱۷) (۸۱۸) (۸۱۹) (۸۲۰) (۸۲۱) (۸۲۲) (۸۲۳) (۸۲۴) (۸۲۵) (۸۲۶) (۸۲۷) (۸۲۸) (۸۲۹) (۸۳۰) (۸۳۱) (۸۳۲) (۸۳۳) (۸۳۴) (۸۳۵) (۸۳۶) (۸۳۷) (۸۳۸) (۸۳۹) (۸۴۰) (۸۴۱) (۸۴۲) (۸۴۳) (۸۴۴) (۸۴۵) (۸۴۶) (۸۴۷) (۸۴۸) (۸۴۹) (۸۵۰) (۸۵۱) (۸۵۲) (۸۵۳) (۸۵۴) (۸۵۵) (۸۵۶) (۸۵۷) (۸۵۸) (۸۵۹) (۸۶۰) (۸۶۱) (۸۶۲) (۸۶۳) (۸۶۴) (۸۶۵) (۸۶۶) (۸۶۷) (۸۶۸) (۸۶۹) (۸۷۰) (۸۷۱) (۸۷۲) (۸۷۳) (۸۷۴) (۸۷۵) (۸۷۶) (۸۷۷) (۸۷۸) (۸۷۹) (۸۸۰) (۸۸۱) (۸۸۲) (۸۸۳) (۸۸۴) (۸۸۵) (۸۸۶) (۸۸۷) (۸۸۸) (۸۸۹) (۸۹۰) (۸۹۱) (۸۹۲) (۸۹۳) (۸۹۴) (۸۹۵) (۸۹۶) (۸۹۷) (۸۹۸) (۸۹۹) (۹۰۰) (۹۰۱) (۹۰۲) (۹۰۳) (۹۰۴) (۹۰۵) (۹۰۶) (۹۰۷) (۹۰۸) (۹۰۹) (۹۱۰) (۹۱۱) (۹۱۲) (۹۱۳) (۹۱۴) (۹۱۵) (۹۱۶) (۹۱۷) (۹۱۸) (۹۱۹) (۹۲۰) (۹۲۱) (۹۲۲) (۹۲۳) (۹۲۴) (۹۲۵) (۹۲۶) (۹۲۷) (۹۲۸) (۹۲۹) (۹۳۰) (۹۳۱) (۹۳۲) (۹۳۳) (۹۳۴) (۹۳۵) (۹۳۶) (۹۳۷) (۹۳۸) (۹۳۹) (۹۴۰) (۹۴۱) (۹۴۲) (۹۴۳) (۹۴۴) (۹۴۵) (۹۴۶) (۹۴۷) (۹۴۸) (۹۴۹) (۹۵۰) (۹۵۱) (۹۵۲) (۹۵۳) (۹۵۴) (۹۵۵) (۹۵۶) (۹۵۷) (۹۵۸) (۹۵۹) (۹۶۰) (۹۶۱) (۹۶۲) (۹۶۳) (۹۶۴) (۹۶۵) (۹۶۶) (۹۶۷) (۹۶۸) (۹۶۹) (۹۷۰) (۹۷۱) (۹۷۲) (۹۷۳) (۹۷۴) (۹۷۵) (۹۷۶) (۹۷۷) (۹۷۸) (۹۷۹) (۹۸۰) (۹۸۱) (۹۸۲) (۹۸۳) (۹۸۴) (۹۸۵) (۹۸۶) (۹۸۷) (۹۸۸) (۹۸۹) (۹۹۰) (۹۹۱) (۹۹۲) (۹۹۳) (۹۹۴) (۹۹۵) (۹۹۶) (۹۹۷) (۹۹۸) (۹۹۹) (۱۰۰۰)

بَلْ هُمْ الْيَوْمَ مُتَسَلِّمُونَ ۝۱۱ ۝۱۲ ۝۱۳ ۝۱۴ ۝۱۵ ۝۱۶ ۝۱۷ ۝۱۸ ۝۱۹ ۝۲۰ ۝۲۱ ۝۲۲ ۝۲۳ ۝۲۴ ۝۲۵ ۝۲۶ ۝۲۷ ۝۲۸ ۝۲۹ ۝۳۰ ۝۳۱ ۝۳۲ ۝۳۳ ۝۳۴ ۝۳۵ ۝۳۶ ۝۳۷ ۝۳۸ ۝۳۹ ۝۴۰ ۝۴۱ ۝۴۲ ۝۴۳ ۝۴۴ ۝۴۵ ۝۴۶ ۝۴۷ ۝۴۸ ۝۴۹ ۝۵۰ ۝۵۱ ۝۵۲ ۝۵۳ ۝۵۴ ۝۵۵ ۝۵۶ ۝۵۷ ۝۵۸ ۝۵۹ ۝۶۰ ۝۶۱ ۝۶۲ ۝۶۳ ۝۶۴ ۝۶۵ ۝۶۶ ۝۶۷ ۝۶۸ ۝۶۹ ۝۷۰ ۝۷۱ ۝۷۲ ۝۷۳ ۝۷۴ ۝۷۵ ۝۷۶ ۝۷۷ ۝۷۸ ۝۷۹ ۝۸۰ ۝۸۱ ۝۸۲ ۝۸۳ ۝۸۴ ۝۸۵ ۝۸۶ ۝۸۷ ۝۸۸ ۝۸۹ ۝۹۰ ۝۹۱ ۝۹۲ ۝۹۳ ۝۹۴ ۝۹۵ ۝۹۶ ۝۹۷ ۝۹۸ ۝۹۹ ۝۱۰۰ ۝۱۰۱ ۝۱۰۲ ۝۱۰۳ ۝۱۰۴ ۝۱۰۵ ۝۱۰۶ ۝۱۰۷ ۝۱۰۸ ۝۱۰۹ ۝۱۱۰ ۝۱۱۱ ۝۱۱۲ ۝۱۱۳ ۝۱۱۴ ۝۱۱۵ ۝۱۱۶ ۝۱۱۷ ۝۱۱۸ ۝۱۱۹ ۝۱۲۰ ۝۱۲۱ ۝۱۲۲ ۝۱۲۳ ۝۱۲۴ ۝۱۲۵ ۝۱۲۶ ۝۱۲۷ ۝۱۲۸ ۝۱۲۹ ۝۱۳۰ ۝۱۳۱ ۝۱۳۲ ۝۱۳۳ ۝۱۳۴ ۝۱۳۵ ۝۱۳۶ ۝۱۳۷ ۝۱۳۸ ۝۱۳۹ ۝۱۴۰ ۝۱۴۱ ۝۱۴۲ ۝۱۴۳ ۝۱۴۴ ۝۱۴۵ ۝۱۴۶ ۝۱۴۷ ۝۱۴۸ ۝۱۴۹ ۝۱۵۰ ۝۱۵۱ ۝۱۵۲ ۝۱۵۳ ۝۱۵۴ ۝۱۵۵ ۝۱۵۶ ۝۱۵۷ ۝۱۵۸ ۝۱۵۹ ۝۱۶۰ ۝۱۶۱ ۝۱۶۲ ۝۱۶۳ ۝۱۶۴ ۝۱۶۵ ۝۱۶۶ ۝۱۶۷ ۝۱۶۸ ۝۱۶۹ ۝۱۷۰ ۝۱۷۱ ۝۱۷۲ ۝۱۷۳ ۝۱۷۴ ۝۱۷۵ ۝۱۷۶ ۝۱۷۷ ۝۱۷۸ ۝۱۷۹ ۝۱۸۰ ۝۱۸۱ ۝۱۸۲ ۝۱۸۳ ۝۱۸۴ ۝۱۸۵ ۝۱۸۶ ۝۱۸۷ ۝۱۸۸ ۝۱۸۹ ۝۱۹۰ ۝۱۹۱ ۝۱۹۲ ۝۱۹۳ ۝۱۹۴ ۝۱۹۵ ۝۱۹۶ ۝۱۹۷ ۝۱۹۸ ۝۱۹۹ ۝۲۰۰ ۝۲۰۱ ۝۲۰۲ ۝۲۰۳ ۝۲۰۴ ۝۲۰۵ ۝۲۰۶ ۝۲۰۷ ۝۲۰۸ ۝۲۰۹ ۝۲۱۰ ۝۲۱۱ ۝۲۱۲ ۝۲۱۳ ۝۲۱۴ ۝۲۱۵ ۝۲۱۶ ۝۲۱۷ ۝۲۱۸ ۝۲۱۹ ۝۲۲۰ ۝۲۲۱ ۝۲۲۲ ۝۲۲۳ ۝۲۲۴ ۝۲۲۵ ۝۲۲۶ ۝۲۲۷ ۝۲۲۸ ۝۲۲۹ ۝۲۳۰ ۝۲۳۱ ۝۲۳۲ ۝۲۳۳ ۝۲۳۴ ۝۲۳۵ ۝۲۳۶ ۝۲۳۷ ۝۲۳۸ ۝۲۳۹ ۝۲۴۰ ۝۲۴۱ ۝۲۴۲ ۝۲۴۳ ۝۲۴۴ ۝۲۴۵ ۝۲۴۶ ۝۲۴۷ ۝۲۴۸ ۝۲۴۹ ۝۲۵۰ ۝۲۵۱ ۝۲۵۲ ۝۲۵۳ ۝۲۵۴ ۝۲۵۵ ۝۲۵۶ ۝۲۵۷ ۝۲۵۸ ۝۲۵۹ ۝۲۶۰ ۝۲۶۱ ۝۲۶۲ ۝۲۶۳ ۝۲۶۴ ۝۲۶۵ ۝۲۶۶ ۝۲۶۷ ۝۲۶۸ ۝۲۶۹ ۝۲۷۰ ۝۲۷۱ ۝۲۷۲ ۝۲۷۳ ۝۲۷۴ ۝۲۷۵ ۝۲۷۶ ۝۲۷۷ ۝۲۷۸ ۝۲۷۹ ۝۲۸۰ ۝۲۸۱ ۝۲۸۲ ۝۲۸۳ ۝۲۸۴ ۝۲۸۵ ۝۲۸۶ ۝۲۸۷ ۝۲۸۸ ۝۲۸۹ ۝۲۹۰ ۝۲۹۱ ۝۲۹۲ ۝۲۹۳ ۝۲۹۴ ۝۲۹۵ ۝۲۹۶ ۝۲۹۷ ۝۲۹۸ ۝۲۹۹ ۝۳۰۰ ۝۳۰۱ ۝۳۰۲ ۝۳۰۳ ۝۳۰۴ ۝۳۰۵ ۝۳۰۶ ۝۳۰۷ ۝۳۰۸ ۝۳۰۹ ۝۳۱۰ ۝۳۱۱ ۝۳۱۲ ۝۳۱۳ ۝۳۱۴ ۝۳۱۵ ۝۳۱۶ ۝۳۱۷ ۝۳۱۸ ۝۳۱۹ ۝۳۲۰ ۝۳۲۱ ۝۳۲۲ ۝۳۲۳ ۝۳۲۴ ۝۳۲۵ ۝۳۲۶ ۝۳۲۷ ۝۳۲۸ ۝۳۲۹ ۝۳۳۰ ۝۳۳۱ ۝۳۳۲ ۝۳۳۳ ۝۳۳۴ ۝۳۳۵ ۝۳۳۶ ۝۳۳۷ ۝۳۳۸ ۝۳۳۹ ۝۳۴۰ ۝۳۴۱ ۝۳۴۲ ۝۳۴۳ ۝۳۴۴ ۝۳۴۵ ۝۳۴۶ ۝۳۴۷ ۝۳۴۸ ۝۳۴۹ ۝۳۵۰ ۝۳۵۱ ۝۳۵۲ ۝۳۵۳ ۝۳۵۴ ۝۳۵۵ ۝۳۵۶ ۝۳۵۷ ۝۳۵۸ ۝۳۵۹ ۝۳۶۰ ۝۳۶۱ ۝۳۶۲ ۝۳۶۳ ۝۳۶۴ ۝۳۶۵ ۝۳۶۶ ۝۳۶۷ ۝۳۶۸ ۝۳۶۹ ۝۳۷۰ ۝۳۷۱ ۝۳۷۲ ۝۳۷۳ ۝۳۷۴ ۝۳۷۵ ۝۳۷۶ ۝۳۷۷

شاعر کے لیے ہم اپنے محبوب و چور میٹھیں۔ (یہ رسول دیوانہ نہیں) بلکہ حق بات لے کر آیا ہے اور اگلے پیغمبروں کی تصدیق کرتا ہے۔ تم لوگ اگر نہ مانو گے تو دردناک عذاب کا مزہ چکھو گے اور تمہیں کو اس کا بدلہ دیا جائے گا جو تم دنیا میں کرتے رہے ہو لیکن جو خدا کے مخلص بندے ہیں بہشت ہیں۔

آیت ۲۸ میں تَاخُوْنَا عَنِ الْيَمِينِ کے معنی یہ ہیں کہ تم بڑی قوت کے ساتھ ہمارے پاس آتے تھے اور بہکاتے تھے۔

آیت ۳۶ میں یہ ظاہر کیا گیا ہے کہ کفار و مشرکین حضور کو ایک بڑے شاعر سمجھتے تھے اور یہ پریکینڈ کہتے تھے کہ ہم ایک بڑے شاعر کے کہنے سے اپنے مہودوں کو جن کی ہم عبادت کرتے چلے آئے ہیں کیسے چھوڑ سکتے ہیں۔ اسلام کی طرف آنے میں بڑی رکاوٹ آؤا و اجداد کی تقلید تھی۔ بت پرستی کا رنگ ان کی طبیعتوں میں ابھی طرح رچ بس گیا تھا۔ بتوں کی عبادت ترک کرنا وہ اپنے لیے ایک عذاب عظیم سمجھتے تھے۔ اور یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ اگر ہم نے ان کی عبادت ترک کی تو ضرور کسی جان لیوا مصیبت میں گرفتار ہو جائیں گے۔ کوئی عقیدہ جس قدر پڑانا ہوتا جاتا ہے اسی قدر لوگوں کے دلوں پر اس کا رنگ زیادہ گہرا ہوتا جاتا ہے۔

أُولَٰئِكَ لَهُمْ رِزْقٌ مَّعْلُومٌ ﴿۳۶﴾ فَوَاكِدُهُمْ مَّكْرُمُونَ ﴿۳۷﴾ فِي جَنَّتِ النَّعِيمِ ﴿۳۸﴾ عَلَى سُرُرٍ مُّتَقَابِلِينَ ﴿۳۹﴾ يُطَافُ عَلَيْهِمْ بِكَاسٍ مِّنْ مَّعِينٍ ﴿۴۰﴾ بَيضَاءَ لَذَّةٍ لِلشَّارِبِينَ ﴿۴۱﴾ لَا فِيهَا غَوْلٌ وَلَا هُمْ عَنْهَا يُنْزَفُونَ ﴿۴۲﴾ وَعِنْدَهُمْ قُصِرَاتُ الطَّرَفِ عَيْنٌ ﴿۴۳﴾ كَأَنَّهُنَّ بَيْضٌ مَّكْنُونٌ ﴿۴۴﴾ فَأَقْبَلْ بَعْضُهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ يَتَسَاءَلُونَ ﴿۴۵﴾ قَالَ قَائِلٌ مِّنْهُمْ إِنِّي كَانَ لِي قَرِينٌ ﴿۴۶﴾ يَقُولُ أَفِنَّكَ لِمَنِ الْمَصْدَقِينَ ﴿۴۷﴾

(ان مخلص بندوں کے لیے) مقررہ روزی ہے (اور وہ ایسی ویسی نہیں) ہر قسم کے کبجے ہوں گے اور وہ بڑی رغبت کے ساتھ جنت کے باغوں میں آمنے سامنے تختوں پر بیٹھے ہوں گے ان میں صاف

سفید براق شراب کے دو پر چل رہے ہوں گے جو پیٹنے والے کو بڑا مزہ دے گی۔ نہ تو اس شراب میں (خمار کی وجہ سے) دوسرے ہوگا اور نہ اس کے پیٹنے سے متوالے ہوں گے اور ان کے سامنے (شراب سے) نیچی نگاہیں کھنے والی بڑی بڑی آنکھوں والی (خوریں) ہوں گی (ان کی گوری گوری رنگتوں میں ہلکی سی شرعی ایسی جھلکتی ہوگی) گویا وہ اندھے ہیں جو چھپائے ہوئے دکھ ہیں۔ ایک دوسرے سے بات چیت کرتے ہوں گے۔ ایک کہنے والا کہے گا کہ دنیا میں میرا ایک دوست تھا وہ مجھ سے کہہ کر تانتا تھا کیا تم (قیامت کی) تصدیق کرنے والوں میں ہو۔

جنت کے میوے ہماری دنیا کے میووں کی طرح نہ ہوں گے۔ صرف یہی سمجھانے کے لیے انار، انگور اور کھجور کا ذکر کر دیا گیا ہے۔ وزن وہاں کے میووں کو یہاں کے میووں سے رنگ اور لذت میں کوئی نسبت ہوگی۔ حدیث مبارک میں ہے کہ جنت کی نعمتیں ایسی ہوں گی جنہیں نہ آنکھوں نے دیکھا ہوگا نہ کانوں نے ان کے اوصاف سنے ہوں گے اور نہ کسی انسان کے دل میں ان کے اوصاف کا خیال گزرا ہوگا۔

وہاں کی شراب بھی یہاں کی شراب نہ ہوگی جو غلا اور پھلوں کو مٹا کر بنائی جاتی ہے اور بدبودار ہوتی ہے۔ پیٹنے والا نشہ میں رہے ہوٹل ہو جائے اور نامزاح حرکت کرنے لگتا ہے اور جب اس کا نشہ اترتا ہے تو بدن ٹوٹنے لگتا ہے، دوسرے ہونے لگتا ہے۔ جنت کی شراب ایک جیشہ سے نکل کر نہر کی صورت میں آئے گی۔ پیٹنے والوں کے لیے بڑی مزہ دار ہوگی۔ نہ اس میں نشہ ہوگا نہ خمار۔ بلکہ ایک ایسا مسرور و حافی ہوگا جس کا بیان افسانوں میں ممکن نہیں۔ اگر جنت کی نعمتیں یہاں جیسی ہوں تو پھر وہ جنت ہی کیا ہوتی۔ شراب پیٹنے والے کو تو صورت لڑکے کا ہر ہر کے دین کے اور جنتیوں کے خود چکر لگاتے ہوں گے۔

اس میں اختلاف ہے کہ یہ لڑکے کون ہوں گے۔ اکثر کا قول ہے کہ خدا کے حکمو کار بندوں کے وہ لڑکے جو اہل ظلم میں مرتعے ہوں گے انہیں کو خوبصورت بنا کر اس خدمت کے لیے مقرر کیا جائے گا۔ لیکن یہ بات کان کو نہیں لگتی۔ انہما جیست کی تعبیر یہ ہے کہ محدود کی طرح یہ لڑکے بھی جنت ہی کی پیداوار ہوں گے۔ خدا نے اہل کو اہل جنت کی خدمت کے لیے حق فرمایا ہے۔ ان کو ٹھکانا کہتے ہیں۔ اہل جنت کی خدمت کے لیے جو عورتیں ہوں گی وہ بڑی حسین اور شریف بڑی خوبصورت آنکھوں والی ہوں گی۔ ان لڑکوں کی طرح جن کو چھپا کر رکھا گیا ہو تاکہ صاف ستھری گرد و غبار سے محفوظ رہیں۔ کنواری ہوں گی کسی مرد نے ان کو چھو ایک نہ ہوگا۔

بَيْضٌ مَّكْنُونٌ کے متعلق تعبیر صافی میں ہے کہ ان عورتوں کو شہر مرغ کے انڈے سے اس لیے تشبیہ دی گئی ہے کہ وہ انہیں اپنے پرروں میں چھپائے رکھتا ہے۔ اس وجہ سے وہ ہر قسم کی گرد و غبار سے پاک صاف رہے۔ ان انڈوں کا رنگ زردی آبی سفید ہوتا ہے۔ اور یہ رنگ جسم کے رنگوں میں سب سے اچھا سمجھا جاتا ہے۔

اُنکے اہل جنت اہل دوزخ کے درمیان بات چیت کا ذکر آنا ہے ظاہر ہے کہ جنت و دوزخ کے گھر ملے ہوئے تو ہوں گے نہیں کہ ایک آدمی دوسرے سے بات کرے۔ ہزار ہا میل کا فاصلہ ہوگا مگر انسان کی آواز اور سماعت میں اتنی قوت پیدا ہو جائے گی کہ وہ آپس میں بات چیت کر سکیں گے۔

مَا زَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا وَعِظًا مَا عَرَا نَا لِمَدِينُونَ ﴿۵۳﴾ قَالَ هَلْ أَنْتُمْ مُطَاعُونَ ﴿۵۴﴾ فَاطَّلَعَ فَرَآهُ فِي سَوَاءٍ الْجَحِيمِ ﴿۵۵﴾ قَالَ تَاللَّهِ إِنْ كِدْتُ لِتُزَيِّنَ ﴿۵۶﴾ وَلَوْلَا نِعْمَةُ رَبِّي لَكُنْتُ مِنَ الْمُحْضَرِّينَ ﴿۵۷﴾ أَمْ أَنْخَنُ بِمَيِّتَيْنِ ﴿۵۸﴾ إِلَّا مَوْتَتَنَا الْأُولَى وَمَا خَنُ بِمُعَدِّبَيْنِ ﴿۵۹﴾ إِنَّ هَذَا لَهُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ﴿۶۰﴾ لَيْسَ هَذَا أَفْلَيْعَمِلَ الْعَامِلُونَ ﴿۶۱﴾

(دنیا میں دوزخ میں جانے والا جنت میں جانے والے سے کہتا تھا کیا تم بھی قیامت کی تصدیق کرنے والوں میں سے ہو۔ کیا جہنم میں جاؤ گے اور جہنم میں جاؤ گے تو (ہمیں زندہ کر کے) پھر ہم سے ہمارے اعمال کا بدلہ لیا جائے گا (یہ کوئی سمجھ میں آنے والی بات ہے)۔ پھر بہشت میں جانے والا اپنے ساتھیوں سے کہے گا تو کیا تم بھی (میرے اس ساتھی کو جو اب جہنم میں ہے) جہانم کے دیکھو گے غرض وہ جہانم کے گا تو اس کو بیچ جہنم میں پڑا ہوا دیکھے گا تو اس سے کہے گا کہ خدا کی قسم تو مجھے بھی بنا کرنے والا تھا۔ اگر میرے پروردگار کا احسان نہ ہوتا تو میں بھی (اس وقت تیرے ساتھ) جہنم میں گرفتار ہوتا۔ (اچھا اب بتاؤ) کیا میں نے تم سے نہ کہا تھا کہ تم کو اس پہلی موت کا سامنا پھر نہیں ہے اور نہ ہم پر آخرت میں عذاب ہوگا۔ یہ یقیناً بہت بڑی کامیابی ہے۔ عمل کرنے والوں کو چاہیے کہ اپنی کامیابی کے لیے اس طرح عمل کریں یعنی قیامت پر یقین رکھتے ہوئے عمل کریں۔

آیت ۵۵، ۵۶ سے معلوم ہوتا ہے کہ جنتی شخص دوزخی سے بات کر کے اب اپنے نفس کی طرف مخاطب ہو کر کہتا ہے۔ وہ بھی مر گیا ہے جس میں مر گیا۔ بس اب مجھے موت نہیں اور نہ کوئی عذاب ہے۔ یہی میرے لیے

بڑی کامیابی ہے۔ میں نے حیات و دنیا میں قیامت کا تصور رکھا تھا اور عذاب خدا سے ڈرتا تھا۔ اسی کا یہ بدلہ دے رہا ہے

أَذَلِكَ خَيْرٌ لَّنَا أَمْ شَجَرَةُ الرُّقُومِ ﴿۶۲﴾ إِنَّا جَعَلْنَاهَا فِتْنَةً لِلظَّالِمِينَ ﴿۶۳﴾ إِنَّمَا شَجَرَةٌ تَخْرُجُ فِي أَصْلِ الْجَحِيمِ ﴿۶۴﴾ طَلْعُهَا كَأَنَّهُ رُءُوسُ الشَّيْطَانِ ﴿۶۵﴾ فَإِنَّهُمْ لَا يَكُونُ مِنْهَا خَالِتُونَ مِنْهَا الْبُطُونَ ﴿۶۶﴾ ثُمَّ إِنَّ لَهُمْ عَلَيْهَا لَشَوْبًا مِّنْ حَمِيمٍ ﴿۶۷﴾ ثُمَّ إِنَّ مَرْجِعَهُمْ لَإِلَى الْجَحِيمِ ﴿۶۸﴾ إِنَّهُمْ أَفْوَاجًا بَاءَهُمْ ضَالِّينَ ﴿۶۹﴾ فهُمْ عَلَىٰ أَثَرِهِمْ يُهْرَعُونَ ﴿۷۰﴾ وَلَقَدْ ضَلَّ قَبْلَهُمْ أَكْثَرُ الْأَوَّلِينَ ﴿۷۱﴾ وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا فِيهِمْ مُنْذِرِينَ ﴿۷۲﴾ فَأَنْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُنْذِرِينَ ﴿۷۳﴾ إِلَّا عِبَادَ اللَّهِ الْمُخْلَصِينَ ﴿۷۴﴾

بھلا ہماری کے لیے یہ سامان (جنت) بہتر ہے یا تنوہر کا درخت (جو جہنمیوں کے لیے ہوگا) جسے ہم نے یقیناً ظالموں کی نرا کے لیے بنایا ہے۔ یہ وہ درخت ہے جو جہنم کی تہ میں اگتا ہے اس کے پھل (ایسے بد نما ہیں) گویا سانپ کے پسین ہیں (جسے چھوئے سے ڈر معلوم ہو) یہ جہنمی لوگ یقیناً اس میں سے کھائیں گے اس سے اپنا پیٹ بھریں گے پھر اس کے اوپر سے ان کو غوب کھوٹا ہوا پانی پیپ وغیرہ ملا کر پینے کو دیا جائے گا (پھر کھائی کر) ان کو جہنم ہی کی طرف لوٹ جانا ہوگا۔ ان لوگوں نے اپنے باپ دادا کو گمراہ پایا تھا۔ تو یہ لوگ بھی ان کے پیچھے دوڑے چلے جا رہے ہیں۔ ان سے پہلے انگوں میں سے بہت سے گمراہ ہو چکے ہیں حالانکہ ہم نے ان لوگوں کو ڈرانے کے لیے ڈرانے والے (پیغمبر) بھیجے تھے۔ ذرا دیکھو تو جو لوگ ڈرے جا چکے تھے ان کا کیسا برا انجام ہوا سوائے ان کے جو خدا کے خاص مخلص بندے تھے۔

خدا کی قیامت کے منکر جہنم میں درخت کے اگے پر مذاق اڑاتے ہیں کہتے ہیں لیجئے یہ نئی بات تھی۔ جہنم کے

بھڑکتے شعلوں میں ایک ہرا بھسرا درخت تصور کا بھی ہوگا۔ سخت سے سخت گرم ملکوں میں جہاں پانی کا نام و نشان نہیں ہوتا کیا وہاں درخت نہیں آگئے۔ سرد ملکوں میں جہاں ہر وقت پالا پڑتا رہتا ہے کیا وہاں درخت پیدا نہیں ہوتے۔ شعلہ کی پھوٹی پر جہاں برف کا ایک گنبد سا بنا رہتا ہے اور جس سے نیچے وادی میں پانی کی کسی گرم جی چادر گرہی ہے اسی گنبد کے چاروں طرف جہاں مٹی کا نام نہیں ہوتا، ڈبلیا پھول کس طرح اٹھتا ہے۔ آتش باز آتش بازی سے کیسے پھول دار درخت لگاتے ہیں۔ جو آگ ابراہیم پر اُس کے حکم سے سرد پڑ جاتی ہے کیا وہ جہنم میں تصور ہر کے درخت کو جلانے سے نہیں رکھ سکتی۔ یہ ان غالموں کے عقل کی آناکشی ہے جو خدا کو نہیں مانتے۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ دو چیزوں کے مذاہب کی ایک انتہائی صورت بیان کی گئی ہے تاکہ وہ خوف زدہ ہوں۔ جس غلام نے دنیا میں بے شمار نعمتیں دے رکھی ہیں ان سے خدا کی معرفت حاصل کرنا اور بھائے اُس کے اُس کی مخلوق کی عبادت کرنا ایک ایسا سخت ترین گناہ ہے جس کی سزا جو بھی دی جائے کم ہے۔

وَلَقَدْ نَادَيْنَا نُوْحًا فَلْيَعْمَلِ الْمُحْسِنُونَ ۝۲۵ وَنَجِّنَاهُ وَأَهْلَهُ مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِيمِ ۝۲۶ وَجَعَلْنَا ذُرِّيَّتَهُ هُمُ الْبَاقِينَ ۝۲۷ وَلَوْ كُنَّا عَلَيْهِ فِي الْآخِرِينَ ۝۲۸ سَلِّمْ عَلَى نُوْحٍ فِي الْعَالَمِينَ ۝۲۹ إِنَّا كَذَلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ ۝۳۰ إِنَّهُ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِينَ ۝۳۱ ثُمَّ أَعْرَفْنَا الْآخِرِينَ ۝۳۲

نوح نے (قوم سے مایوس ہو کر) ہمیں پکارا تھا تو ہم کیا اچھے جواب دینے والے تھے۔ ہم نے ان کو اور ان کے گھر والوں کو سخت مصیبت سے نجات دی اور ان کو اور ان کی اولاد کو دنیا میں باقی رکھا اور بعد کو آنے والے لوگوں میں ان کا چرچا باقی رکھا۔ تمام دنیا میں نوح پر سلام ہی سلام ہے ہم نیکی کرنے والوں کو ایسا ہی بدلہ دیا کرتے ہیں۔ وہ ہمارے مومن بندوں میں سے تھا۔ پھر ہم نے باقی لوگوں کو ڈوبو دیا۔

حضرت نوح جب اپنی قوم کے ایمان لانے کی طرف سے بالکل بایکس ہو گئے تو خدا اس ان کے لیے ہدایا کی۔

خدا نے ان کی دعا قبول کی اور سخت مصیبت سے ان کو نجات دی اور ان کی اولاد سے پھر دنیا بھائی۔

وَإِنْ مِنْ شَيْعَتِهِ لِابْرَاهِيمَ ۝۳۳ إِذْ جَاءَ رَبَّهُ بِقَلْبٍ سَلِيمٍ ۝۳۴ إِذْ قَالَ لِأَبِيهِ وَقَوْمِهِ مَاذَا تَعْبُدُونَ ۝۳۵ إِيْفَكَ إِلَهَةً دُونِ اللَّهِ تَزِيدُ وَنَهُ ۝۳۶ فَمَا ظَنُّكُمْ بِرَبِّ الْعَالَمِينَ ۝۳۷ فَظَرَّ نَظْرَةً فِي النُّجُومِ ۝۳۸ فَقَالَ إِنِّي سَقِيمٌ ۝۳۹ فَتَوَلَّوْا عَنْهُ مُدْبِرِينَ ۝۴۰ فَرَاغَ إِلَىٰ إِلَهِهِمْ فَقَالَ أَلَا تَأْكُلُونَ ۝۴۱ مَا لَكُمْ لَا تَنْطِقُونَ ۝۴۲ فَرَاغَ عَلَيْهِمْ ضَرْبًا بِالْيَمِينِ ۝۴۳ فَأَقْبَلُوا إِلَيْهِ يَرْقُونَ ۝۴۴ قَالَ أَتَعْبُدُونَ مَا تَنْحِتُونَ ۝۴۵ وَاللَّهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُونَ ۝۴۶ قَالُوا ابْنُوا لَهُ بُنْيَانًا فَأَلْقُوهُ فِي الْجَحِيمِ ۝۴۷ فَأَرَادُوا بِهِ كَيْدًا فَجَعَلْنَاهُمُ الْأَسْفَلِينَ ۝۴۸

بے شک ابراہیم نوح کے پیرو تھے وہ اپنے پروردگار کی طرف ایسا دل لیے ہوئے بڑھے جو ہر عیب سے پاک تھا۔ جب انہوں نے اپنے منہ بولے باپ سے اور اس کی قوم سے کہا تم لوگ کس چیز کی پرستش کرتے ہو۔ کیا اللہ کو چھوڑ کر دل سے گڑھے ہوئے مہبودوں کی طرف رجوع کرتے ہو۔ ساری خدائی کے پالنے والے کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے۔ پھر عید کے دن ان لوگوں نے عید گاہ چلنے کو کہا ابراہیم نے سناؤں کی طرف ایک نظر دیکھا پھر کہنے لگے میں عنقریب بیمار پڑنے والا ہوں۔ وہ پیٹھ پھیر کر ابراہیم سے منہ موڑے ہوئے چل دیئے۔ اس کے بعد ابراہیم ان کے بتوں کی طرف متوجہ ہوئے (ان کے مندر میں گئے) اور ان سے کہنے لگے تمہارے سامنے اتنے چڑھاوے

دکھے ہیں) تم کھاتے کیوں نہیں، تمہیں ہو کیا گیا ہے۔ تم بولتے تے کہ نہیں۔ پھر اپنے ہاتھ سے مانتے ہوئے ان پر پل پڑے اور نوحہ چڑھ کر ان کے بڑے بت کے گلے میں کھڑی ڈال دی۔ (جب وہ لوگ لوٹے اور بتوں کا یہ حال دیکھا تو دوڑے ہوئے حضرت ابراہیمؑ کے پاس آئے اور پوچھ گچھ کرنے لگے) انہوں نے کہا۔ افسوس ہے تمہارے حال پر تم ان کی عبادت کرتے ہو جنہیں تم نے اپنے ہاتھوں سے تراشا ہے مالا مال اللہ ہی تمہارا بھی خالق ہے اور جو کچھ تم بناتے ہو اس کا بھی (یہی منکر وہ آپس میں) کہنے لگے، اس کیلئے (بھٹی جیسی) ایک عمارت بنواؤ اور اسے دہکتی ہوئی آگ میں ڈال دو۔ انہوں نے ابراہیمؑ کے ساتھ مکاری کرنی چاہی۔ ہم نے (آگ کو ٹھنڈا کر کے) انہیں نیچا دکھا دیا۔

انے آیات میں کئی باتیں قابل توجہ ہیں:

۱۔ لفظ شیعہ سب سے پہلے ایک نبی کے متعلق استعمال ہوا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ کونٹھید کہتے ہیں۔ اسلام کے تمام فرقوں میں صرف لفظ عہد کو یہ خصوصیت حاصل ہے کہ اس کا ذکر قرآن میں ہے۔
۲۔ آیت ۸۸۔ جو لوگ سعادت ابدی و خود امداد بنا سعادۂ ابدی جانتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ حضرت ابراہیمؑ نے تین جھوٹ بولے ہیں۔ تمہارا ان کا ایک یہ ہے کہ وہ بیمار نہ تھے مگر اپنے کو بیمار ظاہر کیا۔ اس کے کئی جواب ہیں۔ اول یہ کہ کیسے معلوم ہو کہ حضرت ابراہیمؑ بیمار نہ تھے اور انہوں نے اپنے کو بیمار ظاہر کیا۔ اگر بیمار نہ ہوتے تو غاندان والے ضرور کہتے کہ تم تو چاندی تھے، ہوا و خواہ مخواہ بیمار بازی کر رہے ہو۔ دوسرے بیماری دوطرح کی ہوتی ہے۔ اول جسمانی دوسرے روحانی۔ ایک نبی کے لیے اس سے بڑی دوعائی بیماری اور کیا ہو سکتی ہے کہ اس کی قوم بت پرست ہو۔ تیسرے ہو سکتا ہے تھکے طور پر ایسا کہہ دیا ہو۔

۳۔ جب دستار پرست نہ تھے تو ستاروں کی طرف نظر کر کے ایسا کیوں کہا۔ جواب یہ ہے کہ حضرت ابراہیمؑ کو ہمین کہ کافروں سے جنگ کرنا تھی۔ ایک ستارہ پرست دوسرے بت پرست تیسرے عظیم پرست جو نوروں کو خدا سمجھتے تھے۔ معلوم ہوتا ہے جو لوگ عید گاہ لے جانا چاہتے تھے وہ بت پرست بھی تھے اور ستارہ پرست بھی۔ چوتھے وہ صحت و بیماری کو ستاروں کا کرشمہ جانتے تھے لہذا ان کی تسکین خاطر کے لیے ستاروں کی طرف دیکھ کر ایسا کہا چنانچہ وہ مطمئن ہو کر چلے گئے۔

۴۔ جب بت نہ بولتے تھے نہ کھاتے تھے تو بتوں سے ایسا کیوں کہا۔ جواب یہ ہے کہ جوش ایمانی میں بے ساختہ یہ لکھ حضرت کی زبان اقدس پر جاری ہو گیا۔ دوسرے یہ سمجھتے ہوئے کہ اگر کوئی آدمی اس پاس لگا کھڑا ہو تو وہ اس کلام کو سن لے اور بتوں کی بے چارگی کا قاتل ہو جائے۔

حضرت ابراہیمؑ علیہ السلام کا جوش ایمانی اور بہادری دیکھنے کے قابل ہے۔ دوسرا ہوتا تو اتنا بڑا کام کوسے ڈرجانا۔ کہیں جھگڑا ہوتا۔ مگر اچھے دل میں فرما بھی ہر اس پیدا نہ ہوا اور اپنے مقام پر بڑے ملے۔ اور ہدایت

مناسب موقع پر کردار نہ کرے۔ نہایت دلیرانہ انداز میں کہا، بد بختو! تمہیں شرم نہیں آتی کہ جن بتوں کو تم نے اپنے ہاتھ سے گڑھا ہے انہی کو اپنا سمجھو مان کر چڑھتے ہو۔ حضرت ابراہیمؑ کا فتنہ پہلے بھی گزر چکا ہے۔ آخر آیت میں نیچا دکھانے کا یہ مطلب ہے کہ جب حضرت ابراہیمؑ پر آگ ٹھنڈی ہو گئی اور کفار کی تدبیر کارگر نہ ہوئی

وَقَالَ إِنِّي ذَاهِبٌ إِلَى رَبِّي سَيَمْدُنِي ۙ رَبِّي هَبْ لِي مِنْ الصَّالِحِينَ ۙ فَبَشَّرْنَاهُ بِغُلَامٍ حَلِيمٍ ۙ فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْيَ قَالَ يَبْنِيْٓ إِنِّي آرَءِي فِي الْمَنَامِ إِنِّي أَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرَىٰ ۚ قَالَ يَا بَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمِرُ سَاجِدٌ فِيْٓ إِنْ شَاءَ اللَّهُ مِنَ الصَّابِرِينَ ۙ فَلَمَّا أَسْلَمَا وَتَلَّهُ لِلْجَبِينِ ۙ وَنَادَيْنَاهُ أَنْ يَا اِبْرَاهِيمُ ۙ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّعْيَا ۚ إِنَّا كَذَّاكَ فَخْرِي الْمَحْسِنِينَ ۙ إِنَّ هَذَا لَهُوَ الْبَلَاءُ الْمُبِينُ ۙ وَفَدَيْنَاهُ بِذَبْحٍ عَظِيمٍ ۙ وَتَوَكَّنَا عَلَيْهِ فِي الْآخِرِينَ ۙ سَلَّمَ عَلَىٰ اِبْرَاهِيمَ ۙ كَذَّاكَ فَخْرِي الْمَحْسِنِينَ ۙ إِنَّهُ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِينَ ۙ

جب آذر نے حضرت ابراہیمؑ کو نکال دیا تو انہوں نے فرمایا، اچھا تو میں اپنے رب کی طرف جا رہا ہوں وہ مجھے صبح و شام پر لگا رہے گا (جہاں چاہے گا پہنچا دے گا)۔ (پھر خدا سے دعا کی) پانے والے مجھے ایک لیکو کا رش نہ عطا کر۔ پس ہم نے انہیں ایک بڑا بار لٹکے کی (ولادت کی) خوشخبری دی۔ جب (انہیں) اپنے باپ کے ساتھ دوڑ دھوپ کرنے لگے تو ابراہیمؑ نے کہا، میں نے خواب میں دیکھا ہے میں تجھے ذبح کر رہا ہوں، پس تمہاری اس معاملہ میں کیا رائے ہے۔ انہوں نے کہا، بابا جان جو حکم آپ کو دیا گیا ہے اسے بجالائیے۔ آپ انشاء اللہ مجھے صبر کرنے والوں میں سے ہائیں گے۔ پس جب وہ دونوں نے یہ ٹھان لی تو (اپنے

بیٹے کو) ماتھے کے بل لٹایا۔ ہم نے نادہی لے کر ایم تم نے خواب کو سچ کر دکھایا۔ ہم نیکی کرنے والوں کو یونہی جزائیہ ہیں۔ اس میں شک نہیں یہ بڑی سخت آزمائش تھی۔ ہم نے اس (اسمیل) کا فدیہ ایک ذبح عظیم کو قرار دیا اور ہم نے ان کا چرچا بعد میں آنے والوں میں باقی رکھا۔ ابراہیم پر سلام ہو۔ ہم نیکی کرنے والوں کو ایسا ہی بدلہ دیتے ہیں۔ وہ ہمارے ایمان والے بندوں میں سے تھے۔

جب حضرت ابراہیم علیہ السلام ابراہیم سے بچے لکھے تو یہ امر آرزو کو بہت شاق ہوا۔ اس نے سختی کے ساتھ حضرت ابراہیم سے کہا، جب تم ہمارے دین پر نہیں ہوتو یہاں سے نکل جاؤ، ہم تم کو یہاں دیکھنا نہیں چاہتے۔ حضرت ابراہیم نے کہا یہ بات ہے تو میں چارہ ہوں۔ میرا اللہ جہاں مجھے لے جائے گا میں بھی جاکوں گا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام اس وقت تک صاحبِ اولاد نہ تھے لہذا اپنی بی بی اور اپنے بھتیجے کو ساتھ لے کر وہاں سے چل دیے۔ جس وقت حضرت ابراہیم نے فرزند کے لیے دعا کی آپ کا بیٹا ہو چکے تھے۔ چنانچہ بڑے جیسے جب حضرت اسمیل پیدا ہوئے تو آپ کی عمر ۸۸ سال کی ہو چکی تھی اور جب حضرت اسمیل پیدا ہوئے تو آپ کی عمر سو برس کی تھی۔ نبی کی خواب بھی بمنزلہ وحی ہوتی ہے اس لیے جو خواب حضرت ابراہیم نے دیکھا تھا وہ سچا تھا۔ اس لیے اس کی دلیل میں آپ نے تاخیر نہ کی۔ حضرت اسمیل کی صفت قرآن میں غلامِ مکیہ بیان کی گئی ہے۔ لہذا جب حضرت ابراہیم نے خواب بیان کیا تو وہ گھبرائے نہیں، جذبات میں کوئی بے جا پیدائش نہ ہوئی۔ بلکہ اطمینان قلب پر جواب دیا کہ میں راضی ہوں جو حکم دیا گیا ہے اس کو بجالائیے۔

یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب غلام نے ذبح کرنے کا حکم دیا تھا تو بغیر ذبح واقع ہوئے غلام نے یہ کیوں فرمایا کہ تم نے خواب کی تصدیق کر دی ہے۔ یہ تصدیق تو ذبح کے بعد ہوتی۔ اس کے دو جواب ہیں: اول یہ کہ خواب میں نہیں دیکھا تھا کہ میں ذبح کر دیا ہے یعنی ذبح کا فعل اختتام کو پہنچتے ہوئے نہیں دیکھا تھا۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ کسی فعل کے مقدمات کو انجام دے لینا گواہ اس فعل کا کر لینا ہوتا ہے۔ مثلاً ایک آغا غلام سے کہے کہ تم فلاں مقام پر جا کر دشمنوں سے لڑو۔ یہاں تک کہ تم قتل کر دیتے جاؤ۔ وہ غلام یہ حکم نہ کرے طبعاً خاطر بدن پر ہتھیار سجاتا ہے اور جانے پر تیار ہو جاتا ہے۔ اس کے بعد آغا کسی وجہ سے اسے روک لیتا ہے اور کہتا ہے ہٹ ہٹاؤ! مجھے یقین ہو گیا کہ تم وفادار غلام ہو۔ حضرت ابراہیم نے ذبح کرنے کے تمام مقدمات پورے کر لیے تھے۔ چھری اور زہری گھر سے لے کر گئے تھے۔ بیٹے کے ہاتھ اور پاؤں باندھ دیئے تھے۔ چھری لگے پر رکھ دی تھی۔ اب ذبح میں بات کیا باقی رہ گئی۔ پس جہاں تک مقدمات ذبح کا تعلق تھا حضرت ابراہیم نے پورے کر دیئے۔ اب یہ مصلحت الہی تھی کہ حضرت اسمیل کو ذبح سے بچا لیا گیا۔

ذبح کے لیے آگ آگاس لیے لٹایا تھا کہ وقت ذبح بیٹے کا چہرہ نظر نہ آئے بلکہ بڑے ایتھے اکھٹوں پر پڑی بھی باندھ لی تھی تاکہ بیٹے کے خون کی دھار لکھنے نہ دیکھیں۔

اس کے بعد غلام نے فرمایا، یہ بڑی سخت آزمائش تھی۔

سوال یہ ہے کہ یہ آزمائش کس مقصد کے لیے تھی۔ سب سے وجہ اپنے جلیل القدر پیغمبر کا ایسا سخت امتحان لیا گیا۔ ایک

بچے اتارے اس کے جوان بیٹے کو ذبح کرنا، عظمت انسانی کو ذبح کرنا تھا۔ کوئی مفتر اس پر روشنی نہیں ڈالتا۔ پھر ذبح عظیم سے مراد ایک نیک قرآنی لینا اور جی زیادہ عجیب غریب ہے۔ کہاں ایک جی معصوم کی قربانی کہاں ایک نیک۔ اگر قربانی قیامت تک بھی ہوتی ہے تب بھی ایک نبی کے خون کے ایک قطرہ کا فدیہ نہیں ہو سکتا۔ مفتر اس کی تہ میں کوئی مانوس ہے۔

تایخ باقی ہے کہ حضرت ابراہیم کے زمانہ میں سناہ پرست قوم نے ہزاروں ایک ایک میل یا مندر بنایا تھا اور اس میں اس کی صورتی رکھی تھی جس کی عبادت کی جاتی تھی۔ سب سے بڑا مندر ستارہ زحل کا تھا اس زمانہ میں لوگ زحل کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے اپنے لڑکوں کی قربانی پیش کیا کرتے تھے۔ کسی بچے کے پیدا ہونے کے بعد ماں باپ منتان لیتے تھے کہ ہم اس کو زحل کے سامنے ذبح کریں گے۔ چنانچہ جب لڑکا دس بارہ برس کا ہو جاتا تو اس کو سینا سکا کر قربانی کے لیے وہاں لے جاتے۔ وہاں مندر میں ایک تیز خنجر زحل کی صورتی کی گردن میں لٹکا دیتا اور ایک سنگ مرمر کی لمبی سٹی پڑی ہوتی تھی۔ اس سٹی پر لڑکا کو کسی غیر سے ذبح کر دیتے تھے۔ یہ سب بڑی عبادت مانی جاتی تھی۔ ان کا عقیدہ تھا کہ میں مذہب میں انسانی کی قربانی نہیں ہوتی وہ مذہب سچا نہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام جب صورت اسلام شیعہ تھے تو وہ ان سے ہی کہتے تھے کہ آپ کے مذہب میں چونکہ انسانی قربانی کا حکم نہیں لہذا ہم اسے سچا مذہب تسلیم نہیں کر سکتے۔ ہر چند سمجھاتے تھے مگر وہ مانتے ہی نہ تھے۔ اس خواب کے بعد جب حضرت ابراہیم حضرت اسمیل کو قربانی کے لیے لے چلے اور ان لوگوں کو غریبی توہمت ہوئے کہ اب ابراہیم نے ہمارے مذہب کی صداقت کو قبول کر لیا۔ مقام منی میں جب وہ لوگ بھی جمع ہو گئے۔ جب اسمیل ذبح سے بچے گئے تو حضرت ابراہیم نے ان لوگوں سے کہا، دیکھو اگر غلام کو انسانی قربانی پسند ہوتی تو میرے بیٹے سے بہتر قربانی کس کی ہو سکتی تھی۔ چونکہ یہ سب واقعہ اپنی اکھٹوں سے دیکھا تھا لہذا ان کے دل پر بڑا اثر ہوا۔ اور اسی وقت سے انہوں نے انسانی قربانی بند کر دی۔ چونکہ اس واقعہ سے ایک بہت بڑی رسم بد کا انسداد ہوا اور ہزاروں انسانی جانیں بچ گئیں لہذا اس کی یادگار بنانے کے لیے وہ دن بعد کا قرار دیا گیا اور اس کی یاد میں ہانوں کی قربانی رکھ دی گئی۔ (یہ واقعہ کتاب ابن القتییبین میں جو عمری زبان میں ہے میں نے وزیر اللہ و علیہ سید محمد حسن صاحب مرحوم وزیر مہتمم ریاست پیشوا کے کتب خانہ میں دیکھا تھا۔ افسوس ہے کہ تقسیم ملک کے وقت یہ کتب خانہ تباہ و برباد ہو گیا۔ یہ کتاب ایک ایرانی عالم کی تصنیف ہے۔)

فدینا ہذا بذبح عظیم کی تفسیر میں مفسرین نے لکھا ہے کہ اس سے مراد وحی الہی کی قربانی ہے۔ لیکن یہ سمجھ میں آنے والی بات نہیں۔ ایک معصوم جی زادہ کے خون کا بدلہ ایک ذبح کے خون کو کیسے قرار دیا جاسکتا ہے۔ یادگار مندر دوسری چیز ہے اور وہ بچہ عظیم دوسری چیز ہے۔ بے شک وہ واقعات عظیم تھا کہ ہر سال اس کی یادگار منائی جاتے اور وہ عجم سے منائی جاتے۔ لیکن جناب اسمیل کے ذبح میں جو از صغر تھا وہ اس قربانی سے کیونکر پڑا ہو سکتا ہے۔ وہاں تو ایک ہم بدکا انسداد مفتر تھا۔ ذبح کی قربانی سے یہ مقصد حاصل نہیں ہو سکتا۔ ذبح اسمیل تو کوئی ایسا ہی ذبح عظیم ہو سکتا ہے جس میں بہت ہی اہم و سنگین انسداد کے پیش نظر بہت ہی قربانیوں کی جانیں۔ یہ ذبح عظیم ہونے والا تھا کہ تاخیر اسلام میں اور کوئی واقعہ نظر نہیں آتا۔ یہ ذبح کے زمانہ میں جو بہت و منسلکات کا طوفان اٹھا تھا اس کی روک تھام ایک عظیم نشان قربانی ہی سے ہو سکتی تھی۔ جہاں کہیں جناب اسمیل کو پہنچنے میں انسداد ہو سکتا تھا، خدا نے بچا لیا۔ اور جہاں بچانے میں نہیں بلکہ ذبح کر دینے میں ہی یہ مقصد حاصل ہو سکتا تھا وہاں ذبح عظیم منظور کر لیا گیا۔ جس دوستانہ کی ابتداء اسمیل سے ہوئی تھی اس کی انتہا اسمیل سے ہوئی تھی۔

پر ہوئی۔ دونوں کا چھوڑنے کی ذمہ داری نہ دینے پر ہی ہے۔ اس میں کے واقعہ کی یادگار۔ اذی الجربہ اور حسین کے واقعہ کی یادگار۔ آخر تم ہے۔ وہاں ایک قربانی کی یادگار ایک دن ہے، پہلا بہتر کی قربانی کی یادگار بہتر دن میں۔ بلکہ گھبراہٹ کی طاقت اسے شکست دے نہ دے کر سکتی ہے قیامت تک ان دونوں یادگاروں کا سلسلہ دنیا میں باقی رہے گا۔

وَبَشِّرْهُ بِأَسْحَقَ نَبِيًّا مِّنَ الصَّالِحِينَ ﴿١١٧﴾ وَبِرُكْنًا عَلَيْهِ وَعَلَى اسْحَقَ
وَمِنْ ذُرِّيَّتِهِمَا مُحْسِنٌ وَظَالِمٌ لِّنَفْسِهِ مُبِينٌ ﴿١١٨﴾

اور ہم نے ابراہیم کو بشارت دی اسحق نبی کی جو صالحین میں سے تھے اور ابراہیم پر برکت نازل کی اور اسحاق پر اور ان دونوں کی اولاد میں بعض تو نیکو کار ہیں اور بعض نافرمان اپنی جانوں پر صریحی تسلیم کر لے والے۔

حضرت اسماعیلؑ کی ولادت سے چودہ برس بعد حضرت اسحقؑ پیدا ہوئے۔ ان کی اولاد میں جہاں بکثرت انبیاء پیدا ہوئے وہاں ان سے بھی زیادہ کرشم اور ظالم لوگ ہوئے۔ حضرت اسحقؑ کے بیٹے حضرت یعقوبؑ تھے۔ انہی کا نام اسرائیل (بندہ خدا) ہے۔ انہی کی اولاد بنی اسرائیل کہلاتی ہے۔

وَلَقَدْ مَنَّا عَلَىٰ مُوسَىٰ وَهَارُونَ ﴿١١٩﴾ وَبَجَيْنَهُمَا وَقَوْمَهُمَا مِنَ الْكَرْبِ
الْعَظِيمِ ﴿١٢٠﴾ وَنَصَرْنَاهُمْ فَكَانُوا هُمُ الْغَالِبِينَ ﴿١٢١﴾ وَآتَيْنَهُمَا الْكِتَابَ
الْمُسْتَبِينَ ﴿١٢٢﴾ وَهَدَيْنَهُمَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ ﴿١٢٣﴾ وَتَرَكْنَا عَلَيْهِمَا
فِي الْآخِرِينَ ﴿١٢٤﴾ سَلَّمَ عَلَىٰ مُوسَىٰ وَهَارُونَ ﴿١٢٥﴾ إِنَّا كَذَلِكَ نَجْزِي
الْمُحْسِنِينَ ﴿١٢٦﴾ نَهْمَا مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِينَ ﴿١٢٧﴾

ہم نے موسیٰ و ہارون پر بہت سے احسانات کیے اور ان دونوں اور ان کی قوم کو سخت مصیبت سے بچا

اور ہم نے ان کی مدد کی تو آخر یہی لوگ غالب رہے اور ہم نے ان دونوں کو ایسی کتاب عطا کی جس کے مطالب بہت واضح ہیں (قدرت) اور دونوں کو سیدھی راہ کی ہدایت کی اور بعد میں آنے والوں میں ان کی ذکر خیر باقی رکھا۔ سلام ہو موسیٰ و ہارون پر۔ ہم ان کی کرلے والوں کو بول ہی جزائے خیر دیتے ہیں۔ وہ دونوں ہم سے ایسا نماز بندوں میں سے تھے۔

موسیٰ اور ہارون پر بھی بڑا احسان خدا کا یہ تھا کہ ان کو اور ان کی قوم بنی اسرائیل کو فرعون کے ظلم سے نجات دی اور اس ظالم قوم پر ان کو غلبہ عطا فرمایا۔ کتاب توریت جو حضرت موسیٰؑ کو دی تھی اس میں تمام احکام نہایت واضح طریق سے بیان کیے گئے تھے مگر باوجود اس کے بنی اسرائیل نے ان میں اتنا اختلاف کیا کہ ان کے اکثر فرقے بن گئے۔ کتنا بڑا مرتد ہے ان انبیاء کا جن پر خدا کا سلام ہو۔ اور جن کو خدا اپنے مومن بندوں میں شمار کرے۔

وَإِنَّا إِلَيَّاسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِينَ ﴿١٢٨﴾ إِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ أَلَا تَتَّقُونَ ﴿١٢٩﴾ أَتَدْعُونَ
بَعْلًا وَتَذَرُونَ أَحْسَنَ الْخَالِقِينَ ﴿١٣٠﴾ اللَّهُ رَبُّكُمْ وَرَبُّ آبَائِكُمُ الْأَوَّلِينَ ﴿١٣١﴾
فَكَذَّبُوهُ فَأَنَّهُمْ لَمَحْضَرُونَ ﴿١٣٢﴾ إِلَّا عِبَادَ اللَّهِ الْمُخْلَصِينَ ﴿١٣٣﴾ وَتَرَكْنَا
عَلَيْهِ فِي الْآخِرِينَ ﴿١٣٤﴾ سَلَّمَ عَلَىٰ إِيَّاسَ ﴿١٣٥﴾ إِنَّا كَذَلِكَ نَجْزِي
الْمُحْسِنِينَ ﴿١٣٦﴾ إِنَّهُ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِينَ ﴿١٣٧﴾ وَإِنَّا لَوَطَّاءِمْنَ الْمُرْسَلِينَ ﴿١٣٨﴾
إِذْ نَجَّيْنَاهُ وَآهْلَهُ أَجْمَعِينَ ﴿١٣٩﴾ إِلَّا عَجُوزًا فِي الْغَابِرِينَ ﴿١٤٠﴾ ثُمَّ دَمَرْنَا
الْآخِرِينَ ﴿١٤١﴾ وَإِنَّا لَنَمُوتُونَ عَلَيْهِمْ مُّصْبِحِينَ ﴿١٤٢﴾ وَبِالْبَيْلِ أَفَلَا
تَعْقِلُونَ ﴿١٤٣﴾

ایس بھی رسولوں میں سے تھے۔ جب انہوں نے اپنی قوم سے کہا تم احسن الخالقین خدا کو چھوڑ کر بے ل (نام بت)

کی عبادت کرتے ہو۔ اللہ تمہارا بھی رب ہے اور تمہارے باپ دادا کا بھی۔ انہوں نے اس کو جھٹلایا۔ یہ لوگ یقیناً (جہنم میں) گرفتار کیے جائیں گے مگر جو اللہ کے مخلص بندے ہیں وہ محفوظ رہیں گے اور ہم نے ان کا ذکر بغیر بعد کے آنے والوں میں باقی رکھا اور سلام ہو الیاس والوں پر۔ اور ہم انہوں کو ایسا ہی بدلہ دیا کرتے ہیں وہ نیک اور ایماندار بندوں میں سے تھے۔ اور قوطی بھی بے شک مرسلین میں سے تھے۔ جب ہم نے ان کو اور ان کے گھر والوں سب کو نہات دی، مگر ان کی بڑھیا (بی بی) پیچھے رہ جانے والوں میں تھی۔ پھر ہم نے باقی لوگوں کو تباہ و برباد کر دیا۔ (اسے اہل مکہ) تم بھی ان پر سے کبھی صبح اور کبھی شام کو گزرا کرتے ہو۔ کیا تم انتخابی نہیں سمجھتے۔

حضرت الیاس بن یاسین حضرت اداون کی اولاد سے تھے۔ یہ اور حضرت خضرؑ دونوں پیغمبر زندہ ہیں۔ مگر لوگوں کی انہوں سے غائب ہیں۔ حضرت خضرؑ کی وفات کے بعد جب بنی اسرائیل کی شرارتیں حد سے بڑھ گئیں تو حضرت الیاسؑ ان کی ہدایت کو سمجھ گئے اس وقت کا بادشاہ کافر تھا اور اس کی رعایا بھی بت پرستی کرتی تھی۔ حضرت الیاسؑ نے سرحد سمجھایا مگر اس پر اثر نہ ہوا۔ بادشاہ کی بی بی کو ایک تابہ کا باغ پسند آیا۔ اس نے عابد کو قتل کوا کے اس باغ پر قبضہ کر لیا۔ اس پر خدا کا غضب نازل ہوا حضرت الیاسؑ نے اسے مذاب خدا سے ڈرایا۔ بادشاہ کو ان پر غصہ آیا۔ اور ان کے در پہلے آزار ہو گیا اور گرفتاری کا حکم دیا۔ مگر آپؑ کی بددعا سے اس کا بیٹا بیمار ہوا۔ وہ اس کے غم میں نہ لگا۔ حضرت الیاسؑ شہر سے نکل کر ایک پہاڑ پر عبادت میں مشغول ہو گئے بادشاہ نے کچھ لوگوں کو شام کے بتوں کے سامنے دُعا سے سخت کے لیے بھیجا تو ان لوگوں سے آپؑ کی ملاقات ہوئی۔ آپؑ نے فرمایا، بادشاہ سے کہو اللہ پر ایمان لائے تو سخت ہوگی۔ جب بادشاہ کو حضرت الیاسؑ کے قیام کی جگہ معلوم ہو گئی، تو اس نے لوگوں کو آپؑ کی گرفتاری کے لیے بھیجا مگر سب آپؑ کی بددعا سے مر گئے۔ آخر اس نے اپنے وزیر کو بھیجا جو ایمان نہ تھا۔ وہ بھی وہیں رہ گیا۔ غرض اس کا بیٹا بھی مر گیا۔ اس کے بعد سخت قحط آیا۔ جب کئی سال گزر گئے تو حضرت الیاسؑ شہر پر مشہر ہو گئے اور ان سے کہا، تم اپنے بتوں کے سامنے دُعا کرو۔ اگر پانی برس جائے تو اپنے مذہب پر قائم رہو، ورنہ میں اپنے خدا سے دُعا کروں۔ اگر پانی برس جائے تو ایمان لے آنا۔ ان لوگوں نے اقرار کر لیا۔ بتوں کے سامنے دُعا کی مگر کیا ہوا۔ پھر حضرت الیاسؑ نے دُعا کی تو پانی خوب برسا مگر وہ لوگ ایمان نہ لائے۔ آخر نبی خدا الیاسؑ جی کو اپنا خلیفہ بنا کر وہاں سے نکل گئے اور انہوں نے غائب ہو گئے۔ خدا نے ان پر ایک ایسے بادشاہ کو مسلط کیا جس نے ان کی خوب خبر لی اور بادشاہ اور اس کی بی بی کو قتل کر کے اس باغ میں ڈال دیا۔ جہاں پر بندوں نے ان کا گھسٹ ٹوچ ٹوچ کھا یا یوں خدا نے بے گناہ عابد کے قتل کی سزا ان کو دی۔

سَلَامٌ عَلَىٰ آلِ يَاسِينَ - معترین عامر نے اس سے مراد الیاسؑ ہی لی ہے۔ لیکن شیعہ مفسرین نے لکھا ہے، کہ یہ آل یاسین ہے۔ مگر امام رازی، طبری، اودودہ ہسان نے اس سے آل محمدؐ مراد لی ہے۔ کیونکہ یاسین آخرت کا نام ہے۔ اور قرآن شیعہ میں سے الی عامر۔ تاج یعقوب کی قراءت میں بھی آل یاسین ہے۔ اس کی مریدہ روایت ہے جسے

ایسی اہل حاتم طائی اور ابن مردودہ نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ آل یاسین آل محمدؐ ہیں (وکیف تفسیر وہ مشہور سیوطی، جلد ۵ مطبوعہ مصر منقول از مائشہ قرآن ترجمہ مولانا فرمان علی صاحب)۔ یہ بھی غور کرنا چاہیے کہ الیاسؑ والوں میں کیا ایسی خصوصیت تھی کہ ان پر خدا کا سلام ہو۔ الیاسؑ والوں کا کہیں قرآن میں ذکر نہیں۔ ان کی اولاد میں کوئی نبی بھی نہیں ہوا۔ وہاں یہ کہنا کہ ذکر الیاسؑ میں آل یاسین کے ذکر سے کیا ربط۔ تو یہ جامع القرآن سے پرہیز جائے کہ انہیں الیاسؑ والوں کا تہی محبت کیوں ہے۔ آل محمدؐ سے کیوں نہیں۔

وَإِنْ يُوْنُسَ لِمَنِ الْمُرْسَلِينَ ﴿۳۹﴾ اِذْ اَبَقَ اِلَى الْفُلْكِ الْمَشْحُونِ ﴿۴۰﴾ فَسَاهَمَ فَكَانَ مِنَ الْمُدْحَضِينَ ﴿۴۱﴾ فَالْتَمَعَ الْحَوْتُ وَهُوَ مُلَيَّمٌ ﴿۴۲﴾ فَلَوْلَا اَنَّا كَانَمِنَ الْمُسَبِّحِينَ ﴿۴۳﴾ لَلْبَثْ فِي بَطْنِهَا اِلَى يَوْمٍ يُبْعَثُونَ ﴿۴۴﴾ فَنَبَذْنَاهُ بِالْعَرَاءِ وَهُوَ سَقِيمٌ ﴿۴۵﴾ وَاَنْبَتْنَا عَلَيْهِ شَجَرَةً مِّنْ يَقْطِطِينَ ﴿۴۶﴾ وَاَرْسَلْنَاهُ اِلَى مِائَةِ الْفِ اَوْ يَزِيدُوْنَ ﴿۴۷﴾ فَاٰمَنُوْا فَمَتَّعْنَاهُمْ اِلَى حَٰیۡنٍ ﴿۴۸﴾ فَاسْتَفْتٰهُمْ الرَّبُّكَ الْبَنَاتُ وَلَهُمُ الْبَنُوْنَ ﴿۴۹﴾ اَمْ خَلَقْنَا الْمَلٰٓئِكَةَ اِنَاثًا وَهُمْ شٰهِدُوْنَ ﴿۵۰﴾ اَلَا اِنَّهُمْ مِّنْ اَفْكِهٖمْ لَيَقُولُوْنَ ﴿۵۱﴾ وَلَدَ اللّٰهُ لَا وَاِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴿۵۲﴾ اَصْطَفٰ الْبَنَاتِ عَلٰی الْبَنِيْنَ ﴿۵۳﴾ مَا لَكُمْۤ اَنْ كَيْفَ تَحْكُمُوْنَ ﴿۵۴﴾ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴿۵۵﴾

اور بے شک یونس نبی مرسلین میں سے تھے۔ جب وہ بھاگ کر ایک بھری ہوئی کشتی کے پاس پہنچے، تو اہل کشتی نے قرعہ ڈالا (جو انہی کے نام نکلا) تو یونس نے زک اٹھائی (دربار میں گر پڑے) اور ان کو ایک مچھلی نکل گئی اور یونس اپنے کو ملامت کر رہے تھے۔ اگر یونس خدا کی تسبیح ذکر کرتے تو روز قیامت تک مچھلی کے پیٹ میں رہتے۔ پھر ہم نے ان کو (مچھلی کے پیٹ سے نکال کر) ایک ٹھکے میدان میں ڈال دیا اور وہ بیمار ڈھال ہو گئے تھے۔ ہم نے ان پر (آرام کے لیے) ایک کدو کا درخت آگادیا۔ اور اس کے بعد ہم نے ان کو ایک لاکھ اور کچھ زیادہ آدمیوں کی طرف پیغمبر بنا کر بھیجا تو وہ لوگ ان پر ایمان لے آئے تو ہم نے بھی ایک مدت تک انہیں جہنم سے رکھا۔ اے رسول! ان کفار سے پوچھو کہ کیا نیر سے رب کی بیٹیاں ہیں اور ان لوگوں کے بیٹے ہیں (کیا واقعی) ہم نے فرشتوں کو عورتیں بنایا۔ تو کیا یہ لوگ اس وقت موجود تھے۔ آگاہ ہو یہ لوگ اپنے دل سے گڑبگڑ کر کسی باتیں بناتے ہیں کہ خدا اولاد والا ہے اور یہ لوگ یقیناً جھوٹے ہیں۔ کیا اللہ بیٹوں کو بیٹیوں پر ترجیح دی ہے۔ نہیں کیا (خطب) ہو گیا ہے، تم لوگ (بیٹھے بیٹھے) کیسا فیصلہ کرتے ہو کیا تم اتنا بھی غور نہیں کرتے۔

حضرت یونس کا ذکر سورۃ انبیاء میں اور سورۃ یونس میں بھی ہے۔ یہ ارض دنیا پر ہدایت کے لیے بھیجے گئے تھے۔ یہ لوگ کافر و مشرک تھے۔ حضرت نے ان کو بت پرستی سے روکنے اور خدا پر ایمان لانے کے متعلق بہت کچھ کھایا مگر ان پر کوئی اثر نہ ہوا۔ حضرت یونس نے قوم کو خبر دی کہ تیسرے دن عذاب آجائے گا۔ تیسرا دن آنے سے پہلے ہی بستی سے نکل گئے۔ تیسرے دن جب عذاب اس قوم کے سر پر آگیا اور انہیں اپنی ہلاکت کا یقین ہو گیا تو انہوں نے حضرت یونس کو تلاش کیا۔ وہ نہ ملے۔ آخر اپنے بال بچوں اور جانوروں کو لے کر جنگل میں پہنچے اور روتے پیتے ایمان کا اظہار کیا اور توبہ کی۔ خدا نے رحم کھا کر عذاب کو ہٹا دیا۔

خدا نے عذاب نازل کر کے کا دودھ کیا تھا، ان کو ہلاک کرنے کا مدد نہ تھا۔ حضرت یونس چوتھے دن اس خیال سے بستی کی طرف آئے کہ وہ سب ہلاک ہو گئے ہوں گے۔ جب ان کو چلتا پھرتا دیکھا تو ان کو اس بات پر غصہ آیا کہ قوم مجھے جھوٹا نہ کہے گی۔ اور بڑبڑت کی تو وہی ہوگی۔ وحی کا انتظار کیے بغیر وہاں سے چل دیے۔ دریا کی بہرے سے سفر کرنا چاہا۔ دہانے کنارہ پر پہنچے تو ایک کشتی کچھ مسافروں سے بھری ہوئی تھی۔ جس طرح بنا اس پر چڑھ گئے۔ طرح لے کر کشتی میں وزن زیادہ ہو گیا ہے۔ ڈوبنے کا اندیشہ ہے۔ لہذا ایک آدمی تم میں سے اتر جائے۔ لوگوں نے بھی کہا، ایسا مسلم ہونا ہے کہ کوئی غلام اپنے آقا کا خوف ان کی کربا کا ہے۔ الغرض قرعہ ڈالا گیا تو حضرت یونس کا نام نکلا۔ کشتی والوں نے انہیں پھر مدد دیا۔ فوراً ایک مچھلی نے ان کو نگل لیا۔ تین روز تک اس کے پیٹ میں بیٹھ ہی گئے۔

ہے۔ بعض روایات میں ہے کہ یونس کے پیٹ میں ہے۔ اگر تسبیح ذکر کرتے تو وہی مچھلی ان کا مقبرہ بن جاتی اور قیامت تک کے لیے بن جاتی۔ جب تک خدا مچھلی نے ان کو آگاہ اور زمین پر آئے تو فوراً قدرت نے کدو کا درخت وہاں آگادیا۔ اس کی سیل میں خصوصیت ہے کہ پتہ چوڑا ہوتا ہے وہ سرے اس پر کھتی نہیں بیٹھتی۔ چوکر ان کا بدن مچھلی کے پیٹ میں رہنے کی وجہ سے نہایت ختم ہو گیا تھا لہذا دھوپ برداشت نہیں کر سکتا تھا اور نہ کبھی میٹھے کی تاب ہی لاسکتا تھا۔ اسی لیے قدرت کی طرف سے ایسا انتظام ہوا۔ یقیناً اس بل کرکتے ہیں جس کا پتہ چوڑا ہوا اور بڑا مچھلی لگے۔ جیسے کدو، تربوز وغیرہ۔ ممکن ہے تربوز ہو اور اس کو کھایا ہی ہو۔

وہاں سے پھر قوم کے پاس آئے اور اس کو ہدایت کرتے رہے۔

آیت ۱۳۷ پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ کیا خدا کو پوری تعداد معلوم نہیں تھی جو یہ فرمایا، ایک ہزار یا اس سے زائد لوگ بستے تھے۔ جواب یہ ہے کہ خدا کو ہر واقعہ تھا۔ مگر عام لوگ جیسا کسی بستی کے متعلق تحقیق کیا کرتے ہیں کہ ایک ہزار یا کچھ زائد لوگ ہوں گے لہذا عرف عام کی بنا پر ایسا کہا گیا۔

آیہ ۱۳۹ کا مطلب یہ ہے کہ لوگ ملائکہ کو اللہ کی لڑکیاں کہا کرتے تھے۔ ہر کسی غضب کی بات تھی۔ اپنے لیے توڑ کے پسند کرنے اور لڑکیوں کو زندہ دنگور کر دیتے اور خدا کے لیے لڑکیاں تجویز کرنا ان کے نزدیک شکی تھا۔ خدا رو بافت کرتے تھے جب ملائکہ کو لڑکیاں بنا کر پیدا کیا تھا تو کیا اس وقت یہ لوگ دیکھ رہے تھے۔ درنہ انہوں نے کیسے کہہ دیا کہ وہ لڑکیوں کی صورت میں ہیں اور خدا کے لیے لڑکیوں کی بجائے لڑکیوں کو پسند کیا ہے۔ یہ لوگ عقل سے کام لیتے ہی نہیں۔

أَمْ لَكُمْ سُلْطٰنٌ مُّبِيْنٌ ﴿۱۵۸﴾ فَاتُّوْا بِكُتُبِكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۱۵۹﴾ وَجَعَلُوْا بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْجَنَّةِ نٰسًا وَلَقَدْ عَلِمْتُ اِنَّهُمْ لَمُحْضِرُوْنَ ﴿۱۶۰﴾ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يُصِفُوْنَ ﴿۱۶۱﴾ اِلَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلِصِيْنَ ﴿۱۶۲﴾ فَاَنْتُمْ وَمَا تُعْبُدُوْنَ ﴿۱۶۳﴾ مَا اَنْتُمْ عَلَيْهِ بِفٰعِيْنَ ﴿۱۶۴﴾ اِلَّا مَنْ هُوَ صَالِ الْجَحِيْمِ ﴿۱۶۵﴾ وَمَا مِثْلًا لَّهٗ مَقَامٌ مَّعْلُوْمٌ ﴿۱۶۶﴾ وَاِنَّا لَنَحْنُ الصّٰقُوْنَ ﴿۱۶۷﴾ وَاِنَّا لَنَحْنُ الْمُسَبِّحُوْنَ ﴿۱۶۸﴾

کیا تمہارے پاس اس کی کوئی ایسی دلیل ہے اگر تم اپنے دعویٰ میں سچے ہو تو اپنی کتاب پیش کرو۔ ان لوگوں کو

خدا اور جنات کے درمیان رشتہ ناطہ قرار دیا ہے (یہ تو) جنات بخبری جانتے ہیں کہ وہ لوگ یقیناً قیامت میں بندوں کی طرح (مختار) حاضر کیے جائیں گے۔ یہ لوگ جو باتیں کیا کرتے ہیں وہ ان سے پاک ہے، مگر خدا کو ناپنے والے بندے ایسا نہیں کہتے۔ غرض تم لوگ خود اور تمہارے مبعوث اس کے خلاف کسی کو بہکا نہیں سکتے۔ مگر اسی کو جو جہنم میں جھوٹا کہلنے والا ہے۔ (فرشتے تو یہ کہتے ہیں) ہم میں سے ہر ایک کو درجہ مقرر ہے۔ ہم تو (اس کی عبادت کے لیے) صف باندھے کھڑے رہتے ہیں اور ہم تو اس کی تسبیح پڑھا کرتے ہیں۔

اگر تم اپنے اس قول میں صادق ہو کہ ملائکہ خدا کی بیٹیاں ہیں اور جنات اور خدا کے درمیان رشتہ ناطہ ہے تو کوئی دلیل پیش کرو۔ یا کوئی ایسی کتاب دکھاؤ جس سے تمہارے قول کی تصدیق ہو۔ خدا کا کوئی رشتہ دار نہیں، فرشتے ہوں یا جنات۔ سب کے بندے ہیں اور ان میں سے ہر ایک اپنے مقام کا جائزہ والا ہے۔ وہ تو اس کی عبادت اور تسبیح کرنے والے ہیں پھر ان سے غلطی رشتہ داری کا کیا تعلق۔

وَإِنْ كَانُوا لَيَقُولُوا ۖ ﴿لَوْ أَلَّ عِنْدَنَا ذِكْرُ مَنْ أَهْلُوهُمْ ۖ لَكُنَّا عِبَادَ اللَّهِ الْمُخَاصِينَ ۖ﴾ فَكُفُّوا بِهِ فَسَوْفَ يَعْلَمُونَ ۚ ﴿١٤٠﴾ وَلَقَدْ سَبَقَتْ كَلِمَتُنَا لِعِبَادِنَا الْمُرْسَلِينَ ۖ ﴿١٤١﴾ إِنَّهُمْ لَهُمُ الْمَنْصُورُونَ ۖ ﴿١٤٢﴾ وَإِنْ جُنَدُنَا لَهُمُ الْغَالِبُونَ ۖ ﴿١٤٣﴾ فَقَوْلَ عَنْهُمْ حَتَّىٰ حِينٍ ۖ ﴿١٤٤﴾ وَابْصُرْهُمْ فَسَوْفَ يُبْصَرُونَ ۖ ﴿١٤٥﴾ اَفَبِعَدَايُنَا يَسْتَعْجِلُونَ ۖ ﴿١٤٦﴾ فَاِذَا نَزَلَ بِسَاحَتِهِمْ فَسَاءَ صَبَاحُ الْمُنْذَرِينَ ۖ ﴿١٤٧﴾ وَقَوْلَ عَنْهُمْ حَتَّىٰ حِينٍ ۖ ﴿١٤٨﴾ وَابْصُرْ فَسَوْفَ يُبْصَرُونَ ۖ ﴿١٤٩﴾ سُبْحَنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُونَ ۖ ﴿١٥٠﴾ وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِينَ ۖ ﴿١٥١﴾ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ۖ ﴿١٥٢﴾

(یہ کفار اسلام سے قبل) کہا کرتے تھے اگر ہمارے پاس چھ لوگوں کا قصہ کسی کتاب خدا میں ہو تو ہم بھی

خدا کے مخلص بندے ضرور ہو جائتے مگر (جب کتاب آئی تو) ان لوگوں نے انکار کیا۔ عنقریب اس کا نتیجہ بھی معلوم ہو جائے گا۔ اپنے خاص بندوں سے ہماری بات سنی ہو چکی ہے کہ ان کی ہماری بارگاہ سے ضرور مدد کی جائے گی اور ہمارا لشکر تو یقیناً غالب ہے گا۔ لے رسول تم ان سے ایک خاص وقت تک منہ پھیر کر رہو۔ اور انہیں دیکھتے رہو۔ عنقریب بیانِ نتیجہ دیکھ لیں گے تو کیا یہ لوگ اپنے عذاب کی جلدی کر رہے ہیں جب عذاب ان کے صحن میں اتر پڑے گا تو جو لوگ ڈرائے جا چکے ہیں ان کی کیسی بُری صبح ہوگی۔ ان لوگوں سے ایک خاص وقت تک منہ پھیرے رہو اور دیکھتے رہو کہ یہ لوگ عنقریب اپنا انجام دیکھ لیں گے جو کچھ یہ کہتے ہیں تمہارا پروردگار جو عزت کا مالک ہے ان باتوں سے پاک ہے اور پیغمبروں پر درود و سلام ہو۔ اور محمد کا سزا دار وہ خدا ہے جو تمام عالموں کا رب ہے۔

کفار و مشرکین کا طریقہ یہ رہا ہے کہ جب تک کوئی کتاب آئی وہ سینہ پر ہاتھ مار کر کہتے، جب کتاب آئے گی تو ہم ضرور اس کے احکام پر عمل کریں گے اور خدا کے مخلص بندے بن جائیں گے لیکن جب آئی تو صاف انکار کر بیٹھے اور رسولوں کو ستانے لگے۔ ہم نے اپنے رسولوں سے کہہ رکھا تھا کہ گھبراؤ نہیں تمہاری مدد کی جائے گی اور ہمارا لشکر ہو ایمان والے تمہارا ساتھ ہوں گے۔ وہ ان پر ضرور غالب آئیں گے۔ یعنی اگر بزور طاقت و قوت ان کو زیر نہ بھی کر سکیں گے تو ان کی اخلاقی برتری ان کو ذلیل کر کے رہے گی۔

لے رسول، تم ان سے کچھ نہ کہو ان سے بالکل علیحدہ رہو اور جو کچھ یہ کرتے ہیں کہنے دو۔ عنقریب ان کو پتہ چل جائے گا کہ ان کی سرکشی کا نتیجہ کیا ہو گا۔ یہ تم سے ہمارے عذاب کے متعلق جلدی کیا کرتے ہیں، انہیں کیا خبر کہ جب ان پر ہمارا عذاب نازل ہو گا تو ان کی صبح جس میں یہ ٹوٹ مار کر بچتے ہیں کیسی بُری صبح بن جائے گی۔ اور اس وقت ان کی کچھ کچھ نہ رہے گی۔ تم ان کی طرف سے منہ پھیرے رہو پھر جو کچھ ہو گا اُسے تم بھی دیکھو گے اور یہ بھی دیکھیں گے۔ یہ لوگ جو خدا کے متعلق افتراء اڑا رہے ہیں کہنے دو۔ خدا کی عزت و جلال میں ان سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ وہ تو ہر عیب کے مالک ہیں۔

سُورَةُ ص مَكِّيَّةٌ ۳۸

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

ص وَالْقُرْآنِ ذِی الذِّکْرِ ۱ بَلِ الَّذِينَ كَفَرُوا فِي عَذَابٍ وَشَقَاقٍ ۲
 كَرَّمْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ مَنْ قَرْنَ فَنَادُوا وَلَاتَ حَیْنٍ مَنَاصٍ ۳
 وَعَجَبُوا أَنْ جَاءَهُمْ مُنْذِرٌ مِنْهُمْ وَقَالَ الْكَافِرُونَ هَذَا سِحْرٌ
 كَذَّابٌ ۴ أَجَعَلَ الْإِلَٰهَ الْهَآؤَ وَاحِدًا إِنَّا هَذَا شَيْءٌ عَجَبٌ ۵
 وَأَنْطَلَقَ الْمَلَأُ مِنْهُمْ عَنِ امْشُوا وَاصْبِرُوا عَالِ الْهَتِكُمْ إِنَّا هَذَا
 شَيْءٌ يُرَادُ ۶ مَا سَمِعْنَا بِهَذَا فِي الْمِلَّةِ الْآخِرَةِ إِنَّا هَذَا إِلَّا
 اخْتِلَاقٌ ۷ وَأُنْزِلَ عَلَيْهِ الذِّكْرُ مِنْ بَيْنِنَا بَلْ هُمْ فِي شَكٍّ مِنْ
 ذِكْرِهِ بَلْ لَمَّا يَنْفُو عَذَابٌ ۸ أَمْ عِنْدَهُمْ خَزَائِنُ رَحْمَةِ رَبِّكَ
 الْعَزِيزِ الْوَهَّابِ ۹ أَمْ لَهُمْ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَٱلْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا فَذُكِّرُوا
 فَلَیْزُتَّقُوا ۱۰ جُنْدٌ مَّا هَٰؤُلَآءِ مَهْزُومٌ مِّنَ الْخَزَابِ ۱۱

ص ۱ - نصیحت کرنے والے قرآن کی قسم (تم برحق ہو) مگر یہ کفار (خواہ مخواہ) تکبر اور ملوث ہیں
 (اندھے ہوئے) ہیں۔ ہم نے ان سے پہلے کتنے گروہ ہلاک کر دیے تو (عذاب کے وقت) یہ لوگ پیسین

اٹھیں گے مگر چھوٹا کاسے کا وقت ہی نہ ہے گا اور ان لوگوں نے اس بات پر تعجب کیا کہ ان میں بگا
 ڈرانے والا پیغمبر ان کے پاس آیا۔ کافر لوگ کہنے لگے، یہ تو بڑا پکا اور جھوٹا جادو گر ہے۔ اس نے تمام
 مہمودوں کو (علیہم السلام) ایک ہی مہمود قائم کر رکھا ہے، یہ تو یقیناً ایک بڑی تعجب خیز بات
 ہے۔ ان میں سے چند سردار مجلس وعظ سے یہ (کہہ کر) چل کھڑے ہوئے کہ یہاں سے چل دو اور اپنے
 مہمودوں کی عبادت پر جمے رہو۔ یقیناً اس میں اس کی کوئی غرض ہے۔ ہم نے تو یہ بات کچھ دینی
 میں کبھی نہیں سنی (ہو نہ ہو)۔ یہ ان کی من گڑھت ہے۔ کیا ہم میں بس (محمد اس قابل تھے کہ) اسی پر
 قرآن نازل فرمایا۔ بات یہ ہے کہ ان کو میرے کلام پر شک ہے کہ میرا یہ یا نہیں۔ کہ انہوں نے
 ابھی تک عذاب کے متھے ہی نہیں چمکے (اس وجہ سے یہ شرارت کر رہے ہیں)۔ کیا لے رسول تھا سے
 زبردست فیاض رب کی رحمت کے خزانے ان کے پاس ہیں یا سارے آسمان اور زمین اور ان دونوں
 کے درمیان کی سلطنت ان ہی کے لیے خاص ہے۔ تب ان کو چاہیے کہ تے یا سیر عیال لگا کر آسمان
 پر چڑھ جائیں اور انتقام کریں۔ اے رسول۔ ان پیغمبروں کے ساتھ جھگڑا کرنے والے گروہوں میں سے
 تمہارے مقابلہ میں ایک چھوٹا سا گروہ ہے۔ جو اس جگہ شکست کھانے والا ہے۔

یہ آیات کفار قریش کے متعلق ہیں جو غرور و تکبر میں چھکے ہوئے خواہ مخواہ حضرت کے دشمن بن گئے تھے۔ کیا
 انہیں یہ پتہ نہیں کہ ہم نے اس سرکشی کی بنا پر ان سے پہلے کتنی قوموں کو ہلاک کر ڈالا ہے۔ لیکن ان کے سمجھنے سے بھی
 کیا ہوتا ہے، نہات پانے کا وقت تو گزر گیا۔ یہ اس غیظ میں مبتلا ہیں کہ انہی میں سے ایک شخص کو جو امیر کبیر نہیں
 پیغمبر ہی بل کیسے گئی، یہ شخص بڑا جھوٹا جادو گر ہے۔ یہ کیسی عجیب بات ہے کہ ہم کو بہت سے مہمودوں کی عبادت سے
 روک کر ایک ان دیکھنے خلی کی عبادت کی طرف لانا چاہتا ہے۔ جو ان میں قوم کے سردار تھے، کہنے لگے یہاں سے
 چل دو۔ اس کی کوئی بات نہ سنی (ہی کسی ذاتی غرض کی وجہ سے ایسا کر رہا ہے)۔ ہم نے اپنے سے پہلے لوگوں سے
 بھی ایسی بات نہیں سنی۔ یہ من گڑھت بات نہیں تو اور کیا ہے۔ ساری قوم میں ایک محمد ہی ایسا شخص نظر آیا جسے
 پیغمبر بنا کر بھیجا گیا۔

حقیقت یہ ہے کہ جب حضرت حمزہ ایمان لے آئے تو قریش میں ہل چل مچ گئی۔ قریش کے ممتاز لیبیڈ
 ابوہل، عقبہ، شعیبہ، ہشام اور عاص ایک روز حضرت ابوطالب کے پاس آئے اور کہنے لگے، اے ہمارے سردار
 ہم آپ کے پاس فریاد لے کر آئے ہیں۔ آپ کے بھتیجے محمد نے غضب کیا کہ ہمارے بھتیجوں کو بڑا کہتا ہے اور ان کی
 سخت قویوں کو مارتا ہے۔ ہماری عقلوں کو داہی بناتا ہے۔ ہمارے غفلتوں کو بوقوف کہتا ہے۔ ہمارے بوقوفوں
 کو اپنے دین میں لے لیتا ہے۔ اس نے ہمارے دین میں شرف و ڈال دیا ہے جس نے ہمارے راحت و آرام میں

وَاحِدَةً فَقَالَ أَكْفَلْنِيهَا وَعَزَّنِي فِي الْخِطَابِ ۖ قَالَ لَقَدْ ظَلَمَكَ بِسُؤَالِ نَعَجْتِكَ إِلَىٰ فَعَاجِلِهِ ۚ وَإِنَّ كَثِيرًا مِّنَ الْعَنُطَاءِ لَيَبْنِي بَعْضُهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَقَلِيلٌ مَّا هُمْ ۚ وَظَنَّ دَاوُدُ أَنَّمَا فَتَنَّاهُ فَاسْتَغْفَرَ رَبَّهُ وَخَرَّ رَاكِعًا ۚ وَأَنَابَ ۖ فَغَفَرْنَا لَهُ ذَٰلِكَ ۚ وَإِنَّ لَهُ عِندَنَا لَزُلْفَىٰ وَحُسْنَ مَّآبٍ ۖ

اے رسول، ہمارے بندہ داؤد کو یاد کرو جو بڑے قوت والے اور ہماری طرف بڑی رجوع کرنے والے تھے۔ ہم نے پہاڑوں کو بھی ان کا تابعدار بنا دیا تھا، جو صبح و شام ان کے ساتھ تسبیح کرتے تھے اور پرند بھی (یاد خدا کے وقت) سمٹ آتے تھے۔ اور ان کے منہاں بردار تھے۔ اور ہم نے ان کی سلطنت کو مضبوط کر دیا اور ہم نے ان کو حکمت اور مقدمات کی فیصلہ کی نعمت عطا کی اے رسول، کیا تم تک ان دعویداروں کی بھی خبر پہنچی ہے کہ جب وہ حجرہ (عبادت) کی دیوار بچاؤ پڑے اور جب داؤد کے پاس آکھڑے ہوئے تو وہ ان سے ڈر گئے۔ انہوں نے کہا، آپ ڈر گئے لیکن ہم دونوں ایک مقدمہ کے فریقین ہیں۔ ہم میں سے ایک نے دوسرے پر زیادتی کی ہے پس ہمارے درمیان ٹھیک ٹھیک فیصلہ کر دیجئے۔ اور ہمیں سیدھی راہ دکھائیے (مقدمہ یہ ہے کہ) یہ میل بھاتی ہے جس کے پاس خانوے و دنیاں ہیں اور میرے پاس صرف ایک ڈبہ ہے۔ یہ کہتا ہے یہ ڈبہ بھی کوئے دو اور بات چیت میں مجھ پر سختی کرتا ہے۔ داؤد نے (غیر ماعلیٰ سے پوچھے) کہہ دیا کہ جو تیری ڈبہ مالک کو اپنی ڈبہوں میں ملانا چاہتا ہے تو یہ تجھ پر ظلم کرتا ہے اور اکثر شرکاء کی یہی حالت ہے کہ ایک دوسرے پر ظلم کیا کرتے ہیں مگر جن لوگوں کے ایمان قبول

کیا اور نیک عمل کیے (وہ ایسا نہیں کرتے) اور ایسے لوگ بہت کم ہیں۔ (یہ سن کر) دونوں پل دیئے۔ اب داؤد نے سمجھا کہ ہم نے ان کا امتحان لیا تھا۔ پس وہ اپنے پروردگار سے بخشش کی دعا مانگنے لگے اور سجد میں گر پڑے اور ہماری طرف رجوع کی۔ ہم نے ان کی یغزش منافی محرومی اور اس میں شک نہیں کہ ہماری بارگاہ میں ان کا تقرب اور اچھا انجام ہے۔

ذَٰلِكَ مَعْنَىٰ هِيَ عَاقِبَةُ جَنَابِ دَاوُدَ كِي عَاقِبَتِهَا كَالْأَمْرِ كِي طَرِيقَةٍ سَهْوًا - اَوَّلُ يَكُ انْهَوِيَ جَاوِلَتِ كَقَتْلِ كِيَا - دَوْرُ عِبَادَتِ كِي عَاقِبَتِهَا كِي كَرُوهُ نَصْفِ شَبَكٍ بَعْدَ مَبْعَثِ بَلَدِ عِبَادَتِ الْهَيِّ مِثْلُ مَشْغُولِ رَهْتِ تَحْتِ - مَقْدَمَاتِ كِي مَبْعَدِ كَرْنِ كِي عَاقِبَتِهَا كِي انْ مِثْلُ زِيَادَةِ مَقِي - مَبْعَثِ شَمِ تَحْتِ بَلَدِ مَقْدَمَاتِ فَيَسِلُ كَرْتِ رَهْتِ تَحْتِ -

آؤاب کے معنی ہیں خدا کی طرف بڑے رجوع کرنے والے تھے۔ وہ اپنا وقت زیادہ تر تسبیح الہی میں گزارتے تھے تو ان کے ساتھ پہاڑ بھی تسبیح کرتے تھے اور پرندے بھی ان کے پاس جمع ہو جاتے تھے۔ اس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے۔ خدا نے ان کو علم عطا فرمایا تھا، خصوصاً قضایا فیصلہ کرنے کا علم۔ ایک دن جبکہ وہ محراب عبادت میں مشغول تسبیح تھے کہ دو شخص دیوار بچاؤ کر رہے تھے۔ جناب داؤد ڈر گئے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ بلا اجازت دیوار بچاؤ کر رہے تھے ایک بادشاہ وقت کے پاس اس طرح گستاخانہ انداز میں دوسرا نہیں آسکتا۔ جب انہوں نے اپنا مقصد پیش کیا تو حضرت داؤد نے بغیر مدعا علیہ کا بیان سننے فیصلہ کر دیا۔ بہت سے لوگ اس کو داخل گناہ سمجھتے ہیں لیکن خود کیا مانتے تو وہ داخل معصیت نہ تھا۔ کیونکہ مدعا علیہ کے سامنے یہ بیان تھا۔ اس کا خاموش دہنا اور کوئی جوابی تقریر نہ کرنا اس کی دلیل تھا کہ اس نے مدعی کے بیان کو سچ مان لیا تھا۔ دوسرے مدعی یہ نہیں کہہ سکتا تھا کہ اس نے میری ڈبہ جو مجھے چھین لی ہے بلکہ یہ کہہ سکتا کہ وہ میری ڈبہ بھی مالک ہا ہے۔ اس بنا پر جب کوئی امر صرف زبان تک محدود ہو تو اس کو سمجھانے تک ہی رکھنے کی ضرورت تھی، کسی حکم کو صادر کرنے کی نہیں۔

وَظَنَّ دَاوُدُ أَنَّمَا فَتَنَّاهُ - (داؤد نے سمجھا ہم نے انہیں امتحان میں ڈالا ہے) - بَعْضُ مَفْسُومِ نَظَرِ اس آیت کا مضمون اور یا کے قصبہ سے ہا لگا یا ہے۔ اور توحید سے یہ غلط واقعہ نقل کر دیا۔ کہ اور یا ایک سپاہی تھا اور اس کی بی بی بڑی حسین تھی۔ اس زمانہ میں قاعدہ یہ تھا کہ اگر کسی کی بی بی کسی کو پسند آتی تھی تو وہ اس کو اس عورت کے شہر سے مانگ لیتا تھا۔ حضرت داؤد نے ایک روز اور یا کی بی بی کو دیکھا تو اس کو پسند آیا۔ اور یا نے انکار کیا۔ حضرت داؤد خاموش ہو گئے۔ لیکن اس عورت کا عشق اس حد تک پہنچ گیا کہ انہوں نے اور یا کو ایک جنگ پر بھیجا اور لوگوں سے کہہ دیا کہ اسے ایسے شخص کے مقابل بھیجنا کہ وہ اسے قتل کر دے۔ جب اس کے قتل کا حال معلوم ہوا تو آپ نے اس کی بی بی کو اپنی زوجیت میں لے لیا۔ دوسرے جو محراب عبادت میں آتے تھے وہ اس واقعہ پر متنبہ نہ ہوئے۔ کوئی بادشاہ ہو۔ تمہارے قبضہ میں بہت سی بی بی ہیں پھر تم ایک شخص کے پاس ایک عورت نہیں دیکھ سکتے۔ چنانچہ جب حضرت داؤد نے اس امتحان کو سمجھا تو سجد میں گر پڑے اور خدا سے مغفرت

کی دعا مانگی۔ ایک دو نہیں ایسے بہت سے واقعات قربت میں درج ہیں جو یہودیوں نے اپنی طرف سے اضافہ کر دیئے ہیں۔ اور مسلمانوں نے بے تامل اپنی تفسیر میں درج کر دیئے اور قطعاً اس کا لحاظ نہیں کیا کہ ایسے واقعات سے عصمتِ انبیاء پر کسی کاری ضرب لگتی ہے۔ کیا وہ شخص نبوت کے قابل ہو سکتا ہے جو ایک شخص کو اس بنا پر قتل کر دے کہ وہ اس کی بی بی پر قبضہ کرنا چاہتا تھا۔

سوال یہ ہے کہ اگر یہ واقعہ درج تھا تو پھر داؤدؑ انہیں دھوکے دے کر نماز کے سوا چالیس روز تک مسجد سے سر نہ اٹھایا اور اتنا دھوکہ دے کہ وہ انہیں اس سے تر ہو گئی اور اس پر برسرِ وگ آیا۔ جواب یہ ہے کہ اسے شہیدِ اہلِ نبیؑ کی نفوذ کو بھی لگا کر سمجھتے تھے۔ عام آدمیوں میں اور انبیاء کے احساسِ عہدیت میں زمین و آسمان کا فرق ہوتا ہے۔ دونوں فرشتوں کے واقعہ کو اور ایک واقعہ سے کوئی تعلق نہیں۔ چونکہ خدا نے ان کو علم و فضل و خطاب عطا فرمایا تھا لہذا یہ امتحان تھا اس کا کہ وہ تقضایا فیصل کرتے وقت کہاں تک اس علم سے کام لیتے ہیں جو ہم نے ان کو دیا ہے۔

اب رہا اوریا کا معاملہ۔ اگر جنگ میں اس کے مارے جانے کے بعد اس کی دل شکستہ عورت کو تسکین دینے کے لیے حضرت داؤدؑ نے شادی کر لی تھی تو یہ کوئی گناہ نہ تھا بلکہ ایک بیوہ عورت کی دلجوئی کی بنا پر امرِ خیر تھا۔ اس جابرِ جنابِ علیہ السلام نے اپنے اہلِ سلطنت میں یہ اعلان کر دیا تھا کہ جو کوئی حضرت داؤدؑ کا حقہ، حقہ خواتین کی طرح بیان کرے گا اس کو ایک ساٹھ دھڑے لگاؤں گا۔ عرض اوریا کا حقہ فصلِ افزا پر ادا ہوتا ہے۔ بھلا اللہ شیعہ مفسرین نے اس حقہ کو اپنی تفسیروں میں کہاں بگڑا نہیں دی۔

ایک مفسر صاحبِ تحریر فرماتے ہیں کہ اس زمانہ کی رسم کے مطابق حضرت داؤدؑ نے اوریا سے اس کی بی بی کی بھی منہی، لیکن جب اس نے انکار کر دیا تو خاموش ہو گئے لیکن جب وہ جنگ میں مارا گیا تو اس کی بی بی نے شادی کرنا کوئی گناہ نہ تھا۔ سوال یہ ہے کہ اگر اس زمانہ میں ایک شخص کسی دوسرے کی بی بی مانگ سکتا تھا تو ایک جی کے لیے کہاں تک زیارت تھا کہ اس رسم پر کی پابندی کرے۔ کسی کو کسی کی بی بی مانگنے کا کیا حق تھا۔ نبی تو رسم پر دشمنانے کے لیے آئے ہیں نہ کہ رسم پر کوبھالانے کے لیے۔

ایک صاحبِ تحریر فرماتے ہیں کہ دونوں فرشتوں کے مقدمہ کا فیصلہ اس کے ثبوت میں ہے کہ حضرت داؤدؑ نے اوریا سے اس کی بی بی کو مانگا ضرور تھا۔ ورنہ ان کی تنبیہ کے لیے دونوں فرشتے ایک فرضی قصہ بنا کر کیوں آئے تھے۔ جواب یہ ہے کہ اگر خدا کی طرف سے حضرت داؤدؑ کو تقضایا فیصل کرنے کا علم دیا گیا تھا لہذا اس کا امتحان لینا بھی ضروری تھا۔ بیوک عام طور پر قاعدہ ہے کہ جب کسی افسر کو کوئی خدمت سپرد کی جاتی ہے تو بادشاہ یا اس کا نائب یا جانشین ہوتا ہے کہ وہ اس خدمت کو صحیح طور پر انجام دے رہا ہے یا نہیں۔ فصلِ تقضایا کوئی معمولی بات نہ تھی اس میں ذرا سی چوک پر ایک شخص کا حق مارا جاتا ہے۔ پس قدرت کی طرف سے جو امتحان لیا گیا، اس کا اوریا کے واقعہ سے کوئی تعلق نہیں۔ اگر اوریا سے حضرت داؤدؑ نے اس کی بیوی مانگی ہوگی تب تو یہ مقدمہ ضرور ان کی تنبیہ کے لیے ہوتا۔ لیکن جب ان کا مانگنا ہی معتدل و اعتدال ثابت نہیں تو پھر اس واقعہ کو اس واقعہ کا شائبہ نہ بنانا ایک جی کی سخت قرین ہے اور اس کی عصمت پر ڈاک ڈالنا ہے۔ تو یہ سب

مذکورہ روایت کا پایا جانا چاہئے۔ لیکن سند نہیں کہ یہ وہ حرف ہے۔

يٰۤاٰدُۢمُ اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِيْفَةً فِى الْاَرْضِ فَاحْكُم بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعِ الْهَوٰى فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اِنَّ الَّذِيْنَ يَضِلُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ يَّمَسُوْنَ اَيَّوْمَ الْحِسَابِ ۝۲۷

اے داؤدؑ! ہم نے تم کو زمین پر اپنا خلیفہ بنایا پس لوگوں کے درمیان ٹھیک ٹھیک فیصلہ کرو۔ اور خواہش کی پیروی نہ کرو ورنہ خواہش کی پیروی تم کو خدا کی راہ سے بھٹکانے لگی۔ جو لوگ خدا کی راہ سے بھٹکتے ہیں ان کے لیے سخت عذاب ہے کیونکہ وہ روزِ قیامت کو بھلا بیٹھے ہیں۔

انبیاء میں میں ہی ایسے ہیں جن کی خلافت کا ذکر قرآن میں آیا ہے۔ اہلِ حضرت آدم علیہ السلام دوسرے اہلِ علیہ السلام اور تیسرے داؤد علیہ السلام۔ حضرت داؤدؑ کی خلافت کا اعلان اس بات کی دلیل ہے کہ جو الزام لوگوں نے حضرت داؤدؑ پر لگایا ہے وہ قطعاً غلط ہے۔ ورنہ اس کے بعد خلیفہ بنانے کا ذکر بھی نہ ہوتا۔ ایک ایسا شخص جو دوسرے کی بی بی پر خلافِ شرع تاحلن ہو رہا ہے خلیفہ بنانے کے قابل ہو ہی نہیں سکتا۔ نیز حضرت داؤدؑ سے یہ بھی کہا جا رہا ہے۔ کہ خواہش نفسانی کی پیروی نہ کرو ورنہ راہِ راست سے ہٹ جاؤ گے اور اس کی مزاحمت مذاب ہے۔ پس اگر حضرت داؤدؑ نے خواہش نفس کی پیروی کی ہوگی اور یہ سخت گناہ کوٹے تو یہ سننا ان کو ضرور منہی۔ پس معلوم ہوتا کہ ان سے کوئی گناہ چھوٹا یا بڑا سرزد ہوا ہی نہیں۔ اور پھر نبی تو معصوم ہوتا ہے۔

ایک مفسر صاحبِ تحریر فرماتے ہیں، قصور تو ضرور ہوتا۔ لیکن ان کے رشتے اور فریاد کو لے کر بخش دیا گیا۔ واہ سبحان اللہ! اگر انبیاء علیہم السلام ایسے ہی قصور وار ہوتے ہیں تو پھر ان میں اور عام لوگوں میں فرق ہی کیا رہا۔ عجیب بات یہ ہے کہ گناہ جتنے کے بعد خلافت بھی ان کو ملے دی۔

ایک اور مفسر صاحبِ تحریر فرماتے ہیں جیسے حضرت آدم علیہ السلام کو گناہ بخش دینے کے بعد خلافت ملی تھی ایسے ہی حضرت داؤدؑ کو ملی۔ ان کے تائبی سے ثابت ہے ہوا کہ سلمانِ نبوت یا کو معصوم دیکھنا چاہتے ہی نہیں۔ بھلا بتائیے کہاں آدم کا قصور اور کہاں حضرت داؤدؑ کا قصور۔ آدم سے جو کچھ ہوا اس کا اثر صرف ان کی ذات تک تھا لیکن حضرت داؤدؑ سے جو کچھ ہوا تو سب کا ایک ایسے شخص پر جو ان کی رعایا تھا۔ یہ تو دوسرے پر کھانا ظلم تھا۔ داؤدؑ خدا کی طرف سے بادشاہ

ہو کہ اگر ایسا ظلم کر سکتے تھے تو پھر دنیا کا ہر بادشاہ بڑے بڑے ظلم کے بعد اپنی بخشش کا جواز پیش کر سکتا تھا۔

وَمَا خَلَقْنَا السَّمَاءَ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا بَاطِلًا ۚ ذَٰلِكَ ظَنُّ الَّذِينَ كَفَرُوا ۖ فَوَيْلٌ لِلَّذِينَ كَفَرُوا مِنَ النَّارِ ۖ أَمْ يَجْعَلُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ كَالْمُفْسِدِينَ فِي الْأَرْضِ ۚ أَمْ يَجْعَلُ الْمُتَّقِينَ كَالْفُجَّارِ ۖ ۝۳۸
كِتَابٌ أَنْزَلْنَاهُ إِلَيْكَ مُبَارَكٌ لِيَدَّبَّرُوا آيَاتِهِ وَلِيَتَذَكَّرَ أُولُو الْأَلْبَابِ ۝۳۹

ہم نے آسمان و زمین کو اور جو چیزیں ان کے درمیان ہیں بیکار پیدا نہیں کیا۔ یہ ان لوگوں کا خیال ہے۔ جو کافر ہو بیٹھے ہیں تو جو لوگ دوزخ کے منکر ہیں ان پر افسوس ہے۔ تو کیا جو لوگ ایمان لائے ہیں اور عمل صالح کرنے والے ہیں ہم ان کو ان لوگوں کے برابر کر دیں گے، جو گمراہ زمین پر فساد کرنے والے ہیں۔ کیا ہم پر ہیز گاروں کو بدکاروں کے برابر بنا دیں۔ (الحی علیہ السلام)
قرآن جو ہم نے تم پر نازل کیا ہے وہ برکت والا ہے تاکہ لوگ اس کی آیتوں پر غور کریں اور غفلت مند لوگ نصیحت حاصل کریں۔

آسمان اور زمین میں اور جو کچھ ان کے درمیان مخلوق الہی پائی جاتی ہے ان میں سے کوئی چیز بھی خدا نے بیکار پیدا نہیں کی۔ بلکہ اس کا ایک ایک جزء کار خدایہ عالم کی مشین کا ایک گارآمد پڑھ ہے اور ساری مشینیں جس کو اشارہ ہزار عالم کہا جاتا ہے نظام حیات انسانی کے لیے ہی پیدا کی گئی ہے۔ مگر افسوس ہے کہ لوگ اس پر غور نہیں کرتے۔ انہیں سوچتے کہ ہم اپنے نیک بندوں اور فسادی لوگوں کو بھلا ایک حالت میں کیسے رکھ سکتے ہیں۔ اگر بدکاروں کو ہم جہنم رسیدہ کر دیں تو پھر نیک بندے سب برابر ہی نہ ہو جائیں۔ سوچنے کی بات ہے کہ ہم نے قرآن اس لیے نازل کیا ہے کہ اس کی آیات کو لوگ غور سے پڑھیں اور جو غفلت مند ہیں نصیحت حاصل کریں۔

وَوَهَبْنَا لِدَاوُدَ سُلَيْمَانَ ۖ دَنَعْمَ الْعَبْدُ إِنَّهُ أَوَّابٌ ۝۳۹
بِالْعِشِيِّ الصَّغِيَتْ الْجِيَادُ ۝۴۰ فَقَالَ إِنِّي أَحْبَبْتُ حُبَّ الْخَيْرِ عَنْ ذِكْرِ رَبِّي ۖ حَتَّى تَوَارَتْ بِالْحِجَابِ ۝۴۱ رُدُّوهَا عَلَيَّ ۖ فَفُطِّقَ مَسْحًا بِالسُّوقِ وَالْأَعْنَاقِ ۝۴۲ وَلَقَدْ فَتَنَّا سُلَيْمَانَ ۖ وَالْقَيْنَا عَلَىٰ كُرْسِيِّهِ جُنُودًا ثُمَّ أَنَابَ ۝۴۳ قَالَ رَبِّ اغْفِرْ لِي وَهَبْ لِي مُلْكًا لَا يَنْبَغِي لِأَحَدٍ مِّنْ بَعْدِي ۖ إِنَّكَ أَنْتَ الْوَهَّابُ ۝۴۴

ہم نے داؤد کو سلیمان (جیسا بیٹا) عطا کیا (سلیمان) کیا اچھے بندے تھے۔ بے شک وہ ہماری طرف رجوع کرنے والے تھے۔ ایک دفعہ تیسرے پہر کو اسیل گھوڑے ان کے سامنے لائے گئے (وہ دیکھنے میں ایسے اچھے کہ لو اخل میں دیر ہو گئی جب یاد آیا تو) کہنے لگے، میں نے خدا کی یاد پر مال کی الفت کو ترجیح دی یہاں تک کہ آفتاب مغرب کے پردہ میں چھپ گیا تو کہنے لگے، اچھا ان گھوڑوں کو میرے پاس واپس لاؤ۔ جب آئے تو ٹانگوں اور گردنوں پر ہاتھ پھیرنے لگے اور کہنے لگے میرے پروردگار مجھے بخش دے۔ اور ہم نے سلیمان کا امتحان لیا اور ان کے تخت پر ایک بے جان وحش لاکر گرا دیا پھر سلیمان نے میری طرف رجوع کی اور کہا، پروردگار مجھے بخش دے اور مجھے ایسا ملک عطا کر جو میرے بعد کسی کے واسطے شایان نہ ہو بے شک تو بڑا بخشنے والا ہے۔

۱۔ مولانا فرمان علی صاحب مرحوم نے اپنے مترجمہ قرآن پر حضرت سلیمان کے متعلق حسب ذیل ملاحظہ کیا ہے: "حضرت سلیمان اگرچہ ایک عظیم الشان بادشاہ تھے مگر ساتھ ہی نبی بھی تھے۔ دمشق اور یسعیہ کے کفار پر چڑھائی کا ارادہ کیا۔ اس کی تیاری میں عمدہ عمدہ گھوڑے اپنے سامنے طلب کیے جو کسی نے تحفہ بھیجے تھے۔ آپ ان کے دیکھنے میں ایسے منہمک ہوئے کہ آخر وقت ہو جائیں یا دفعتاً پڑھتے تھے ترک ہو گئے اور آفتاب غروب ہو گیا۔ اس کا آپ کو ایسا صدمہ ہوا کہ باوجودیکہ یہ بھی امر عظیم تھا کہ جہاد کے لیے گھوڑے چنے جانے تھے مگر چونکہ اپنے

منشی القیصر عثمان (۲۳) ۲۳۲ مس ۳۸۱

ذاتی شوق کی چیز تھی اس وجہ سے ان تہائی دعاؤں کے ترک ہوجانے کے کفارہ میں آپ نے ان گھوڑوں کی راہ خدا میں قربانی کر دی اور ان کا گوشت فقراء اور مسکین میں تقسیم کر دیا۔

اس بیان پر سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر مستحبات ترک ہو گئے تھے تو خدا سے استغفار کرنا چاہیے تھا نہ کہ ان گھوڑوں کی ٹانگیں اور گردنیں کاٹ ڈالنا، جن کی جہاد کے لیے ضرورت تھی۔ واجب عبادت تو ترک نہ ہوتی تھی بلکہ مستحب و مخالف ترک ہوتے تھے۔ ان کے لیے استغفار کیا جاسکتا تھا

تفسیر صافی ہی بحوالہ من کا یحضر الفقیہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ ایک دن شام کے وقت حضرت سلیمان کے سامنے گھوڑے پیش ہوئے تھے اور وہ ان کے دیکھنے میں مشغول تھے کہ سوچ غروب ہو گیا انہوں نے کہا کہ اے فرشتہ، ہمارے واسطے سوچ کو ٹاڈ کر ہم ٹھیک وقت پر نماز ادا کر لیں۔ چنانچہ سوچ لاٹا دیا گیا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کھڑے ہوئے اور اپنی دونوں پٹیلیوں اور گردن پر مسح کر لیا اور اپنے اصحاب کو جن کی غارت ہوئی تھی ایسا کرنے کا حکم دیا کہ یہ نماز کے لیے ان کا وضو بھی تھا۔ جب نماز سے فارغ ہوئے تو سوچ ڈوب گیا۔

اس سے معلوم ہوتا کہ گھوڑوں کی ٹانگیں اور گردنیں نہیں کاٹی گئی تھیں بلکہ حضرت سلیمان نے اپنی ٹانگوں اور گردن کا مسح کیا تھا۔ غالباً اس زمانہ میں عیسائی طریقہ ہوگا جس کو راوی نے وضو سے تعبیر کیا ہے۔

ایک مفسر نے لکھا ہے کہ جہاں تک الفاظ قرآن سے سمجھا جاتا ہے وہ یہ ہے کہ جب حضرت سلیمان کے سامنے گھوڑے لائے گئے تو فرمایا، یہ مال مجھے پہنچا ہی جڑانی یا اپنے نفس کی خاطر محبوب نہیں بلکہ ان چیزوں سے دلچسپی کو میں اپنے رب کا مکلف بن کر لے کے لیے پسند کرتا ہوں۔ چنانچہ انہوں نے گھوڑوں کی دوڑ کوائی۔ یہاں تک کہ وہ لگاہوں سے اوچل ہو گئے اس کے بعد انہوں نے گھوڑوں کو وہاں بٹلایا اور انہیں وقت کی ٹانگوں اور گردن پر ہاتھ پھیرے گئے۔ اس آیت سے نہ سوچ بیٹھنے کا تعلق ہے نہ گھوڑوں کے کاٹنے کا نہ سلیمان کے مخالف ترک ہونے کا۔

ہم نے آخر کی تفسیر مولانا سرمدی صاحب کی تفسیر تفسیر القرآن سے نقل کی ہے۔ اس میں یہ بات قابل غور ہے کہ گھوڑوں کو اتنا دوڑانا کہ وہ ان کی نظر سے غائب ہو جائیں۔ پھر ان کی واپسی پر ان کی ٹانگوں اور گردنوں پر ہاتھ پھیرنا غیر معمولی باتیں نہیں جن کا کوئی خاص طور سے قرآن میں کیا گیا ہو۔ عام طور پر گھوڑوں کی طاقت مہانچے کے لیے ان کو دوڑانا جاتا ہے اور یہاں سے ان کی ٹانگوں پر ہاتھ بھی پھیرا جاتا ہے۔ یہ امر صرف حضرت سلیمان ہی سے مخصوص نہیں تھا بلکہ یہ معمولی باتوں کو قرآن میں بیان نہیں کرتا۔ اس سوچ کا مجھ پر ہمارے غیر معمولی چیز ہے۔ اور اس زمانہ کی شریعت کے وضو یا عیسائی کا بیان بھی ایک غیر معمولی بات کا انکشاف ہے کیونکہ اسلام میں وضو یا عیسائی کا یہ طریقہ نہ تھا۔

وَأَلْقَيْنَا عَلَى كُرْسِيِّ سُلَيْمَانَ جَسَداً (ہم نے اس کے تخت پر ایک جسد کو ڈال دیا)۔

مولانا ذیشان علی صاحب مرحوم نے حسب ذیل حاشیہ لکھا ہے :

”حضرت سلیمان کے لشکر میں آدمی بھی اگرچہ تھے مگر جنات زیادہ کام کرتے تھے۔ آپ کو ان کی دہلوی کرنا پڑتی تھی اور جنات بخیرے بہت کرتے تھے۔ ایک بار ان کے بے جا تازہ آپ کے سامنے فرمایا۔ میری ستر کی میان

منشی القیصر عثمان (۲۳) ۲۳۵ مس ۳۸۱

ہیں۔ میں سب کے پاس جاؤں تو ستر بیٹھے پیدا ہوں گے۔ مگر اس وقت انشاء اللہ نہیں کہا تھا۔ چلیبر کی اتنی بات بھی شرابی بتوت سے گری ہوئی ہوتی ہے خدا کو ناگوار نہ کرنا۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ سب بی بیوں کے پاس گئے تو صرف ایک بی بی کے لڑکا پیدا ہوا اور وہ مجھ ہی مردہ۔ لوگوں نے اس کو آپ کے تخت پر لگا ڈالا دیا کہ لیجئے یہ وارث آج و تخت ہے۔ اب آپ کو انشاء اللہ دیکھنے کا خیال آیا۔ بادشاہ وہاں ہی توبہ و گریہ و زاری میں مشغول ہوئے تو اس نے درگزر فرمائی۔

قرآن میں یہ واقعہ اہم ترین واقعات میں سے ہے جس کی تفسیر میں مفسرین کا بے حد اختلاف ہے۔ حضرت سلیمان کی بی بیوں کی تعداد میں بھی اختلاف ہے۔ ستر سے سو تک لکھی ہیں۔ یہاں سوال تو یہ ہے کہ ایسا نبی جس کی تعریف و تحسین اَلْعَبْدُ الْمَلِکُ اَکْبَرُ اَکْبَرُ اَکْبَرُ سے کی گئی ہے یعنی بڑی عبادت کو ملے والا، بڑی وجہ کر لے والا۔ اُس نے اتنی کثیر بی بیوں کی بچاؤ کی بیویوں بنائی۔ اس کے علاوہ آپ کے اس فرمانے سے کہ میں اگر سب بی بیوں کے پاس جاؤں تو ستر بیٹھے پیدا ہوں گے، سے معلوم ہوتا ہے کہ اب تک ان کی صحبت سے کنارہ کش تھے پھر ان کو اپنی زوجیت میں لیجئے سے کیا فائدہ تھا۔ تیسرے یہ کہنا صحیح نہیں کہ آپ لا ولد تھے۔ بلکہ دعائوں سے مؤرخین نے آپ کی تین اولادیں لکھی ہیں پھر انشاء اللہ نہ کہنے پر ان کو اتنی سخت سزا کیوں دی گئی کہ متطوع اُسل بنا دیا گیا۔ ایسے سوالات اکثر لوگوں کے دلوں میں پیدا ہوتے ہیں۔ بعض مؤرخین نے لکھا ہے کہ حضرت سلیمان کے دل میں یہ خواہش تھی کہ ان کے بعد ان کا بیٹا جانشین ہو۔ اور آئے والی حکومت انہی کی نسل میں ہے۔ اس چیز کو اللہ نے ان کے حق میں فقط فرما دیا اور ان کا ولیعہد ایسا نالائق و فاجر بن گیا تھا جس کے بچپن صاف پتہ لگتے تھے کہ وہ داؤد اور سلیمان کی سلطنت چار دن و سبھال سکے گا۔ ان کی کوری پر ایک جسد لاکر ڈالے جانے کا مطلب یہ ہے کہ جس بیٹے کو وہ چاہی کر ہی پر بٹھا جاتا ہے تو وہ نالائق تھا تو انہوں نے اپنی اس خواہش کو ترک کیا اور اللہ سے معافی مانگ کر دروغ راست کی کہ جس یہ بادشاہی بھی پر ختم ہو جائے۔ چنانچہ انہوں نے مرتے وقت کسی کے لیے کوئی وصیت نہیں کی۔

ایک مفسر نے لکھا ہے کہ حضرت سلیمان کے اگرچہ سو بی بی تھیں مگر ایک بی بی کو وہ سب سے زیادہ چاہتے تھے۔ ان کی خواہش تھی کہ جو بچہ اس بی بی سے پیدا ہوگا اس کو اپنا جانشین بناؤں گا۔ لیکن ان کی یہ خواہش پوری نہ ہوئی۔ جب اس کی بی بی بچہ پیدا ہوا تو وہ مردہ تھا۔ جو لوگ اس بی بی سے مدد دیتے تھے انہوں نے اس مردہ بچہ کو اٹھا کر تخت پر لا ڈالا۔ اور اذرا و حضر حضرت سلیمان سے کہا، بیٹے یہ ہے آپ کا وارث تخت۔

حضرت سلیمان کے بعد آپ کی سلطنت کئی مقتول میں تقسیم ہو گئی۔

اس کے بعد حضرت سلیمان کی یہ دعا پائی جاتی ہے۔ خداوند! مجھے ایسی حکومت دے جسے میرے بعد میری کو نہ ملے۔

بظاہر اس سے خود غرضی ثابت ہوتی ہے۔ ایک نبی کو ایسا نہ ہونا چاہیے۔ اس کے کئی جواب ہیں۔ اول وہ چاہتے تھے کہ آپ کے لیے کفار و مشرکین کو جو حکومتیں ملیں وہ میری حکومت سے زیادہ نہ ہوں تاکہ انہیں طنزاً نہ کہنے کا موقع نہ ملے کہ تو نبی ہیں مگر ان کا خدا سے زیادہ ہماری حکومت مری ہے۔ دوسرے آپ کی حکومت انسانوں اور جنات پر تھی۔ اور جنات نے آپ کو بے حد پریشان کیا تھا لہذا آپ نہیں چاہتے تھے کہ آپ کے بعد کوئی دوسرا اس پر غالب

میں پہنچے۔

تیسرے آپ کے قبضہ میں انسان، حق، بطور، چاند اور ہوا پر سب مخلوق تھی۔ لہذا آپ چاہتے تھے کہ اس حکومت کی خصوصیت صرف آپ ہی پر ختم ہو اور دنیا میں تاقیام قیامت میری حکومت کی خصوصیت کا چرچا رہے ہر شخص اپنی فضیلت کا خواہاں ہوتا ہے۔

چوتھی بات ایسی حکومت کے متعلق آپ کو یاد دیشہ تھا کہ اگر میرے سو کسی اور کو ملے گی تو ممکن ہے وہ اس کا بوجھ نہ اٹھا سکے اور اپنی طاقت کے بل پر دنیا میں فتنہ و فساد کا سبب بن لے آئے۔

پانچویں بات، حکومتیں دو قسم کی ہوتی ہیں، جو جبر و تشدد سے عامل کی جاتی ہیں اور ان میں ہر قسم کی بدکاریوں کو راہ ملتی ہے۔ دوسرے خدا کی دی ہوئی حکومتیں، جن میں غلط کاریوں کی کوئی طرح روک تھام کی جاتی تھی۔ آپ یہ چاہتے تھے کہ ایسی سلطنت جو مجھے ملی ہے کسی دوسرے ظالم و غاصب کو نہ مل جائے جو کسی سلطنت سے ٹکرائے کہ اسے تباہ و برباد کر دے۔ اور خلق خدا کی تباہی کا باعث ہو۔

فَسَعَّرْنَا لَهُ الرِّیْمَ تَجَرَّى بِأَمْرِهِ رُخَاءَ حَيْثُ أَصَابَ ۝ وَالشَّیْطَانِ
كُلَّ بَنَاءٍ وَوَعَوَّاصٍ ۝ وَآخِرِينَ مُقَرَّبِينَ فِي الْأَصْفَادِ ۝ هَذَا
عَطَاؤُنَا فَامْنُنْ أَوْ أَمْسِكْ بِغَيْرِ حِسَابٍ ۝ وَإِن لَّهِ عِنْدَنَا
لَزُلْفَىٰ وَحَسَنَ مَا يَب ۝ وَادْكُرْ عَبْدَنَا أَيُّوبَ إِذْ نَادَىٰ رَبَّهُ أَنِّیْ
مَسَّنَى الشَّیْطَانُ بِبُصْبٍ وَعَذَابٍ ۝ ارْكُضْ بِرِجْلِكَ هَذَا
مُغْفَسٌ لَّابَرْدٍ وَشَرَابٌ ۝ وَوَهَبْنَا لَهُ أَهْلَهُ وَمِثْلَهُمْ مَعَهُمْ رَحْمَةً
مِّنَّا وَذِكْرًا لِّأُولِی الْأَلْبَابِ ۝ وَخَذْبِیدِكَ ضَعْفًا فَاصْرَبْ یٰلَهُ
وَلَا تَحْنَطْ ۚ إِنَّا وَجَدْنَاهُ صَابِرًا نِّعْمَ الْعَبْدُ ۚ إِنَّهُ أَوَّابٌ ۝

ہم نے ہوا کو ان کا تابع کر دیا کہ جہاں وہ پہنچنا چاہتے تھے ان کے حکم کے مطابق وہ جیسی جگہ جاتی تھی۔

اور وہ (اس طرح) جتنے شیاطین (دیو) عمارت بنانے والے اور غوطہ لگانے والے تھے سب کو تابع کر دیا (اور اس کے علاوہ) دوسرے دیووں کو بھی جو زنجیروں میں جکڑے ہوئے تھے (لے سلیمان) یہ ہماری بے حساب عطا ہے۔ پس (لے لوگوں کو ملے کر) احسان کرو یا (سب) اپنے ہی پاس رکھو اور اس میں شک نہیں کہ سلیمان کی ہماری بارگاہ میں قرب منزلت اور عمدہ جگہ ہے اور (لے رسول) ہمارے خاص بندے ایوب کو یاد کرو جب انہوں نے اپنے رب کے فریاد کی، مجھ کو شیطان نے بہت اذیت و تکلیف پہنچا رکھی ہے تو ہم نے کہا اپنے پاؤں سے زمین ٹھکرا دو (چشمہ نکلا، تو ہم نے کہا) لے ایوب تہا نے نہانے اور پینے کے لیے یہ ٹھنڈا پانی حاضر ہے اور ہم نے ان کے لڑکے بالے اور ان کے ساتھ اتنے ہی اور خاص اپنی مہربانی سے عطا کیے ان کو عقلمندوں کے لیے نصیحت و عبرت قرار دیا۔ ہم نے کہا تم اپنے ہاتھوں میں سینکڑوں کاٹھنڈاؤ اور اس سے اپنی بی بی کو مارو تاکہ اپنی قسم میں مجھوٹے نہ بنو۔ ہم نے ایوب کو صابر پایا۔ وہ اچھے بندے تھے اور ہماری بارگاہ میں ٹھیکنے والے۔

سورہ اسباب میں بھی حضرت سلیمان کے متعلق تسبیح ہو ا کا ذکر ہے لیکن وہاں حاصد یعنی تیز آمدی کا ذکر ہے یہاں دم ہوا کی تسبیح کا ذکر آیا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ہوا اپنی اصل حالت میں تیز تھی لیکن جب حضرت سلیمان کا بحری بیڑا تجارت کے لیے چلتا تھا تو ہوا ان کی خواہش کے مطابق تھی اور جیسی چلنے لگتی تھی۔

شیاطین سے مراد جنات ہیں۔ یہ دو قسم کے تھے۔ ایک وہ جو حضرت سلیمان کے فرماں بردار تھے۔ یہ سماعتیں بندتے تھے اور سمندروں میں غوطہ لگا کر دریائی ڈھانڈھ لگا لے لگاتے تھے۔ دوسرے وہ سرکش جنات تھے جو تھیل یا سکہ نہیں کرتے تھے ان کو زنجیروں میں جکڑ کر دریا میں ڈال دیا جاتا تھا۔

حضرت سلیمان کی اگرچہ بہت بڑی سلطنت تھی۔ وصعت ملکی کے علاوہ ہوا اور جن و غیرہ کو بھی ان کی تسبیح میں ملے دیا گیا تھا۔ خدا ان سے فرماتا ہے، یہ سب ہمارے نزدیک ہے تیری بڑی چیز نہیں جسے چاہو تو وہ ہیں کوئی اعتراض نہ ہو گا اور چاہو تو اپنے پاس ہی رہنے دو ہم اس کے متعلق کوئی حساب تم سے نہیں لیں گے۔

اس کے بعد جناب حضرت ایوب کا قصہ بیان کیا جاتا ہے۔

جناب ایوب کو خدا نے بڑی دولت دی تھی۔ اولاد سے بھی مگر بھرا ہوا تھا۔ ہر وقت بادا ملی میں بسر کرتے تھے۔ قدرت کو ان کا امتحان منظور ہوا کہ آیا یہ تنگدستی اور بیماری میں بھی اسی طرح ہیں یا دیکریں گے یا نہیں۔ چن چن امتحان میں آگئے۔ ساری المک تباہی میں آگئیں اولاد بھی مر گئی اور خود بھی بیمار ہو گئے مگر بسمان اللہ، کیا کہنا ان کے صبر و شکر کا کہ ہر حالت میں صبر و شکر کا دامن ہاتھ سے نہ چھوٹا۔ کسی وقت یا وہ خدا سے غافل نہ رہے۔

آیہ قبلہ میں جو شیطان کے سنانے اور نقصان دینے کا ذکر کیا گیا ہے اس کے یہی معنی نہیں کہ شیطان ان پر مسلط کر دیا ہو بلکہ تھا۔ شیطان پر شیطان کا تسلط نہیں ہوتا۔ جن لوگوں نے یہ روایت گزالی ہے کہ شیطان نے

خدا سے کہا، مجھے ایوب پر مسلط کر دے پھر میں جانوں کہ وہ کیسے صابر و شاکر ہیں۔ پھر انہی خدا نے اس کو مستطاب کر دیا۔ اور اس نے ان کے تمام املاک تباہ کر دیئے اور گھر کی چھتیں گرا کر ان کی اولاد کو مار ڈالا۔ اور ان کو ایسا بیمار ڈالا کہ ان کے بدن میں معاذ اللہ کڑے پڑ گئے۔ اور سب والوں نے معجزے کو کفر قرار دیا۔

ایسے لوگوں نے جنت کو پہچانا ہی نہیں۔ شیطان نے وعدہ کیا تھا کہ میں تیرے منہ میں نندوں پر غلبہ حاصل نہ کروں گا۔ اور یہاں ایک معصوم نبی کو اپنے پنجہ میں دبا دے ہوئے جو چاہتا ہے کہ رہا ہے۔ اس روایت سے تو خدا پر یہ الزام عاید ہوتا ہے کہ اس نے اپنے ایک مومن کو اپنے ایک دوست پر کیوں مسلط کر دیا۔ کیا شیطان ایسا مغرب بالا و ایزدی تھا کہ خدا کو اس کی خاطر ایسی سزا پہنچائی کہ اس کو ہر کام کرنے کی اجازت دے دی۔ یہ سب خرافات ہے۔ مفسرین نے تورات سے لے کر غلط سلطہ جو چاہا لکھ دیا ہے۔ نہ صحیح روایت تلاش کرتے ہیں نہ عقل سے کام لیتے ہیں۔ جہاں جو روایت دیکھی لکھ دی۔ ایک بنی کامن اور اس میں کچھ بڑا، کھنڈے والوں سے خدا ہی کہے۔

حضرت ایوب نے ہوشیاریت شیطان کی کی ہے۔ اس کا مسلط نہیں کر مجھے شیطان نے بیماری میں مبتلا کر دیا ہے۔ یا یہ اور قسم کے معاصی نازل کر دیئے۔ بھلا اس کا مطلب یہ ہے کہ جس تکلیف و آلام میں میں مبتلا ہوں اس پر مزید ایک تکلیف یہ ہے کہ شیطان مختلف و بول میں آکر مجھے بہلانا چاہتا ہے اور لوگوں کے دلوں میں دوسرے خالی کر کے ان کی نظر میں محسوس ثابت کرتا ہے۔ مجھے اپنے رب کی رحمت سے یائس بنانے کی کوشش کرتا ہے تاکہ میں صبر و شکر سے باز رہوں۔ شیطان میں یہ طاقت نہیں کہ وہ کسی کو بالخصوص خاصان خدا کو بیمار ڈال دے یا ان کی املاک تباہ و برباد کر دے۔ اس کا کام صرف دلوں میں دوسرے پیدا کرنا ہے نہ کہ کوئی عملی کارروائی دکھانا۔

مقام امتحان کو شیطان تسلط سے کیا واسطہ۔ خدا اپنے خاص خاص بندوں کا امتحان مختلف طریقوں سے لیتا رہتا ہے۔ جناب ایوب کی دولت و ثروت کو دیکھ کر لوگ کہنے لگتے تھے کہ یہ سب عبادت اور شکر اس لیے ہے کہ خدا ان پر اور زیادہ جہاں ہو۔ ان لوگوں کو یہ دکھایا گیا تھا کہ ایوب ہر حالت میں ہمارے شکر گزار بندے ہیں۔ ہر حال میں حضرت ایوب نے اپنی پریشان حالی کا ذکر خدا سے کیا اور حضرت الہی کے نزول کی خواہش کی تو خدا نے امتحان کو ختم کر کے وہ سب ان کو بچھڑا دیا جو ان سے لیا گیا تھا۔ زیادہ تکلیف ان کو بیماری کی وجہ سے تھی تو خدا نے ایک چشم پید کر کے انہیں حکم دیا کہ اس کے پانی میں غسل کرو۔ پھر پانی غسل کرتے ہی صحت و سلام ہو گئے۔ مدت میں کمال اپنی زندگی تکلیف میں بسر کی لیکن خدا سے شکایت کا ایک حرف زبان پر نہ آیا۔ ہر موقع پر شکر ہی کرتے رہے۔ آخر آیت میں ایک اور واقعہ کی طرف اشارہ ہے۔

آپ کی بی بی نے نازی قیاس صمیمیت کے اس تمام دور میں آپ کے ساتھ رہیں۔ شوہر کی بیماری کی وجہ سے سخت پریشان تھیں۔ خود ہی محنت مزدوری کر کے جو کچھ ملتا اسی سے ان کی دوا اور فضلے کرتیں۔ ایک شیطان ایک طبیب کے روپ میں ان سے کہنے لگا کہ میں ایک طبیب صادق ہوں۔ میں ایوب کا علاج اس طرح کر سکتا ہوں کہ وہ صحت کے بعد صرف ان کا کہہ دیں کہ میں نے تمہاری وجہ سے صحت پائی ہے۔ وہ خوش خوش حضرت ایوب کے پاس آئیں اور شیطان کا قول بیان کیا۔ آپ کو یہ سن کر بڑا غصہ آیا اور مجھ بھلا ہٹ میں قسم کھائی کہ صحت

کے بند و قیام نہیں ماروں گا۔ مجھے صحت دینے والا خدا ہے، نہ کہ وہ مرد و طبیب، نہ وہ شیطان ہے جو مجھے خدا کی طرف سے بدلتی کرنا چاہتا ہے۔ الغرض جب تک صحت ہو گئی تو آپ نے اپنی قسم پوری کرنے کا ارادہ کیا۔ وہی ہوئی لے ایوب، وہ بے قصور ہیں انہوں نے جو کچھ کیا تھا ہمدردی میں کیا تھا۔ اپنی قسم پوری نہ کرو۔ مگر اس طرح کہ سوسینکوں کا نمٹنا بنا کر ایک بار ہی ان کو مار دو۔ اپنے جس بندہ کو خدا نے صابر و شاکر کہا ہوا اس کی فضیلت کا کوئی اندازہ کر سکتا ہے۔

وَ اذْكُرْ عَبْدَنَا اِبْرٰهٖمَ وَاِسْحٰقَ وَ يَعْقُوْبَ اُولٰٓئِكَ اَلْبٰسَارِ ۝۳۵
اِنَّا اَخْلَصْنٰهُمْ بِخَالِصَةٍ ذَكَرْنٰهُ الدَّارِ ۝۳۶ وَ اٰتٰنَا عِنْدَ الْمَلٰٓئِكِ الْمُسْطَفٰٓئِ
الْاٰخِيَارِ ۝۳۷ وَ اذْكُرْ اِسْمٰعٰٓلَ وَ الْيَسَعَ وَ ذَا الْكِفْلِ وَ كُلَّ مِّنْ
الْاٰخِيَارِ ۝۳۸

(اے رسول) ہمارے بندوں میں ابراہیم و اسحق و یعقوب کا ذکر کرو جو قوت اور بصیرت والے تھے ہم نے ان لوگوں کو ایک خاص صفت آخرت کی یاد سے ممتاز کیا تھا کہ یہ لوگ ہماری بارگاہ میں برگزیدہ اور نیک لوگوں میں سے ہیں۔ اور (اے رسول) اسمعیل و یسع و ذوالکفل کو بھی یاد کرو یہ سب نیک بندوں میں سے ہیں۔

اولی الابدی یعنی ہاتھوں والے۔ اس سے مراد ہے قوت والے۔ یہ مطلب نہیں کہ ان کے ہاتھوں میں بڑی طاقت تھی اور بلاشبہ اپنے زمانہ کے کسٹروں و ہارے تھے۔ بلکہ مطلب یہ ہے کہ ان میں گناہوں سے بچنے اور نیکوئی کی طرف رجوع کرنے کی بڑی قوت تھی۔ اور نیک کام بھالانے میں چاہے ان پر کیسی ہی مصیبت نازل ہو تو وہ اسے بھول کر بھلا کر دیتے۔ اور بڑے بصیرت والے تھے یعنی ان کے دل کی آنکھیں کھلی ہوتی تھیں۔ ہر نیک و ہر باگانی تمیز کر سکتے تھے اور ذکر آخرت سے انہیں بڑی دلچسپی تھی اور اکثر اس کی یاد میں اپنا وقت صرف کرتے تھے یہاں خدا نے الدار کا لفظ استعمال فرمایا ہے۔ جس کے معنی یہ ہیں کہ آخرت ہی مہل گھر ہے جہاں جانا ہے۔ دنیا میں جو گھر ہے وہ مادی ہے جیسے کوئی مسافر سرائے میں جا ٹھہرے۔ ایسے کا ذکر سورۃ انعام میں بھی ہے۔ یہی اسرائیل کے نامور استیاد میں سے تھے۔ حضرت ایسا نے ان کو اپنا جانشین بنایا تھا۔ حضرت ذوالکفل کا ذکر قرآن میں دو جگہ ہے یہی نبی اسرائیل کے انبیاء میں سے تھے۔ اور ذکر الہی میں ہمیشہ مشغول رہتے تھے۔ ذوالکفل کے معنی ہیں کفایت بخیر الہ۔

حضرت ذوالکفل کے زمانہ میں جب بنی اسرائیل نے پیڑوں کے قتل کا بازار گرم کر رکھا تھا آپ نے سو پیڑوں کی جان بچائی تھی۔ آپ اللہ بڑے عابد تھے کہ دن اور رات کا زیادہ تر وقت آپ عبادت میں گزارتے تھے۔

هَذَا ذِكْرٌ وَإِنِّ لِلْمُتَّقِينَ لَحُسْنَ مَآبٍ ۖ جَنَّتٍ عَدْنٍ مَّفْتَحَةٌ
لَهُمْ أَلْبَابٌ ۖ مُتَّكِئِينَ فِيهَا يَدْعُونَ فِيهَا بِفَاكِهَةٍ كَثِيرَةٍ
وَشَرَابٍ ۖ وَعِنْدَهُمْ قُصِرَاتُ الظَّرْفِ أَثَرًا ۖ هَذَا مَا
تُوعَدُونَ لِيَوْمِ الْحِسَابِ ۖ إِنَّ هَذَا لَرِزْقُنَا مَا لَهُ مِنْ
تَفَادٍ ۖ هَذَا وَإِنَّ لِلظَّالِمِينَ لَشَرَّ مَآبٍ ۖ جَهَنَّمَ يَصَلَوْنَهَا
فَبئسَ الْمِهَادُ ۖ هَذَا فَلْيَذُوقُوهُ حَمِيمٌ وَغَسَّاقٌ ۖ وَآخِرُ
مِنْ سُكْلِهِمْ أَزْوَاجٌ ۖ هَذَا فَوْجٌ مُّقْتَحِمٌ مَعَكُمْ لَا مَرْحَبًا
بِهِمْ ۖ إِنَّهُمْ صَالُوا النَّارِ ۖ قَالُوا بَلْ أَنْتُمْ قَوْمٌ مَرْحَبٌ
بِكُمْ ۖ أَنْتُمْ قَدْ مَتَمُّوهُ لَنَا ۖ فَبئسَ الْقَرَارُ ۖ

یہ ایک نصیحت ہے بے شک پرہیزگاروں کے لیے آخرت میں بھی آرام گاہ ہے یعنی ہمیشہ رہنے کے لیے بہشت کے سدا بہار باغات ہیں جن کے دروازے ہر وقت کھلے ہوں گے۔ یہ لوگ وہاں عجیبے لگائے بیٹھے ہوں گے وہاں کثرت سے میوے اور شراب (طہور) منگوائیں گے۔ ان کے پاس چچی نظروں والی (شرابی) بی بیاں ہوں گی۔ یہ وہ چیزیں ہیں جن کے دینے کا وعدہ قیامت کے دن تم سے کیا جاتا ہے۔ یہ ہماری دی ہوئی روزی ہے جو کبھی تمام نہ ہوگی یہ (پرہیزگاروں کا انجام) ہے۔

اور سرکشوں کا تو یقیناً بُرا ٹھکانہ ہے، جہنم میں ان کو جانا پڑے گا وہ کیا بُرا ٹھکانہ ہے۔ یہ کھولتا ہوا پانی اور پیپ اور اسی طرح کی انواع و اقسام کی دوسری چیزیں ہیں تو یہ لوگ پڑے چکے کریں گے۔ کچھ لوگوں کے بار میں بڑے لوگوں سے کہا جائے گا یہ (تہا لے چیلوں کی) فوج بھی تمہارے ساتھ ہے (ٹھوس دی گئی ہے) ان کا بُرا ہو یہ بھی دوزخ کے جانے والے ہیں (تو چلیے) کہیں گے (ہم کیوں) تم جہنمی ہو، تہا لہا ہی بُرا ہو تم ہی لوگوں نے اس بلا سے ہمارا سامنا کر لیا ہے۔ جہنم بھی کیا بُری جگہ ہے۔

دنیا میں جن لوگوں نے دوسروں کو گمراہ کیا تھا وہاں اپنے ہیروں سے بات کرنا بھی گوارا نہ کرے پھر اپنے ہیروں کے الوام لگائیں گے اور مر رہا اپنے ہیروں پر۔ عرض کوئی کسی کو اچھا نہ کہے گا۔

قَالُوا رَبَّنَا مَنْ قَدَّمَ لَنَا هَذَا فِرْدَوْهُ عَذَابًا ضِعْفًا فِي النَّارِ ۖ
وَقَالُوا مَا لَنَا لَا نَرَىٰ رِجَالًا كُنَّا نَعْتَدُهُمْ مِنَ الْآشْرَارِ ۖ
أَتُخَذُ نُهُمْ سِخْرِيًّا أَمْ رَاغَتْ عَنْهُمْ الْبَصَارُ ۖ إِنَّ ذَلِكَ لَحَقٌّ
تَخَاصُمُ أَهْلِ النَّارِ ۖ قُلْ إِنَّمَا أَنَا مُنذِرٌ ۖ وَمَا مِنْ إِلَهٍ إِلَّا
اللَّهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ۖ رَبُّ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا
الْعَزِيزُ الْغَفَّارُ ۖ قُلْ هُوَ تَبَوَّأَ عَظِيمٌ ۖ أَنْتُمْ عِنْدَ
مُعْرَضُونَ ۖ مَا كَانَ لِمَنْ عِلْمٌ بِالْمَلَاِ الْأَعْلَىٰ أَنْ يَخْتَصِمُونَ ۖ
إِنْ يُؤْخَذُ إِلَىٰ إِلَّا أَنْتُمْ أَنْتُمْ أَنْتُمْ مُبِينٌ ۖ

وہ عرض کریں گے اس شخص نے ہمارا اس (بلا) سے سامنا کر دیا تو اس پر ہم سے بڑھ کر جہنم

میں دو گنا عذاب کر (پھر خود ہی کہیں گے ہمیں کیا ہو گیا ہے کہ ہم جن لوگوں کو (دنیا میں) شہر شمار کرتے تھے ہم ان کو (میدان دوزخ میں) نہیں دیکھتے کیا ہم ان سے سزا پان کرتے تھے یا ان کی طرف سے ہماری آنکھیں پلٹ گئی ہیں۔ بے شک جہنمیوں کا یہ جھگڑا بالکل ٹھیک ہے (اے رسول) تم کہہ دو میں تو بس (عذاب خدا سے) ڈرانے والا ہوں۔ سوائے خدا کے واحد و قہار کے کوئی مہبود قابل پرستش نہیں۔ وہ آسمانوں اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے سب کا رب ہے سب پر غالب اور بخشنے والا ہے۔ اے رسول، کہہ دو کہ یہ قیامت ایک بہت بڑا واقعہ ہے جس سے تم منہ پھیر رہے ہو۔ عالم بالا کے رہنے والے (فرشتے) جو باہم بحث کرتے تھے اس کی مجھے بھی خبر نہ تھی، میرے پاس تو بس وحی کی محی ہے کہ میں خدا کے عذاب سے صاف صاف ڈرانے والا ہوں۔

جہنم میں جا کر وہ لوگ کہیں گے جن کو ہم کا بگیا تھا کہ پروردگار ان پہانے والوں کو دو گنا عذاب کر اور وہ یہ بھی کہیں گے کہ وہ نبی میں جن لوگوں کو ہم بدکار اور شہر شمار کرتے تھے دوزخ میں وہ ہیں کہیں نظر نہیں آتے۔ یہ استفسار خدا کے ان نیک بندوں سے متعلق ہو گا جن کو وہ دنیا میں برا سمجھتے تھے۔ کیا ہم ان سے سزا پان کیا کرتے تھے یا ہماری آنکھیں ان کی طرف سے پھری گئی ہیں۔ جہنمیوں کے درمیان یہ جھگڑا ہوتا ہے گا۔ اے رسول، تم ان کفار و مشرکین کو سمجھاؤ اور کہہ دو خدا کے واحد و یکتا کے سوا کوئی اور مہبود نہیں۔ جو کچھ تمہیں آسمانوں اور زمین کے اندر نظر آ رہا ہے ان سب کا پالنے والا خدا ہی ہے۔ بس اپنی بت پرستی سے بلاؤ ورنہ قیامت میں تمہارا بہت برا شہر ہو گا۔ قیامت کو معمولی چیز نہ سمجھو۔ بہت بڑا واقعہ ہے بڑی اہم چیز ہے جس کی بات سننے ہی تم منہ پھیر لیتے ہو۔

طاہر علی کے سائنس دان فرشتوں کے درمیان جو آدم کے بار میں جھگڑا ہوا تھا، میں خود وہاں موجود نہیں تھا۔ مجھے تو جو کچھ معلوم ہوتا ہے وحی کے ذریعہ سے ہوا۔ یاد رکھو، میں تو حکم حکم کو عذاب خدا سے ڈرانے والا بن کر آیا ہوں۔

اِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّیْ خَالِقٌ بَشَرًا مِّنْ طِیْنٍ ۝۴۱ فَاِذَا سَوَّیْتُهُ وَنَفَخْتُ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِیْ فَقَعُوْا لَہٗ سٰجِدٰتٍ ۝۴۲ فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِكَةُ

کُلُّہُمْ اٰجِعُوْنَ ۝۴۱ اِلَّا اِبْلِیْسَ اسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ الْکٰفِرِیْنَ ۝۴۲ قَالَ یٰۤاِبْلِیْسُ مَا مَنَعَكَ اَنْ تَسْجُدَ لِمَا خَلَقْتُ بِیَدَیْ ۙ اَسْتَكْبَرْتَ اَمْ کُنْتَ مِنَ الْعٰلِیْنَ ۝۴۳ قَالَ اَنَا خَیْرٌ مِّنْہٗ ۙ خَلَقْتَنِیْ مِنْ تَّارٍ وَّ خَلَقْتَهُ مِنْ طِیْنٍ ۝۴۴ قَالَ فَاخْرِجْ مِنْہَا فَاِنَّکَ رَجِیْمٌ ۝۴۵ وَاِنَّ عَلَیْکَ لَعْنَتِیْ اِلَیْ یَوْمِ الدِّیْنِ ۝۴۶

جب تمہارے رب نے ملائکہ سے کہا میں مٹی سے ایک بشر پیدا کرنے والا ہوں۔ پس جب میں اُسے ٹھیک ٹھاک کر لوں اور اپنی روح (روح نبوتی) اس میں پھونک دوں تو تم سجدہ میں گر پڑنا۔ سب ملائکہ نے آدم کو سجدہ کیا سوائے ابلیس کے، وہ اگر گیا اور کافروں میں سے ہو گیا۔ پس خدا نے کہا اے ابلیس، جس کو میں نے اپنی قدرت کے ہاتھوں سے پیدا کیا ہے اُسے سجدہ کرنے سے تجھے کس چیز نے منع کیا۔ تو نے تکبر سے کام لیا ہے یا تو عالین میں سے بن بیٹھا ہے اُس نے کہا (میں کیوں سجدہ کروں) تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا ہے اور اُسے مٹی سے پیدا کیا ہے۔ (اور آگ مٹی سے بہتر ہے) خدا نے فرمایا، تو یہاں سے نکل جا تو یقیناً مردود ہے اور تیرے اوپر قیامت تک لعنت کی چھڑکار ہے گی۔

آدم کا واقعہ پہلے بھی کئی سورتوں میں بیان ہو چکا ہے۔ ان آیات میں چند باتیں قابل ذکر ہیں:

۱۔ لفظ بشر کا اطلاق کھلی ہوئی جلد کی مخلوق پر ہوتا ہے اور مخلوق میں صرف آدمی ہی ایسی مخلوق ہے جس کے بدن پر اون یا بال باہر نہیں۔ آدم کی تعریف منطق میں یہ ہے:

بَادِیُ الْبَشَرِ (کھلی جلد والا) عَزِیْزُ الْاَلْفَاہِ (پورے کھلے نازن والا) خَسَّاکُ الْبَطِیْنِ (ہنسنے کی طبیعت رکھنے والا)

لفظ رکھنے والا۔ یہ چاروں باتیں من حیث المجموع خدا کی مخلوق میں نہیں پائی جاتیں۔

۲۔ آدم کے سوا کسی مخلوق کے متعلق خدا نے یہ نہیں فرمایا، کہ میں نے اسے اپنے ہاتھ سے (قدرت سے) پیدا کیا ہے۔ یعنی اور مخلوق کی خلقت میں فرشتوں سے کام لیا گیا ہے مگر صرف ایک مخلوق ایسی ہے جسے میں نے خود بنایا ہے یعنی اپنی ذات رت کے ہاتھوں سے خود بنایا کیا ہے۔ اس بنا پر اعراف المخلوقات کہلاتا ہے۔

۳۔ یہ عالین کون تھے جن کے متعلق شیطان سے پوچھا گیا کہ کیا تو مالین میں سے ہو گیا ہے۔ بظاہر اس وقت وہ ہی گروہ تھے۔ فرشتے اور شیطان۔ یہ تیسری نوع کو کسی بھی سورۃ بقرہ میں بھی اس کا ذکر آچکا ہے۔ یہ عالین سے سوائے محمد و آل محمد کے دوسرے گروہ کوئی نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ یہی لوگ حسبِ حدیث رسولِ خلیفۃ آدم سے چودہ ہزار سال پہلے پیدا ہوئے تھے اور زیرِ برسرِ ان کا نورِ جلوہ ناک تھا۔ ملائکہ اور انیس سب ان کو پہچانتے تھے۔

۴۔ سب سے پہلے قیاس کرنے والا انیس تھا۔ اُس نے جو قیاس کیا وہ غلط تھا۔ آگ کو مٹی پر فضیلت حاصل نہیں۔ مٹی کی جو خصوصیات ہیں وہ آگ کو حاصل نہیں۔ آگ جلانے والی ہے مٹی جلانے والی ہے۔ آگ خائن ہے اور مٹی این ہے۔

۵۔ جہاں سے انیس کو نکلنے کے لیے کہا گیا وہ وہی مقام تھا جہاں آدم اُس وقت موجود تھے۔ جنت میں داخل ہونے سے پہلے۔

۶۔ قیامت تک بنی آدم، خدا اور فرشتے اس پر لعنت کرتے رہیں گے۔ یعنی اس سے بیزار رہیں گے۔

قَالَ رَبِّ فَأَنْظِرْنِي إِلَى يَوْمِ يُبْعَثُونَ ﴿٢٩﴾ قَالَ فَإِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِينَ ﴿٣٠﴾ إِلَى يَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُومِ ﴿٣١﴾ قَالَ فَبِعِزَّتِكَ لَا غُوبِيَهُمْ أَجْمَعِينَ ﴿٣٢﴾ إِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمْ الْمُخْلِصِينَ ﴿٣٣﴾ قَالَ فَالْحَقُّ وَالْحَقُّ أَقُولُ ﴿٣٤﴾ لَا مَأْشَنَ جَهَنَّمَ مِنْكَ وَمِمَّنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ أَجْمَعِينَ ﴿٣٥﴾ قُلْ مَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ وَمَا أَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِينَ ﴿٣٦﴾ إِنَّ هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ لِلْعَالَمِينَ ﴿٣٧﴾ وَلِتَعْلَمُنْ نَبَاهُ بَعْدَ حِينٍ ﴿٣٨﴾

(جب شیطان رحمت الہی سے مایوس ہو گیا) تو اُس نے کہا، اے میرے رب مجھے قیامت تک

(زندہ رہنے کی) مہلت دے۔ خدا نے فرمایا، تجھے ایک وقت معلوم۔ تک مہلت دی گئی۔ اُس نے کہا، پس تیری عزت کی قسم، میں سب کو ہکا بول گا سوائے تیرے اُن مخلص بندوں کے جو تیرے خالص فرمانبردار ہوں گے۔ خدا نے فرمایا، حق بات کہہ دیتا ہوں اور میں تو حق ہی کہتا ہوں۔ میں تجھ سے اور تیری پیروی کرنے والے جو بھی ہوں گے ان سب سے جہنم کو بھر دوں گا۔ (اے رسول) تم (لوگوں سے) کہہ دو، نہ تو میں تجھ سے اجر رسالت مانگتا ہوں اور نہ میں بناوٹی باتیں کرنے والا ہوں۔ یہ وہ آگ تو بس سارے جہان کے لیے نصیحت ہے اور کچھ دن بعد تمہیں اس کی حقیقت معلوم ہو جائے گی۔

کفارِ مکہ کو یہ سنایا جا رہا ہے کہ جس طرح شیطان نے آدم سے حد کو کے اپنا ستیا ناس کر لیا اور ہمیشہ کے لیے عذاب الہی میں مبتلا ہو گیا اسی طرح تمہارا حشر بھی ہو گا۔ تم ہمارے رسول سے عداوت کر کے ایک دن یونہی جہنم کا اندھن بنو گے۔ اور جو کچھ تم کر رہے ہو یہ سب شیطان کے اغواء سے کر رہے ہو۔ پس جب ہمارے عذاب سے تمہارا گروہ گھٹا ل نہ بچا تو تم کیا پوچھو گے۔ اور اے رسول، تم یہ بھی ان کے کان میں ڈال دو کہ میں تبلیغ رسالت کی تم سے کوئی اجرت نہیں مانگتا، میں جو کچھ کر رہا ہوں بے غرضی سے کر رہا ہوں۔ اور یہ قرآن میرا من گھڑت نہیں اور نہ یہ کوئی فتنہ کہانی کی کتاب ہے۔ میں جو کچھ کہہ رہا ہوں، یہ قرآن تمام عالموں کے لیے نصیحت ہے۔ کچھ مدت بعد تمہیں خود معلوم ہو جائے گا کہ تم نے مجھ سے عداوت کر کے کیا پایا۔

شیطان کو وقت معلوم تک کیوں مہلت دی گئی۔ اس کے لیے جلد اول سورۃ بقرہ میں ملاحظہ فرمادیں۔

سُورَةُ الزُّمَرِ مَكِّيَّةٌ ۝ ۳۹

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

تَنْزِيلُ الْكِتَابِ مِنَ اللَّهِ الْعَزِيزِ الْحَكِيمِ ۝ اِنَّا اَنْزَلْنَا اِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ فَاعْبُدِ اللَّهَ مُخْلِصًا لَهُ الدِّينَ ۝ اَلَا لِلَّهِ الدِّينُ الْخَالِصُ ۝ وَالَّذِينَ اتَّخَذُوا مِنْ دُونِهِ اَوْلِيَاءَ مَا ضَعُفُ هُوَ لِيُقَرَّبُوا نَا اِلَى اللَّهِ زُلْفَى ۝ اِنَّ اللَّهَ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ فِي مَا هُمْ فِيهِ يَخْتَلِفُونَ ۝ اِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي مَنْ هُوَ كَاذِبٌ كَفَّارٌ ۝ لَوْ اَرَادَ اللَّهُ اَنْ يَتَّخِذَ وَلَدًا لَاصْطَفَىٰ مِمَّا يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ ۚ سُبْحٰنَهُ ۚ هُوَ اللَّهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ۝

اس کتاب کا نازل کرنا اُس خدا کی طرف سے ہے جو غالب اور حکمت والا ہے۔ (لے رسول) ہم نے قرآن کو تم پر بالکل ٹھیک نازل کیا ہے پس تم خالص اُس کے بندہ بن کر عبادت کرو اور عبادت تو خالص خدا ہی کے لیے ہے۔ جن لوگوں نے خدا کے سوا اوروں کو اپنا سر پرست بنا رکھا ہے (کہتے ہیں) ہم تو ان کی عبادت اس لیے کرتے ہیں کہ یہ لوگ خدا کی بارگاہ میں ہمارا تقرب بڑھائیں گے۔ جس بات میں یہ لوگ جھگڑا کرتے ہیں خدا اس کا قیامت میں فیصلہ کر دے گا۔ بے شک خدا جھوٹے ناشکرے کو منزل مقصود تک نہیں پہنچاتا۔ اگر خدا کسی کو اپنا بیٹا بنا چاہتا تو اپنی مخلوق میں سے جسے چاہتا منتخب کر لیتا۔ مگر وہ تو اس سے پاک و پاکیزہ

ہے اور اکیلا زبردست ہے۔

اس سورہ کا آغاز چند باتوں کے سمجھانے سے کیا گیا ہے :
۱۔ جو لوگ کہتے تھے کہ قرآن محمدؐ کے لیے خود بنا لیا ہے۔ ان کے اس باطل خیال کی تردید میں کہا جا رہا ہے کہ یہ کتاب اللہ کی طرف سے نازل کی ہوئی ہے۔ لے رسول، تمہاری بنائی ہوئی نہیں ہے۔
۲۔ لے رسول، تم بچے دل سے اس کی عبادت کرتے رہو۔ جو اس کے ساتھ دوسروں کو شریک بنا کر عبادت کرتے ہیں ان کی عبادت باطل ہے۔ عبادت صرف خدا ہی کے لیے ہے۔ کیونکہ جس کو بھی عبادت میں شریک کیا جائے گا وہ خدا کی مخلوق ہی میں سے کوئی ہوگا۔ پس ایک مخلوق اور ایک خالق کیسے دونوں برابر ہو سکتے ہیں۔

۳۔ لوگوں کا یہ کہنا بھی غلط ہے کہ خالق تو ہم خدا کو ہی مانتے رہے ہیں۔ بتوں کو خدا کا سر پہنچنے کا ذریعہ جانتے ہیں۔ جو کو خدا کی ذات بہت ارفع و اعلیٰ ہے اور ہم اس حد تک نہیں پہنچ سکتے، لہذا ہم نے ان بتوں کو اس تک پہنچنے اور اس کا تقرب حاصل کرنے کے لیے بنایا ہے اور اسی لیے ان کی عبادت کرتے ہیں لیکن وہ لوگ کیا ذریعہ تقرب بن سکتے ہیں جو اقل تو ہے جان میں دوسرے خود محتاج امداد ہیں تیسرے ان کو ذریعہ بنانے میں خود ان لوگوں کے درمیان اختلاف ہے۔ ایک دوسرے سے نکڑوں ہزاروں کو بے سوچے سمجھے ذریعہ بنا رکھا ہے اور یہ خود آپس میں سخت اختلاف رکھتے ہیں۔ ایک گروہ ان دونوں کو باطل پر سمجھتا ہے۔ لہذا معلوم ہوا کہ انہی کے عقیدہ کی بنا پر ان میں سے کوئی بھی ذریعہ تقرب نہیں۔ خدا اس جھگڑے کو قیامت کے دن فیصلہ فرمائے گا۔ یعنی جب اس کے سوا کسی کی حکومت ہوگی کسی کا وہاں زور چلے گا۔ اس وقت ان کی سمجھ میں آئے گا کہ خدا کے سوا کوئی قابل عبادت نہیں تھا۔ فرشتے ہوں یا جن۔ کوئی دیوی ہو یا دیوتا، خود وہی اس بات کا اقرار کریں گے کہ یہ ہماری عبادت غلط کرتے تھے۔ کیونکہ ہم خود خود خدائے واحد و قہار کو اپنا معبود مانتے تھے۔

جو لوگ عزیر یا یسوع کو خدا کا بیٹا کہتے ہیں وہ سراسر باطل پرست ہیں۔ اگر خدا کو بیٹا بنا ہوتا تو اپنی مخلوق میں سے جسے چاہتا خود بنا لیتا۔ تم اس کے لیے کسی کو بیٹا بنانے والے کون ہو۔ خدا اپنے نعمات سے بے نیاز ہے اس کی ذات پاک ان الٰہاتوں سے پاک ہے۔ وہ اکیلا ہے کوئی اس کا شریک نہیں، وہ سب سے زیادہ زبردست ہے کسی کی اس پر حکومت نہیں۔ کسی کا اس پر زور نہیں چلتا۔

خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ يَكُوْرُ السَّيْلَ عَلَ النَّهَارِ وَيَكُوْرُ

النَّهَارَ عَلَى الْيَلِ وَسَحَرُ الشَّمْسِ وَالْقَمَرِ كُلٌّ يَجْرِي لِأَجَلٍ مُّسَمًّى ۚ أَلَا هُوَ الْعَزِيزُ الْفَعَّارُ ۝ خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَأَنزَلَ لَكُمْ مِنَ الْأَنْعَامِ ثَمَنِينَ ۚ أَرْوَاجٌ يَخْلُقُكُمْ فِي بُطُونِ أُمَّهَاتِكُمْ خَلْقًا مِّنْ بَعْدِ خَلْقٍ ۚ فِي ظُلُمَاتٍ ثَلَاثٍ ۚ ذَاكُمُ اللَّهُ رَبُّكُمُ لَهُ الْمُلْكُ ۚ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ ۚ فَالْأَن تَصْرِفُونَّ ۚ ۝ إِن تَكْفُرُوا فَإِنَّ اللَّهَ غَنِيٌّ عَنكُمْ وَتُؤْتُونَ ۚ وَلَا يَرْضَىٰ لِعِبَادِهِ الْكُفْرَ ۚ وَإِن تَشْكُرُوا يَرْضَاهُ لَكُمْ ۚ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَىٰ ۚ ثُمَّ إِلَىٰ رَبِّكُم مَّرْجِعُكُمْ ۚ فَيُنَبِّئُكُم بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ ۚ إِنَّهُ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ ۝

اُس نے آسمانوں اور زمین کو ٹھیک طریقہ سے پیدا کیا ہے۔ وہی رات کو دن پر اور دن کو رات پر لپیٹا ہے۔ اُس نے سورج اور چاند کو سحر کیا ہے۔ سب کے سب اپنے وقت منقرضہ تک چلتے رہیں گے۔ آگاہ ہو کہ وہ غالب اور بخشنے والا ہے۔ اُس نے تم کو ایک ہی شخص سے پیدا کیا ہے اور اُس کی (باقی مٹی سے) اس کی بی بی (حقا) کو پیدا کیا۔ اور اس نے تمہارے جو ہاؤں سے آٹھ نروادہ پیدا کئے اور اُس نے تم کو ماؤں کے پیٹ میں ایک قسم کی خلقت کے بعد دوسری قسم کی خلقت سے تہرے تہرے اندھیروں کے اندر (پریٹ، رحم اور جھلی) پیدا کیا ہے، وہی اللہ تمہارا پروردگار ہے، اُسی کی بادشاہت ہے۔ اس کے

سو کوئی معبود نہیں پس تم کہاں بھٹکے جا رہے ہو۔ اگر تم ان سب باتوں سے انکار کرو (اور کہے خدا مانو تو) خدا تم سے بالکل بے پروا ہے۔ اللہ اپنے بندوں میں کفر اور ناشکری کو پسند نہیں کرتا۔ اگر تم شکر کرو گے تو وہ اسے تمہارے لیے پسند کرتا ہے۔ (قیامت میں) کوئی کسی کے (گناہ) کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔ پھر تمہاری رجوع اپنے رب کی طرف ہوگی۔ پس وہ تمہیں بنا دیگا کہ (دنیا میں) تم کیا کیا (بھلائی یا جرائی) کیا کرتے تھے۔ وہی سب کے دلوں کے حال جاننے والا ہے

یہاں سے خدا اپنے ان احسانات کا بیان کرتا ہے جو اُس نے انسانوں پر کیے ہیں اور جن سے اس کی قدرت کا اظہار ہوتا ہے۔

۱۔ دن کے بدلات اور رات کے بد دن کا آنا، بتاتا ہے کہ وہ کس قدر صاحب قدرت اور صاحب مطلق ہے۔ کیا خدا کے سوا کسی کی طاقت ہے کہ یہ کام کر سکے۔ (دن اس لیے ہے کہ تم اس میں کام کر کے اپنی روزی و مزدور۔ اور رات اس لیے ہے کہ جب کام کاج کرتے کرتے خفاک جاؤ تو آرام کے ساتھ اس میں سو جاؤ۔ اگر یہ صورت نہ ہوتی تو نظام حیات انسانی بربت لارہیں رہ سکتا تھا۔

۲۔ چاند سورج کے لیے اس نے ایک ضابطہ طلوع و غروب اور قاعدہ رفتار پیدا کر دیا ہے۔ وہ اس کے قہری طرح پابند ہیں۔ کیا محال کہ ذرا غلاف ورزی کر سکیں۔ کائنات کا سارا نظام ان کے دم سے وابستہ ہے۔ اگر یہ دونوں نہ ہوتے تو زمین پر کوئی چیز زندہ نہ رہ سکتی تھی۔

۳۔ ایک آدمی (آدم) سے اس نے کتنے آدمی پیدا کر دیئے کہ ہر زمانہ میں ہر خطہ ارض پر پھیلے ہوئے ہیں۔ مرتے جاتے ہیں اور پیدا ہوتے جاتے ہیں۔ اگر سب زندہ رہتے تو نہ تو ان کو اس زمین پر قدم رکھنے کی جگہ ملتی نہ غلہ کا ایک انڈھکے کو ملتا۔ کیا اچھا قانون ہے کہ باری باری لوگوں کو بسا آجلا جاتا ہے۔

۴۔ آدم کی بقیہ مٹی سے ان کی بی بی کو پیدا کیا تاکہ دونوں مونس تنہائی بھی ہوں اور ان سے سلسلہ نسل بھی چلے۔

۵۔ تمہارے مختلف قسم کے جوہر پائے پیدا کیے یعنی آٹھ کارآمد میوے، جو ہر وقت تمہاری خدمت میں ملے رہتے ہیں۔ یعنی اومٹ نروادہ، گائے نروادہ، بھیڑ نروادہ، بکری نروادہ، ان سے بیشمار قسم کے فائدے تم کو حاصل ہوتے ہیں اور ان کی ہر چیز تمہارے کام میں آتی ہے۔

۶۔ ذرا اس پر غور کرو کہ اس قادر مطلق نے تمہیں تمہاری ماؤں کے پیٹ سے کیسے پیدا کیا ہے اور تمہاری خلقت نے کیا کیا رنگ بدلے ہیں۔ لطفہ پدی کو کس عجیب طریقہ سے تمہاری ماؤں کے رحم میں جگہ دی۔ پھر لطفہ کو علقہ یعنی خون کا لوتھڑا بنایا پھر علقہ کو تبدیل کر کے گوشت کا لوتھڑا بنایا۔ پھر اس کو ہڈی کی صورت

میں لایا، پھر ہڈی پر گوشت چڑھایا۔ پھر آدمی کی صورت بنا کر اس میں روح پھونکی اور یہ سب کام تین تین ائمہ پر دوں کے اندر ہوتے رہے۔ ایک پیٹ کا پردہ، دوسرے رحم کا پردہ اور تیسرے وہ جمل جس میں بچہ رہتا ہے۔ کیا یہ اس کی قدرت کاملہ کی بہترین نشانی نہیں۔ پس جب وہ ایسا ہے تو تم اس کو اپنا مسبود ماننے سے کیوں انکار کرتے ہو وہ حقیقتاً تبار رب ہے اور محبت بس اسی کی حکومت ہے۔ اس کے سوا کوئی مسبود نہیں پھر تم کہاں بیٹھے جا رہے ہو۔ کہ اسے چھوڑ کر معلوم کس کی عبادت کرنے پر نکل بیٹھے ہو۔ تم سوچتے کیوں نہیں اولا الفضل کے متعلق مروی ہے کہ جب کوئی تکلیف پہنچی تو خدا کو یاد کرتا اور اس کی تصدیق کرتا۔ جب نجات پا جاتا تو حضرت کو حادہ مگر کہتا۔

پھر فرماتا ہے کہ اگر تم کفرانِ نعمت کرو گے تو خدا کا کیا باگ ٹو گے۔ اس کی ذات تو ہر شے سے بے نیاز ہے تمہارے شکر کی محتاج نہیں۔ مگر ہاں، یہ بات ہے کہ وہ اپنے بندوں سے کفرانِ نعمت کو پسند نہیں کرتا۔ بھلا یہ بھی کوئی بات ہوئی کہ تم رات دن اس کی نعمتوں کو سہ سہ پکرتے رہو۔ عیش و آرام کے منہ آناؤ۔ پھر بھی اس کا اقرار کرو کہ یہ سب چیزیں نہیں خدا نے دی ہیں۔ خدا تو یہی بات پسند کرتا ہے کہ تم اس کے شکر گزار بندے بن کر رہو تاکہ تمہاری نعمتوں میں اور زیادتی فرمائے۔

اور دیکھو، کان دھڑ کر سن لو، قیامت میں جب خدا کے حضور حاضر ہو گے تو وہاں کوئی کسی کے گناہ کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔ بولو اس عقیدہ پر جی ہے ہیں کہ میرے گناہوں کا بوجھ اپنے سر لے لیا ہے اور قیامت میں ہم بے غرضتہ سیدھے جنت میں چلے جائیں گے وہ سخت دھوکہ میں ہیں۔ وہاں کوئی کسی کا نہ ہو گا یا جو مشرک مسلمانوں سے کہتے ہیں کہ تم سلام کو ترک کر کے اپنے سابق دین کی طرف پلٹ آؤ تمہارے تمام گناہ ہم اپنے سر لے لیں گے، کھلا دھوکہ ہے۔ کوئی کسی کا گناہ وہاں اپنے اوپر نہیں لے سکے گا۔ اور یہ بھی کیے وہ خود اپنے گناہوں کے بوجھ تلے دبا جا رہا ہو گا۔ جب دنیا میں کوئی کسی کا بوجھ اپنے سر لینے پر تیار نہیں ہوتا تو خدا نے عادل کی سرکاد میں یہ چھوٹی جہاد دی کیا کام لے گی۔

یہ بھی یاد رکھو کہ ایک دن تمہیں خدا کے سامنے جانا ہے۔ اس وقت وہ تمہارے اعمال کے امیر پتھر کھول کر دکھائے گا۔ بھلا علام اللہ یوب سے تمہاری کوئی بات چھپ کر رہ سکتی ہے۔ وہاں تو ذرہ ذرہ کا حساب دینا ہو گا۔ وہ تو تمہارے دل کی چھٹی ہوئی باتوں تک کو ظاہر کر کے دکھائے گا۔ ذرا ہوش میں آؤ۔ اور سوچو بوجھ سے کام لو۔

وَإِذَا مَسَّ الْإِنْسَانَ ضُرٌّ دَعَا رَبَّهُ مُنِيبًا إِلَيْهِ ثُمَّ إِذَا خَوَّلَهُ نِعْمَةً مِّنْهُ نَسِيَ مَا كَانَ يَدْعُو إِلَيْهِ مِنْ قَبْلُ وَجَعَلَ لِلَّهِ

أَنذَادًا لِّيُضِلَّ عَنْ سَبِيلِهِ قُلْ تَمَتَّعْ بِكُفْرِكَ قَلِيلًا إِنَّكَ
مِنَ أَصْحَابِ النَّارِ ۝ أَمَّنْ هُوَ قَانِتٌ آنَاءَ اللَّيْلِ سَاجِدًا
وَقَائِمًا يَحْذَرُ الْآخِرَةَ وَيَرْجُو رَحْمَةَ رَبِّهِ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي
الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ إِنَّمَا يَتَذَكَّرُ أُولُو
الْأَلْبَابِ ۝ قُلْ لِّعِبَادِيَ الَّذِينَ آمَنُوا أَتَقُولُوا بِكُمْ لَوْلَا
أَحْسَنُوا فِي هَذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةً ۚ وَارْضُ اللَّهُ وَاسِعَةً إِنَّمَا
يُؤْتِي الصَّابِرُونَ أَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ ۝

(آدمی کی حالت یہ ہے) جب اسے کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو اس سے گڑبگڑا کر دعا کرنے لگتا ہے اور جب خدا اپنی طرف سے اسے نعمت عطا فرماتا ہے تو پہلے جس کام کے لیے دعا کی تھی اسے بھلا دیتا ہے اور خدا کا شریک بنانے لگتا ہے تاکہ اس ذریعہ سے اور لوگوں کو بھی بہکا سکے (اسے رسول) تم ان سے کہہ دو کہ اپنے کفر کی حالت میں کچھ دن بیٹھ کر لو، آخر تو ہمیں جہنم میں جانا ہی ہے۔ کیا جو شش رات میں بیٹھ کر اور کھڑے ہو کر عبادت کرتا ہو اور آخرت سے ڈرتا ہو اور اپنے رب کی رحمت کا امیدوار ہو کیا وہ ناشکرے کافر کے برابر ہو سکتا ہے۔ کیا جو لوگ جاننے والے ہیں اور جو لوگ نہیں جانتے، دونوں برابر ہو سکتے ہیں۔ نصیحت تو بس عقلمند لوگ ہی مانتے ہیں۔ تم کہہ دو کہ میرے ایماندار بندو، تم اپنے رب سے ڈرتے رہو جو تمہیں جن لوگوں نے اس دنیا میں شکی کی، ان ہی کے لیے آخرت میں بھلائی ہے۔ اور خدا کی زمین تو کشادہ ہے (مگر جہاں عبادت نہ کر سکو اسے چھوڑ دو) صبر کرنے والوں ہی کو تو ان کا بھر پور بے حساب بدلہ دیا جائے گا۔

انسان کو اس کی ایک عادت کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔ جب کوئی مصیبت سر پر آکھڑی ہوتی ہے تو بہت رنج و غصہ ہوگا اگر خدا سے دعائیں مانگنے لگتا ہے لیکن جہاں وہ بلا سے پہنچی اُسے بھول جاتا ہے اور اس کے جو شرک یک بنا سکے ہیں ان کے آگے سجدہ ریزی کرنے لگتا ہے اور سمجھنے لگتا ہے یہی میرے کارساز ہیں۔ بات یہ ہے کہ انسان کا ضمیر حق فواز ہے۔ جب کوئی بلا آتی ہے تو وہ اپنے مہو و حقیقی کو یاد کرتا ہے۔ اس کی آواز غلط نہیں ہوتی۔ یہی وجہ ہے کہ بدعا کو سننے والوں کا ساتھ ان کا ضمیر نہیں دیتا۔ وہ برابر پیشانی کو ٹکراتا ہے کہ جوڑنے کیا فعل ہے۔ زبان لکھ باران کا کہے مگر ضمیر کی آواز وہی رہے گی جو مہنی برقی ہوگی۔ پس مصیبت کے وقت ہوا آواز بصورت دعا نکلتی ہے وہ سچی آواز ہوتی ہے۔ لیکن جب بدلائی جاتی ہے تو پھر جذبات ہر اس کے ضمیر پر بھجا جاتے ہیں اور وہ بھول جاتا ہے کہ جس کو پکارا تھا وہ کون تھا۔

کفار و مشرکین کو خدا نے مہلت دے رکھی ہے کہ زندگی کے چند دن آرام سے بسر کر لیں۔ اس کے بعد تو ان کا ٹھکانہ جہنم ہے ہی۔ بھلا ایسے لوگوں کا ان لوگوں سے کیا مقابلہ جو رات دن یاد الہی میں بسر کرتے ہیں۔ جو اس بات کا علم رکھتے ہیں کہ ہمیں ایک دن خدا کے سامنے جانا ہے۔ وہ ان جاہلوں کے برابر کیسے ہو سکتے ہیں جن کے دل کفر و شرک کی تاریکی میں ڈوبے ہوئے ہیں۔

آخر میں مسلمانوں کو یہ بتایا جا رہا ہے کہ اگر تم کسی ایسی سرزمین پر آباد ہوئے ہو جہاں تم آداسی سے عبادتِ خدا نہیں کر سکتے تو تم کو چاہیے کہ جس وقت موقع ملے وہاں سے ہجرت کر جاؤ۔ خدا کی زمین تنگ نہیں۔ ہر جگہ کمال یکساں نہیں۔ وطن کی محبت میں اپنی حکومت کی ترک پر کیوں آمادہ ہوتے ہو۔ جہاں پر جاؤ گے اور عبادتِ خدا کو روکے خدا کی رحمت تمہارے ساتھ ہے گی۔ مکہ میں جو مسلمانوں کو مشرکین نے زیادہ ستایا تو حکم ہوا کہ اس سرزمین کو چھوڑ دو اور ہجرت کر کے مدینہ چلے جاؤ۔ تاکہ اس آئے دن کی مصیبت سے تم کو نجات مل جائے۔ خدا کا یہ دوا ہی حکم ہے ہر زمانہ کے مسلمانوں کے لیے۔

جن لوگوں نے مکہ سے ہجرت نہیں کی تھی اور وہیں مصیبتیں جھیلتے رہے، خدا کی نظر میں یہ مقبول ہوئے۔ مسلمانوں کو ان سے میل جول ترک کرنے کا حکم دیا گیا۔

قُلْ إِنِّي أُمِرْتُ أَنْ أَعْبُدَ اللَّهَ مُخْلِصًا لَهُ الدِّينَ ۖ وَأُمِرْتُ لِأَنْ أَكُونَ أَوَّلَ الْمُسْلِمِينَ ۖ قُلْ إِنِّي أَخَافُ إِنْ عَصَيْتُ رَبِّي عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيمٍ ۝ قُلِ اللَّهُ أَعْبُدْ مُخْلِصًا لَهُ دِينِي ۖ فَاعْبُدُوا

مَا شَعْنُهُمْ مِنْ دُونِهِ ۚ قُلْ إِنْ الْخَيْرِ الْبَرِّ الَّذِينَ خَسِرُوا أَنْفُسَهُمْ وَأَهْلِيَهُمْ يَوْمَ الْقِيَمَةِ ۚ أَلَا ذَٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِينُ ۝ لَهُمْ مَنْ فَوْقَهُمْ ظُلُلٌ مِنَ النَّارِ وَمِنْ تَحْتِهِمْ ظُلُلٌ ۚ ذَٰلِكَ يُخَوِّفُ اللَّهُ بِهِ عِبَادَهُ ۚ يُعْبَادُ فَاتَّقُونِ ۝

(اے رسول! تم لوگوں سے) کہد، مجھے یہ حکم دیا گیا ہے کہ میں پُر خلوص دل سے اللہ کی عبادت کروں اور مجھے یہ بھی حکم دیا گیا ہے کہ میں خدا کا سب سے پہلا فرمانبردار بندہ بنوں۔ (اے رسول) کہہ دو کہ اپنے رب کی نافرمانی کی صورت میں میں قیامت کے دن کے سخت عذاب سے ڈرتا ہوں۔ کہد، میں تو پُر خلوص دل سے بس اسی کی عبادت کرتا ہوں۔ تم لوگ اس کے سوا جس کی چاہو عبادت کرو (میرا ان سے کوئی تعلق نہیں) تم کہد، لگاتے ہیں وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے کو اور اپنے لڑکے بالوں کو قیامت کے (سبب کتاب کے) معاملہ میں خسارہ میں ڈالا۔ آگاہ ہو، سب سے بڑا اور کھلا گناہ یہی ہے۔ ان کے اوپر بھی آگ ہی کے اوڑھنے ہوں گے اور نیچے بھی آگ ہی کے بھجولے۔ یہ وہ عذاب ہے جس سے خدا اپنے بندوں کو ڈراتا ہے پس مجھ سے ڈرتے رہو۔

خدا نے مجھے یہ حکم دیا ہے کہ پس اسی کی عبادت کروں کسی اور کو اس میں شامل نہ کروں اور سب سے پہلا اس کا فرمانبردار بندہ بنوں تو میں ویسا ہی ہوں اور چاہتا ہوں کہ دوسروں کو بھی ویسا ہی بنائوں۔ ایسا نہیں ہے کہ میں دوسروں کو حکم دیتا ہوں اور خود ویسا نہ ہوں۔ میں سب سے پہلے اپنی طرف ایک نمونہ عمل تمہارے سامنے پیش کرتا ہوں۔ اگر تم نے ایسا نہ کیا تو تم نے اپنے اور اپنے لڑکے بالوں کو بڑے گھمٹے میں ڈال دیا۔ لڑکے بالوں کو اس لیے کہ تمہاری بد اعمالی دیکھ کر وہ بھی ویسا ہی کریں گے۔

وَالَّذِينَ اجْتَنَبُوا الطَّاغُوتَ أَنْ يَعْبُدُوهَا وَأَنَابُوا إِلَى اللَّهِ لَهُمُ

الْبُشْرَىٰ ۚ فَبَشِّرْ عِبَادَ ۚ (۲) الَّذِينَ يَسْتَمِعُونَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُونَ أَحْسَنَهُ ۚ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ هَدَىٰ اللَّهُ ۚ وَوَلَّيْنَاكَ هُمْ أُولَٰئِكَ الْأَلْبَابَ ۚ (۳) أَفَمَنْ حَقَّ عَلَيْهِ الْعَذَابُ ۖ أَفَأَنْتَ تُنْقِذُ مَنْ فِي النَّارِ ۚ (۴) لَكِنَّ الَّذِينَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ لَمْ يُغْرِفْ مِنْ فَوْقِهِمَا غُرْفًا مَّبْنِيَّةً ۖ لَا تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ ۚ وَعَدَ اللَّهُ ۖ لَا يُخْلِفُ اللَّهُ الْمِيعَادَ ۚ (۵)

اور جو لوگ بتوں کے پوچھنے سے بچے رہے اور انہوں نے خدا کی طرف رجوع کی ان کے لیے جنت کی خوش خبری ہے پس میرے ان بندوں کو خوشخبری سے دو جو بات کو جان لگا کر سنتے ہیں اور ان میں سے اچھی بات پر عمل کرتے ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کی ہدایت خدا نے کی ہے اور یہی لوگ عقلمند ہیں (اے رسول) جس شخص پر عذاب کا وعدہ پورا ہو چکا ہو تو کیا تم اس شخص کو بچا سکتے ہو تو ہاں، جو لوگ اپنے پروردگار سے ڈرتے رہے ان کے لیے اویچھے اور بچے مل اور بالاخانوں پر بالاخانے ہیں جن کے نیچے نہیں جاری ہیں۔ یہ خدا کا وعدہ ہے اور خدا کبھی وعدہ کے خلاف نہیں کرتا۔

یعنی جن لوگوں نے سرکش شیطان کی عبادت سے گریز کی اور اللہ کی طرف رجوع کی تو ایسے لوگوں کے لیے جنت کی بشارت ہے اور ایسے ہی لوگ ہیں جن کو خدا نے راست تک پہنچا دیا۔ جس پر عذاب کا وعدہ پورا ہو چکا اس کا مصداق الباقی ملعون ہے۔ اسے عذاب الہی سے کوئی نہیں بچا سکتا۔ رہے جنتی لوگ تو ان کے لیے بڑے شاندار محل ہوں گے جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی۔ دوزخیوں اور جنتیوں کے متعلق جو خدا کا وعدہ ہے وہ پورا ہو کر ہے گا۔

الْعَرْتَرَانِ ۚ إِنَّ اللَّهَ أَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَسَلَكَهُ يَنَابِيعَ فِي الْأَرْضِ ثُمَّ

يُخْرِجُ بِهِ زُرْعًا مُخْتَلِفًا أَلْوَانُهُ ثُمَّ يَهِيَجُ فَنَزَلَهُ مُصْفًى ۚ ثُمَّ يَجْعَلُهُ حُطَامًا ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَذِكْرًا ۚ لِأُولَٰئِكَ الْأَلْبَابَ ۚ (۶) أَفَمَنْ شَرَحَ اللَّهُ صَدْرَهُ لِلْإِسْلَامِ فَهُوَ عَلَىٰ نُورٍ مِّنْ رَبِّهِ ۖ فَوَيْلٌ لِلنَّفْسِيفَةِ ۚ قُلُوبُهُمْ مِّنْ ذِكْرِ اللَّهِ ۚ أُولَٰئِكَ فِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ۚ (۷) اللَّهُ نَزَّلَ أَحْسَنَ الْحَدِيثِ كِتَابًا مُّتَشَابِهًا مَّثَانًى ۖ تَشْهَرُ مِنْهُ جُلُودُ الَّذِينَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ۚ ثُمَّ تَلَيْنُ جُلُودَهُمْ وَقُلُوبُهُمْ ۚ إِنَّ ذِكْرَ اللَّهِ ۚ ذَٰلِكَ هُدَىٰ اللَّهِ يَهْدِي بِهِ ۖ مَن يَشَاءُ ۚ وَمَن يُضِلِلِ اللَّهُ فَهُوَ بِإِذْنِهِ ۚ (۸) مِّنْ هَادٍ

کیا تم نے اس پر غور نہیں کیا کہ خدا نے آسمان سے پانی برسا یا۔ پھر اس کو زمین میں چشتے بنا کر جاری کیا جو اس کے ذریعہ سے رنگ برنگ کے پتے اگاتا ہے پھر (پکنے کے بعد) پودے نکھکھکتے ہیں تو تم کو وہ زرد دکھائی دیتے ہیں۔ پھر خدا انہیں پورے پورے (بھوسا) کر دیتا ہے اس میں بے شک عقلمندوں کے لیے بڑی نصیحت و عبرت ہے جس کے سینہ کو خدا نے (قبل) اسلام کے لیے کشادہ کر دیا تو وہ اپنے پروردگار (کی ہدایت) کی روشنی پر (چلتا) ہے۔ (وہ گمراہوں کے برابر کیسے ہو سکتا ہے)۔ افسوس تو ان لوگوں پر ہے جن کے دل خدا کی یاد سے (غافل ہو کر) سخت ہو گئے ہیں۔ یہ لوگ صرف گمراہی میں پڑے ہیں۔ خدا نے بہت اچھا کھلا (قرآن) نازل فرمایا جس کی آیتیں ایک دوسرے سے ملتی جلتی ہیں اور ایک بات کئی کئی بار دہرائی گئی ہے، جس کے سننے سے لوگوں کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں جو اپنے پروردگار سے

یعنی پیچیدہ نہیں تاکہ لوگ سمجھ کر خدا سے ڈریں۔ خدا نے ایک مثال بیان کی ہے۔ ایک شخص (غلام) ہے جس کے کئی جھگڑاوساقتی ہیں۔ اور ایک غلام ہے کہ پورا ایک شخص کا ہے تو کیا ان دونوں کی حالت یکساں ہو سکتی ہے (ہرگز نہیں) الحمد للہ، مگر ان میں سے اکثر اتنا بھی نہیں جانتے۔ (اے رسول) تم بھی تو مرنے والے ہو اور یہ لوگ بھی مرنے والے ہیں پھر تم لوگ قیامت کے دن اپنے پروردگار کی بارگاہ میں باہم جھگڑو گے۔

آیت ۲۴ میں مذکور سپرنانے کا ذکر ہے۔ آدمی پر جب مار پڑتی ہے تو جہاں تک ممکن ہوتا ہے نہ کو بھانے رہتا ہے اور اٹھنا کوشش دیتا ہے۔ یہی دوزخ میں تو اس کے ہاتھ پاؤں جکڑے ہوئے ہوں گے لہذا جو ضرب پڑے گی، منہ ہی پر پڑے گی۔

کفار سے جب نزول عذاب کو کہا جاتا تھا تو وہ سمجھتے تھے یہ صرف دھمکی ہے لیکن عذاب ان پر اس طرح یکایک آن پڑا کہ ان کو خبر بھی نہ ہوئی۔ پس اے رسول، ان کافروں کو آگاہ کر دو۔ ایسے ہی تم بھی کسی روز یکایک عذاب میں مبتلا ہو جاؤ گے۔ جیسے وہ لوگ دنیا میں ذلیل ہوئے تھے ایسے ہی تم بھی ہو گے اور اس کے بعد عذاب آخرت تو اس سے کہیں بڑا ہے۔

ہم نے لوگوں کے سمجھانے کے لیے مشرک ان کو صاف عربی زبان میں نازل کیا ہے۔ جب تمہیں اس کے سمجھانے کے لیے کسی ترجمان کی ضرورت نہیں۔ تمہاری مادری زبان ہے۔ پھر کیا وجہ ہے کہ تم اس کے معانی و مطالب پر غور نہیں کرتے۔ کوئی مفسر ان بیچ بیچ سے نہیں بیان کیا گیا کہ سمجھ میں نہ آئے۔

آیت ثبوت میں شرک و توحید کی ایک بڑی واضح مثال دی گئی ہے۔ ایک غلام کے آقا کئی لوگ ہیں جو بد مزاج اور جھگڑا لو ہیں۔ وہ جس کی اطاعت نہیں کرتا وہی اسے مارتا ہے تو ایسے غلام کی جان کیسی ضیق میں ہوگی۔ سب کیسے راضی کرے گا۔ دوسرا غلام ایک ہی شخص کی ملکیت ہے۔ وہ اپنے کو ہر طرح خوش رکھ سکتا ہے۔ مثلاً پہلے غلام کا ایک آقا بدھرازم رکھتا ہے۔ وہ چاہتا ہے کہ غلام بدھرازم کی عبادت کی عبادت کرے۔ دوسرا ہندو ہے۔ وہ چاہتا ہے کہ ہندوؤں کی سی عبادت کرے۔ تیسرا یہودی ہے۔ چوتھا نصرانی ہے۔ وہ اپنے اپنے طریقہ پر اسے رکھنا چاہتے ہیں۔ کیا یہ ممکن ہے کہ وہ غلام ہر دین کے مطابق عمل کر سکے۔ کفار و مشرکین کو سمجھا جا رہا ہے کہ تم کئی کئی جنوں کو اپنا مہبود بنائے ہوئے ہو۔ اگر یہ سب تم سے ایک ہی طریقہ عبادت چاہتے ہیں تو پھر ان سب کی ضرورت کیا ہے۔ کسی ایک کا دامن پکڑ لو۔ اور اگر ان کا طریقہ عمل مُجاہد ہے تو تمہاری جان جھگڑے میں پڑ جائے گی۔ مثلاً ایک دیوتا کے سامنے بتیقا کرنا میں عبادت ہے،

دوسرے کے نزدیک جیوتیا کرنا پاپ ہے۔ بناؤ دونوں کو کیسے خوش رکھ سکو گے۔ اور اگر ایک ہی خدا کے ماننے والے ہو تو یہ وقت پیش نہ آئے گی۔ یہ توحید انسانی معاشرہ کی جان ہے۔ ایک خدا کا ماننا آپس میں اختلافی صورت پیدا نہ کر سکے گا۔

اِنَّكَ مَلِكٌ وَمَوْلَا اِنَّكَ مُقْتَدِرٌ عَلٰی كُلِّ شَيْءٍ سے یہ ظاہر کیا گیا ہے کہ خدا کے سوا سب کو موت ہے۔ خواہ کوئی نبی ہو یا رسول۔ جب سب کو مرنا ہے اور ایک دن خدا کے سامنے ہونا ہے تو ہر ایک کے سامنے اس کا انجام آجائے گا۔

مَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ كَذَبَ عَلَى اللَّهِ وَكَذَّبَ بِالصِّدْقِ إِذْ جَاءَهُ ۖ
 أَلَيْسَ فِي جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْكَافِرِينَ ۝۳۲ وَالَّذِي جَاءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ
 بِهِ ۖ أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُتَّقُونَ ۝۳۳ لَهُمْ مَا يَشَاءُونَ عِندَ رَبِّهِمْ ۖ ذَٰلِكَ
 جَزَاُ الْمُحْسِنِينَ ۝۳۴ لِيُكَفِّرَ اللَّهُ عَنْهُمْ أَسْوَأَ الَّذِي عَمِلُوا وَ
 يُجْزِيَهُمْ أَجْرَهُم بِأَحْسَنِ الَّذِي كَانُوا يَعْمَلُونَ ۝۳۵ أَلَيْسَ اللَّهُ
 بِكَافٍ عَبْدَهُ ۖ وَيُخَوِّفُونَكَ بِالَّذِينَ مِنْ دُونِهِ ۖ وَمَنْ يُضِلِلِ اللَّهُ
 فَمَا لَهُ مِنْ هَادٍ ۝۳۶ وَمَنْ يَهْدِ اللَّهُ فَمَا لَهُ مِنْ مُضِلٍّ ۖ أَلَيْسَ
 اللَّهُ بِعَزِيزٍ ذِي انْتِقَامٍ ۝۳۷

اس سے زیادہ ظالم کون ہے جو خدا پر جھوٹ بولے اور جب سچی بات اس کے پاس آئے
 تو اسے جھٹلائے۔ کیا کافروں کا ٹھکانہ جہنم نہیں ہے۔ اور جو شخص سچائی کو لایا (رسول) اور
 جس نے اس کی تصدیق کی اور یہی پرہیزگار لوگ ہیں۔ یہ لوگ جو چاہیں گے ان کے لیے خدا کے
 پاس وہی چیز ہے۔ نیکی کرنے والوں کا تو یہی بدلہ ہے تاکہ اللہ ان کی بُرائیوں کو جو انہوں نے
 کی ہیں بدل دے اور جو اچھے کام وہ کر چکے تھے اس کا ثواب عطا فرمائے۔ کیا خدا اپنے بندوں
 کی مدد کے لیے کافی نہیں ہے۔ اے رسول، لوگ تمہیں خدا کے سوا دوسرے معبودوں سے ڈرتے
 ہیں۔ جس کو خدا اگر اسی میں چھوڑ دے اس کا ہدایت کرنے والا کوئی نہیں اور جس کو اللہ ہدایت
 کرے اس کو گمراہ کرنے والا کوئی نہیں۔ کیا خدا زبردست اور بدلہ لینے والا نہیں۔

اب یہ بیان کیا جا رہا ہے کہ جن لوگوں نے اللہ کے متعلق جھوٹ بولا اور اس کے لیے بیٹیاں اور بیٹے بنا کر رکھے اور جب رسولؐ نے قیامت کے دن ان کے سامنے پیش کیا تو اس کو جھٹلایا۔ ان کی رسالت کی تکذیب بھی کی۔ تو ایسے لوگوں کا ٹھکانہ جہنم کے سوا اور کہاں ہوگا۔ متقی وہ لوگ ہیں جنہوں نے اس خبر کی تصدیق کی جو رسولؐ کی طرف سے لکھ گئے تھے۔

وَالَّذِينَ جَاءُوا بِالْحَقِّ وَالْحَقَّ بَدَّلُوا كُفْرًا كَثِيرًا مِّنْهُنَّ مَن جَاءُوا بِالْحَقِّ سِرًّا ثُمَّ إِذَا نَجَّاهُمْ إِلَى النِّجْوَى اتَّخَذُوا لِنَفْسِهِمْ آلَاءَ بَاطِلًا يُرِيدُونَ أَن يَخْرُجُوا مِنَ النَّارِ وَمِنْهُنَّ مَن أَتَى النَّبِيَّ وَالنَّبِيَّاتُ وَهُنَّ يُرِيدُونَ أَن يُخْرِجُوهُنَّ مِنَ النَّارِ لَمَّا تَبَيَّنَ لَهُنَّ أَنَّهُنَّ فِي الْغَلَاظِ

قرآن کو لکھا ہے تو اس کو جھٹلانے والا مسخر تو مزید ہوگا۔ لیکن حضرات اہلسنت کے ایک زبردست عالم حافظ ابن مردودہ نے لکھا ہے کہ جو شخص رسالت کا کلام کو طے کے بارے میں جھٹلائے وہ مراد ہے۔ پس صدقہ سے حضرت علیؑ کے بارے میں حضرت رسولؐ کا کافر نامراد ہوا۔

علامہ بریلویؒ نے مجاہد ربیع النبیؑ کی تصدیق کی وہ حضرت علیؑ علیہ السلام ہیں۔ ایک حدیث میں ہے کہ صدیقؑ تین ہیں، مومن آلِ فرعون جس نے حضرت موسیٰؑ کی تصدیق کی، حبیبؑ انصار جس نے حضرت عیسیٰؑ کی تصدیق کی۔ اور علیؑ بن ابی طالب جنہوں نے حضرت رسولؐ کی تصدیق کی۔ اسی لیے حضرت علیؑ علیہ السلام فرمایا کرتے تھے اَنَا الصِّدِّيقُ الْأَكْبَرُ لَا يَقُولُ بَعْدِي إِلَّا كَاذِبٌ مُّتَغَيِّرٌ۔ (میں سب سے بڑا صدیق کہنے والا ہوں میرے بعد ایسا نہیں کہے گا جو کجگوشتا مفسر ہو۔)

اس کے بعد کہا گیا ہے کہ ان کے رب کے پاس جو کچھ ہے اس میں سے جو کچھ وہ چاہیں گے ان کو دیا جائے گا۔ یہاں یہ نہیں کہا گیا کہ جنت میں جو چاہیں گے دیا جائے گا بلکہ عند ربہم کما یشاء یعنی ان کے رب کے پاس جو ہے۔ تو ان کے سب کے پاس کیا نہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ صاحبِ عظمت ہے وہ شخص جو رسولؐ اللہ کا صدیقِ اول ہے۔ یعنی علیؑ بن ابی طالب علیہ السلام۔ پس اس کے بعد اگر علیؑ کو قسم اللہ و الجنت کا ہمارے تو کیا قابلِ ہزار ہے۔

مشرکین حضرت رسولؐ کو یہ کہہ کر ڈرا کرتے تھے کہ تم ہمارے بتوں کو بڑا کہہ کر اچھا نہیں کرتے۔ یہ بڑی بڑی بات ہے۔ یہ بڑی ہستیاں ہیں۔ کس کی طاقت ہے کہ ان کا مقابلہ کر سکے۔ اگر تم نے ان کو بڑا کہنا چھوڑا تو ایک دن یہ نہیں بے چلن گئے۔ وہ ظالم یہ نہیں جانتے تھے کہ اللہ کی قوت کیا ہے۔ بتوں میں کوئی طاقت نہیں۔

غلابے گمراہی میں چھوڑے گا پھر اسے کوئی طاقت نہیں نبھال سکتی اور جسے راہِ راست پر لگانے کا پھر کوئی دہان سے ہٹا نہیں سکتا۔ وہ وقت آ رہا ہے کہ خدا تم سے اس سرکشی کا بدلہ لے کر رہے گا۔

وَلَسِّنَّ سَأَلْتَهُمْ مِّنْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ مَا قُلْ اَفَرَبَّيْتُمْ مَّا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ اَرَادَنِيَ اللّٰهُ بِضَرٍّ هَلْ هُنَّ كُفَيْتُ ضَرَّهُ اَوْ اَرَادَنِيَ بِرَحْمَةٍ هَلْ هُنَّ مُمْسِكَتُ رَحْمَتِهِ

قُلْ حَسْبِيَ اللّٰهُ عَلَيْهِ يَتَوَكَّلُ الْمُتَوَكِّلُوْنَ ﴿۳۸﴾ قُلْ يَقُوْمُ اَعْمَلُوْا عَلٰٓى مَكَانَتِكُمْ اِنِّىْ عَامِلٌ ۚ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ﴿۳۹﴾ مِّنْ يَّاتِيْهِ عَذَابٌ يُّخْزِيْهِ وَيَحِلُّ عَلَيْهِ عَذَابٌ مُّقْتَرِمٌ ﴿۴۰﴾ اِنَّا اَنْزَلْنٰ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ لِلنَّاسِ بِالْحَقِّ ۚ فَمِنْ اِهْتَدٰى فَلِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ ضَلَّ فَاِنَّمَا يَضِلُّ عَلٰیهَا ۚ وَمَا اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِوَكِيْلٍ ﴿۴۱﴾

(اے رسول) اگر تم ان سے پوچھو کہ آسمان وزمین کس نے پیدا کیے تو کہہ دیں گے، اللہ نے، تم ان سے کہو، ذرا اس پر تو غور کرو، اگر اللہ کسی کو نقصان پہنچانا چاہے تو کیا یہ لوگ (ابت) نقصان کو دور کر سکتے ہیں۔ اور اگر خدا مہربانی کرنا چاہے تو کیا یہ لوگ اس کی مہربانی کو روک سکتے ہیں۔ اے رسول، تم کہہ دو کہ خدا میرے لیے کافی ہے۔ اسی پر بھروسہ کرنے والے بھروسہ کرتے ہیں۔ کہہ دو کہ اے قوم، تم اپنی جگہ پر جو عمل چاہو کیے جاؤ، میں اپنی جگہ جو کچھ کر رہا ہوں۔ عنقریب تمہیں (اپنے عمل کا نتیجہ) معلوم ہو جائے گا کہ کس پر آفت آتی ہے جو دنیا میں اُسے سوا کرے گی اور آخرت میں اس پر دائمی عذاب بھی نازل ہوگا ہم نے تم پر تیرا کس سچائی کے ساتھ نازل کیا ہے پس جو ہدایت پائے گا تو اپنے ہی لیے پائے گا اور جو گمراہ ہوا تو گمراہی کا وبال انہی پر ہوگا اور تم کچھ ان کے ذمہ دار تو نہیں ہو۔

پہلی آیت کے متعلق سوال یہ ہے کہ اگر کفار و مشرکین اللہ کو مانتے تھے اور خالقِ ارض و سماوات جانتے تھے تو پھر ان کو مشرک کیوں کہا جاتا ہے۔ جواب یہ ہے کہ وہ خدا کو مانتے تو تھے لیکن جن صفات کے ساتھ مانتے تھے خدا کی ذات ان سے منتر و مبتلا ہے۔ دوسرے وہ بتوں کو خدا کا شریک بھی سمجھتے تھے۔ ان کے عقیدہ میں خدا ایک پہنچانے کا ذریعہ محبت تھے۔

خدا فرماتا ہے، اے رسول! تم ان سے یہ پوچھو کہ تم جن کو اپنا مہربود سمجھتے ہو کیا ان میں یہ طاقت ہے کہ اگر خدا کسی کو نقصان پہنچانا چاہے تو یہ روک دیں یا فائدہ پہنچانا چاہے تو اُسے نہ پہنچائے دیں۔ پس جب خدا

کی بارگاہ میں ان کا کوئی دخل ہی نہیں تو پھر تم نے انہیں اپنا مہبود کیسے بنالیا۔

پھر رسولؐ کے کہا جا رہا ہے کہ تم ان سے کہو میں تو اپنا کام کیے جا رہا ہوں اس سے کڑا نہیں۔ تہا را جوجی چاہے کہو۔ تم مجھے کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے اور نہ مجھے کاؤ تسلیں سے روک سکتے ہو۔ تمہیں بہت جلد پتہ چل جائے گا کہ کون ذلیل ہوا اور کس کے سر پر غلبہ اکھڑا ہوا۔ تم اگر ہدایت یافتہ بنو گے تو تہا را ہی فائدہ ہوگا اور اگر گمراہی میں پڑے رہو گے تو اس کا وبال تمہارے ہی سر پر ملے گا۔ رسولؐ کا کام مسیح راستہ کا دکھانا ہے۔ اس پر مسند پر مفسر مرقس دیکھنا ہے کہ پتہ دار کی ذمہ داری نہیں۔

اللَّهُ يَتَوَفَّى الْأَنْفُسَ حِينَ مَوْتِهَا وَالَّتِي لَمْ تَمُتْ فِي مَنَامِهَا فَيُمْسِكُ الَّتِي قَضَىٰ عَلَيْهَا الْمَوْتَ وَيُرْسِلُ الْأُخْرَىٰ إِلَىٰ أَجَلٍ مُّسَمًّى إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ ﴿۳۲﴾ أَمْ اتَّخَذُوا مِنْ دُونِ اللَّهِ شُفَعَاءَ قُلْ أُولَٰئِكَ لَا يَمْلِكُونَ شَيْئًا وَلَا يَعْقِلُونَ ﴿۳۳﴾ قُلْ لِلَّهِ الشَّفَاعَةُ جَمِيعًا لَهُ مُلْكُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ ثُمَّ إِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ﴿۳۴﴾ وَإِذَا ذَكَرَ اللَّهُ وَحْدَهُ شَمَّرَتْ قُلُوبُ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ ۖ وَإِذَا ذَكَرَ الَّذِينَ مِنْ دُونِهِ إِذَا هُمْ يَسْتَبْشِرُونَ ﴿۳۵﴾

خدا ہی لوگوں کے مرنے کے وقت ان کے نفس (اپنی طرف) کھینچ لےتا ہے اور جو لوگ نہیں مرسے ان کے (نفس) خواب میں کھینچ لیے جاتے ہیں پس جن کے بارہ میں خدا موت کا حکم دے چکا ہے ان کے نفس کو روک رکھتا ہے اور باقی (سوء فاعلوں کے نفسوں) کو پیر ایک وقت تک کے لیے بھیج دیتا ہے۔ اس میں غور و فکر کرنے والوں کے لیے فتنہ کی بہت نشانیاں ہیں کیا ان لوگوں نے خدا کے سوا دوسرے سفارشی بنا رکھے ہیں۔ اے رسولؐ تم کہہ دو کہ جو بے لوگ

نہ کچھ اختیار رکھتے ہوں اور نہ کچھ سمجھتے ہو جتنے ہوں پھر بھی ان کو سفارشی بناؤ گے۔ تم کہہ دو کہ ساری سفارش تو خدا کے لیے خاص ہے۔ سارے آسمانوں اور زمین کی حکومت تو بس اسی کے لیے ہے۔ اور پھر لوگوں کو اس کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔ اور جب اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے تو جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے ان کے دل منتشر ہو جاتے ہیں اور جب خدا کے سوا اور مہبودوں کا ذکر کیا جاتا ہے تو ان کی باچھیں کل جاتی ہیں۔

نفس انسانی جو عقل و تمیز کی بجائی ہے سوئے وقت بدن سے بے خبر ہو جاتا ہے اور اس کے تمام سوس مسئل ہو جاتے ہیں اور مثل مردوں کے ہی جاتا ہے پس جن کو ابھی نہیں مرنا ہے ان کے نفس کو واپس بھیج دیا جاتا ہے اور نیند کے بعد وہ جاگ اٹھتے ہیں اور چوکو کو بلے لگاتی ہیں اور نفس کو واپس نہیں بھیجا جاتا۔ یہ سب کچھ خدا کے اختیار میں ہے۔ کوئی شخص یہ نہیں جانتا کہ اس کی زندگی کا وقت کب پورا ہو جائے گا۔ ایک شخص بولتا چلتا دنیا سے اٹھایا جاتا ہے اور ہر ایک کو وقت مبین تک زندہ رکھا جاتا ہے۔ نہ تو کوئی موت کا وقت جانتا ہے اور نہ کوئی آنے والی موت کو روک سکتا ہے۔ کیا یہ خدا کی قدرت کی نشانیں ہیں سے نہیں ہے۔

جن لوگوں کا یہ گمان ہے کہ ان کے چھوٹے مہبود سفارش کر کے انہیں بچا لیں گے وہ دھوکہ دہی ہیں دوسروں کی سفارش تو فری بات ہے وہ تو اپنے بچالے پر ہی قادر نہ ہوں گے سفارشوں کا قبول کرنا یا نہ کرنا تو خدا کے اختیار میں ہے آسمان و زمین سب اسی کے ہیں۔ اسی کے قبضہ اختیار میں ہیں اور اسی کی طرف سب کو لوٹ کر جانا ہے کسی کی طاقت نہیں کہ اپنے کو اس کے سامنے حاضر ہونے سے روک سکے۔

ان مشرکوں کی حالت یہ ہے کہ جب ان کے سامنے خدا کی صفات بیان کی جاتی ہیں تو عکس باختہ ہو جاتے ہیں انہیں سننا گوارا نہیں کرتے۔ اہل جب ان کے بتوں کی قرینہ کی جاتی ہے تو غوطی سے پھوٹے نہیں سماتے۔ مادہ پرستی ان پر غالب ہے وہ کسی ایسی ذات کو مہبود ماننے کے لیے تیار نہیں ہوتے جو انہیں نظر نہیں آتا اور بس کے صفات انسانی صفات سے بالکل الگ تھلاک ہوں۔ رہے بت جو ان کے مجھے ان کے سامنے ہوتے ہیں لہذا ان کو مہبود بنانے پر بخوشی راضی ہو جاتے ہیں اور ان کے اندر ان تمام کو فرض کر لیتے ہیں جو ایک معتبر راہی کے لیے ہونی چاہئیں۔ فتنہ ان باجبان کو بتا چلا کہ وہ ہے کہ ان بتوں کے اندر کوئی قدرت نہیں وہ کچھ نہیں کر سکتے۔

قُلِ اللَّهُمَّ فَاطِرَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ عَلِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ أَنْتَ تَحْكُمُ بَيْنَ عِبَادِكَ فِي مَا كَانُوا فِيهِ يَخْتَلِفُونَ ﴿۳۶﴾ وَلَوْ أَنَّ لِلَّذِينَ ظَلَمُوا

مَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا مِثْلَهُ مَعَهُ لَا قُدْرَٰةَ عَلَيْهِ مِنْ سُوءِ الْعَذَابِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ
وَبَدَّ لَهُمْ مِنَ اللَّهِ مَا لَمْ يَكُونُوا يَحْتَسِبُونَ ﴿۳۹﴾ وَبَدَّ لَهُمُ سَيَّاتٌ مَّا كَسَبُوا
وَحَاقَ بِهِمْ مَا كَانُوا بِمَشْهُورُونَ ﴿۴۰﴾ فَإِذَا مَسَّ الْإِنْسَانَ ضُرٌّ
دَعَا نَادِرًا إِذَا أَخْلَصَ نِعْمَةً مِّنَّا قَالَ إِنَّمَا أُوتِيْنَاهُ عَلَىٰ عِلْمٍ قَبْلِي فَتَنَةٌ
وَلَكِنَّا كَثُرُوهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ﴿۴۱﴾

(اے رسول کہو) اے خدا اے آسمان و زمین کہ یہ کہنے والے، اے ظالم باطن کے جاننے والے
جی باتوں میں تیرے بندے آپس میں جھگڑا کر رہے ہیں تو ہی ان کے درمیان نبیصلہ کر دے گا۔ اگر ان باتوں
کے پاس رفتے زمین کی ساری کائنات ہو بلکہ اس کے ساتھ اتنی ہی اور بھی ہو اور وہ قیامت کے من
سخت عذاب کا بدلہ دینا چاہیں تو ان کے سامنے خدا کی طرف سے وہ بات پیش آئے گی جس کا
انہیں وہم و گمان بھی نہ تھا اور جو بدکرداریاں انہوں نے کی ہیں وہ سب ان کے سامنے کل جائیگی
اور جس عذاب کے متعلق یہ لوگ قہقہے لگاتے تھے وہ انہیں لے ڈالے گا۔ انسان کو جب کوئی بُرائی چھو
جاتی ہے تو ہم سے دعائیں مانگنے لگتا ہے اور جب ہم اُسے اپنی طرف سے کوئی نعمت عطا کرتے
ہیں تو کہنے لگتا ہے یہ تو صرف میرے علم کے زور سے مجھے ملی ہے۔ مگر یہ تو ایک آزمائش ہے جسے
ان کے اکثر لوگ نہیں جانتے۔

آیت ہمزہ کا مطلب یہ ہے کہ کوئی زمین پر جس لوگوں نے خدا کی نافرمانی کی ہے وہ عذاب الہی سے
بچ نہیں سکتے۔ چاہے وہ یہ تمام دنیا بکھائی ایک اور دنیا بدلے میں سے کر لے کہ عذاب سے بچا جائے تو جی نہیں
سکتا۔ وہاں ان کے سامنے کروڑوں کے اتر پڑھوں کر رکھ دیئے جائیں گے اور وہ عذاب انہیں گھیر لے گا جس کا
وہ مذاق اڑاتے تھے۔

انسان کی حالت یہ ہے کہ جب اس پر کوئی مصیبت آتی ہے تو یہیں پکالے گناہ ہے اور جب ہم اس کو
اپنی کوئی نعمت عطا کرتے ہیں تو کہتا ہے یہ تو میری شہن تدبیر کا نتیجہ ہے، خدا کا اس میں کیا دخل۔ وہ سمجھتا نہیں کہ یہ

ایک طرح کی آزمائش ہے کہ جب ہم نعمتیں دیتے ہیں تو وہ ہمارا شکریہ ادا کرتا ہے یا نہیں اور جب کسی مصیبت
میں مبتلا ہوتا ہے تو ہم سے کوئی گناہ ہے یا نہیں۔ ہم سے منکر یا کرتا ہے یا نہیں۔

قَدْ قَالَهَا الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَمَا أَغْنَىٰ عَنْهُمْ مَا كَانُوا يَكْسِبُونَ ﴿۴۲﴾
فَإِذَا بِهِمْ سَيَّاتٌ مَّا كَسَبُوا وَالَّذِينَ ظَلَمُوا مِنْ هَٰؤُلَاءِ سَيَّابُهُمْ سَيَّاتٌ
مَّا كَسَبُوا وَمَا هُمْ بِمُعْجِزِينَ ﴿۴۳﴾ أَوَلَمْ يَعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ يَبْسُطُ
الرِّزْقَ لِمَنْ يَشَاءُ وَيَقْدِرُ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَايَةً لِّقَوْمٍ يَتُومِنُونَ ﴿۴۴﴾
قُلْ يُعْبَادِيَ الَّذِينَ أَسْرَفُوا عَلَىٰ أَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوا مِنْ رَحْمَةِ اللَّهِ
إِنَّ اللَّهَ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ جَمِيعًا إِنَّهُ هُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ ﴿۴۵﴾ وَالْيَتِيمَ
إِلَىٰ رَبِّكُمْ وَأَسْلَمُوْا لَهُ مِنْ قَبْلِ أَنْ يَأْتِيَكُمُ الْعَذَابُ ثُمَّ
لَا تُنصَرُونَ ﴿۴۶﴾

جو لوگ ان سے پہلے تھے وہ بھی ویسی ہی باتیں کیا کرتے تھے (جب عذاب آیا) تو ان کی کارسائیاں
کچھ بھی ان کے کام نہ آئیں۔ غرض انہیں اپنے بُرے اعمال کے نتیجے بھگتنے پڑیں گے اور یہ لوگ ہیں
عاجز نہیں کر سکتے۔ کیا انہیں یہ معلوم نہیں کہ اللہ جس کا رزق چاہتا ہے بڑھا دیتا ہے جس کا چاہتا
ہے گھٹا دیتا ہے۔ اس میں ایماندار لوگوں کے لیے قدرت کی نشانیاں ہیں۔ اے رسول کہو، اے
میرے ایماندار بندو جنہوں نے (گناہ کر کے) اپنے اوپر زیادتیاں کی ہیں اللہ کی رحمت سے مایوس
نہ ہوں۔ اللہ سارے گناہوں کو بخش دیتا ہے اور وہ بڑا بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔ تم اپنے
رب کی طرف رجوع کرو اور اس کے فرماؤ پر عمل جاؤ، اس سے پہلے کہ تم پر عذاب نازل ہو

اور پھر تنہا ہی مدد نہ کی جا سکے۔

ان شرکین کو سے پہلے ہی جو کفار و مشرکین گزر چکے ہیں وہ بھی خدا کے متعلق ایسی ہی جگہ سے کیا کرتے تھے جیسے یہ کیا کرتے ہیں۔ لیکن اس کی بنا پر ہی کہ جو عذاب آنا تھا وہ ان پر آ ہی گیا۔ کیا یہ حق خدا کے عاجز بنانے کی جگہ میں تھے۔ ان کو یہ بھی سمجھنا چاہیے کہ روزی کو شادہ کرنا اور کم کرنا اس کے اختیار میں ہے۔ اگر وہ قحط کا عذاب لاتا ہے تو کون روک سکتا ہے اور اگر کھیتوں میں خوب فلتہ پیدا ہو تو کس کی یہ طاقت ہے کہ زمین کی اس پیداوار کو کم کر دے۔ جو لوگ ایماندار ہیں مگر جو کچھ بے گناہ کر جاتے ہیں تو ان کی تسلی کے لیے کہا جا رہا ہے کہ اللہ کی رحمت اور بخشش سے ایسے نہ ہوں، اس سے قریب دست بردار کرو۔ دل کو اسی سے لٹائے رکھو۔ اس کی اطاعت و فرمانبرداری پر کمر باندھو۔ وہ ایسا غفور و رحیم ہے کہ تمہارے گناہ بخش دے گا۔

وَاتَّبِعُوا أَحْسَنَ مَا أُنْزِلَ إِلَيْكُمْ مِنْ رَبِّكُمْ مِنْ قَبْلِ أَنْ يَأْتِيَكُمْ
الْعَذَابُ بَغْئَةً وَأَنْتُمْ لَا تَشْعُرُونَ ﴿۵۵﴾ أَنْ تَقُولَ نَفْسٌ لِحُضْرَتِي
عَلَى مَا قَرَّطْتُ فِي جَنْبِ اللَّهِ وَإِنْ كُنْتُ لَمِنَ السَّخِرِينَ ﴿۵۶﴾ أَوْ
تَقُولَ لَوْ أَنَّ اللَّهَ هَدَانِي لَكُنْتُ مِنَ الْمُتَّقِينَ ﴿۵۷﴾ أَوْ تَقُولَ حِينَ
تَرَى الْعَذَابَ لَوْ أَنَّ لِي كَرَّةً فَأَكُونَ مِنَ الْمُحْسِنِينَ ﴿۵۸﴾

اور جو اچھی باتیں تمہارے پروردگار کی طرف سے نازل ہوتی ہیں ان پر چلو۔ اس سے پہلے کہ تم پر
یہ بگڑا عذاب نازل ہوا اور تمہیں خبر بھی نہ ہو (کیسے ایسا نہیں کہ تم میں سے کوئی شخص یہ کہنے لگے
ہائے افسوس میری اس کوتاہی پر جو میں نے تقرب خدا حاصل کرنے میں کی اور میں تو ان باتوں پر
ہنستا ہی رہا یا یہ کہنے لگے کہ اگر خدا میری ہدایت کرتا تو میں ضرور پرہیزگاروں میں سے ہوتا یا جب
عذاب آتا دیکھے تو کہنے لگے کاش مجھے دنیا میں پھر جانے لے تو میں نیکو کاروں میں سے ہو جاؤں۔

جنت اللہ۔ حضرت علی علیہ السلام کا لقب ہے بسبب خدا سے انتہائی قربت کے مطلب یہ ہے کہ

مناقبین حضرت سے کہیں گے کاش ہم نے اہل بیت کی پیروی میں کوتاہی نہ کی ہوتی اور حضرت علی کی فضیلت کا مذاق نہ
اڑایا ہوتا۔ لیکن قیامت کے روز ایسی باتیں کر لے سے کیا فائدہ ہوگا۔ تو یہ استغفار کرنے اور نیک عمل کر کے دکھانے کا
وقت گزر چکا ہوگا۔

بعض مفسرین نے جنت اللہ کا مطلب یوں بیان کیا ہے کہ کتاب خدا کے بہترین پہلو سے درگزر نہ کرنا۔
لیکن یہ بات صحیح نہیں آئی، کیونکہ کتاب خدا میں تو کوئی پہلو بھی ناقص نہیں۔ پھر بہترین و کمترین کا کیا سوال۔ یہ سب
محوشین حضرت علی علیہ السلام کی فضیلت کو مثال کے لیے ہیں۔
یعنی منی جنت اللہ کے ہیں "اللہ کا پہلو"۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ عن اللہ متابعی آدمی ہیں۔ اسی طرح پہلو سے
مراد انتہائی قربت ہی ہو سکتی ہے اور رسول کے بدرجے زیادہ قربت صرف حضرت علی کو حاصل تھی۔

بَلَى قَدْ جَاءَكَ آيَاتِي فَكَذَّبْتَ بِهَا وَاسْتَكْبَرْتَ وَكُنْتَ مِنَ
الْكَافِرِينَ ﴿۵۹﴾ وَيَوْمَ الْقِيَمَةِ تَرَى الَّذِينَ كَذَبُوا عَلَى اللَّهِ وُجُوهُهُمُ
مُسْوَدَّةٌ أَلَيْسَ فِي جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْمُتَكَبِّرِينَ ﴿۶۰﴾ وَيُنَجِّي اللَّهُ الَّذِينَ
اتَّقَوْا بِمَفَازَتِهِمْ لَا يَمَسُّهُمُ السُّوءُ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ﴿۶۱﴾ اللَّهُ خَالِقُ
كُلِّ شَيْءٍ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ وَكِيلٌ ﴿۶۲﴾

ہاں، تیرے پاس میری نشانیاں آئیں تو نے ان کو جھٹلایا اور تکبر کیا اور کافروں میں سے ہو گیا۔
اور جن لوگوں نے خدا پر جھوٹے بہتان باندھے قیامت کے دن تم دیکھو گے کہ ان کے چہرے
سیاہ ہوں گے۔ کیا ان کا کرنے والوں کا ٹھکانہ جہنم نہیں ہے اور جو لوگ پرہیزگار ہیں انہیں ان کی
کامیابی (اور سعادت) کے سبب نجات دے گا اور انہیں کوئی تکلیف چھوٹے گی ہی نہیں اور
نہ وہ رنجیدہ ہوں گے۔ اللہ ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے اور وہ ہر چیز کا نگہبان ہے۔

لَهُ مَقَالِيدُ السَّمُوتِ وَالْأَرْضِ وَالَّذِينَ كَفَرُوا بِآيَاتِ اللَّهِ أُولَٰئِكَ

هُمْ الْخَيْرُونَ ﴿۳۹﴾ قُلْ أَغْفِرَ اللَّهُ تَامُرُونِي أَعْبُدُكُمْ أَمْ الْجَاهِلُونَ ﴿۴۰﴾
وَلَقَدْ أَوْحَى إِلَيْكَ وَإِلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكَ لَئِنْ أَشْرَكْتَ
لَيَجْبُطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ ﴿۴۱﴾ بَلِ اللَّهُ فَاعْبُدْ وَ
كُنْ مِنَ الشَّاكِرِينَ ﴿۴۲﴾ وَمَا قَدَرُوا اللَّهَ حَقَّ قَدْرِهِ وَالْأَرْضُ
جَمِيعًا قَبْضَتُهُ يَوْمَ الْقِيَمَةِ وَالسَّمَوَاتُ مَطْوِيَّاتٌ بِيَمِينِهِ سُبْحَنَهُ
وَتَعَالَى عَمَّا يُشْرِكُونَ ﴿۴۳﴾ وَنُفِخَ فِي الصُّورِ فَصَعِقَ مَنْ فِي
السَّمَوَاتِ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ إِلَّا مَنْ شَاءَ اللَّهُ ثُمَّ نُفِخَ فِيهِ أُخْرَى
فَإِذَا هُمْ قِيَامٌ يَنْظُرُونَ ﴿۴۴﴾ وَأَشْرَقَتِ الْأَرْضُ بِنُورِ رَبِّهَا وَ
وُضِعَ الْكِتَابُ وَجَاءَتْ السَّيِّئَاتُ عَلَى النَّبِيِّنَّ وَالشُّهَدَاءُ وَقُضِيَ بَيْنَهُمْ
بِالْحَقِّ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ﴿۴۵﴾

خدا کے پاس آسمان و زمین کی گنجیاں ہیں جن لوگوں نے آیات خدا سے انکار کیا وہ گھٹائے میں
ہے۔ اے رسول! کہہ دو اے جاہلو! تم مجھ سے کیا یہ چاہتے ہو کہ میں خدا کے سوا کسی اور کی عبادت
کروں۔ اے رسول تمہاری طرف اور تم سے پہلے جو رسول گزر چکے ہیں ان کی طرف یہ وحی کی جا
چکی ہے کہ اگر تم نے شرک کیا تو تمہارے تمام اعمال اکارت ہو جائیں گے اور تم خسارہ پانے والوں
میں سے ہو جاؤ گے۔ پس اللہ کی عبادت کرو اور خدا کے شکر گزار بنو۔ ان لوگوں نے یہی
کہ خدا کی قدر کرنی چاہیے تھی کچھ بھی نہ کی اور روز قیامت یہ ساری زمین گویا اس کی مٹھی میں ہوگی

اور سارے آسمان اس کے دہانے ہاتھ میں پٹے ہوئے ہوں گے۔ اور جسے یہ لوگ خدا کا شریک
بناتے ہیں خدا اس سے پاک و پاکیزہ ہے اور جب صور پھونکا جائے گا تو جو بھی مخلوق آسمانوں
اور زمین پر ہے یہ ہوش ہو کر گر پڑے گی (میر جائے گی) مگر جسے اللہ چاہے گا بچ جائے گا پھر
دوسرا صور پھونکا جائے گا تو سب کے سب کھڑے ہو کر دیکھنے لگیں گے اور زمین اپنے رب کے
ٹور سے جگمگا اٹھے گی اور (اعمال کی) کتاب سب کے سامنے رکھ دی جائے گی اور پیغمبر اور گواہ
حاضر کیے جائیں گے اور انصاف کے ساتھ ان کا فیصلہ کر دیا جائے گا اور ان پر ظلم نہیں کیا جائیگا۔

آیت نمبر ۴۳۔ آسمانوں اور زمین کے تمام خزانوں کی گنجیاں خدا کے پاس ہیں ہر ایک ارضی و سماوی
شے پر اس کو پورا پورا اختیار ہے۔ ہر شے کا بنانے والا اور نکلانے والا وہی ہے۔
خدا نے کسی شخص کو شرک کرنے کی اجازت نہیں دی کہ نہ مشرک کا کوئی عمل صالح قابل پذیرائی نہیں ہوگا۔
ایسے شخص نے جو اعمال خیر کیے ہوں گے وہ قابل جزا قرار نہ پائیں گے۔
لوگوں نے خدا کی عظمت و جلالت کو سمجھا ہی نہیں، درہم لوگ بتوں جیسی ناکارہ چیزوں کو خدا سے جدا
لا شریک کے مقابل لا کر کیوں رکھتے۔

زمین و آسمان پر پوری حکومت رکھنے کو مٹھی میں رکھنے سے تعبیر کیا گیا جس طرح کسی چھوٹی سی چیز کو انسان
بیرکزی رحمت مٹھی میں داب لیتا ہے ایسے ہی یہ سب آسمان و زمین و قیامت اس کی مٹھی میں دھبے ہوئے ہونگے
جیسے کوئی مٹی کی کپڑے کو ہاتھ پر لپیٹ لیتا ہے اسی طرح یہ سب ان کی قدرت کے ہاتھ پر لپٹے ہوئے ہوں گے۔
مطلب یہ ہے کہ جو چیزیں تمہاری نگاہوں میں بڑی لمبی چوڑی نظر آتی ہیں اس کے سامنے ان کی کیا حقیقت ہے۔
اعادیت سے معلوم ہوتا ہے کہ صورتیں مرتجی ہو کر کھالے گا۔ پہلی بار سب بہشت زدہ ہو کر یہوش ہو جائیں گے
دوسری بار سب مر جائیں گے تیسری بار پھر زندہ ہوں گے۔ ایک روایت میں قتادہ سے مروی ہے کہ پہلے دو صورتوں
کے درمیان چالیں برس کا فاصلہ ہوگا۔

کتابت میں بھی جانے سے مراد ہے کہ ہر شخص کا نام اعمال اس کی گردن میں ڈالا جائے گا اور ہر ایک عمل کے
متعلق گواہ طلب کیے جائیں گے ان میں فرشتے بھی ہوں گے انبیاء بھی ہوں گے اور ہر شخص کے اپنے اعضاء بھی گواہ بنیں
ہوں گے۔ اس وقت کوئی بات کہے جھوٹ نہ سکے گی۔ جب ایسا ہے تو انسان کو چاہیے کہ اپنی زندگی میں ہر قدم
پوری احتیاط سے اٹھائے۔

وَوُفِّيَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ وَهُوَ أَعْلَمُ بِمَا يَفْعَلُونَ ﴿۴۶﴾ وَسَيَقُ

الَّذِينَ كَفَرُوا إِلَىٰ جَهَنَّمَ زُمَرًا ۖ حَتَّىٰ إِذَا جَاءُوهَا فَفُتِحَتْ أَبْوَابُهَا
وَقَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَا أَلَمْ يَأْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَتْلُونَ عَلَيْكُمْ آيَاتِ
رَبِّكُمْ وَيُنذِرُونَكُمْ لِقَاءَ يَوْمِكُمْ هَٰذَا ۖ قَالُوا ابْلُوا بِلِي وَلَٰكِن
حَقَّتْ كَلِمَةُ الْعَذَابِ عَلَى الْكَافِرِينَ ۚ ۞ قِيلَ ادْخُلُوا أَبْوَابَ جَهَنَّمَ
خَالِدِينَ فِيهَا ۖ فَبِئْسَ مَثْوًى لِّلْمُتَكَبِّرِينَ ۞

جس شخص نے جیسا کیا ہو گا اس کو اس کا پورا بدلہ مل جائے گا اور جو کچھ یہ لوگ کرتے ہیں خدا اس کو
خوب واقف ہے اور جو لوگ کافر تھے ان کے غول کے غول جہنم کی طرف ہر گناہے جائیں گے یہاں تک
کہ جب جہنم کے پاس آئیں گے تو اس کے دروازے کھلے ہوئے ہوں گے، اس کے پہرہ دار
کہیں گے کیا تم میں سے کسی کے پاس ایسے رسول نہیں آئے تھے جو تمہارے رب کی آیات کو تمہارے
سامنے تلاوت کرتے اور اس دن کی ملاقات سے تمہیں ڈراتے۔ وہ کہیں گے وہ آئے تو تھے
لیکن (ہم نے ان کی بات مانی نہیں) کافروں کے عذاب کی بات ثابت ہو کر رہی۔ ان سے کہا جا سکا
جہنم کے دروازوں میں داخل ہو جاؤ یہیں تمہیں ہمیشہ رہنا ہے۔ سب کچھ کرنے والوں کے لیے
کیا بُری جگہ ہے۔

جب کسی کے متعلق یہ طے کر لیا جائے گا کہ اس کو جہنم میں جانا ہے تو فرشتہ گان عذاب اسے کشاکش
جہنم کی طرف لے جائیں گے۔ یہ تین قسم کے لوگ ہوں گے۔ اول مشرک دوسرے کافر تیسرے منافق۔ یہ وہ لوگ
ہوں گے جنہوں نے آل رسول کے حق کو نہیں پہچانا اور طرح طرح سے انہیں سنایا اور ان کے حقوق کو مٹا دیا
کیا وہ لوگ عذاب جہنم سے بچ نہیں سکتے۔ کیونکہ جن حضرات سے ان کی ہدایت و ہمت تھی انہوں نے ان کا دامن
چھوڑ کر اس طرح دوسروں کا دامن پکڑ لیا جیسے شرک اور کافروں نے خدا کو چھوڑ کر دوسرے کو اپنا مبود
بنالیا تھا۔

وَسَيُتْلَىٰ ذَٰلِكَ عَلَى الَّذِينَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ ۖ إِلَى الْجَنَّةِ زُمَرًا ۖ حَتَّىٰ إِذَا
جَاءُوهَا وَفُتِحَتْ أَبْوَابُهَا وَقَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَا سَلَامٌ
عَلَيْكُمْ طِبْتُمْ فَادْخُلُوهَا خَالِدِينَ ۞ ۞ وَقَالُوا الْحَمْدُ
لِلَّهِ الَّذِي صَدَقْنَا وَعَدَهُ ۖ وَأَوْثَقْنَا الْأَرْضَ نَتَبَوَّأُ مِنَ
الْجَنَّةِ حَيْثُ نَشَاءُ ۖ فَنِعْمَ أَجْرُ الْعَامِلِينَ ۞ ۞ وَ
تَرَى الْمَلَائِكَةَ حَافِينَ مِنْ حَوْلِ الْعَرْشِ يُسَبِّحُونَ
بِحَمْدِ رَبِّهِمْ ۖ وَقُضِيَ بَيْنَهُم بِالْحَقِّ وَقِيلَ الْحَمْدُ
لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ۞

اور جو لوگ اپنے رب سے ڈرتے رہے تھے وہ جنت کی طرف بلائے جائیں گے۔ جب
اس کے پاس پہنچیں گے تو جنت کے دروازے کھول دیئے جائیں گے اور ان کے پاس
ان سے کہیں گے، سلام علیکم! اچھے رہے پس وہ جنت میں ہمیشہ کے لیے داخل ہو
جائیں گے۔ وہ (مومن لوگ) کہیں گے حمد ہے اس خدا کی جس نے اپنے وعدہ کو پورا کیا۔
اور اس زمین کا مالک بنایا کہ ہم جنت میں جہاں چاہیں رہیں۔ پس اچھے کام کرنے والوں کا
کیا اچھا بدلہ ہے اور (اے رسول) تم ملائکہ کو دیکھو گے کہ وہ عرش کے گرد گھوم رہے ہوں گے
اور اپنے رب کی تسبیح کر رہے ہوں گے۔ اور لوگوں کے درمیان ٹھیک ٹھیک فیصلہ کر
دیا جائے گا اور ہر طرف سے یہی صدا بلند ہوگی اَلْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ۞

سُورَةُ الْمُؤْمِنِينَ كِتَابٌ ۶۰

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

حَمْدٌ ۱ تَنْزِيلُ الْكِتَابِ مِنَ اللَّهِ الْعَزِيزِ الْعَلِيمِ ۲ غَافِرِ
 الذَّنْبِ وَقَابِلِ التَّوْبِ شَدِيدِ الْعِقَابِ ذِي الطَّوْلِ ۳ لَا
 إِلَهَ إِلَّا هُوَ إِلَهُ الْمَصِيرِ ۴ مَا يُجَادِلُ فِي آيَاتِ اللَّهِ إِلَّا الَّذِينَ
 كَفَرُوا فَلَا يَغْرُرُكَ تَقَلُّبُهُمْ فِي الْبِلَادِ ۵ كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ
 نُوحٍ وَالْأَحْزَابُ مِنْ بَعْدِهِمْ وَهَمَّتْ كُلُّ أُمَّةٍ بِرَسُولِهِمْ
 لِيَأْخُذُوهُ وَجَدُوا بِالْبَاطِلِ لِيُدْحِضُوا بِهِ الْحَقَّ فَأَخَذْتُهُمْ ۶
 فَكَيْفَ كَانَ عِقَابِ ۷ وَكَذَلِكَ حَقَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ عَلَى الَّذِينَ كَفَرُوا
 أَنَّهُمْ أَصْحَابُ النَّارِ ۸ الَّذِينَ يَجْلِسُونَ الْعَرْشَ وَمِنْ حَوْلِهِ يُسَبِّحُونَ
 بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيُؤْمِنُونَ بِهِ وَيَسْتَغْفِرُونَ لِلَّذِينَ آمَنُوا رَبَّنَا
 وَسِعْتَ كُلَّ شَيْءٍ رَحْمَةً وَعِلْمًا فَاغْفِرْ لِلَّذِينَ تَابُوا وَاتَّبَعُوا
 سَبِيلَكَ وَقِهِمْ عَذَابَ الْجَحِيمِ ۹

ح- یم، یہ کتاب سب پر غالب اور سب کچھ جاننے والے خدا کی طرف سے نازل کی گئی ہے۔

وَقَفَّيْنَا عَلَى الْمُتَكِبِينَ ۱۲

جو گناہوں کا بخشنے والا اور توبہ کا قبول کرنے والا سخت عذاب دینے والا صاحب فضل و کرم
 ہے۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور اسی کی طرف بازگشت ہے۔ آیات خدا کے بار میں یہی
 لوگ جھگڑا کرتے ہیں جو کافر ہیں۔ پس (اے رسول) ان لوگوں کا شہر شہر گھومنا (مال حاصل کرنا)
 نہیں دھوکہ دینے والے۔ ان سے پہلے قوم نوح نے اور ان کے بعد اُمتوں نے پیغمبروں
 کو جھٹلایا تھا۔ ہر امت نے اپنے رسول کے بار میں یہ ارادہ کر لیا تھا کہ انہیں گرفتار کر کے (قتل
 کر ڈالیں) اور بیہودہ باتوں کی آڑ پر کمر لڑنے لگیں۔ تاکہ اس کے بعد حق بات کو اٹھا کر پھینکیں
 تو میں نے انہیں گرفتار کیا پھر دیکھا ان پر کیسا سخت عذاب آیا۔ اسی طرح تمہارے پروردگار کا
 عذاب کا حکم ان کافروں پر پڑ رہا ہو چکا ہے۔ یہ لوگ یقیناً جہنمی ہیں۔ جو فرشتے عرش کو اٹھائے ہو
 ہیں اور جو اس کے گرد تعینات ہیں سب اپنے پروردگار کی اطاعت کے ساتھ بیچ کرتے ہیں اور اس
 پر ایمان رکھتے ہیں اور مومنوں کی بخشش کے لیے دعائیں مانگا کرتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار، تیری
 رحمت اور نیر عالم ہر چیز کا احاطہ کیے ہوئے ہے تو جن لوگوں نے سچے دل سے توبہ کر لی ہے اور
 تیرے راستہ پر چلے ہیں ان کو جہنم کے عذاب سے بچالے۔

آیت نمبر ۹ میں آیات خدا میں جھگڑا کرنے سے یا تو یہ مل رہے ہیں کہ یہ کافر لوگ انہیں کلامِ خدا مانتے نہیں اور اگر
 آیات سے مراد ملیں ہیں تو ان کو غلط ثابت کرنے کی جو کوشش کرتے ہیں اور ان پر خواہ مخواہ کی کج سمجھ کے ان کو قورٹنا
 چاہتے ہیں۔ اے رسول، تم سے پہلے نوح اور دیگر پیغمبروں کی جو امتیں تھیں انہوں نے کیا کچھ نہیں کیا۔ اول تو انبیاء
 کو جھٹلایا پھر ان کے قتل پر آمادہ ہوئے پھر جو حق بات تھی اس پر امر باطل کو غالب کرنا چاہا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا
 کہ ہم نے انہیں دھوکہ دیا اور سخت عذاب لے کر ان کو لپیٹ دیا۔ یہ تو جہنمی تھے ہی، اس لیے ایسی بات کہتے
 تھے۔ انہوں نے خدا کے مخلقت و جلالت کو سمجھا ہی نہیں۔ ان کی تو حقیقت ہی کیا ہے۔ جو عظیم المرتبت فرشتے عرش
 کو اٹھائے ہوئے ہیں اور جو اس کے پاس رہتے ہیں وہ ہر وقت اس کی حمد کی تسبیح میں مصروف رہتے ہیں۔
 اور ہر طرح اس کے فرماں بردار ہیں اور اہل ایمان کے لیے دعائیں مانگتے رہتے ہیں۔

جو ایمان والے عہد رسالت میں مشرکین کے ظلم و ستم سے سخت تنگ دل ہوئے تھے ان کی تسلی کے لیے کہا جاسا
 ہے کہ یہ بدعت اگر تمہارا مرتبہ نہیں سمجھتے تو تمہیں۔ تم تو اس مرتبہ پر غائر ہیں کہ سب سے بلند مرتبے والے فرشتے جو ملائکہ
 عرش ہیں وہ تمہارے لیے خدا سے دعا کرتے مانگتے ہیں اور تم کو عذاب جہنم سے بچانے کی درخواست کرتے ہیں پس
 اس بہندہ و ذرہ تکلیف سے تم دل شکستہ نہ ہو۔ آخرت میں جنہیں اس کا برا اجر ملے گا یہ دنیا کی اور اس کا مٹش و آرام کیا۔

ہمیشہ کا آرام تو مرنے کے بعد نہیں ملنے والا ہے۔ (سورہ اور کیا کہتے ہیں، اچھی آیات ہیں پڑھو)۔

رَبَّنَا وَادْخُلْهُمْ جَنَّاتٍ عَدْنٍ الَّتِي وَعَدْتَهُمْ وَمَنْ صَلَحَ مِنْ
أَبَائِهِمْ وَازْوَاجِهِمْ وَذُرِّيَّاتِهِمْ إِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۝
وَقِهِمُ السَّيَّئَاتِ وَمَنْ تَقِ السَّيَّئَاتِ يَوْمَئِذٍ فَقَدْ رَحِمْتَهُ وَذَلِكَ
هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ۝ إِنْ الَّذِينَ كَفَرُوا ينادُونَ لِمَقُتُ اللَّهَ
أَكْبَرُ مِنْ مَقْتِكُمْ أَنْفُسَكُمْ إِذْ تُدْعَوْنَ إِلَى الْإِيمَانِ فَتَكْفُرُونَ ۝
قَالُوا رَبَّنَا آمَنَّا أَثْنَتَيْنِ وَأَحَدُتَيْنِ فَأَعْتَرَفْنَا بِذُنُوبِنَا
فَهَلْ إِلَى الْخُرُوجِ مِنْ سَبِيلٍ ۝ ذَلِكُمْ بِأَنَّهُ إِذَا دُعِيَ اللَّهُ وَحْدَهُ
كَفَرْتُمْ وَوَ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ تَوَسَّلُوا فَالْحُكْمُ لِلَّهِ الْعَلِيِّ الْكَبِيرِ ۝
هُوَ الَّذِي يُرِيكُمْ آيَاتِهِ وَيُنَزِّلُ لَكُمْ مِنَ السَّمَاءِ رِزْقًا وَمَا
يَتَذَكَّرُ إِلَّا مَنْ يُنِيبُ ۝ فَادْعُوا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ
وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ ۝

اے ہمارے پروردگار انہیں جنت عدن کے اُن باغوں میں داخل کر جن کا تو نے ان سے وعدہ
کیا تھا اور ان کے آباؤ ازواج و اولاد میں جو تیرے نیک بندے تھے اُن کو بھی۔ بے شک تو
سب پر غالب اور حکمت والا ہے۔ ان کو ہر قسم کی برائیوں سے محفوظ رکھ اور جن کو تو نے اس دن کے

عذاب سے بچا لیا اس پر بڑا رحم کیا اور ان کے لیے یہ بڑی کامیابی ہے۔ جن لوگوں نے کفر اختیار کیا ہے
اُن سے پکار کر کہہ دیا جائے کہ تمنا تم آج اپنی جان سے بیزار ہو اس سے بڑھ کر خدا تم سے بیزار ہے۔
جب تم ایمان کی طرف بلائے جاتے تھے تو کفر کرتے تھے۔ وہ لوگ کہیں گے، اے ہمارے پروردگار
تو ہمیں دوبارہ مار چکا اور دوبارہ زندہ کر چکا تو اب ہم اپنے گناہوں کا اقرار کرتے ہیں تو کیا یہاں سے
بچنے کی کوئی سبیل ہے؟ یہاں سے کہ جب خدا نے وحدۃ لا شریک کو پکارا جاتا تھا تو تم انکار
کرتے تھے اور اگر اس کے ساتھ شریک کیا جاتا تھا تو تم مان لیتے تھے تو آج اس خدا کی حکومت ہے
جو غالب اور بزرگ ہے۔ وہ وہی تو ہے جو تم کو اپنی قدرت کی نشانیاں دکھاتا ہے اور تمہارے لیے
آسمان سے روزی نکالتا ہے اور نصیحت کو بس وہی حاصل کرے گا جو اس کی طرف رجوع کرتا ہے
پس تم لوگ خدا کو سچے دل سے پکارو اگرچہ کفار بُرا ہیں۔

یعنی فرشتے صرف نیک بندوں کے لیے دُعا سے منفعت کریں گے بلکہ ان کے آباؤ اجداد اور اولاد
کے لیے بھی۔ اللہ اللہ خدا کے نیک بندوں کو کیا مزید حاصل ہے۔
آیت نبی اللہ میں جو دومرتبہ مرے اور دوبارہ زندہ کرنے کا ذکر ہے۔ اس کے بارہ میں غمخیزان کا اختلاف ہے۔
قتادہ ضحاک اور ابن عباس کا خیال ہے کہ پہلی مرتبہ لفظ کی حالت ہے اور دوسری موت زندگان دنیا کے بعد کی ہے۔
اور پہلی بار زندہ کرنا حکمِ مادر میں زندہ کرنا ہے اور دوسری دفعہ قیامت میں زندہ کرنا ہے۔ اور سنی وغیرہ کا خیال ہے
کہ پہلی موت دنیا کی اور دوسری قیامت کے قبل کی ہے اور پہلی زندگی قبر میں حیات و جواب کی اور دوسری قیامت میں
ہوگی۔ ہجائی کا خیال ہے کہ پہلی زندگی دنیا میں اور دوسری قبر میں۔ اور پہلی موت دنیا میں اور دوسری قبر میں۔ لیکن ان
میں سے کوئی بھی قیامت قبل قبول نہیں۔ کیونکہ لفظ کی حالت کو کوئی مانا کہہ سکتا ہے اور پیدائش کو زندہ کرنا اس طرح
قبر کی قیامت زندگی کو زندہ کرنا نہیں کہہ سکتا ہے۔ اور اس کے کوثرنا۔ جس طرح افاقۃ الموت کو کوئی سمجھ نہیں کہہ سکتا اور نہ
سولے کے بعد حال اٹھنے کو زندہ ہونا کہا جاتا ہے۔ صحیح خیال یہ ہے کہ پہلی موت ہے زندگی کے بعد کی موت دوسری
موت ہے رحمت کے بعد کی۔ اور پہلی مرتبہ زندہ ہونا رحمت کا زندہ کرنا اور دوسری دفعہ زندہ کرنے سے قیامت میں
زندہ کرنا ہے۔ (منقول از ترجمہ قرآن مولانا صدیق علی صاحب رحمہ اللہ)۔

کفار و مشرکین جو نہ قیامت میں مرنے اور زندہ ہونے کو نہیں مانتے تھے اس لیے اس کے مستحق تھے۔
بہر حال قرآن میں دوبارہ زندہ ہونے اور دوبارہ مرنے کا ذکر ہے۔ ان کو اپنے گناہوں کا اعتراف کرنا ہو گا اور چاہیں گے کہ
دو رخ سے بچنے کی کوئی صورت پیدا ہو جائے لیکن یہ ممکن نہ ہو گا۔ یہ سزا ان کو فدا کی خدائی سے انکار کرنے کی بنا پر ملے گی۔
دنیا میں وہ کرتے اس بات پر غور کیا کہ اس مرتبہ کے بعد پھر نہیں زندہ ہو کر خدا کے سامنے جانا ہے۔ اب تو تم نے
دو بار زندہ ہونا اور دو بار مرنے کا تجربہ کیا۔ پس جب قیامت میں زندہ ہو کر تم خدا کے سامنے آؤ گے تو جس عذاب کا

وعدہ کیا تھا وہ بھی پورا ہو کر رہے گا۔

رَفِيعَ الدَّرَجَاتِ ذُو الْعَرْشِ يُلْقِي الرُّوحَ مِنْ أَمْرِهِ عَلَى مَنْ يَشَاءُ
مِنْ عِبَادِهِ لِيُنْذِرَ يَوْمَ التَّلَاقِ ۝ ١٥ يَوْمَ هُمْ بَرْزُورٌ لَا يَخْفَى
عَلَى اللَّهِ مِنْهُُمْ شَيْءٌ وَلِمَنِ الْملْكُ الْيَوْمَ ۝ لِلَّهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ ۝ ١٦ الْيَوْمَ
تُجْزَى كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ لَا ظُلْمَ الْيَوْمَ ۝ إِنَّ اللَّهَ سَرِيعُ
الْحِسَابِ ۝ ١٧ وَأَنْذِرْهُمْ يَوْمَ الْأَرْزَاقِ إِذْ يَقُولُ لَدَى الْحَنَاجِرِ
كُذِّمْتُمْ هَٰذَا مَا لِلظَّالِمِينَ مِنْ حَمِيمٍ وَلَا شَفِيعٌ يُطَاعُ ۝ ١٨ يَعْلَمُ
خَائِنَةَ الْأَعْيُنِ وَمَا تُخْفِ الصُّدُورُ ۝ ١٩ وَاللَّهُ يُقْضَىٰ بِالْحَقِّ وَالَّذِينَ
يَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ لَا يَقْضُونَ شَيْئًا وَإِنَّ اللَّهَ هُوَ السَّمِيعُ
الْبَصِيرُ ۝ ٢٠

وہ بڑا عالی مرتبہ ہے۔ عرش والا ہے وہ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہتا ہے صاحب وحی بنا
دیتا ہے تاکہ وہ قیامت کے دن سے ڈرائے۔ جس دن وہ قبروں سے نکل پڑیں گے ان کی کوئی
بات اللہ سے پوشیدہ نہیں۔ اس روز نہ ہوگی (بتاؤ) آج کس کی حکومت ہے ہر خود ہی فرمائے گا
اُس خدا کی ہے جو واحد ہے اور سب پر غالب ہے۔ آج ہر نفس کو جو اس نے عمل کیا ہوگا
اُس کا بدلہ ملے گا۔ آج کسی پر ظلم نہیں ہوگا۔ بے شک اللہ بہت جلد حساب کرنے والا ہے
ان لوگوں کو اس آنے والے دن سے ڈراؤ جو جب لوگوں کے دل گھٹ گھٹ کے (خوف کے لئے)

منہ کو آجائیں گے اور ظالموں کا نہ کوئی دوست ہوگا نہ کوئی شفاعت کرنے والا جس کی اطاعت کی
جاتے۔ خدا ذر ذرہ نگاہوں کو بھی جانتا ہے اور جو دلوں میں چھپا ہوا ہے اسے بھی۔ اور اللہ ٹھیک
ٹھیک حکم دیتا ہے۔ جو لوگ خدا کے سوا دوسروں کو پکارتے ہیں وہ کچھ بھی حکم نہیں دے سکتے اور بیشک
اللہ سب سے اچھانسنے والا اور دیکھنے والا ہے۔

یُلْقِی الرُّوح سے مراد روح بنتی ہے۔ اس روح خاص کو جو آرائے کمالات ہے اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے
مطابق کرتا ہے۔ وہی بہتر جانتا ہے کہ اپنی رسالت کو کہاں فرمائے۔ نبی یا رسول کو جو کچھ مقرر ہے کوئی شخص بطور کتاب
پیدا نہیں کر سکتا۔ نبی کے فرائض میں ایک یہ بھی ہے کہ وہ لوگوں کو عذابِ آخرت سے ڈرائے اور زندگی کے ایسے طریقے بتائے
جو عذابِ آخرت سے بچانے والے ہوں لیکن ایسا جب ہی ہو سکتا ہے جب وہ ان چیزوں سے بچے جس سے وہ دوسروں
کو بھگانا چاہتا ہے۔

عشر میں جب وہ سب لوگ جو آدم سے لے کر وقتِ قیامت تک پیدا ہوئے ہوں گے حاضر ہوں گے۔
اس وقت قدرت کی آواز آئے گی۔ بتاؤ آج کس کی خدا کی ہے۔ تم دنیا میں بڑی بڑی حکومتیں کر کے آئے ہو۔ اپنے برابر
کسی کو سمجھتے ہی نہ تھے۔ اب بتاؤ تمہاری وہ حکومتیں کہاں گئیں۔ وہاں کس کی مجال ہوگی کہ زبان کھول سکے۔ ہر طرف سناٹا
چھایا ہوا ہوگا۔ اس وقت خدا خود فرمائے گا اللہ الواحد القہار۔ آج اُس خدا کی حکومت ہے جو ایک ہے
اور جو تمام طاقتوں کو زیر کرنے والا ہے۔ دنیا میں جو کچھ کسی نے کیا ہوگا خواہ چھوٹا سا کام ہو یا بڑا۔ سب کا حساب لیا جائیگا
اور ہر ایک عمل کے مطابق اس کو بدلہ دیا جائے گا۔

کسی نے امیال و منین ملایا اللہ سے پوچھا کہ خدا اتنی کثیر مخلوق کا حساب اپنی جلد کیسے کرے گا۔ فرمایا اس طرح
جیسے ایک وقت میں سب کو روزی تقسیم کر دیتا ہے۔

قیامت کا دن مولیٰ ملن نہ ہوگا۔ خدا اس کی سختی سے ہر بندہ مومن کو بچائے۔ لوگوں کے اضطراب کی یہ صورت
ہوگی جو کلیسے منہ کو آجائے ہوں گے۔ کچھ مومن نہ آنا ہوگا کہ کیا کریں۔ وہاں کوئی بھی کا دوست ہوگا کوئی سفارکش
کرنے والا۔ دنیا کے سارے رشتے تمام تعلقات قطع ہو جائیں گے۔ جن تہوں سے دیوی دیوتاؤں سے بیڑوں اور شمعوں
سے سفارش کی امید تھی وہ خود بے بسی کے عالم میں کھڑے تھر تھرا رہے ہوں گے۔ ذر ذرہ نگاہوں سے بڑے خیال سے
اگر کسی کو دیکھا ہوگا یا دل میں کسی بڑے خیال کو بسایا ہوگا وہ سب سنے موجود ہوگا۔ بھلا اللہ کے سامنے کون سی بات
چھپنے والی ہوگی۔ خدا سے سوا جن تہوں کو جنات کو دیوی دیوتاؤں کو پوجتے تھے۔ اب وہ کہیں دھوڑنے نظر
دراہیں گے اور اگر مل بھی جائیں گے تو صاف انکار کریں گے کہ ہمارا ان سے کوئی تعلق نہیں۔ ہم نے کسب ان سے
کہا تھا کہ خدا کو چھوڑو تمہاری عبادت کرو۔ یہ خود ہی گمراہ ہو گئے تھے۔ ہم ان کی کیا مدد کریں۔ جب کہ ہم خود ہی
محتاج امداد ہیں۔

أَوَلَمْ يَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَيَنْظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِينَ كَانُوا
مِنْ قَبْلِهِمْ كَانُوا هُمْ أَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً وَآثَارًا فِي الْأَرْضِ فَاخَذَهُمُ
اللَّهُ بِذُنُوبِهِمْ وَمَا كَانَ لَهُمُ مِنَ اللَّهِ مِنْ وَاقٍ ۚ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ
كَانَتْ تَأْتِيهِمْ رُسُلُهُم بِالْبَيِّنَاتِ فَكَفَرُوا فَاخَذَهُمُ اللَّهُ لَٰئِلَهُ
قَوًى شَدِيدَ الْعِقَابِ ۚ ۳۱ وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا مُوسَىٰ بِآيَاتِنَا وَسُلْطٰنٍ
مُّبِينٍ ۚ ۳۲ إِلَىٰ فِرْعَوْنَ وَهَامَانَ وَقَارُونَ فَقَالُوا سِحْرٌ كَذَابٌ ۚ ۳۳ فَلَمَّا
جَاءَهُم بِالْحَقِّ مِنْ عِنْدِنَا قَالُوا اقْتُلُوا أَبْنَاءَ الَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ
وَاسْتَحْيُوا نِسَاءَهُمْ وَمَا كَيْدُ الْكَافِرِينَ إِلَّا فِي ضَلٰلٍ ۚ ۳۴

کیا ان (کافروں اور مشرکوں) نے رُستے زمین پر چل کر نہیں دیکھا تاکہ ان کو پتہ چلتا کہ ان سے
پہلے لوگوں کا (جوانہی کی طرح تھے) کیا انجام ہوا۔ وہ تو ان سے زیادہ طاقتور لوگ تھے اور رُستے زمین
پر بڑی بڑی عمارتیں انہوں نے بنا کھڑی کی تھیں۔ اللہ نے ان کے گناہوں کی وجہ سے انہیں لے ڈالا
اور خدا کے غضب سے کوئی ان کو بچانے والا نہ تھا۔ یہ سب اس لیے تھا کہ جب کبھی ہمارے رسول
ان کے پاس آتے تو انہوں نے ان کی بات ماننے سے انکار کر دیا پس اللہ نے ان کو دھوکا دیا۔ وہ
بے شک قوی ہے اور سخت عذاب کرنے والا ہے۔ ہم نے موسیٰ کو معجزات اور روشن دلائل کے
ساتھ فرعون و ہامان اور قارون کی طرف بھیجا تھا تو انہوں نے کہا، یہ جادوگر اور مجھوٹا ہے۔ جب
موسیٰ ہماری طرف سے سچا دین لے کر ان کے پاس آئے تو وہ کہنے لگے کہ جو لوگ موسیٰ پر ایمان لائے
ہیں ان کے لڑکوں کو قتل کر ڈالو اور ان کی لڑکیوں کو زندہ چھوڑ دو اور کافروں کی یہ چالیں گمراہی کے

سوا اور کیا تھیں۔

کفار و مشرک اس خیال میں مست تھے کہ ہماری طاقت چو کر زیادہ ہے اس لیے ہم رسول اسلام کو شکست
نے کریں گے۔ ان کو بتایا جا رہا ہے کہ محقق، تم تو ہو ہی کیا۔ تم سے پہلے جو قومیں گزر چکی ہیں وہ دولت و قوت میں تم
سے کہیں زیادہ تھیں۔ جب انہوں نے رسول کو بھٹلایا تو دیکھو ان پر کیسے سخت سے سخت مذاب آئے۔ ان کے
کھنڈراب بھی سطح ارض پر موجود ہیں۔ انہیں جا کر دیکھو تو تمہیں پتہ چلے گا کہ خدا نے ان لوگوں کو کس طرح تہس نہس کیا تھا
فرعون و ہامان و قارون کے قصے نہیں پڑے۔ انہوں نے سا اہا سال میں اس اسیل پر یہ ظلم کیا کہ ان کے لڑکوں کو پیدا
ہوتے ہی قتل کر دیتے تھے اور لڑکیوں کو زندہ رکھ کر ان سے نکاح کر لیا کرتے تھے۔ موسیٰ کی انہوں نے تکذیب
کی، ان کو جادوگر بتایا۔ لیکن ان سکشیوں کا نتیجہ یہ ہوا کہ خدا نے انی سب اواران کے تائبین کو ہلاک کر ڈالا۔

وَقَالَ فِرْعَوْنُ ذَرُونِي أَقْتُلْ مُوسَىٰ وَلْيَدْعُ رَبَّهُ إِنِّي أَخَافُ أَنْ
يَبَدِّلَ دِينَكُمْ أَوْ أَنْ يُظْهِرَ فِي الْأَرْضِ الْفُسَادَ ۚ ۳۵ وَقَالَ مُوسَىٰ إِنِّي
عَدْتُ لِرَبِّي وَرَبِّكُمْ مِنْ كُلِّ مُتَكَبِّرٍ لَا يُؤْمِنُ بِيَوْمِ الْحِسَابِ ۚ ۳۶

(اور فرعون نے تو یہاں تک زور باندھے تھے) کہنے لگا مجھے چھوڑ دو کہ موسیٰ کو قتل کر ڈالوں (اور
میں دیکھوں) اپنے رب کو مدد کے لیے بلا تو لے (بھائیو) مجھے یہ اندیشہ ہے کہ مبادا تمہارے دین
کو الٹ پلٹ کر ڈالے یا ملک میں فتنہ و فساد برپا کر دے۔ موسیٰ نے کہا میں تو اپنے اور تمہارے
رب کی پناہ مانگتا ہوں ہر اس متکبر سے جو روز قیامت پر ایمان نہیں لایا۔

فرعون اپنی سلطنت کے غرور میں چھکا ہوا تھا۔ اس نے اپنی قوم سے کہا میں موسیٰ کو قتل کیے بغیر چھوڑوں گا
پھر دیکھوں گا وہ اپنے رب کی مدد سے میرا کیا لگاڑے گا۔ موسیٰ جانتا ہے کہ ہمارے دین کو کیا مہیٹ کو کے ایک نیا دین
اس کی جگہ لے آئے۔ یا یہ کہ ملک میں فساد برپا کر کے ہماری سلطنت کو نیاہ کر ڈالے اور خود بادشاہ بن بیٹھے۔ موسیٰ نے
جب اس کے وہی خیالات سنے تو کہا، مجھے اس کی مخالفت کی کوئی پرواہ نہیں۔ میں اپنے اور تمہارے رب کی
پناہ میں ہوں۔ جو کوئی روز قیامت پر ایمان نہیں لایا مجھے اس سے کیا ڈرنا۔

وَقَالَ رَجُلٌ مُؤْمِنٌ مِنْ آلِ فِرْعَوْنَ يَكْتُمُ إِيمَانَهُ أَتَقْتُلُونَ رَجُلًا أَنْ يَقُولَ رَبِّيَ اللَّهُ وَقَدْ جَاءَكُمْ بِالْبَيِّنَاتِ مِنْ رَبِّكُمْ وَإِنْ يَكُ كَاذِبًا فَعَلَيْهِ كَذِبُهُ وَإِنْ يَكُ صَادِقًا يُصِيبْكُمْ بَعْضُ الَّذِي يَعِدُكُمْ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ كَذَّابٌ ۝۲۸ يَتَوَقَّعُ لَكُمْ الْمَلِكُ الْيَوْمَ ظَهْرُنِي فِي الْأَرْضِ رَفَعْنَا مِنْ بَابِ اللَّهِ إِنْ جَاءَنَا قَالَ فِرْعَوْنُ مَا أُرِيكُمْ إِلَّا مَا أَرَىٰ وَمَا أَهْدِيكُمْ إِلَّا سَبِيلَ الرَّشَادِ ۝۲۹

فرعون کے خاندان میں سے ایک شخص (خرقل) نے جو اپنا ایمان چھپائے ہوئے تھا، لوگوں سے کہا کہ کیا تم ایک ایسے شخص کو قتل کرنا چاہتے ہو جو صرف یہ کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے اور وہ تمہارے رب کی طرف سے معجزات لے کر آیا ہے (بالفرض) اگر وہ جھوٹا ہے تو اس کے جھوٹ کا وبال اس پر پڑے گا اور اگر وہ سچا ہے تو جس عذاب کی یہ نہیں دیتا ہے اس میں سے کچھ تو تم پر ضرور واقع ہو کر ہے گا۔ خدا اس شخص کو ہدایت نہیں کرتا جو حد سے گزرنے والا اور جھوٹا ہو۔ اے لوگو! آج بے شک تمہاری بادشاہت ہے اور ملک میں تمہارا بول بالا ہے کل اگر خدا کا عذاب ہم پر آجائے تو ہماری مدد کون کرے گا۔ میں تو وہی بات سمجھانا ہوں جو میں خود سمجھا ہوں اور وہی راہ دکھانا ہوں جس میں بھلائی ہے۔

اس آیت میں مومن آل فرعون کا ذکر کیا گیا ہے۔ یہ شخص بن کا نام خرقل تھا فرعون کے پیچھے یا بھلے تھے۔ یعنی خاندان فرعون سے تھے۔ پس بن لوگوں نے آل کا ترجمہ قوم کیا ہے اور آل محمد سے مراد قوم محمدی ہے وہ سخت گمراہی میں ہیں۔ مگر ان میں کہیں آل بنی قوم نہیں آیا۔ ہر جگہ خاندان کے خاص لوگ مراد ہیں۔ اگر آل محمد سے مراد

قوم محمد ہو تو اس کے یہ سنی ہونے کو ردو میں امت محمد کا ہر آدمی شریک ہوگا خواہ وہ فاسق و فاجر ہو یا اہل ایمان اس کے بعد ردو کی کیا اہمیت باقی رہ جائے گی۔

آیہ اِنَّ اللّٰهَ اَصْلَفُ اَدَمَ وَ قُوْحَا وَاٰلِ اِبْرٰهٖمَ وَاٰلِ عِمرَان (۳۳۳) میں اگر تمام قوم مراد ہو تو پھر یہ انتخاب کا لفظ غلط ہوگا۔ اس طرح فَقَدْ اَتَيْنَا اِلٰهَ اِبْرٰهٖمَ اَنْكِسَتِ الْفُجْعَانِ (۳۳۳) میں اگر تمام قوم مراد ہو تو مراد ہو تو گویا مومن و کافر سب ہی کو خدا نے کتاب حکمت عطا فرمائی تھی۔ لہذا آل فرعون سے مراد اس کے خاندان کا ایک شخص مراد ہے ذکر تمام قوم۔

اس مومن بنی بنی کی خدا نے خاص طور سے یہ صفت بیان فرمائی ہے يَتَوَقَّعُ لَكُمْ اِيْمَانًا تَعْلَمُوْنَ وہ اپنے ایمان کو چھپائے ہوئے تھا یعنی کفر کرتا تھا۔ بظاہر مومنوں پر ایمان لانے والا بنا ہوتا تھا مگر باطن مومن پر ایمان لایا ہوتا تھا چنانچہ جب لوگوں نے یہ سچائی کھائی اور فرعون سے کہا کہ خرقل مومن پر ایمان لائے ہوئے ہے اور تیری عقلی کامنکر ہے تو اس نے خرقل کو بل کر دیکھا کہ یہ لوگ جو کچھ کہتے ہیں وہ سچ ہے۔ انہوں نے اذراو تفسیر کیا۔ لوگو! میں اس کا اقرار کرتا ہوں کہ جو تمہارا خالق و رب ہے وہی میرا ہے۔ فرعون اس جواب سے غور نہ کیا اور جھٹلنے لگا کہ وہ لوگوں کو سزا دی۔ خرقل کا مطلب یہ تھا کہ جو تمہارا خالق اور رب تھے وہی میرا بھی ہے۔ یہ تفسیر کے الفاظ تھے۔ فرعون جب کہ وہ میری ناقصیت اور ربوبیت کا اقرار کر رہا ہے۔

پس جو لوگ تفسیر کے جائز نہیں جانتے وہ خدا اس آیت کو غور سے پڑھ کر اپنی غلطی کی اصلاح کر لیں۔ بات تو بالکل صاف ہے اگر اس پر کوئی غماز لے اور یہ کہہ چلا جائے کہ شیعوں کے یہاں جھوٹ بولنا جائز ہے تو وہ جانتے اور اس کا ایمان۔ عہد رسالت میں تمنا یا سر کاواقد بھی اس کا شاہد ہے کہ تفسیر وقت ضرورت جائز ہے۔

حضرت خرقل نے جو نصیحت اپنی قوم کو فرمائی بظاہر اس سے یہ پتہ نہیں چلتا کہ وہ مومن پر ایمان لائے ہوئے ہیں بلکہ ایک علم بات کہہ رہے ہیں کہ اگر یہ شخص (مومن) اپنے دعویٰ میں جھوٹے ہوں گے تو اس کا وبال ان پر پڑے گا اور اگر سچے ہوں گے اور جس عذاب کے نازل ہونے کا وعدہ کرے ہیں وہ نازل ہو گیا تب کیا ہوگا کون ہیں سچے گا۔ آخر کی آیت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جب لوگوں نے فرعون کے سامنے خرقل کی باتیں نقل کی ہوں گی تب اس نے ان سے ایسا کہا ہوگا کہ میں جو کچھ تم سے کہتا ہوں تمہاری بھلائی کے لیے کہتا ہوں یعنی میری پیروی میں اور خدا کو رب ماننے میں تمہارا بھلا ہے۔

فرعون اپنے کو خدا نہیں کہتا تھا اَنَا رَبُّكُمْ اَلْعَالَمِیْنَ میں سے بہتر تمہارا وزیری رسل ہوں۔ جو شخص اس کا اقرار نہیں کرتا تھا اسے زمین پر لٹا کر اٹھ پاؤں میں نہیں لٹکھا دیتا تھا۔ اس لیے اس کو فرعون دعاوات داد یعنی میںوں والا فرعون کہتے تھے۔ چنانچہ جب حضرت آسیہ کا ہوس کی بی بی تھیں ایمان الیٰ علیہا ہر گیا تو اس نے انہیں چومنا کہا کہ ہلاک کر دیتا تھا۔

وَقَالَ الَّذِي آمَنَ يَوْمَ يَقَوْمِ إِنِّي أَخَافُ عَلَيْكُمْ مِثْلَ يَوْمِ الْأَحْزَابِ ۝
 مِثْلَ دَابِ قَوْمِ نُوحٍ وَعَادٍ وَثَمُودَ وَالَّذِينَ مِنْ بَعْدِهِمْ وَمَا اللَّهُ
 يُرِيدُ ظُلْمًا لِلْعِبَادِ ۝ وَلَيَقَوْمِ إِنِّي أَخَافُ عَلَيْكُمْ يَوْمَ التَّنَادِ ۝
 يَوْمَ تَوَلَّوْنَ مُدْبِرِينَ ۝ مَا لَكُمْ مِنَ اللَّهِ مِنْ عَاصِمٍ ۝ وَمَنْ يُضْلِلِ
 اللَّهُ فَمَا لَهُ مِنْ هَادٍ ۝ وَلَقَدْ جَاءَكُمْ يُوسُفُ مِنْ قَبْلُ بِالْبَيِّنَاتِ
 فَمَا زِلْتُمْ فِي شَكٍّ مِمَّا جَاءَكُمْ بِهِ ۝ حَتَّىٰ إِذَا هَلَكَ قُلْتُمْ لَنْ
 يَبْعَثَ اللَّهُ مِنْ بَعْدِهِ رَسُولًا ۝ كَذَلِكَ يُضِلُّ اللَّهُ مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ
 مُرْتَابٌ ۝

تو جو شخص (اور پردہ ایمان لایا تھا) کہنے لگا مجھے تو تمہاری نسبت بھی اور امتوں کی طرح روز (بد)
 کا اندیشہ ہے (کہیں) تمہارا وہی حال نہ ہو جو قوم نوح اور عاد و ثمود اور ان کے بعد آنے والے
 لوگوں کا ہوا۔ خدا تو اپنے بندوں پر ظلم کرنا چاہتا ہی نہیں۔ اور اے میری قوم مجھے تو تمہاری نسبت
 قیامت کے دن کا اندیشہ ہے جس دن تم پیٹھ پھیر کر جہنم کی طرف چل کھڑے ہو گے اور اللہ کے
 عذاب سے تمہارا کوئی بچانے والا نہ ہو گا۔ اور جسے خدا گمراہی میں چھوڑ دے اس کی ہدایت کرنے
 والا کوئی نہیں ہے۔ (اس سے پہلے) یوسف بھی تمہارے پاس معجزات لے کر آئے تھے تو بھلائے تھے
 تم ان کے بارہ میں برابر شک میں ہی پڑے رہے اور جب انہوں نے وفات پائی تو تم کہنے لگے
 خدا اسان کے بعد کوئی رسول نہیں بھیجے گا۔ جو حد سے گزرنے والا اور شک کر کے والا ہو گا، خدا
 اُسے گمراہی میں چھوڑ دیتا ہے۔

یہ کلام بھی مومن آل سمریون ہی کا ہے۔ انہوں نے اپنی قوم کو قوم نوح، عاد و ثمود وغیرہ پر جو عذاب نازل ہوتے
 تھے ان سے ڈرا ہے اور قیامت کے دن کی حالت بیان کی ہے۔ اس کے بعد جناب یوسفؑ کے واقعہ کی طرف توجہ
 دلائی ہے کہ انہوں نے غلط سے بچانے کی کیا اچھی تدبیر کی تھی اور ان کی سلطنت کیسی عدل و انصاف پر مبنی تھی۔ ان کے
 اخلاق و عادات کے بھی تم معترف تھے لیکن اس پر تم نے انہیں ماننے سے انکار کر دیا۔ اور یہ کہتے تھے اسان کے بعد
 کوئی نبی نہیں آئے گا۔ لیکن پھر خدا اپنے رسول بھیجتا رہا اور لوگ انکار کرتے رہے پس یہ طریقہ تم نے اختیار کیا ہے۔ اور
 اب موسیٰؑ کی رسالت کے مسکرتن ہے۔ ہو۔ غرض کہ چونکہ انہیں تھے لہذا لوگوں کو قتل کی باتیں سمجھاتے تھے مگر اس طرح کہ
 موسیٰؑ کی حقیقت داری ثابت نہ ہو اور اپنا فرض بھی ادا نہ ہو جائے۔

الَّذِينَ يُجَادِلُونَ فِي آيَةِ اللَّهِ بِغَيْرِ سُلْطَانٍ أَتَتْهُمْ كِبَرُ مَقْتًا
 عِنْدَ اللَّهِ وَعِنْدَ الَّذِينَ آمَنُوا كَذَلِكَ يَطْبَعُ اللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ قَلْبٍ مُتَكَبِّرٍ
 جَبَّارٍ ۝ وَقَالَ فِرْعَوْنُ يَهْمُنُ ابْنُ لِي صَرَحًا لَعَلِّي أَبْلُغُ الْأَسْبَابَ ۝
 أَسْبَابَ السَّمَوَاتِ فَأَطَّلِعَ إِلَىٰ إِلَهِ مُوسَىٰ وَإِنِّي لَا أَظُنُّهُ كَاذِبًا وَكَذَلِكَ
 زَيْنَ لِفِرْعَوْنَ سُوءَ عَمَلِهِ وَصَدَّ عَنِ السَّبِيلِ ۝ وَمَا كَيْدُ فِرْعَوْنَ
 إِلَّا فِي تَبَابٍ ۝

جو لوگ بغیر اس کے کہ ان کے پاس کوئی دلیل خدا کی آیات کے بارے میں ہو خواہ مخواہ جھگڑا کیا
 کرتے ہیں وہ خدا کے نزدیک اور ایمان داروں کے نزدیک سخت قابل نفرت ہیں۔ یوں ہی خدا ہر
 متکبر و سرکش کے دل پر علامت مقرر کر دیتا ہے۔ اور فرعون نے کہا، اے ہامان! میرے
 لیے ایک عمل بنوائے تاکہ (اس پر چڑھ کر) راستوں پر پہنچ جاؤں (یعنی آسمان کے راستوں پر)
 پھر موسیٰؑ کے خدا کو جھانک کر دیکھ تو لوں، میں تو اسے یقیناً جھوٹا سمجھتا ہوں۔ اس طرح فرعون کی
 بدکرداریاں اُسے جھلی کر کے دکھائی گئیں اور وہ راہ راست سے روک دیا گیا اور فرعون کی تدبیر

تو غائب غلہ ہو گئی۔

ابھی تک یمن آل فرعون کے کلام کا سلسلہ جاری ہے۔ وہ کہہ رہے تھے کہ ہر لوگ نبی کی دلیل کے آیات الہی میں جھگڑا کرتے ہیں وہ پسندیدہ لوگ نہیں بلکہ خدا اور خدا کے بندوں کی نظر میں ذلیل و خوار اور تلبی لغت ہیں۔ خدا نے ایسے لوگوں کے دلوں پر مچھٹہ لگا دیا ہے تاکہ فرشتے آسانی سے پہچان سکیں۔

قوم نوح و عاد و ثمود کے قصوں سے درگزر کر کے وہ کہہ رہے ہیں کہ جب حضرت یوسف زندہ تھے تو تم ان کی بتوت کے قائل نہ ہوئے اور معجزات دیکھنے کے بعد بھی تم ان کو دنیا کا معمولی بادشاہ سمجھتے رہے مگر جب وہ چل بسے اور جو استغلات وہ کر گئے تھے اس کا فیروزہ بھر گیا اور سلطنت میں بے نظمیوں پھیل گئیں تو تمہیں یوسف کی قدر ہوئی اور کچھ واقعات وہ بھی تھے اور کچھ لگے اب ان جیسا کوئی نہ ہوگا۔ لہذا تمہارا دل سے کہا جا رہا ہے کہ اب ہوش و دست بردار جس رسول کو ہم نے بھیجا ہے اس کی قدر کرو۔ تم مصر کے باشندوں کی طرح نہ بنو۔ موسیٰ کی حبیبہ باتیں فرعون کے کان میں پڑیں تو اس نے اپنے وزیر ہامان سے کہا کہ ایک بہت اونچا محل بناؤ۔ میں اس پر چڑھ کر آسمانوں کے راستے معلوم کروں گا اور پھر ان راستوں سے موسیٰ کے خدا تک پہنچوں گا۔ میں موسیٰ کو جھوٹا جانتا ہوں۔ ایسی ایسی خراب باتیں فرعون کے ذہن میں جم گئی تھیں۔ یہ سب تدبیریں اس کی ہلاکت کا سامان تھا۔

خود کرنا اس بات پر ہے کہ شخص اپنے کو رب اعظم سمجھتا تھا وہ کسی موٹی عقل کا آدمی تھا۔ وہ سمجھا کہ آسمان جھت ہے اور اس میں خدا تک پہنچنے کے راستے ہیں۔ لہذا ایک بہت اونچے محل پر چڑھ کر میں آسانی راستوں کے ذریعے موسیٰ کے خدا تک پہنچ جاؤں گا۔ ایک روایت میں ہے کہ فرعون کے چڑھنے سے پہلے ہی وہ مینار گر کر زمین پر آ رہا تھا۔

قابل غور بات یہ ہے کہ تمام قوم فرعون میں صرف ایک شخص یمن تھا۔ اس کو ایسے معارف میں رہ کر کیسے مناسب کا سامنا کرنا پڑا ہوگا۔ مگر وہ سب کو چھل گیا اور جتنی باتیں قوم کے لیے مفید ہو سکتی تھیں ان کے بیان کرنے سے ذرا نہ بچا اور وہ پیرایہ تقریر اختیار کیا کہ فرعون کو خدا پتہ نہ چلا کہ موسیٰ پر ایمان لا چکا ہے۔ فرعون گاہ گاہ ان کے بیانات میں کچھ فرقوں کے سامنے ہوتے جو کتنا ضرور تھا کیونکہ ان کا بیان عام لوگوں کے بیان سے بالکل جدا گانہ ہوتا تھا۔ ایک روز فرعون نے ٹوکا بھی تو انہوں نے کہا میں اپنی قوم کو ٹوکا دوں کے دستہ برے جانا چاہتا ہوں۔ وہ چپ تو ہا سگریہ کھٹک ڈل میں دی کہ جب تک موسیٰ کے خدا کا قصہ پاک نہ ہوگا میری خدائی ممرض خطر میں ہے۔ اس بنا پر ہی اس نے ایک بند مینار بنوانے کا حکم دیا تھا۔

~

وَقَالَ الَّذِي آمَنَ يٰ قَوْمُ اتَّبِعُونِ اِهْدِكُمْ سَبِيلَ الرَّشَادِ ۝۳۸
يَقَوْمُ اِنَّمَا هٰذِهِ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا مَتَاعٌ وَ اِنَّ الْآخِرَةَ هِيَ دَارُ الْقَرَارِ ۝۳۹ مَنْ عَمِلَ سَيِّئَةً فَلَا يُجْزَىْ اِلَّا مِثْلَهَا ۚ وَمَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْشِىْ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ يَرْزُقُوْنَ فِيْهَا بِغَيْرِ حِسَابٍ ۝۴۰ وَيَقَوْمُ مَا لِيْ اَدْعُوْكُمْ اِلَى النَّجْوَةِ وَتَدْعُوْنِيْ اِلَى الْتَارِ ۝۴۱ تَدْعُوْنِيْ لَآ كُفِّرَ بِاللّٰهِ وَاُشْرِكَ بِهٖ مَا لَيْسَ لِيْ بِهٖ عِلْمٌ وَاَنَا اَدْعُوْكُمْ اِلَى الْعَزِيْزِ الْغَفَّارِ ۝۴۲

جو شخص (درپردہ) ایماندار تھا (موسیٰ آل فرعون) کہنے لگا، بھائیو میل کرنا مانو، میں تمہیں ہدایت کے راستے دکھا دوں گا۔ اے قوم یہ دنیوی زندگی تو صرف چند روز کے فائدہ کی ہے اور آخرت ہمیشہ رہنے والا گھر ہے۔ جو بڑا کام کرے گا تو اُسے بدلہ بھی ویسا ہی ملے گا اور جو نیک کام کرے گا مرد ہو یا عورت مگر ایماندار ہو تو ایسے لوگ بہشت میں داخل ہوں گے جہاں انہیں بے حساب روزی ملے گی۔ اے میری قوم تجھے کیا ہوا ہے کہ میں تم کو نجات کی طرف بلاتا ہوں اور تم مجھے دوزخ کی طرف بلاتے ہو۔ تم مجھے اس لیے بلاتے ہو کہ میں خدا کے ساتھ کفر کر دوں اور اس چیز کو اس کا شریک بناؤں جس کا مجھے علم ہی نہیں۔ اور میں تو تمہیں غالب اور بخشنے والے خدا کی طرف بلاتا ہوں۔

لَا جَرَمَ اَنَّمَا تَدْعُوْنِيْ اِلٰی لَيْسَ لَهٗ دَعْوَةٌ فِى الدُّنْيَا وَلَا فِى

الْآخِرَةِ وَأَنْ مَّرَدَّنَا إِلَى اللَّهِ وَأَنَّ الْمُسْرِفِينَ هُمْ أَصْحَابُ النَّارِ ۝۳۳
فَسَتَذْكُرُونَ مَا أَقُولُ لَكُمْ وَأَفْوُضُ أَمْرِي إِلَى اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ بَصِيرٌ بِالْعِبَادِ ۝۳۴
فَوَقِيلَ لَهُ سَيِّئَاتِ مَا مَكَرُوا وَحَاقَ بِآلِ
فِرْعَوْنَ سُوءُ الْعَذَابِ ۝۳۵

بے شک جس چیز کی طرف تم مجھے بلاتے ہو وہ نہ تو دنیا ہی میں پکائے جانے کے قابل ہے اور نہ آخرت میں۔ ہم سب کو خدا ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے اور اس میں شک نہیں کہ حد سے بڑھ جانے والے جہنمی ہیں۔ جو میں تم سے کہتا ہوں عنقریب ہی تم اسے یاد کرو گے اور میں تو اپنا کام خدا ہی کو سونپے دیتا ہوں۔ بے شک خدا بندوں کے حال کو خوب دیکھ رہا ہے تو خدا نے اسے ان کی تدبیروں کی بُرائی سے محفوظ رکھا اور فرعونوں کو بُرے عذاب نے ہر طرف سے گھیر لیا ہے۔

النَّارُ يُعْرَضُونَ عَلَيْهَا غُدُوًّا وَعَشِيًّا وَيَوْمَ تَقُومُ السَّاعَةُ أَدْخِلُوا
آلَ فِرْعَوْنَ أَشَدَّ الْعَذَابِ ۝۳۶ وَإِذْ يَتَحَاوُونَ فِي النَّارِ فَيَقُولُ
الضُّعْفَاءُ لِلَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا إِنَّا كُنَّا لَكُمْ تَبَعًا فَمَا هُم بِأَنْتُمْ
مُعْتَدُونَ ۝۳۷ عَنَّا فَصِيبًا مِنَ النَّارِ ۝۳۸

(اور اب تو قبریں دوزخ کی) آگ پر صبح و شام لاکھڑے کیے جاتے ہیں اور جس دن قیامت برپا ہوئی (حکم ہو گا کہ) فرعون کے لوگوں کو سخت سے سخت عذاب میں جھونک دو۔ یہ لوگ

جب جہنم میں باہم جھگڑا کریں گے تو کم حیثیت والے بڑے لوگوں سے کہیں گے کہ ہم تمہارے تابع تھے تو کیا اس وقت تم دوزخ کی آگ کا کچھ حصہ ہم سے ہٹا سکتے ہو۔

اس عذاب کو دیکھا گیا ہے جو تینوں اور اس کے تابعوں کو اور تمام خطاکاروں پر قبریں ہو گا۔ یہ چھوٹا سا عذاب ہو گا کہ صبح و شام انہیں جہنم کی آگ کے سامنے کیا جائے گا اور قیامت تک ہوتا ہے گا۔ اس کے بعد قیامت میں جیسا جس کسی کا حساب ہو گا ویسی سزا دی جائے گی۔ وہ کمزور لوگ جو امراء و رؤسا کے دباؤ میں کافر بنے تھے وہ جب جہنم میں دھکیلے جائیں گے تو ان امراء سے کہیں گے ہم تمہاری بدولت اس عذاب میں گرفتار ہوئے تو کیا یہ ممکن ہے کہ کچھ عذاب ہمارا ہٹا لے۔

قَالَ الَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا إِنَّا كُلٌّ فِيهَا وَإِنَّ اللَّهَ قَدْ حَكَمَ بَيْنَ
الْعِبَادِ ۝۳۹ وَقَالَ الَّذِينَ فِي النَّارِ لِخَزَنَتِهِمْ جَهَنَّمُ أَدْعُوا رَبَّكُمْ
يُخَفِّفْ عَنَّا يَوْمًا مِّنَ الْعَذَابِ ۝۴۰ قَالُوا أَوَلَوْ تَكَ تَأْتِيكُمْ رُسُلُكُمْ
بِالْبَيِّنَاتِ قَالُوا بَلَىٰ قَالُوا فَادْعُوا وَمَا دُعَاؤُ الْكَافِرِينَ إِلَّا
فِي ضَلَالٍ ۝۴۱ إِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِينَ آمَنُوا فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا
وَيَوْمَ يَقُومُ الْأَشْهَادُ ۝۴۲ يَوْمَ لَا يَنْفَعُ الظَّالِمِينَ مَعَذَرَتُهُمْ وَ
لَهُمُ اللَّعْنَةُ وَلَهُمْ سُوءُ الدَّارِ ۝۴۳

منکبتین ان کو جواب دیں گے تم تو سب ہی دوزخ میں جا رہے ہیں (ہم نہیں کیا بچائیں) خدا تو جو فیصلہ کرنا تھا کر چکا۔ جو لوگ دوزخ میں ہوں گے وہ جہنم کے دار و خانوں سے کہیں گے آپ لوگ اپنے رب سے دعا کیجئے کہ ایسا تو ہم سے عذاب میں تخفیف کرے۔ وہ کہیں گے کیا تمہارے پاس

تہا لے رسول معجزات لے کر نہیں آئے تھے۔ وہ کہیں گے آئے تو تھے۔ فرشتے کہیں گے تو تم خود کیوں نہ دیکھو حالانکہ کافروں کی دُعا تو بس بیکار ہی ہے۔ ہم البتہ مدد کرتے ہیں اپنے رسولوں کی، اور ان کی بھی جو دنیاوی زندگی میں ایمان لائے اور اس دن پر بھی جب گواہ (پیغمبر) اُٹھ کھڑے ہوں گے اور اُس دن ظالموں کو مہذرت کرنا کوئی فائدہ نہ دے گا ان کے لیے لعنت ہے اور ان کے لیے بُرا گھر ہے۔

جسے لوگ ان جہنمی زیر دستوں کو جواب دیں گے، یہاں تو ہم سب ایک ہی حال میں ہیں۔ خدا تو ہم سب کے متعلق جو فیصلہ کرنا چاہے کرے گا۔ جہنمی لوگ جہنم کے اہل کاروں سے کہیں گے ہمارے رب کے درمیان ہی دُعا کرو کہ کم از کم ایک ہی دن عذاب میں تخفیف کر دے۔ وہ کہیں گے کیا تمہارے پاس خدا کے رسول دلائل لے کر نہیں آئے تھے۔ وہ کہیں گے کہ تھے لیکن تم نے ان کو مابائی جنس تھا۔ فرشتے کہیں گے، پھر وہ سے دُعا کرنے کو کہیں کہتے ہو۔ جو کچھ تم نے رسولوں کے ساتھ کیا خدا اُسے اسی کی وجہ سے تم کو جہنم قرار دیا۔ بات ختم ہو گئی۔ اب تم چاہو تو خود دُعا کرو لیکن فائدہ کیا ہوگا کیونکہ کافروں کی دُعا تو کسی ہی نہ چلے گی۔ تہا ری دُعاؤں کے جو اب میں خدا ہی دُعا سے کام لے گا ہم با تو اپنے رسولوں کی مدد کرتے ہیں یا ان مومنوں کی جو زندگانی دُنیا میں ہم پر ایمان لائے تھے اور اس دن پر بھی جب گواہ (رسول) حاضر ہوں گے۔ ظالموں کا سخت مہذرت کرنا اب کوئی نفع نہیں دے گا اب تو ان کے لیے لعنت ہے اور جہنم جیسا برا گھر۔

وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى الْهُدَىٰ وَأَوْرَثْنَا بَنِي إِسْرَٰءِيلَ الْكِتَابَ ۚ هُذًى وَذِكْرَىٰ لِأُولِي الْأَلْبَابِ ۚ فَاصْبِرْ إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْبِكَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ بِالْعِشِيِّ وَالْأُبْحَارِ ۚ إِنَّ الْإِنسَانَ لِرَبِّهِٖ لَكَنَاجٍ ۚ فَاسْتَعِذْ بِاللَّهِ ۚ إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ ۝

ہم نے موسیٰ کو ہدایت کی کتاب (توریت) دی اور بنی اسرائیل کو اس کتاب کا وارث بنایا۔ یہ

عقلمندوں کے لیے سترنا پادہایت ہے اور نصیحت۔ تو (اے رسول) تم (ان کی شرارت پر) صبر کرو۔ بے شک خدا کا وعدہ سچا ہے (امت کے گناہوں کی) معافی مانگو اور اپنے پروردگار کی حمد و ثناء کے ساتھ صبح و شام تسبیح کرو۔ جو لوگ خدا کی آیات کے بارے میں انبیاء اس کے کہ ان کے پاس کوئی دلیل آئی ہو جھگڑا کرتے ہیں ان کے دل میں بُرائی کے سوا کچھ بھی نہیں حالانکہ یہ لوگ اس تک کبھی پہنچنے والے نہیں۔ پس تم خدا سے پناہ مانگتے رہو۔ بے شک وہ بڑا سنسنے والا اور دیکھنے والا ہے۔

آیت نمبر ۲۵ میں حضرت رسول خدا کو گناہوں کے استغفار کا حکم دیا گیا ہے۔ اس سرِ اُمت کے گناہوں کی معافی لکھا ہے۔ چونکہ تم نبیاء و مرسلین کے کوئی گناہ صغیر یا کبیر کسی زمانہ میں ہی نہیں ہوتا۔ لہذا ان کو حکم استغفار دینا اُمت کی تعلیم کی غرض سے ہے تاکہ ان کے درجات بلند ہوں اور بندوں سے عہدیت کی شانِ ظاہر ہو اور جو اس کے خاص بندے ہیں ان سے اور زیادہ ظاہر ہو اور بندگی کی شان ہی ہے کہ ہمیشہ اپنے کو خدا کے سامنے حاضر سمجھ کر سر جھکا دے اور گناہ گزانا ہے۔

بندہ یہاں یہ کہ در تعصیر غرض عذر بردگار و خدا آورد بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ دشمنوں کے ستانے کی وجہ سے جو کہ حضور بہت تنگ دل ہوئے تھے اور چاہتے تھے کہ جلد کوئی ایسا معجزہ ظاہر ہو کہ یہ مخالفت ٹھنڈی پڑ جائے۔ اگرچہ مطلب کوئی گناہ نہ تھا تاہم حضور کے مقامِ بلند کے لحاظ سے اس کو بھی گناہ سمجھا گیا اور استغفار کا حکم دیا گیا۔ حج۔ جن کے دُنبے ہیں سوا ان کو سوا مشکل ہے آیت نمبر ۲۶ کا مطلب یہ ہے کہ ان کفار کے پاس قرآن کو چیلانے کی کوئی مستقول دلیل تو ہے نہیں بس خواہ مخواہ کی کج سچی کرتے ہیں۔ ان کے دلوں میں عداوت بھری ہوئی ہے اور اس کی وجہ سے یہ اپنا مقصد پورا کرنا چاہتے ہیں کہ کسی طرح قرآن کو رسول کا من گھڑت افسانہ ثابت کر دیں لیکن ان کی کوششیں کسی کامیابی نہیں ہو سکتی تھیں۔ پس اے رسول، تم ان کی مخالفت کا خیال چھوڑ دو اور اپنے خدا سے پناہ مانگتے رہو کہ وہ تمہیں ان ظالموں کے شر سے بچائے رکھے۔ خدا تو تہا ری ہر بات کا سننے والا اور ہر حالت کا دیکھنے والا ہے پھر تمہیں خوف کیا ہے۔

لَخَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَكْبَرُ مِنْ خَلْقِ النَّاسِ وَلٰكِنْ اَكْثَرُ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ وَمَا يَسْتَوِی الْاَعْمٰی وَالْبَصِيْرُ ۚ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَلَا الضَّعٰفٰی ۚ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ ۝ اِنَّ السَّاعَةَ

لَا تَبْتَئُهُ لَا رَيْبَ فِيهَا وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يُؤْمِنُونَ ﴿۵۹﴾ وَقَالَ رَبُّكُمْ
ادْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ إِنَّ الَّذِينَ يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِي سَيَدْخُلُونَ
جَهَنَّمَ دُخْرَيْنَ ﴿۶۰﴾

آسمان وزمین کا پیدا کرنا لوگوں کے پیدا کرنے سے یقیناً بڑا کام ہے لیکن لوگ اتنا بھی نہیں جانتے
اندھا اور دیکھنے والا دونوں کیسے برابر ہو سکتے ہیں اور نہ اچھے کام کرنے والے مومنین بدکاری کے
برابر ہو سکتے ہیں۔ تم لوگ بہت کم غور کرتے ہو۔ قیامت تو ضرور آنے والی ہے اس میں کسی
طرح کا شک ہی نہیں لیکن بہت سے لوگ ایمان نہیں رکھتے۔ تمہارا پروردگار فرماتا ہے تم مجھ
سے دعائیں مانگو میں تمہاری دعا قبول کروں گا۔ جو لوگ تکبر کی وجہ سے ہماری عبادت نہیں کرتے
ہیں وہ منقریب ہی ذلیل و خوار ہو کر داخل جہنم ہوں گے۔

جو لوگ مشرور و شکر میں اور قیامت میں دوبارہ زندہ ہونا خدا کی قدرت سے باہر سمجھتے ہیں وہ اس
پر غور نہیں کرتے کہ جس خدا نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے اس کے نزدیک مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کرنا کیا
دشوار ہے۔ جو لوگ آخرت میں غور نہیں کرتے اور اندھے بنے ہوئے ہیں بھلا وہ ان لوگوں کے برابر کیسے ہو
جائیں گے جو خدا کی قدرت کے آثار پر فائز اند نظر ڈالا کرتے ہیں۔ جو لوگ قیامت کے خوف سے ایمان لاتے ہوئے
ہیں اور نیک کام کرتے ہیں وہ گنہگاروں کے برابر کیسے ہو سکتے ہیں۔ کم لوگ ایسی باتوں سے نصیحت حاصل کرتے ہیں
لوگ ایمان لائیں یا نہ لائیں، قیامت تو بلا شک و ریب ایک دن ضرور آکر ہے گی۔ تمہارے رب نے
یہ حکم دیا ہے کہ تم مجھ سے دعا مانگو میں ضرور تم کو قبول کروں گا۔ لوگ کہا کرتے ہیں کہ جب اس نے قبول کرنے کا
وعدہ کیا ہے تو پھر ہماری دعائیں قبول کیوں نہیں ہوتیں۔ یہ اعتراض عدم تدبیر کا نتیجہ ہے۔ انسان کے دل میں
غواہوں کا ایک ایسا اشتباہی سلسلہ ہے جو کسی حالت میں ختم نہیں ہوتا۔ ایک خواہش پوری ہو جاتی ہے تو فوراً دوسری
اس کی جگہ لیتی ہے۔ وہ ہر دعائیں اپنے مقصد کو پیش نظر رکھتا ہے۔ اُسے اس سے غرض نہیں ہوتی کہ میری
اس دعا کے بعد دوسروں کو نفع پہنچے گا یا نقصان۔ ایک طرحاً آدمی کے ترک جانے کی دعائیں اس لیے مانگ رہی
ہے کہ اس کا جھوٹا اڈ جائے گا۔ اُس کو اس سے غرض نہیں کہ آدمی کے آنے سے کیا کیا فائدے ہوتے ہیں۔
کائنات کا نظام برقرار رکھنے کے لیے ایسی بہت سی چیزوں کو مٹا کر لانا قدرت کے پروگرام میں داخل ہونا ہے

جنہیں دُنیا کے اکثر لوگ ناپسند کرتے ہیں۔ پس اگر ہر ایک کی دعا قبول کر لی جائے تو نظام کائنات ابتر ہو جائے۔ ایک
دعا کر رہا ہے کہ میری زندگی بڑھے، دوسرا دعا کر رہا ہے کہ میری عمر بڑھے، تیسرا دعا کر رہا ہے کہ میری دولت بڑھے، چوتھا دعا کر رہا ہے کہ میری
ان سب کی دعائیں ایک وقت قبول کر لی جائیں تو فرمائیے یہ نظام عالم کیسے برقرار رہے گا۔
ایک شخص دعا مانگا ہے کہ مجھے دولت مند بنا دے۔ قدرت کے علم میں ہے کہ دولت پانے ہی یہ عیاشی
کھنے لگے گا۔ زنا کاری پر آمادہ ہو جائے گا۔ اس صورت میں اس کی دعا کیسے قبول ہو۔
ایک شخص دعا کر رہا ہے کہ مجھ پر بیمار کو شفا دے لیکن اس کی موت کا وقت آچکا ہے۔ اگر اس کی دعا قبول کی جائے
تو موت کا اہل وقت ٹالنا پڑے گا۔

بہر حال خدا نے دعا قبول کرنے کا وعدہ کیا ہے لیکن چند شرطوں سے۔ اقول یکہ جو یہ ایمان لاؤ اور سچے دل
سے لاؤ۔ صرف زبان سے کہنے کا اعتبار نہیں۔ دوسرے اس کا یقین رکھو کہ میں ہر کام سبھی برکت و مصلحت ہوتا ہے
تیسرے تمہاری وہ دعا قبول کرتا ہوں جو تمہارے لیے آئندہ مفید ہو۔ تم اپنے مستقبل کا حال نہیں جانتے میں جانتا
ہوں۔ چوتھے تمہاری دعائیں ایسی نہ ہوں جو کسی مرد مومن کو نقصان پہنچانے والی ہوں۔ پانچویں جو دعا مانگو وہ مجھ سے لو لگا
کو مانگو۔ یہ نہیں کہ کسی طور پر یہ کہہ جاؤ یا اللہ یہ دے دے۔ چھٹے میں نے اپنے بندوں کی دعا قبول کرنے
کا وعدہ کیا ہے لہذا اپنے لیے کوئی سزا باندھنا ہونا تو ثابت کریں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام سے وقت مناجات خدا نے فرمایا، یٰمُوسٰی هَبْ لِي مِنْ تِلْكَ الْحَضَرَةِ الَّتِي
عِنْدَكَ اللَّهُ مَعَ قَوْمٍ اَذْعَنُوا سَمْعَهُمْ وَفَرَّجَ لِي سَبْعَ مِجَابِیْہَا۔ یعنی (اے موسیٰ ایک تلوپنے والی کی ہرج
مجھے دو، دوسرے میری محبت میں اپنی آنکھوں کے آئینے، پھر مجھے پکارو میں تمہارے قریب ہو گا اور تمہاری دعا قبول
کر لے والا۔) پس دل کا جھجکا ہونا اور آنکھوں سے آنسو جاری ہونا وقت معاشوری ہے۔ اور وقت مایہ دولوں چیزیں
دعا کرنے والوں میں کم پائی جاتی ہیں۔

ایک بار بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ سے خدا کی کہ آپ خدا سے دعا کریں کہ وہ ہماری مرضی کے مطابق میری
برسیا ہو۔ جب تم دعا کریں تو برسیا سے اور جب کہیں روک دو تو روک دے۔ وہ اپنی مرضی سے برسیا ہے تو ہماری
کھیتیاں بسا اوقات تباہ ہو جاتی ہیں۔ حضرت موسیٰ نے بارگاہِ باری میں قوم کی یہ خواہش پیش کی۔ خدا نے فرمایا ایسا ہی
ہوگا۔ بنی اسرائیل بہت خوش ہوئے۔ چنانچہ جب ان کی خواہش کے مطابق میری برسات تو کھیتی خوب لہلہائی اور جو کھیت غلہ
پیدا ہوا۔ حضرت موسیٰ سے کہا، دیکھا آپ نے کتنا شیر غلہ پیدا ہوا ہے۔ لیکن بعد میں بتوایا کہ جس نے کھا یا مرگیا جب موتی
وید پھیل تو حضرت موسیٰ سے کہ فریاد کی اور کہا، خدا سے پوچھئے، ایسا کیوں ہو رہا ہے۔ حضرت موسیٰ نے عرض کی تو جواب ملا
اے موسیٰ، وہ کیا سمجھ سکتے تھے کہ زمین سے فائدہ اٹھانے اور نقصان سے بچنے کے لئے کس وقت بارش کی ضرورت ہوتی ہے
اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب حاجت براری خدا کی مصلحت پر موقوف ہے تو ہمیں دعا کا حکم کیوں ہوتا ہے۔

جواب یہ ہے کہ اول تو دعا سے بندگی کی شان کا اظہار مقصود ہے۔ جب بندہ اس سے کوئی چیز مانگتا ہے تو خدا اُسے
پسند کرتا ہے۔ اگر مطلب پورا نہ بھی ہو تو کم از کم خدا سے رجوع کرنے کا ثواب تو اسے مل ہی جائے گا کیونکہ اس بندہ نے غلو

کا انہار دکھایا۔ خدا نے جس عبودیت کو بدل سکتا ہے اور ازل و الف کرم جو مانگے دے سکتا ہے ہمیں کیا خبر کہ اس کی صلاحت کیا ہے۔ لہذا مانگنا ہمارا فرض ہے۔ ممکن ہے کہ وہ ہماری دعا کا مقصد کسی دوسری صورت سے پورا کرے۔ آج ذکر سے کل کرے۔ ہماری دعا اس کی بارگاہ میں محفوظ رہتی ہے۔ کسی مومن کو اپنی بارگاہ سے ناگام نہیں جاملے دیتا۔ اس لیے مانگنا ہمارا فرض ہے اور ہماری عہدیت کا نشان ہے۔

اللَّهُ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ اللَّيْلَ لِتَسْكُنُوا فِيهِ وَالنَّهَارَ مُبْصِرًا إِنَّ اللَّهَ لَذُو فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَشْكُرُونَ ﴿۶۱﴾
اللَّهُ رَبُّكُمْ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ ۖ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ ۚ فَآلَيْ تَتَوَفَّكُونَ ﴿۶۲﴾
كَذَٰلِكَ يُؤْفِكُ الَّذِينَ كَانُوا بِآيَاتِ اللَّهِ يَجْحَدُونَ ﴿۶۳﴾
اللَّهُ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ الْأَرْضَ قَرَارًا وَالسَّمَاءَ بِنَاءً ۖ وَصَوَّرَكُمْ فَأَحْسَنَ صُورَكُمْ ۖ وَرَزَقَكُمْ مِنَ الطَّيِّبَاتِ ۚ ذَٰلِكُمْ اللَّهُ رَبُّكُمُ ۖ فَتَبَرَّكُ اللَّهُ رَبُّ الْعَالَمِينَ ﴿۶۴﴾
هُوَ الْحَيُّ ۖ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ ۖ فَادْعُوهُ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ ۚ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿۶۵﴾

اللہ وہ ہے جس نے تمہارے لیے رات کو بنایا تاکہ تم اس میں آرام کرو اور دن کو پیدا کیا تاکہ تم (دیکھ بجال کر) کام کرو۔ اللہ لوگوں پر فضل و کرم کرنے والا ہے لیکن بہتیرے لوگ اس کے شکر گزار نہیں بنتے۔ وہی اللہ تمہارا رب ہے جو ہر شے کا خالق ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں پس تم کہاں بیکے جا رہے ہو۔ جو لوگ خدا کی آیتوں سے انکار کرتے تھے وہی اس طرح بھٹک رہے تھے۔ اللہ وہ ہے جس نے تمہارے لیے زمین کو مٹھرنے کی جگہ بنایا اور آسمان کو چھت بنایا اور تمہاری

صورتیں بنائیں تو اچھی صورتیں بنائیں اور پاکیزہ چیزوں کا تمہیں رزق دیا۔ وہی اللہ تمہارا رب ہے پس مبارک ہے وہ اللہ جو تمام عالموں کا پالنے والا ہے وہ زندہ ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں پس سچے کھرے دل سے اس کو پکارو۔ اور حمد اس اللہ کے لیے ہے جو رب العالمین ہے۔

قُلْ إِنِّي نُهَيْتُ أَنْ أَعْبُدَ الَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ لَمَّا جَاءَنِي الْبَيِّنَاتُ مِنْ رَبِّي وَأُمِرْتُ أَنْ أُسْلِمَ لِرَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿۶۱﴾
هُوَ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَرَأْبٍ ثُمَّ مِنْ نَفْثَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ ثُمَّ يُخْرِجُكُمْ طِفْلًا ثُمَّ لِتَبْلُغُوا أَشَدَّكُمْ ثُمَّ لَتَكُونُوا شُيُوخًا ۖ وَمِنْكُمْ مَنْ يَتَوَفَّى مِنْ قَبْلُ وَلِتَبْلُغُوا أَجْلًا مُّسَمًّى ۖ وَلَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ ﴿۶۲﴾
الَّذِي يُحْيِي وَيُمِيتُ ۖ فَإِذَا قُضِيَ أَمْرُ فَإِنَّمَا يَقُولُ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ ﴿۶۳﴾
أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ يُجَادِلُونَ فِي آيَاتِ اللَّهِ ۖ
أَنِّي يُصْرَفُونَ ﴿۶۴﴾

اے رسول کہہ دو کہ جب میرے رب کی طرف سے دلائل آچکے تو مجھے منع کیا گیا ہے کہ میں خدا کو چھوڑ کر ان کی عبادت کروں جن کو تم پوجتے ہو اور مجھے یہ حکم دیا گیا ہے کہ رب العالمین خدا کا فرمانبردار رہوں۔ وہ وہی ہے جس نے تم کو مٹی سے پیدا کیا پھر نطفہ سے پھر علقہ سے پھر تمہیں طفل بنا کر اماں کے پیٹ سے نکالا۔ (پھر تمہیں زندہ رکھا) تاکہ تم اپنی جوانی کو پہنچو پھر تم بوڑھے ہو جاؤ۔ بعض تم میں سے اس سے پہلے ہی مر جائیں گے (غرض تمہیں اس وقت تک زندہ رکھنا ہے) کہ تم وقت مقررہ تک پہنچ جاؤ اور تاکہ تم صاحب عقل بنو۔ وہ وہی ہے جو تمہیں زندہ رکھتا ہے اور مارتا ہے جب

کسی امر کا کرنا ٹھان لیتا ہے تو کہتا ہے اس سے ہو جا، پس ہو جاتا ہے۔ کیا تم نے ان لوگوں کی طرف نظر نہیں کیا جو آیات خدا کے بارہ میں جھگڑا کرتے ہیں۔ پس یہ کہاں جھگڑے جا رہے ہیں۔

خدا اپنی مشیت کا اظہار کر رہا ہے کہ اس نے انسان کو مٹی سے کیسے بنایا۔ پہلے مٹی کو لطف کی صورت بخشی۔ پھر لطف کو معلق بنایا۔ پھر ماں کے پیٹ میں ایک بچہ بنا کر اسے ماں کے پیٹ سے نکالا۔ پھر بچہ سے جوان کیا۔ پھر جوان سے بوڑھا بنایا۔ کسی کو بڑھا پلے سے پہلے ہی مار ڈالا۔ خود کو لطف کے ایک قطرہ کو ان من ازل سے گزارنا کیا خدا کے سوا کوئی دوسرا کر سکتا تھا۔ ہر ایک کو زندہ کرنے والا اس کے سوا اور کون ہے وہ تو ایسا قادر مطلق ہے کہ جب کسی چیز کے پیدا کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو اس سے ہلکان قوت کہتا ہے ہو جا پس وہ چیز بن جاتی ہے۔ تو اس کو کسی شہرہ کی ضرورت نہ کسی سامان کی حاجت نہ کسی مددگار سے تلقین۔ پس اس کا ارادہ ہی سبب سمجھو ہے۔ لوگو! کیا ایسے خدا سے انکار کرتے ہو اور اس کے سوا دوسروں کو پوجتے ہو جن کی قدرت نہیں

الَّذِينَ كَذَّبُوا بِالْكِتَابِ وَبِمَا أَرْسَلْنَا بِهِ رُسُلَنَا فَسَوْفَ يَعْمَلُونَ ﴿۳۰﴾
إِذِ الْأَغْلُلُ فِي أَعْنَاقِهِمْ وَالسَّلْسِلُ يُسْحَبُونَ ﴿۳۱﴾ فِي الْحَمِيمِ
ثُمَّ فِي النَّارِ يُسْجَرُونَ ﴿۳۲﴾ ثُمَّ قِيلَ لَهُمْ آيِنَ مَا كُنْتُمْ تُشْرِكُونَ ﴿۳۳﴾
مَنْ دُونِ اللَّهِ قَالُوا ضَلُّوا عَنَّا بَلْ لَعَنَ كُنْ تَدْعُو مِنْ قَبْلُ شَيْئًا
كَذَلِكَ يُضِلُّ اللَّهُ الْكَافِرِينَ ﴿۳۴﴾ ذَلِكَ بِمَا كُنْتُمْ تَفْرَحُونَ فِي
الْأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَبِمَا كُنْتُمْ تَمْرَحُونَ ﴿۳۵﴾

جن لوگوں نے کتاب کو جھٹلایا اور ان چیزوں کو جن کے ساتھ ہم نے رسولوں کو بھیجا تھا وہ عنقریب جان لیں گے کہ اس کا نتیجہ کیا ہوا (بجاری بھاری) طوق اور زنجیریں ان کی گردنوں میں ہونگی پہلے کھولتے ہوئے پانی میں گھیسے جائیں گے پھر جہنم کی آگ میں جھونک دیئے جائیں گے پھر ان سے

پوچھا جائے گا جنہیں تم خدا کا شریک بناتے تھے وہ اب کہاں ہیں۔ وہ کہیں گے کھوئے گئے وہ ہم سے بلکہ (آج تو یہ ہے) ہم تو پہلے ہی خدا کے سوا کسی دوسرے کو نہ پکارتے تھے خدا اس طرح کافروں کو بھٹکائے گا۔ یہ اس کی سزا ہے کہ تم دنیا کی احمق بات پر غور نہ کرتے اور یہ اس کی سزا ہے کہ تم انرا یا کرتے تھے۔

ادْخُلُوا أَبْوَابَ جَهَنَّمَ خَالِدِينَ فِيهَا فَبِئْسَ مَثْوًى الْمُتَكِبِّرِينَ ﴿۳۶﴾
فَاصْبِرْ إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ ۖ فَمَا تُرِيَّتْكَ بَعْضَ الَّذِي نَعِدُهُمْ أَوْ
نَتَوَقَّيْتُكَ فَالْيَنَّا يُرْجَوْنَ ﴿۳۷﴾ وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلًا مِنْ قَبْلِكَ
مِنْهُمْ مَنْ قَصَصْنَا عَلَيْكَ وَمِنْهُمْ مَنْ لَمْ نَقْصُصْ عَلَيْكَ وَمَا كَانَ
لِرَسُولٍ أَنْ يَأْتِيَ بِآيَةٍ إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ ۖ فَاذْأَجَاءَ أَمْرُ اللَّهِ فَخُصِيَ
بِالْحَقِّ وَخَسِرَ هُنَالِكَ الْمُبْطِلُونَ ﴿۳۸﴾ اللَّهُ الَّذِي جَعَلَ لَكُمْ
الْأَنْعَامَ لَتُرْكَبُوا مِنْهَا وَمِنْهَا تَأْكُلُونَ ﴿۳۹﴾ وَلَكُمْ فِيهَا مَنَافِعُ وَلِتَبْلُغُوا
عَلَيْهَا حَاجَتَكُمْ فِي صُدُورِكُمْ وَعَلَيْهَا وَعَلَى الْفُلْكِ تُحْمَلُونَ ﴿۴۰﴾

(ان سے کہا جائے گا) جہنم کے دروازوں میں داخل ہو جاؤ اسی میں نہیں ہمیشہ رہنا ہو گا۔ تکبر کرنے والوں کا کیا برا ٹھکانہ ہے۔ (اے رسول ان کی باتوں پر) صبر کرو بے شک اللہ کا وعدہ سچا ہے۔ جس عذاب کا ہم نے ان سے وعدہ کیا ہے اس میں سے کچھ تو تمہیں دکھادیں گے۔ اور اگر اس سے قبل تمہیں دنیا سے اٹھالیں گے تو آخر ان کو لوٹ کر آنا تو ہماری ہی طرف ہے۔ ہم نے تم

سے پہلے ہی رسول بھیجے تھے ان میں سے بعض کے حالات تو تم سے بیان کر دیئے اور کچھ ایسے ہیں جن کے حالات تم سے نہیں دہرائے۔ کسی پیغمبر کی یہ مجال نہ تھی کہ خدا کے اختیار دیتے بغیر کوئی معجزہ دکھائے۔ جب خدا کا حکم (عذاب) آ پہنچا تو ٹھیک ٹھیک فیصلہ کر دیا گیا۔ اور اہل باطل ہی اس وقت گھٹے میں رہیں گے۔ اللہ وہ ہے جس نے تمہارے لیے جو پائے پیدا کیے۔ جس میں سے کسی پر تم سوار ہوتے ہو اور کسی کو کھاتے ہو اور تمہارے لیے ان سے اور بھی منافع ہیں اور یہ کہ تم ان پر چڑھ کر اپنے دلی مقصد تک پہنچو اور ان پر نیز کشتیوں پر سوار پھرتے رہو۔

آیت ۷۷۔ یعنی اے رسول، یہ کفار تم سے اچھے ہیں سے پیش کرتے ہیں اور نامقول دلیلوں سے تمہیں زیر کرنا چاہتے ہیں تم صبر سے کام لو۔ ہم یا تو تمہاری زندگی میں ان پر عذاب نازل کر کے دکھائیں گے اور اگر زہل عذاب سے قبل تم کو مرنے اٹھا لیا تو جس جس نے تم سے کس تباہی کی ہے وہ اس کی سزا سے بچ نہیں سکتا۔ یہ بچ کر جاہل کچھ کہیں، کوٹ کر آنا تو ہماری ہی طرف ہے۔ کفار کو حضور سے کہا کرتے تھے آپ کی تصدیق کے لیے ہم قتل کن کو کافی نہیں سمجھتے بلکہ ہم توجہ نہیں دے کر آپ ہمارے کہنے کے مطابق کوئی معجزہ دکھادیں۔ خدا ان کے جواب میں فرماتا ہے کہ اے رسول، جن رسولوں کا ذکر تم نے قرآن میں کیا ہے باجن کا نہیں کیا ان میں سے کسی ایک کو بھی یہ اختیار نہ تھا کہ وہ ہماری اجازت کے بغیر کوئی معجزہ دکھائے۔ معجزہ دکھانے کی ضرورت کو ہم خود سمجھتے ہیں۔ جب ہم مناسب سمجھتے ہیں اپنے نبی کے ذریعہ سے اس کا اظہار کرا دیتے ہیں۔ یہ کوئی تحصیل تماشہ قر نہیں کہ جب تم کہو رسول معجزہ دکھائے تم میں سے ایک کہے گا کہ میری نشاء کے موافق دکھاؤ، دوسرا کہے گا میری نشاء کے موافق دکھاؤ، تو ہمارا رسول کیا ایسی کا ہو کر رہے۔

اس کے بعد ان جو پاؤں کا ذکر کیا جا رہا ہے جن سے لوگوں کو طے فائدے ہیں بعض ہواوی کیلئے ہوتے ہیں جیسے اونٹ، گھوڑا، بیل یا بچھڑ۔ بعض کا گوشت کھاتے ہیں جیسے گائے، بھینس، بھیڑ بکری۔ اس کے علاوہ ان کا دھن سے ان کی کھال سے ان کی ہڈی سے بھی بہت سے فائدے حاصل کیے جاتے ہیں۔

یہ سواری کے ہمارے چل جانے چاہتے ہو چنچاڑتے ہیں۔ اگر نہ ہوتے تو بتاؤ تم کیا کرتے۔ اس کے بغیر بیخ تو جلتے مگر ذی تکلیف کے بعد۔ اسی طرح دیانی سفر کے لیے کشتیاں ہیں جن پر بیٹھ کر تم لیے سفر کرتے ہو۔ اگر سب دی ہوا میں ان کو پانی کی موجوں پر بہا کر لے جائیں تو بتاؤ تم دیانی سفر کیسے طے کرو۔ ہم نے تمہارے لیے ہر طرح کی کشتیاں فراہم کر دی ہیں۔ جب ان تمام چیزوں کو دیکھ کر بھی تمہارے اوپر ایمان نہیں لاتے اور ہمارے رسول کو سچا نہیں سمجھتے تو جہلا تمہاری نشاء کے مطابق اگر کوئی معجزہ دکھائی دیں تو تم اس کو کیا مانو گے۔ جہلا نہ جہیں کر کے اس سے بھی انکار

کر دو گے۔ پہلے آپ یاد نے کتنے معجزات دکھائے۔ لوگ کب مانے برابر انکار ہی کرتے ہے تو جہلا تم کیلئے عالم ہو

وَيُرِيكُمْ آيَاتِهِ ۖ فَاتَّيْتُ إِلَهُ تَنْكُرُونَ ﴿٨١﴾ أَفَلَمْ يَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَيَنْظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۖ كَانُوا أَكْثَرُ مِنْهُمْ وَأَشَدَّ قُوَّةً وَآثَارًا فِي الْأَرْضِ فَمَا أَعْنَى عَنْهُمْ مَّا كَانُوا يَكْسِبُونَ ﴿٨٢﴾ فَلَمَّا جَاءَ ثَمَرُ رَسُولِهِمْ بِالْبَيِّنَاتِ فَرِحُوا بِمَا عِنْدَهُمْ مِنَ الْعِلْمِ وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوا بِهِ يَسْتَمِرُّونَ ﴿٨٣﴾ فَلَمَّا رَأَوْا بَأْسَنَا قَالُوا آمَنَّا بِاللَّهِ وَحَدُّهُ وَكَفَرْنَا بِمَا كُنَّا بِهِ مُشْرِكِينَ ﴿٨٤﴾ فَلَمْ يَكُ يَنْفَعُهُمْ إِيْمَانُهُمْ لَمَّا رَأَوْا بَأْسَنَا ۚ سَتَّ اللَّهُ النَّارَ الَّتِي قَدْ خَلَتْ فِي عِبَادِهِ ۚ وَخَسِرَ هُنَاكَ الْكَافِرُونَ ﴿٨٥﴾

وہ (خدا) جو اپنی قدرت کی نشانیاں دکھاتا ہے تو تم اس کی کن کن نشانیاں کو نہ مانو گے۔ کیا تم روتے زمین پر چلے پھرے نہیں کہ یہ دیکھتے کہ جو لوگ تم سے پہلے تھے ان کا انجام آخر کیا ہوا۔ وہ تم سے تعدد میں بھی زیادہ تھے اور قوت میں بھی، اور زمین پر اپنی یادگار نشانیاں چھوڑنے میں بھی کہیں بڑے بڑے تھے تو جو کچھ ان کا کیا کر آیا تھا ان کے کچھ بھی کام نہ آیا۔ جب ان لوگوں کے پاس ہمارے پیغمبر واضح معجزات لے کر آئے تو جو علم (اپنے خیال ہیں) ان کے پاس تھا اس پر نازاں ہوتے اور جس عذاب کی یہ لوگ ہنسی اڑاتے تھے اس نے ان کو چاروں طرف سے گھیر لیا تو جب

انہوں نے ہمارے عذاب کو دیکھا تو کہنے لگے ہم وحدہ لا شریک خدا پر ایمان لے آئے اور جس چیز کو اس کا شریک بناتے تھے ان کو نہیں مانتے لیکن جب انہوں نے عذاب کو آتے دیکھ لیا تو ان کا ایمان لانا کچھ بھی مفید نہیں ہو سکتا۔ یہ خدا کی عادت ہے جو اپنے بندوں کے بارہ میں ہمیشہ سے چلی آتی ہے۔ یہی کافر لوگ اس وقت گماتے میں رہیں گے۔

اللہ کی دسے زمین پر بے شمار نشانیاں ہیں تو بھلا یہ لوگ کہاں تک ان کا انکار کریں گے۔ یہ لوگ روسے زمین پر سفر کیوں نہیں کرتے تاکہ ان کو پتہ چل جاتا کہ جو لوگ ان سے کہیں زیادہ قہر میں تھے اور طاقت اور سمارات وغیرہ بنائے میں بھی ماہر تھے اس سرکشی کی بدولت ان کا انجام کیا ہوا۔ کیسے کیسے عذاب ان پر آئے کسی بری طرح تباہ و برباد ہوئے ان کے ڈھسے مکانات اور مٹی بستیاں زمین پر اب بھی موجود ہیں۔ ان سے سبق کیوں نہیں حاصل کرتے۔ باوجود اس زور و قوت کے انہوں نے اپنے کو بچانہ لیا۔

جس زمانہ میں یونانیوں کا فلسفہ بہت ترقی پر تھا۔ اور علمائے یونان کی حکمت و فلسفہ منطق و اخلاق کی برتری کی محسوس ہوئی تھی وہ اسی بارہویہ سلطین کو نظر میں نہ لاتے تھے۔ چنانچہ حضرت موسیٰ کے زمانہ میں جب فلسفین سے کہا گیا کہ تم حضرت موسیٰ سے جا کر تحصیل علم کیوں نہیں کرتے تو انھوں نے کہا، ہم کو اور سے تحصیل علم کی ضرورت ہی نہیں۔ اسی طرح آنحضرت کے زمانہ میں یہودی علماء نے اپنی علمی قابلیت کا نل چار دکھاتا اور کہتے تھے ہم ایک مردافق کو اپنے اوپر کیونکر ترجیح دے سکتے ہیں۔ لیکن جب ان شرک قوموں پر عذاب نازل ہوا تو ان کی ساری جنتی کرکری ہو گئی اور راہ چارہ سدود ہو گئی۔ کہتے تھے ہم خدا سے وامد پر ایمان لائے لیکن اب ایمان ان کو کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکا۔ یہی طریقہ خدا کا ہمیشہ سے چلا آ رہا ہے کہ پہلے اپنے انبیاء کے ذریعہ سے ان کو بھاتا ہے لیکن جب کسی طرح نہیں مانتے تو اپنا عذاب نازل کرتا ہے اور جب ان کو ہلاک کرنا چاہتا ہے تو پھر ان کی کوئی فریاد نہیں سنتا۔

سُورَةُ الْحَجِّ وَالْحَجَّاتِ مَكِّيَّةٌ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

حَمْدٌ ۱ تَنْزِيلٌ مِنَ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ۲ كِتَابٌ فُصِّلَتْ آيَاتُهُ ۳ قُرْآنًا عَرَبِيًّا لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ ۴ بَشِيرًا وَنَذِيرًا ۵ فَأَعْرَضَ أَكْثَرُهُمْ فَهُمْ لَا يَسْمَعُونَ ۶ وَقَالُوا أَأُفْلِحُ إِنَّا بِكُمْ أَكْثَرٌ ۷ مِمَّا تَدْعُونَا إِلَيْهِ وَفِي آذَانِنَا وَقْرٌ وَمِنْ بَيْنِنَا وَبَيْنَكَ حِجَابٌ ۸ فَاْعْمَلْ إِنَّا نَحْنُ الْعَمَلُونَ ۹ قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِثْلُكُمْ يُوحَىٰ إِلَيَّ أَنَّمَا إِلَهُكُمُ اللَّهُ وَاحِدٌ ۱۰ فَاسْتَقِيمُوا إِلَيْهِ وَاسْتَغْفِرُوا ۱۱ وَوَيْلٌ لِلْمُشْرِكِينَ ۱۲ الَّذِينَ لَا يُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَهُمْ بِالْآخِرَةِ هُمْ كَافِرُونَ ۱۳

ما۔ میم۔ یث قرآن رحمن و رحیم خدا کی طرف سے نازل کیا گیا ہے۔ سمجھ دار لوگوں کے لیے اس کتاب میں تفصیل سے آیات بیان کی گئی ہیں۔ یہ قرآن عربی زبان میں ہے (نیکوں کو) خوشخبری دینے والا ہے (بدوں کو) عذاب سے ڈرانے والا ہے۔ ان میں اکثر نے رُوگردانی کی۔ وہ اس کو سنتے ہی نہیں اور کہتے ہیں جس چیز کی طرف تم ہمیں بلاتے ہو ہمارے دل تو اس کے متعلق پڑے ہیں ہیں (اس کی بات دل کو گنتی ہی نہیں) اور ہمارے کانوں میں بہا رہی ہے اور ہمارے تمہارے درمیان پردہ پڑا ہوا ہے تو تم اپنا کام کرو ہم اپنا کام کرتے ہیں۔ اے رسول، ان سے کہہ دو میں

(اگرچہ صورت میں) تم ہی جیسا بشر ہوں لیکن (فرق یہ ہے) میرے اوپر وحی آتی ہے کہ تمہارا مبعوث بس وہی اکیلا خدا ہے تو سیدھے اسی کی طرف متوجہ رہو اور اسی سے کشف و کرامت کرو اور مشرکوں کے لیے افسوس ہے کہ وہ خدا کو نہیں مانتے اور زکوٰۃ نہیں دیتے اور آخرت کا انکار کرتے ہیں۔

جو لوگ یہ سمجھتے تھے کہ یہ کلام یوسف علیہ السلام کا تصنیف کردہ ہے انہیں بتایا جا رہا ہے کہ یہ پیغمبر کا کلام نہیں بلکہ اُس خدا کا کلام ہے جو اپنے بندوں پر رحم کرنے والا ہے۔ اسی لیے اپنی رحمت کی مختلف صورتیں دکھانے کے لیے یہ کلام نازل کیا ہے تاکہ لوگ اس سے فائدہ اٹھائیں۔ کوئی پیغمبر یا مہمل کلام نہیں۔ ہر بات نہایت تفصیل کے ساتھ صاف صاف الفاظ میں بیان کر دی گئی ہے۔ کسی غیر زبان میں نہیں عربی زبان میں جسے تم لوگ اچھی طرح سمجھتے ہو۔ پھر اس کا انکار کیا گئی۔ اس سے معلوم ہوا کہ عقل سے کام لیتے ہی نہیں۔ تمہارا یہ کہنا کہ ہمارے دلوں پر خلاف چڑھے ہوئے ہیں، ہمارے کان پر ہے ہیں ہم یہ کلام سنتے ہی نہیں۔ اس کے پیش میں کوئی اثر اور تعصب و عناد اس کو قصداً اٹھانا نہیں چاہتے۔ لیکن یہ تو کوئی بات نہ ہوئی۔ تمہارے پاس اس کے کلام انسان ہونے کی کوئی دلیل ہی نہیں عقل و فہم کے خلاف اس میں کوئی ایک جملہ بھی نہیں۔ پھر اس سے انکار کی وجہ تو بتاؤ۔

میں تمہارے ان تعصب کے بدول کو چاک تو نہیں کر سکتا۔ میں ضرور تم ہی جیسا آدمی ہوں مگر تم میں اور مجھ میں یہ فرق ہے کہ مجھ پر خدا نے وحی کی ہے پس میں جو کچھ کہتا ہوں وحی کے مطابق کہتا ہوں۔ اپنی طرف سے کوئی بات نہیں کہتا۔ میں نہیں سمجھتا کہ اس لیے رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں۔ میرا کہنا یہ ہے کہ خدا ایک ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اسے سمجھو کہ ایک کے ساتھ بہت سے معبود کیوں نہیں ہو سکتے۔ تم نے جو کج بخت خدا مان رکھے ہیں اور اصلی خدا کو معبود ذکر ان کی توجہ پاٹ کرتے ہو تو کیا وہ سب تمہاری مدد کرتے ہیں؟ تم سے بولتے چلتے ہیں؟ تمہاری بات سننے میں؟ تمہارے نفع و نقصان پر بھی ان کا قابو نہیں تو پھر کیا وجہ ہے کہ تم ان کو خدا مانتے ہو۔

معلوم ہوتا ہے کہ تم میری حالت کو مدللے تسلیم نہیں کرتے تو میں تم ہی جیسا ایک آدمی ہوں لیکن یہ تو سمجھو اگر میری جیسا نہ ہوتا اور کوئی غیر میں تمہاری ہدایت کے لیے آتی تو کیا تم اس سے مانوس ہو جاتے۔ ہاں میں اگر اپنی طرف سے کوئی بات کہوں تو تم نہ مانو۔ لیکن جب خدا کی طرف سے کہتا ہوں اور تمہارے فائدے کی بات کہتا ہوں تو تم کہوں نہیں مانتے تم سے پہلے بھی لوگوں نے انبیاء کی بات کو اسی لیے نہ مانا تھا کہ وہ ان جیسے بشر تھے۔

جو وحی میرے اوپر کی جاتی ہے چونکہ وہ خدا کی طرف سے ہوتی ہے لہذا اس میں غلطی کا امکان نہیں۔ تم وحی کو ازراہ تعصب جھٹلاتے تو دیکھتے ہو لیکن یہ نہیں بتاتے کہ تمہارے جھٹلانے کی وجہ کیا ہے۔ پس تمہیں چاہیے کہ اللہ ہی سے رجوع کرو اور اسی سے بنانا مانگو اور ان لوگوں میں سے نہ رہو جو خدا کو نہیں مانتے۔ زکوٰۃ نہیں دیتے اور آخرت پر ایمان نہیں رکھتے۔ ایسے لوگوں کا انجام بہت خراب ہے۔

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَهُمْ أَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُونٍ ۝ قُلْ إِنَّا نَكْفُرُونَ بِالَّذِي خَلَقَ الْأَرْضَ فِي يَوْمَيْنِ وَتَجْعَلُونَ لَهُ أَندَادًا ۚ ذَٰلِكَ رَبُّ الْعَالَمِينَ ۝ وَجَعَلَ فِيهَا رِوَاسِيًا مِّنْ فَوْقِهَا وَبَرَكَ فِيهَا وَقَدَّرَ فِيهَا أَقْوَاتَهَا فِي أَرْبَعَةِ أَيَّامٍ سَوَاءً لِّلنَّاسِ يَلِينٌ ۝

جو لوگ ایمان لائے اور اچھے اچھے کام کرتے رہے ان کے لیے وہ اجر ہے جو کبھی ختم ہونے والا ہی نہیں۔ اے رسول یہ کہہ دو اگر تم اُس خدا کا انکار کرتے ہو جس نے زمین کو دو دن میں پیدا کیا، اور تم ہو کہ دوسروں کو اس کا شریک بناتے ہو، وہ تو سارے جہان کا سرپرست ہے۔ اور اُس نے زمین کے اوپر پہاڑ پیدا کیے اور اس میں ہر نعمت عطا فرمائی اور اس نے ایک مناسب اندازہ پر اس میں سامان معیشت کا پند و ہدایت کیا اور چار دن میں یہ سب کچھ کیا اور تمام طلبہ گاروں کے لیے برابر کا بند و بست کیا۔

یہاں کسی کو یہ سوال کرنے کا حق نہیں کہ خدا نے زمین کو دو دن میں کیسے پیدا کیا اور زمین و آسمان کو چھ دن میں کیسے پیدا کیا اور زمین کے سامان معیشت کو چار دن میں کیسے پیدا کیا۔ تمام کائنات کا خالق خود ہی جانتا ہے کہ اس نے کس چیز کو کب پیدا کیا اور کتنے دنوں میں پیدا کیا۔ یہ دو دن، چار دن اور چھ دن صرف یہی حقوق اس تصور دلانے کے لیے بیان کیے گئے ہیں۔ ناگہ یہ اندازہ ہو جائے کہ جو چیز دو دن میں پیدا ہوئی اس کی صنعت آسان تھی نسبت اس چیز کے جس کو چار دن میں پیدا کیا اور اس سے زیادہ دشوار تھی اس کی خلقت میں کچھ دن میں پیدا کیا۔ حقیقت یہ ہے کہ عکبری امور پر غور کرنا ہماری تکلیف میں داخل نہیں اور ہماری سمجھ میں آنے والی بات ہے۔ ہم قرآنی ایجادات کے متعلق بھی نہیں سمجھ سکتے کہ یہ کتنے وقت میں مکمل ہوئی ہیں۔ کہتے ہیں کہ شیخی گرام کا سسٹم بیس برس میں مکمل ہو چکا تھا۔ یہ خدا ہی کی قدرت ہے کہ اس نے زمین میں عیشی مخلوق کو دو دن میں مکمل کر دیا۔ اور آسمان و زمین کو چھ روز میں اور غلات کو چار روز میں پیدا کیا۔ وہی جان سکتا ہے کہ اس کے پیدا کرنے میں کتنے اسباب پیدا کرنے پڑے اور کس کس صنعت سے کام لیا گیا ہو سکتا ہے کہ دن سے مراد کائنات دن (COS MIC DAY) ہو۔

سَوَاءً لِّلنَّاسِ يَلِينٌ ۝ اس کا مطلب یہ ہے کہ جو رزق کا دستبرداران اُس نے سطح ارض پر بھیجا ہے اس

کھانے والے سب یکساں ہیں۔ آبسیر ہو یا مغرب، غلام ہو یا آفت، بچہ ہو یا جوان، عورت ہو یا مرد، سب اس میں برابر کے شریک ہیں۔

ثُمَّ اسْتَوَىٰ اِلَى السَّمَاءِ وَهِيَ دُخَانٌ فَقَالَ لَهَا وَلِلْاَرْضِ ائْتِيَا طَوْعًا اَوْ كَرْهًا قَالَتَا اتَيْنَا طَائِعِينَ ۝ فَقَضَاهُنَّ سَبْعَ سَمَوَاتٍ فِي يَوْمَيْنِ وَاَوْحَىٰ فِي كُلِّ سَمَاءٍ اَمْرَهَا وَزَيَّنَّا السَّمَاءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيحَ ۖ وَحِفْظًا ۚ ذٰلِكَ تَقْدِيرُ الْعَزِيزِ الْعَلِيمِ ۝ فَاِنْ اَعْرَضُوْا فَقُلْ اَنْذَرْتُكُمْ صَاعِقَةً مِّثْلَ صَاعِقَةِ عَادٍ وَثَمُوْدَ ۝ اِذْ جَاءَتْهُمْ الرُّسُلُ مِنْ بَيْنِ اَيْدِيهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ اَلَّا تَعْبُدُوْا اِلَّا اللّٰهَ قَالُوا لَوْ شَاءَ رَبُّنَا لَنَزَلَ مَلٰٓئِكَةٌ فَاِنَّا بِمَا اُرْسِلْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ ۝

پھر آسمان کی طرف متوجہ ہوا وہ دھواں سورہا تھا۔ اس سے اور زمین سے کہا تم دونو آؤ۔ غشی سے یا کر اہت سے۔ انہوں نے کہا، مطیع ہو کر آتے ہیں۔ پس دودن میں اس دھوئیں سے سات آسمان بنائے اور پھر آسمان کے نظام کا حکم (کارکنانِ قضا و قدر کے پاس) بھیج دیا اور ہم نے آسمان دنیا کو (ستاروں کے) چراغوں سے زینت دی اور (شیطانوں سے) محفوظ رکھا۔ یہ غالب اور واقف کار خدا کے انداز سے ہیں۔ اگر وہ روگردانی کریں تو ان سے کہو۔ میں تم کو ایک بجلی کی چمک سے ڈراتا ہوں جو قوم عاد و ثمود پر گڑ کی تھی۔ جب ان کے پاس آگے سے اور پیچھے سے پیغمبر (یہ خبر لے کر) آئے اور کہا، اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو۔ تو انہوں نے

کہا اگر ہمارا رب چاہتا تو فرشتے نازل کرتا اور جو باتیں تم دے کر بھیجے گئے ہم انہیں نہیں مانتے۔

انے آیات کے بارہ میں چند باتیں قابل ذکر ہیں:

۱۔ قرآن مجید علم ہیئت کی کتاب نہیں اور نہ قرآن خوانوں کے لیے بی ضروری ہے کہ وہ ہر بات کو علم ہیئت کے اصول پر جانچیں۔ خداوند عالم مختلف طریقوں سے اپنی صنعتوں کو بیان فرما رہا ہے۔ لہذا اس طرف توجہ کی ضرورت نہیں کہ پہلے آسمان بنایا زمین۔ اس کو بنانے والا ہی بہتر جانتا ہے۔

۲۔ یہاں بیان یہ ہے کہ آسمان و زمین بننے سے پہلے دھواں ہی دھواں فضا میں تھا جو بخارات کی صورت میں پھیلا رہا تھا۔ اس کے قعر سے جھاگ پیدا ہوتے۔ اس جھاگ کے سرد ہونے پر زمین بنی پھر اور ستارے بننے لگے۔ مبعج البلاغ میں اس آیت المومنین نے بھی یہی بیان فرمایا ہے۔ ہمیں ہر جگہ شائستگی سے مطابق کرنے کی ضرورت نہیں۔ سائنس ہم کی چیز ہے۔ وہ کائنات کی تخلیق کے بعد اس کے آثار سے بنی ہے۔

اب رہا دُخان اور ارض کو بلانا۔ کہا جاسکتا ہے کہ یہ لائق اور بے جاں ہیں۔ ان کو بلانا کیسا۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ بے شک ہمارے نزدیک ایسا ہی ہے لیکن خدا جو ان کا خالق ہے وہ ان کو زبان بیان دے سکتا ہے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ زبان حال ان سے سوال و جواب ہو یعنی انہوں نے زبان حال اپنی اطاعت کا اقرار کر لیا ہو یعنی جو صورت تو نہیں دے گا جس حالت پر تو نہیں لکے گا ہم اس پر لائمی ہیں۔ مضمود ذہن ہے کہ جو کچھ ہوا تھا سب حکم خدا کے تحت ہوا تھا۔ کیسی اور کی بنائی ہوئی چیز نہیں ہیں۔ ان چیزوں کے متعلق اس جہتوں پر نہ کہ یہ کیسے بنیں، کون پہلے بنا اور کون بعد میں، کون کتنا بڑا تھا اور کون کتنا چھوٹا، مجموعی معاملات میں دخل اندازی ہے جو ہماری عقل و فہم سے باہر ہے۔ ہمیں تو صرف اتنا ہی سمجھ لینا چاہیے کہ یہ سب چیزیں خدا کی بنائی ہوئی ہیں اور جو کچھ اس نے بنایا کسی کو اس میں چون و چرا کا حق نہیں۔ اگر کوئی سرمایے کا بھی خود دوسرے کو کچھ حاصل نہ ہوگا۔

۳۔ یہ کہنا بھی بے وقوفی ہے کہ جب یہ چیزیں پہلی ہی نہ ہوئی تھیں تو خدا نے کہا اس سے؟ جواب یہ ہے کہ اگرچہ وہ وجود مادی ظہور میں نہ ہوئی لیکن علم الہی میں تو تھیں۔

۴۔ آسمان کو روغنِ ستاروں سے زینت بخشی۔ ان سے بنی نوع انسان کو بے شمار فواید پہنچتے ہیں۔ یہ مسافروں کے لیے رہنما بھی ہیں، جہازوں کو سمت بتانے والے بھی ہیں اور آسمان کی زینت کا باعث بھی ہیں۔

۵۔ حفظاً بعض مشرکین نے لکھا ہے کہ اس سطراد یہ ہے کہ وہ شیطانوں سے حفاظت کا باعث ہیں وہاں بکری شیطان نہیں جاسکتے۔ اگر گن گئی لینے اور فرشتوں کی باتیں سننے کے لیے جیسے جاتے ہیں تو شہاب ثاقب ان کا پیچھا کرتے ہیں اور ان کو وہاں سے کھڑکڑلاتے ہیں۔ بعض مشرکین کا کہنا ہے کہ ان کی شعاں میں بہت سے حوادث ارضی و سماوی سے محفوظ رکھتی ہیں۔ بہت سے ضروری مواد کو جلا دیتی ہیں۔

۶۔ یہ خدا کا اندازہ ہے یعنی خدا نے ہر چیز کو ایک مناسب اندازہ سے پیدا کیا ہے اور اسی پر وہ قیامت تک باقی رہیں گی۔

۷۔ صاعقہ ہلاک کرنے والی چیز کو کہتے ہیں۔ عاد و ثمود وغیرہ قوموں کی ہلاکت کا باعث بجلی کی لڑک چمک تھی۔ جو ایک چمکناٹ کی صورت میں ان سب کو مار گئی۔

۸۔ انبیاء و مرسلین کے آگے بھیجے آئے سے یہ مراد ہے کہ خود ان کے مکمل سے بھی آئے اور اس پاس کے دوسرے مکمل میں بھی۔ اور ان کی ہدایت لوگوں کے ذریعہ سے ان کو پہنچتی رہی۔ اور یہ مراد بھی ہو سکتی ہے کہ اپنے درجے آگے پیچھے وغیرہ کے ساتھ آئے رہے۔

۹۔ باوجودیکہ انبیاء نے ان کو طرح طرح سے بھیجا اور اپنی رسالت کے بین ثبوت دینیہ ہجرات دکھائے مگر وہ بھی رٹ لگاتے رہے کہ تم تو ہم ہی جیسے آدمی ہو۔ بجائے تمہارے خدا نے اپنے فرشتے کیوں بھیجے۔ تمہاری باتیں تو ہمارے کانوں کو گنتی ہی نہیں۔ لہذا ہم ان کو نہیں مان سکتے۔

فَإِنَّمَا عَادَ فَاسْتَكْبَرُوا فِي الْأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَقَالُوا مَنْ أَشَدُّ مِنَّا قُوَّةً ۖ أَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّ اللَّهَ الَّذِي خَلَقَهُمْ هُوَ أَشَدُّ مِنْهُمْ قُوَّةً ۖ وَكَانُوا بِآيَاتِنَا يَجْحَدُونَ ۝ ۱۵ فَأَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيحًا صَرْصَرًا فِي أَيَّامٍ مَّحْسَبَاتٍ لِّنُذِيقَهُمْ عَذَابَ الْخِزْيِ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَلَعَذَابُ الْآخِرَةِ أَحْزَنُ ۚ وَهُمْ لَا يُنصَرُونَ ۝ ۱۶

قوم عاد (کا حال سنو) یہ لوگ خالقِ رحمے زمین سے غرور و تکبر کرنے لگے اور کہنے لگے (بجلا) ہم سے قوت میں کون زیادہ ہے۔ انہوں نے اس پر غور نہیں کیا کہ خدا جس نے انہیں پیدا کیا ہے قوت میں ان سے بے انتہا زیادہ ہے۔ وہ ہماری آیات سے انکار کرتے رہے۔ تو ہم نے بھی ان کے نحوست کے دنوں میں تیز آنکھیں چلا دی تاکہ زندگی دنیا میں وہ رسوا کرنے والے عذاب کا مزہ چکھیں اور عذابِ آخرت تو اس سے کہیں زیادہ رسوا کن ہوگا اور ان کی مدد نہیں کی جائے گی

منہوس دنوں سے یہ مطلب ہے کہ یہ ایامِ قوم عاد کے لیے بڑے نحوست ثابت ہوئے۔

وَأَمَّا ثَمُودُ فَهَدَيْنَاهُمْ فَاسْتَحَبُّوا الْعَمَىٰ عَلَى الْهُدَىٰ فَخَذَّاهُمْ صَيْقِلَ الْعَذَابِ الْهُونِ بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ ۝ ۱۷ وَنَجَّيْنَا الَّذِينَ آمَنُوا وَكَانُوا يَتَّقُونَ ۝ ۱۸ وَيَوْمَ يُجْشَرُ أَعْدَاءُ اللَّهِ إِلَى النَّارِ فَهُمْ يُوزَعُونَ ۝ ۱۹ حَتَّىٰ إِذَا مَا جَاءُوهَا شَهِدَ عَلَيْهِمْ سَمْعُهُمْ وَأَبْصَارُهُمْ وَجُلُودُهُمْ بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۝ ۲۰ قَالُوا لَوْلَا جَلُودُهُمْ لَمَ شَهِدْنَا عَلَىٰنَا قَالُوا أَن لَّغَيْنَا اللَّهُ الَّذِي أَنْطَقَ كُلَّ شَيْءٍ وَهُوَ خَلَقَكُمْ أَوَّلَ مَرَّةٍ ۖ وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ۝ ۲۱ وَمَا كُنْتُمْ تَشْتَرُونَ ۖ أَلَيْسَ لَهُمْ عَلَيْكُمْ سَمْعُكُمْ وَلَا أَبْصَارُكُمْ وَلَا جُلُودُكُمْ وَلَكِنْ ظَنَنْتُمْ أَنَّ اللَّهَ لَا يَعْلَمُ كَثِيرًا مِّمَّا تَعْمَلُونَ ۝ ۲۲

لیکن ثمود کو ہم نے ہدایت کی مگر انہوں نے ہدایت کے مقابلہ میں گمراہی کو زیادہ پسند کیا تو ان کے کرتوتوں کی بدولت ذلت کے عذاب کی بجلی نے انہیں لے ڈالا۔ اور ہم نے ان لوگوں کو جو ایمان والے تھے اور متقی تھے عذاب سے نجات دے دی۔ اور جس دن خدا کے دشمن دوزخ کی طرف ہنٹا کئے جائیں گے اور ترتیب دار کھڑے کیے جائیں گے یہاں تک کہ سب کے سب جب جہنم کے پاس جائیں گے تو ان کے کان ان کی آنکھیں، ان کے بدن کی کھال، ان کے خلاف ان کی کارستانیوں کی گواہی دیں گے۔ وہ اپنے اعضاء سے کہیں گے تم نے ہمارے خلاف کیوں گواہی دی۔ وہ کہیں گے جس خدا نے ہر چیز کو پیدا کیا ہے اُس نے ہم کو بھی گواہ کیا اور اس نے تم کو پہلی بار پیدا کیا تھا اور اس کی طرف پلٹ کر جاؤ گے اور (تمہاری تو یہ حالت تھی کہ تم لوگ

اس خیال سے اپنے گناہوں کی پردہ داری بھی نہ کرتے تھے کہ تہاے کان، تہاری اکھیں اور تہاے اعضا تہاے خلاف گواہی دیں گے اور تم تو اس خیال میں تھے کہ خدا کو تہاے بہت سے کاموں کی خبر ہی نہیں۔

جن اعضاء کو ہم اپنا سمجھتے ہیں وہ حقیقت وہ خدا کے جاسوس ہیں۔ قیامت میں یہ ہمارے خلاف گواہی دیں گے۔ کان کہیں گے فلاں فلاں وقت اس نے میرے ذریعہ سے غیبت جتنی سنی۔ اکھ کہیں گے میرے ذریعہ سے فلاں فلاں وقت حرام چیزوں پر نظر ڈالی تھی۔ بدن کی کھال کہے گی اس نے مجھے نامحرم سے لمس کیا تھا۔ میرے اندر حرام شے کھا کر غول دوڑا یا تھا۔ اس وقت اللہ تعالیٰ کہے گا، تمہیں میرے خلاف گواہی دینے پر کس نے آمادہ کیا۔ سب کہیں گے ہمیں اس وقت امد ویکتا نے مطلق کیا ہے جس نے ہر شے کو قوت گواہی دی ہے۔ تمہیں بھی اس کا خیال بھی نہ آیا ہوگا کہ یہ اعضاء تہاے خلاف گواہی دیں گے۔ تم تو اس خط میں مبتلا ہے کہ تہااری کارستانیوں کا خدا کو بھی علم نہیں۔

وَذَلِّكُمْ ظَنُّكُمُ الَّذِي ظَنَنْتُمْ بِرَبِّكُمْ أَرْدَاكُمْ فَأَصْبَحْتُمْ مِنَ الْخَاسِرِينَ ﴿۳۱﴾ فَإِنْ يَصْبِرُوا فَالنَّارُ مَثْوًى لَهُمْ وَإِنْ يَسْتَعْتِبُوا فَمَا هُمْ مِنَ الْمُعْتَبِينَ ﴿۳۲﴾ وَقَيِّضْنَا لَهُمْ قُرَنَاءَ فَزَيَّنُوا لَهُمْ مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَحَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ فِي أُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمْ مِنَ الْجِنِّ وَالْإِنْسِ إِنَّهُمْ كَانُوا خَاسِرِينَ ﴿۳۵﴾

یہ تھا تمہارا گمان جو تم نے اپنے رب کے ساتھ کیا تھا، تمہیں لے ڈوبا اور تم گھانا پانے والوں میں سے بن گئے۔ یہ لوگ اگر اب صبر بھی کریں (تو کیا بڑا ہے اب تو) جہنم ہی ان کے قیام کی جگہ ہے۔ اب یہ اگر معذرت کرنا چاہیں گے (تو یہ کریں گے) تو ان کی معذرت قبول نہ کی جائے گی ہم نے (گویا قوی شیطانوں کو) ان کا ہم نشین مقرر کر دیا تھا تو انہوں نے ان کے اگلے پیچھے کام ان کی نگاہوں میں بھلے کر دکھائے۔ آخر ان کے حق میں بھی فیصلہ ہو کر رہا جو ان سے پہلے کے جنوں اور انسانوں

کے حق میں کیا گیا تھا۔ یقیناً وہ خسارہ پانے والوں میں سے تھے۔

افسوس کہ فلاں فلاں میں جہنم کے متعلق بدگمانیاں بڑھتی ہی چلی گئیں تو اس کا نتیجہ یہ تھا کہ وہ ہدایت کے معنوں میں گمراہ ہو گئے اور انہوں نے اپنا گناہ جہنم میں بنالیا۔ اب تو یہ کہنے سے کیا فائدہ، اس کا وقت تو گزر چکا۔ انہیں شیطان کے شر سے ایسے پسندیدہ معلوم ہوئے کہ گویا ہم نے حکم دیا تھا کہ تم شیطان کی باتوں پر عمل کیا کرو۔ اُس نے ان کے پیچھے سے اکوڑ خوب بہا کیا۔ ان کی بد اعمالیوں کو ان کی نظر میں زینت دی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ جو فیصلہ ان سے پہلے کی سرکش قوموں کے حق میں کیا گیا تھا جن ہوں یا انسان، وہی ان لوگوں کے لیے بھی کیا گیا۔ یعنی یہ کہ ان پر عذاب نازل ہو گیا۔

وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لَا تَسْمَعُوا لِهَذَا الْقُرْآنِ وَالْغَوْا فِيهِ لَعَلَّكُمْ تَعْلَمُونَ ﴿۳۱﴾ فَلَنْذِيْقَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا عَذَابًا شَدِيدًا وَلَنَْجْزِيَنَّهُمْ أَشْوَأَ الَّذِي كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿۳۲﴾ ذَلِكَ جَزَاءُ أَعْدَاءِ اللَّهِ النَّارِ لَهُمْ فِيهَا دَارُ الْخُلْدِ جَزَاءُ بِمَا كَانُوا بِآيَاتِنَا يَجْحَدُونَ ﴿۳۵﴾

اور کافروں نے کہنے لگے کہ اس قرآن کو مت سنا اور جب پڑھیں تو اس کے بیچ میں غل مچا دیا کرو تاکہ تم غالب آ جاؤ، تو ہم بھی کافروں کو سخت عذاب کے مزے چکائیں گے اور ان کی کارستانیوں کی بہت بڑی سزا دوزخ کی آگ ہے۔ خدا کے دشمنوں کا بدلہ یہی ہے اور یہی جگہ ان کے ہمیشہ رہنے کا گھر ہے۔ یہی سزا ہے ان کے لیے جو ہماری آیتوں سے انکار کرتے تھے۔

ابن عباس سے مروی ہے کہ جب بڑے بڑے کفار قرآن کے مقابلہ سے عاجز ہو گئے تو ان کو یہ خوف ہوا، کہیں ایسا نہ ہو کہ اطراف و جواب کے صحابی عرب اکو قرآن کو سن لیں اور ایمان لے آئیں۔ غرض ان لوگوں نے یہ مشورہ کیا کہ جب حضرت قرآن سنانا شروع کریں تو خوب غل مچائیں، تاہاں بائیں اور یہود، ہاتیں کریں۔ یہ آیت انہی کے ہاتھ میں نازل ہوئی ہے۔

وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا رَبَّنَا أَرِنَا الَّذِي أَضَلَّنَا مِنَ الْجِنِّ وَالْإِنْسِ

نَجْعَلُهُمَا تَحْتَ أَقْدَامِنَا لِيَكُونَا مِنَ الْأَسْفَلِينَ ۝۱۹ إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبَّنَا اللَّهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلَائِكَةُ أَلَّا تَخَافُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَبْشِرُوا بِالْجَنَّةِ الَّتِي كُنتُمْ تُوعَدُونَ ۝۲۰ نَحْنُ أُولِيُّكُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَشْتَهُي أَنْفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَدْعُونَ ۝۲۱ لَوْلَا مِنْ غُفُورٍ رَحِيمٍ ۝۲۲ وَمَنْ أَحْسَنُ قَوْلًا مِمَّنْ دَعَا إِلَى اللَّهِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَقَالَ إِنَّنِي مِنَ الْمُسْلِمِينَ ۝۲۳

اور (قیامت کے دن) جن لوگوں نے کفر اختیار کیا تھا (کہیں گے) اے ہمارے رب، ایک نظر ہمیں اُن جنوں اور انسانوں کو دکھا دے جنہوں نے ہمیں گمراہ کیا تھا (کہ) ہم انہیں اپنے پیروں تلے روڈ ٹھالیں اور وہ (خوب ذلیل ہوں۔ بے شک جن لوگوں نے کہا تھا ہمارا رب اللہ ہے اور یہ اس پر قائم بھی ہے ان پر ملائکہ یہ کہتے نازل ہوں گے تم کچھ خوف نہ کرو اور سجدہ نہ ہو اور جس بہشت کا تم سے وعدہ کیا گیا تھا اس میں (خوب) خوشیاں مناؤ۔ دنیا کی زندگی میں بھی ہم تمہارے دست تھے اور اب آخرت میں بھی، یہاں تمہارے لیے ہر وہ چیز ہے جسے تمہارا دل چاہے اور جو چاہیے طلب کرو گے وہ حاضر ہوگی۔ یہ خدا نے غفور و رحیم کی طرف سے تمہاری مہمانی ہے اور اس سے بہتر کس کی بات ہو سکتی ہے جو لوگوں کو خدا کی طرف بلائے اور اچھے اچھے کام کرے اور کہتے ہیں ہم یقیناً خدا کے فرماں بردار بندوں میں سے ہیں۔

جو لوگ اس دنیا میں کفر اختیار کیے ہوئے ہیں یہاں اُن لوگوں کی نظر میں شیطانوں کی بڑی وقعت ہے جو ان کو بہلا کر راہ حق سے ہٹا رہے ہیں۔ وہ ان کے چشم و ابڑو کے اشارہ پر اعمال بد کے مرتکب ہو رہے ہیں۔ وہ ان

گمراہ کرنے والوں کے مقابل رسول کی ہدایت کو وقت کی نظر سے نہیں دیکھتے۔ لیکن قیامت میں جب خدا کا سامنا ہوگا اور ان کی فتنہ جہنم ان کے گلے میں ڈال دی جائے گی اس وقت ان کی کچھ باتیں کہیں گے گا کہ ہمارے والدین ان کو کیا سخت دھوکا دیں رکھا تھا وہی آج اس کا باعث ہوئے کہ ان کو جہنم کی طرف بھیجا جا رہا ہے۔ اس وقت ان کی یہ خواہش ہوگی کہ ان گمراہ کو لے والوں کو ان کے سامنے لایا جائے تاکہ وہ ان کو اپنے پیروں سے پھیل ڈالیں اور ان کو بھی طرح و سبیل ہوگی۔ لیکن ایسا کہنے کا اب وقت کہاں۔ جب دنیا میں یہ اس وقت پہنچے جیسے کہ انہیں سمجھے۔ جس وقت ہمارے والدین ہمارے ہوتے تو اس وقت ہدایت کرنے والے ہدایت بھی کر رہے ہوتے۔ دونوں راستے ان کے سامنے تھے۔ ان کی عقل نے یہی نہیں یہ بتایا کہ انہیں رسول کی ہدایت پر عمل کرنا چاہیے۔

برخلاف ان کے جو لوگ ایمان لائے اور سترہ دہائی اس پر قائم رہے اور ایک کام کرتے رہے ان کے لیے بہشت میں سب کچھ ہوگا جو انہیں گمراہی کا، خواہش ہوگی وہ پوری ہوگی۔ اچھے قول والا اس سے بہتر کون ہوگا جو لوگوں کو اللہ کی طرف بلائے، نیک عمل کر کے دکھائے اور یہ بتائے کہ میں خدا کا فرماں بردار بندہ ہوں۔ آنحضرتؐ نے جن لوگوں کو دعوت اسلام دی ان پر قلم و خطا یہ ثابت کر دیا کہ وہ جو کچھ کہتے یا کہتے ہیں وہ خدا کے حکم سے کہتے ہیں اور باوجود ہر طرح کے مصائب، برداشت کرنے اور قہر کی سخت مخالفت کے، ہمیں ان کا قدم جادہ حق سے ہال برابر نہیں ہٹا۔ کفار و مشرکین نے اپنی کوششوں میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا۔ لایحیٰ بھی دبیے، ڈرایا دھمکا یا بھی، اذیت بھی دی، یا بیٹھا ٹھہری کیا، وطن سے نکالا۔ اگر خدا کی قوت ان کے اندر کام نہ کر رہی ہوتی تو ضرور کسی دنیوی موڈ پر کمزوری کا اظہار ہوتا۔ آپؐ کا یہ استقلال، یہ ثابت قدمی اور صبر و تحمل اس کی دلیل ہے کہ وہ کسی حالت میں بھی باطل کے سامنے جھکنے والے اور امر حق کی تسلیف سے روکنے والے نہ تھے۔ وہ خدا کے سچے بندے اور رسولؐ ہیں۔

وَلَا تَسْتَوِ الْحَسَنَةُ وَلَا السَّيِّئَةُ ادْفَعْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ فَإِذَا الَّذِي بَيْنَكَ وَبَيْنَهُ عَدَاوَةٌ كَأَنَّهُ وَلِيٌّ حَمِيمٌ ۝۲۴ وَمَا يُلْقِمُهَا إِلَّا الَّذِينَ صَبَرُوا وَهُمْ يُلْقِمُهَا إِلَّا ذُوحَضِّ عَظِيمٌ ۝۲۵ وَإِمَّا يَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّيْطَانِ نَزْعٌ فَاسْتَعِذْ بِاللَّهِ إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ۝۲۶ وَمِنْ آيَاتِهِ اللَّيْلُ وَالنَّهَارُ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ لَا تَسْجُدُوا

لِلشَّمْسِ وَلَا لِلْقَمَرِ وَاسْجُدْ وَاقْبَلْ لِلَّهِ الَّذِي خَلَقَهُنَّ إِن كُنتُمْ
إِيَّاهُ تَعْبُدُونَ ﴿۲۱﴾ فَإِنِ اسْتَكْبَرُوا فَالَّذِينَ عِنْدَ رَبِّكَ يُسَبِّحُونَ
لَهُ بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَهُمْ لَا يَسْأَمُونَ ﴿۲۲﴾

بجلائی اور بُرائی کبھی برابر نہیں ہو سکتی (سخت کلامی کا) ایسے طریقہ سے جواب دو جو نہایت اچھا
ہو (ایسا کرنے پر تم کو بھیجے گا کہ) جن لوگوں میں اوتھ میں دشمنی تھی گویا وہ تمہارے دوست
بن گئے ہیں۔ یہ بات بس انہی لوگوں کو حاصل ہوتی ہے جو صبر کرنے والے ہیں اور انہی لوگوں کو حاصل
ہوتی ہے جو بڑے نصیبدار ہیں اور اگر تمہیں شیطان کی طرف سے وسوسہ پیدا ہو تو خدا کی پناہ مانگ
لیا کرو۔ وہ سب کی سنت اور جانتا ہے اور اس کی نشانیوں میں رات اور دن اور آفتاب اور
چاند ہیں تو تم لوگ نہ سوچ کر سجدہ کرو اور نہ چاند کو بلکہ اس اللہ کو سجدہ کرو جس نے ان کو (سوچ چا)
پیدا کیا ہے۔ اگر تم کو خدا کی عبادت کرنی مرغوب ہے۔ پس اگر یہ لوگ سرکشی کریں (تو خدا کو
ان کی کچھ پرواہ نہیں) تمہارے رب کی بارگاہ میں ایسے لوگ ہیں (فرشتے) جو رات دن اس کی
تسبیح کرتے رہتے ہیں اور اذگتاتے نہیں۔

مناظرہ کا جو بہترین اصول تسلیم کیا گیا ہے وہ یہ ہے کہ حریف جب کوئی دلیل پیش کرے تو اس کی تذبذب نہایت
شائستہ طریقہ سے کی جائے۔ کسی کو کڑا نہ کہا جائے۔ گستاخانہ کلام نہ ہو۔ اس کا نتیجہ ہوگا کہ دشمن بھی دوست بن جائے گا۔
اکثر لوگ مناظرہ میں نامناسب بات سن کر غصہ میں آجائے۔ باہر ہو جائے ہیں اور اول قول گننے لگتے ہیں۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ
مناظرہ محاذ کی صورت اختیار کر لیتا ہے اور عدالت کے شعاع اور زیادہ بھڑکنے لگیں گے۔

آگے چل کر سوجھا گیا ہے کہ جب شیطان وسوسہ ڈالے تو خدا سے پناہ مانگو۔ اس میں بظاہر مخاطب رسول ہے
لیکن حقیقتاً ملامت ہے۔ کیونکہ رسول مسموم ہیں ان کے دل میں شیطان وسوسہ کا گزند ہو ہی نہیں سکتا۔ شیطان یہ عہد
کر لیا ہے کہ تیسے خاص بندوں کو نہیں بہکاؤں گا یا تو سب کو بہکاؤں گا۔ پس معلوم ہوا کہ مراد آیت ہے۔
آگے چل کر ان لوگوں کو سکھا جا رہا ہے جو سورج اور چاند کی پوجا کرتے ہیں کہ یہ قابلِ پریش نہیں۔ یہ تو خدا کی مخلوق
ہے۔ مگر عبادت تو وہ ذات ہے جس نے ان کو پیدا کیا ہے۔ اگر تم ان کو عبادت نہیں کرتے تو نہ کرو۔ اس
کی عبادت کرنے والے بہت ہیں جن میں ایسے بھی ہیں جو شب روز اس کی عبادت کرتے ہیں اور کبھی جھٹکتے نہیں مگر فرشتے۔

وَمِنْ آيَاتِهِ أَنَّا نُنَزِّلُ الْغُلُقُومَ فَإِذَا نَزَّلْنَاهَا عَلَى الْمَاءِ
اهْتَزَّتْ وَرَبَّتْ وَإِنَّا لَآلِذِينَ أَحْيَاها لَمَجِي الْمَوْتِ إِنَّهُ عَلَى كُلِّ
شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿۲۳﴾ إِنَّ الَّذِينَ يُلْحِدُونَ فِي آيَاتِنَا لَا يَخْفَوْنَ عَلَيْكَ
أَمَّا تِلْكَ فِي النَّارِ خَيْرٌ أَمْ مَن يَأْتِي آمِنًا يَوْمَ الْقِيَمَةِ اعْمَلُوا
مَا شِئْتُمْ لَا إِنَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ﴿۲۴﴾

اور اس کی قدرت کی نشانیوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ تم جس زمین کو خشک کر دیا ہے دیکھتے ہو
جب ہم اس پر پانی برساتے ہیں تو لہلہانے لگتی ہے اور پھول جاتی ہے جس نے مردہ زمین کو دوبارہ
زندہ کیا وہ مردوں کو بھی جلائے گا۔ بے شک وہ ہر شے پر قادر ہے۔ جو لوگ ہماری آیات میں یہ بھیج
کرتے ہیں وہ ہم سے پوشیدہ نہیں۔ جو شخص (قیامت میں) آگ میں ڈالا جائے گا کیا وہ بہتر ہے
یا وہ جو روز قیامت بے خوف و ہراس آئے گا۔ جو تمہارا دل چاہے کرو۔ جو کچھ تم کرتے ہو، خدا
اس کا دیکھنے والا ہے۔

ایک ایسی زمین جو مردہ پڑی تھی، گھاس کا ایک پتہ تک اس پر کہیں نظر نہ آتا تھا۔ جب پانی اپنی قدرت سے اس پر پانی
برساتا تو پھر دیکھو وہی زمین کھلنے کے بعد اس طرح جی اٹھی اور اس پر گھاس پات اور پھوس کے طرح لہلہانے لگے۔ پس
جس طرح زمین سے نباتات کو نکالتا ہے اسی طرح قیامت میں زمین سے مردوں کو نکالے گا۔ آنا نکلا ثبوت دیکھنے
کے بعد اگر قیامت میں مردوں کے زندہ ہونے سے انکار کرو تو ہٹ دھرمی نہیں تو اور کیا ہے۔

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا بِالذِّكْرِ لَمَّا جَاءَهُمْ وَإِنَّ لَهُمْ لَكِتَابٌ عَزِيزٌ ﴿۲۵﴾
لَا يَأْتِيهِ الْبَاطِلُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهِ تَنْزِيلٌ مِّنْ
حَكِيمٍ حَمِيدٍ ﴿۲۶﴾ مَا يَقُولُكَ إِلَّا مَا قَدْ قِيلَ لِلرُّسُلِ مِنْ قَبْلِكَ إِنَّ

رَبَّكَ لَذُو مَغْفِرَةٍ وَذُو عِقَابٍ أَلِيمٍ ۝۳۱

جن لوگوں نے کفر اختیار کیا، جن لوگوں نے نصیحت کو جوہان کے پاس آئی نہ مانا تو اس کا نتیجہ دیکھ لیں گے) اور بے شک یہ تو ایسی عالمی مرتبہ کتاب ہے کہ نہ تو باطل اس کے سامنے آسکتا ہے اور نہ پیچھے۔ یہ تو حکمت والے لائق حمد خدا کی طرف سے نازل کی ہوئی ہے (اے رسول) تم سے بھی وہی باتیں کہی جاتی ہیں جو تم سے پہلے آنے والوں سے کہی گئی تھیں۔ بے شک تمہارا رب بخشنے والا بھی ہے اور دردناک عذاب دینے والا بھی ہے۔

قرآن کی صداقت سے انکار کرنے والوں پر یہ بات واضح ہونی چاہیے کہ اس کو منسوخ کرنے والی کوئی کتاب موجود ہے نہ اس سے پہلے کوئی ایسی کتاب نازل ہوئی تھی۔ اے رسول، تمہاری ہدایت بھی اسی طبعیت کی ہے جیسی تم سے پہلے رسولوں کی تھی۔ یعنی خدا کی توحید کی طرف لوگوں کو بلانا، قیامت کا اعلان، خدا کی کتاب کی تصدیق، رسول کی رسالت کو ماننا، اس کے علاوہ تم کچھ اور نہیں کہتے۔ پھر یہ لوگ تمہاری رسالت کو کیوں نہیں مانتے اور تمہارے ان کی تصدیق کیوں نہیں کرتے۔ کس امر نے ان کو شبہ میں ڈال رکھا ہے۔ اگر وہ مان لیں گے تو خدا ان کے کچلے گناہ صاف کر دے گا ورنہ پھر وہ سخت عذاب دینے والا بھی ہے۔

وَلَوْ جَعَلْنَاهُ قُرْآنًا عَجَبًا لَقَالُوا الْوَلَا فُصِّلَتْ آيَاتُهُ ۖ سَاءَ عَجَبًا ۚ
وَعَرَبِيٌّ ۖ قُلْ هُوَ لِلَّذِينَ آمَنُوا هُدًى وَشِفَاءٌ ۖ وَالَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ فِيهِ إِذَا ذُكِرُوا وَفُرُغَ وَهُوَ عَلَيْهِمْ عَمًى ۚ أُولَٰئِكَ
يُنَادَوْنَ مِنْ مَّكَانٍ بَعِيدٍ ۚ وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ
فَاخْتَلَفَ فِيهِ ۖ وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَبِّكَ لَفُضِّىَ

۵۰

بَيْنَهُمْ ۖ وَإِنَّهُمْ لَفِي شَكٍّ مِنْهُ مُرِيبٍ ۝۳۲
صَالِحًا فَلِنَفْسِهِ ۖ وَمَنْ أَسَاءَ فَعَلَيْهَا ۚ وَمَا رَبُّكَ
بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيدِ ۝۳۳

اگر ہم اس قرآن کو عربی زبان کے سوا کسی دوسری زبان میں نازل کرتے تو یہ لوگ کہہ بیٹھتے کہ اس کی آیات ہماری زبان میں تفصیل سے کیوں نہ بیان کی گئیں (کیا خوب) قرآن تو جمعی اور مخاطب عربی۔ اے رسول تم ان سے کہہ دو کہ ایمانداروں کے لیے تو یہ قرآن (سرتاپا) ہدایت اور (ہر مرض کی) شفا ہے اور جو لوگ ایمان نہیں رکھتے ان کے کانوں میں گھرائی ہے اور وہ ان کے لیے ناہینائی کا سبب ہے۔ تو گویا گرائی کی وجہ سے وہ لوگ بڑی دور سے پکارے جاتے ہیں۔

ہم نے موسیٰ کو کتاب تورات دی تو اس میں بھی اختلاف کیا گیا۔ اگر تمہارے رب کی طرف سے ایک بات پہلے نہ ہو چکی ہوتی تو ان کا کلمہ کا فیصلہ کر دیا گیا ہوتا۔ اور یہ لوگ ایسے شک میں پڑے ہوئے ہیں جس نے انہیں بے چین کر دیا ہے۔ جس نے اچھے اچھے کام کیے تو اپنے فائدہ کے لیے کیے اور جو بُرے کام کرے گا اس کا وبال اس پر ہے اور تمہارا پروردگار اپنے بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں۔

گفار کا اہم تر ارض یہ تھا کہ قرآن عربی زبان میں جو مصحف کی مادری زبان میں نازل ہوا ہے۔ لہذا ان کے لیے کوئی مشکل بات ہے اگر ایسی کتاب بنالیں۔ مزد توحید تھا کہ کسی عیسوی زبان میں جیسے فارسی، رومی، یونانی جیسے وہ نہیں جانتے فر فر تقریریں شروع کر دیتے تو ہم جانتے کہ بے شک یہ خدا کی طرف سے ہے کیونکہ یہ قرآن نبیوں سے واقف ہی نہ تھے ضرور یہ حث دلانے ان کو تسلیم دی ہے۔ خدا فرماتا ہے یہ عجیب بات ہے اگر ہم عربی کے سوا کسی اور زبان میں نازل کرتے تو تم لوگ پھر یہ کہتے کہ

فہرست موضوعات

الف

۲۷۴	ابن جریر	آتش پرست	۱۵۴
۲۸۴	ابن خاتم	آثار قیامت	۸۹
۲۳۷	ابن خزیمہ	آدم	۲۷۸، ۳۸۳
۱۹۷	ابن عامر	آدم کی پیدائش	۳۹۵
۱۹۷، ۲۰۹	ابن عباس	آدم حضرت ابراہیم کا باپ نہ تھا	۳۵
۱۹۷	ابن عساکر	آسمان قیامت میں لپیٹ لیے جائیگے	۲۷۱
۱۹۷، ۲۲۱	ابن مردویہ	آسمان میں برج بنائے اور روشن چاند بنایا	۱۶
۲۳۷	ابن مسعود ہمدانی	آسمان اور زمین چھ دن میں پیدا کئے	۱۵
۲۳۷	ابو القاسم	آسیر زن فرعون	۹، ۳۸۶
۱۵۴، ۲۸۴	ابو یوسف	اصف برنجیا	۷۸
۸۸	ابو تراب	آل ابراہیم	۳۸۳
۱۳، ۲۵۷	ابو جہل	آل عمران	۳۸۳
۱۳، ۱۹۸، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷	ابو سفیان	آل فرعون	۲۸۷، ۳۸۳، ۳۸۵
۱۱۲، ۱۱۳	ابو طالب	آل محمد	۳۸۶، ۳۸۳
۱۹۸	ابو ابیہ	آیہ تطہیر	۲۱۷، ۲۱۸
۵۶	ابو ہریرہ کا تفسیر کرنا	ابراہیم	۱۳۸، ۱۳۷، ۱۳۶، ۱۳۵، ۱۳۴، ۱۳۳
۲۰۵	آلی الحقیق زرقی بن اخطب	ابراہیم کو اولاد کی بشارت	۱۳۸
۱۵۴	آلی بن خلف اور عقبہ بن مغیط کی گفتگو	ابراہیم کی آفر کے لئے دعا	۳۶، ۳۸
	اجر دیکھو جو	ابراہیم کی اولاد میں نبوت اور کتاب رکھا	۱۳۶
۱۵۴	آلی بن کعب	ابراہیم کی بیت پرستوں سے باتیں	۱۳۶، ۱۳۵، ۱۳۴، ۱۳۳
۲۸۴	استیاج طبرسی	ابراہیم کی دعائیں	۳۶، ۳۷
۱۹۸، ۲۰۶	آحد جنگ	ابراہیم کے واقعہ میں قربت	۴۰
۲۰۰	احزاب سورہ	ابراہیم کے والد کا نام تاریخ تھا	۳۵، ۱۸۹
۳۱۷	احسن النماقیین	ابراہیم نے حج کے لئے لکھا	۶۸
۳۱۹	احمد بن حنبل		

واہ جی واہ! کیا کہنا اس کلام کا جو ایسی زبان میں بھیجا جا رہا ہے جسے ہم سمجھتے ہی نہیں پیراس کے نازل کرنے سے فائدہ کیا مطلب یہ ہے کہ ان کے دل میں عداوت ہے۔ لہذا ہر صورت میں اعتراض کرنا چاہتے ہیں۔ چاہئے نہ کہ بیٹھے یا نہ بیٹھے۔ یہ اس مسئلہ کے کیا فائدہ حاصل کریں۔ جینس کے آگے ہیں۔ بجائی جینس پڑی پڑائے یہ تو بڑی لوگوں کے لیے باعث ہدایت ہے اور شفا کے امراض روحانی و جسمانی ہو سکتا ہے جو ایمان لانے والے ہیں۔ رہے ایمان نہ لانے والے تو وہ فرخو، بخود بہرے بن بیٹھے ہیں۔ حالانکہ ان کے کان ہیں۔ مگر جب سنا ہی نہ چاہیں اور اندھے بن کر دیکھنا ہی نہ چاہیں تو اس کا کیا علاج۔

اس سے پہلے جب مولیٰ کو کتاب توریت دی گئی تھی اس وقت بھی کافروں کا یہی عمل رہا تھا۔ خواہ مخواہ کے اعتراض کر کے اختلافی صورتیں پیدا کر دیں۔ اگر ان کے عذاب کے لیے ایک وقت مہینے نہ کر دیا گیا ہوتا تو ان کے درمیان کسی کا منبہ نہ کر دیا جاتا۔ یہ تو طرح طرح کے شکوک میں مبتلا ہیں۔ حق بات تو ان کے کان کو گنتی ہی نہیں بہر حال جو نیک کام کرے گا اس کا فائدہ اسی کی ذات کو پہنچے گا اور جو بد اعمال بن کر ہے گا اس کا وبال بھی اسی پر پڑے گا خدا تو اپنے بندوں میں سے کسی پر ظلم نہیں کرتا، بندے خود اپنے آپ کو ظلم کرتے ہیں اور قیامت میں اس کی سزا جھکتیں گے۔

○
ختم شدہ

۵۷، ۲۲۵، ۲۳۸	اربع المطالب	۱۷، ۱۱۳، ۲۱۹، ۲۳۱، ۲۳۴، ۲۳۸	اہلبیت
۲۰۷، ۲۱۵، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۳۸	ازواج رسول	۵۲	ایکہ والوں پر خطاب
۱۳، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۸، ۲۲۵	اسحاق	۵۰	ایکہ والوں نے رسول کو جھٹلایا
۱۶	اسراف اور تجوی کی ممانعت	۲۶	ایکھنشا
۱۷	اسفندیار	۱۷۹	ایلو
۱۱۳، ۱۳۶، ۲۲۵	اسمعیل	۱۷۹	ایوب
۱۸، ۱۹، ۵۹، ۱۲۸، ۱۲۹، ۲۲۰، ۲۶۷، ۲۶۸	اعمال صالح	۱۷۹	ب
۳۷۱	اعمال نامہ	۱۷۹	باجور
۵۷	انجاز القدر	۱۲، ۸۱	بارش سے پہلے ہواؤں کو خوشخبری کے لئے بھیجتے
۴۲، ۴۹، ۸۵، ۱۱۳، ۱۵۷، ۱۶۸، ۲۸۱	انگوں کا انجام	۲۲۲	بازار عکاظ
۱۸۲، ۳۸۰، ۳۹۹	انیس	۱۷۹	باجور
۲۳۸	آدم القدر	۲۵۲	بخت النصر
۱۱۵	آدم القدر	۱۹۸، ۲۰۶	بدر جنگ
۸۷، ۲۲۵	آدم مہدی (دیکھو امام آخر الزماں)	۷۶	بلقیس سے حضرت سلیمان کا نکاح کرنا
۲۸۳	امام حسین	۷۶	بلقیس کا ایمان لانا
۲۳۳	امانت	۷۰	بلقیس کا تذکرہ
۱۲۸	امتحان آزمائش	۷۲	بلقیس کا سرداروں سے مشورہ
۲۱۸، ۲۳۰	آدم سلمہ	۷۶	بلقیس کی عقل کا امتحان
۲۳۲	آدم شریک	۷۶	بلقیس کی غلط فہمی
۲۰۲	آہات المؤمنین	۱۷۹	بن حارث
۱۹، ۸۷، ۱۵۵	امیر المؤمنین	۲۳۲	بنی اسد
۱۳۲	امیر بن قلع	۳۱، ۳۲	بنی اسرائیل کا تعقب
۲۸۳	انجیل	۲۳۷	بنی اسمعیل
۱۳	انسان کی خلقت	۲۳۷	بنی امیہ
۲۸۶	انصاف دیکھو حد	۲۲۲	بنی طے
۱۳۶	انطاکیہ	۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۹، ۲۱۳، ۲۱۴	بنی قریظہ
۲۳۲	اوتوا الصلیم	۲۳۲	بنی معین
۲۰۵	اولاد و اولاد	۲۳۲	بنی نصر

۲۸، ۳۰	جادو گردن کی شعیبہ ہارنی	۴۶	یورہ
۱۱۸، ۲۵۹	جالوت	۷۴، ۲۵۲	بیت المقدس
۲۳، ۱۳۵	جبریل امین	۵، ۱۹، ۳۶، ۱۱۵، ۱۳۸، ۱۷۷، ۱۹۹، ۲۱۷	بہشت
۲۰۵	جبل سفع	۲۳۲، ۲۵۹، ۲۷۸، ۳۷۳، ۳۸۷	
۸۹، ۱۲۳، ۱۲۵، ۱۲۸، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹	جزا		
۵	جس دن فرشتوں کو بھیجیں گے کہہ گا خوش نہ ہوئے		
۱۱۰	جعفر		
۱۷۰	جعفر صادق علیہ السلام		
۲۳۸، ۲۳۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۷	جنات		
۳۶۸	جلال الدین سیوطی (دیکھو سیوطی)		
۲۶۸	جنب اللہ		
	جنت دیکھو بہشت		
۱۵۲	جہاد		
۱۶، ۱۱۲	جہالت کی بات کا جواب سلام ہے		
۱۳، ۱۶، ۳۶، ۴۰، ۱۲۸، ۱۵۲، ۱۹۶، ۲۳۱	جہنم		
۲۳۳، ۲۳۸، ۲۶۰، ۲۶۸، ۲۷۸			

س

۱۱	سائے کو پھیلا یا	۵۹	شاعر جو کہتے ہیں کہ تہیں
۲۳۶	سبا سورہ	۲۳۶	شافعی (امام)
۲۵۳	سبا والے	۱۹۸ و ۳۰۵	شبیہ و شبیر
	سجدہ اور قیام میں رات بسر کرنے	۱۸	شرک کی ممانعت
۱۶	والوں کی تعریف	۱۷۱	شہاد
۹۰، ۱۲۵، ۲۵۸، ۲۷۳	سزا	۲۰	شعرا سورہ
۳۳، ۳۴	سر سید احمد خاں	۱۵۰	شق القمر
۲۰۳	سعد بن عبادہ	۶۹، ۷۰	شہر سبا کا واقعہ
۲۰۵ و ۲۱۳	سعد بن معاذ	۵۶	شیاطین جھوٹے بدکاروں پر نازل ہوتے ہیں
۲۰۵	سلمان فارسیؓ	۵۵	شیاطین وحی نہیں سننے
۱۷۱، ۲۴۸، ۲۳۹، ۲۵۰، ۲۵۱	سلیمانؑ	۷	شیطان انسان کو رسوا کرنے والا ہے
۶۴	سلیمان جعفرت داؤد کے وارث ہوئے	۱۱۲	شعَب ابو طالب
۷۱	سلیمان کا خط ملکہ سبا کے نام	۵۰، ۵۱، ۵۲، ۹۹، ۱۳۹	شعیب
۶۴	سلیمان کو زندوں کی بولی سگھائی	۵۰	شعیب نے کہا میں رسالت کا اجر نہیں مانگتا
۶۴	سلیمان کو علم عطا کیا	۱۱۸	شمعون نبی
۷۰	سلیمان کو ملکہ سبا کا حال پہنچانے بتایا	۲۸۵ و ۲۸۶، ۲۸۷	شمعون (نبی)
۶۸	سلیمان کی چوٹی سے گفتگو	۹۵، ۹۶، ۲۳۹، ۲۸۴	شیعہ
۶۷، ۶۸	سلیمان کی دعا		
۶۷	سلیمان کے لشکر میں انسان چن اور پرندے شامل تھے	۷۷	صالحؑ اور ان کے کہنے کو قتل کرنے کی سازش
۷۶	سلیمان نے بلقیس کا امتحان لیا	۳۶	صالح کی تبیلغ
۷۲ و ۷۴	سلیمان نے بلقیس کے مخالف واپس کر دیئے	۳۵ و ۳۶	صالح نے کہا میں تبلیغ کا اجر تم سے نہیں مانگتا
۲۳۶	سنن	۱۹۷، ۱۸۱، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳، ۱۴۰۴، ۱۴۰۵، ۱۴۰۶، ۱۴۰۷، ۱۴۰۸، ۱۴۰۹، ۱۴۱۰، ۱۴۱۱، ۱۴۱۲، ۱۴۱۳، ۱۴۱۴، ۱۴۱۵، ۱۴۱۶، ۱۴۱۷، ۱۴۱۸، ۱۴۱۹، ۱۴۲۰، ۱۴۲۱، ۱۴۲۲، ۱۴۲۳، ۱۴۲۴، ۱۴	

التاس سورہ فاتحہ کے تمام مرعین

۱[شیخ صدوق	۱۳(سید حسین عباس فرحت	۲۵(بیگم داغلق حسین
۲[علامہ مجلسی	۱۴(بیگم سید جعفر علی رضوی	۲۶(سید ممتاز حسین
۳[علامہ سید طاہر حسین	۱۵(سید کلام حسین زیدی	۲۷(بیگم سید اختر عباس
۴[علامہ سید علی نقی	۱۶(سیدہ ہزارہ	۲۸(سید محمد علی
۵[بیگم سید عابد علی رضوی	۱۷(سیدہ رضویہ خاتون	۲۹(سیدہ رضیہ سلطان
۶(بیگم سید احمد علی رضوی	۱۸(سید نجم الحسن	۳۰(سید مظفر حسین
۷(بیگم سید رضا احمد	۱۹(سید مبارک رضا	۳۱(سید باسط حسین نقوی
۸(بیگم سید علی حیدر رضوی	۲۰(سید تنہیت حیدر نقوی	۳۲(علامہ محی الدین
۹(بیگم سید سبط حسن	۲۱(بیگم مرزا احمد ہاشم	۳۳(سید ناصر علی زیدی
۱۰(بیگم سید مردان حسین جعفری	۲۲(سید باقر علی رضوی	۳۴(سید وزیر حیدر زیدی
۱۱(بیگم سید نیاز حسین	۲۳(بیگم سید باسط حسین	۳۵(ریاض الحق
۱۲(بیگم مرزا تو حید علی	۲۴(سید عرفان حیدر رضوی	۳۶(خورشید بیگم